ایک عظیم کتاب
مجموعہ فتاویٰ
واہم افادات وتبرکات
صدر الافاضل مولینا مفتی محمد نعیم الدین قدس سرہٗ
دارالعلوم نعیمیہ سواد اعظم لاہور
ادارہ رضویہ
موچی گیٹ

فتاویٰ صدر الافاضل قدس سرہ

فیض محمد عادل قادری عفی عنہ

مستورات اور پردہ

مسلم خواتین کی عزت و حرمت اور ان کا پردہ صدہا سال سے دنیا میں ضرب المثل ہے، لیکن اس زمانہ میں مغربی تعلیم مسلمانوں کو نصرانیت کی طرف کھینچ رہی ہے، اور وہ حکمراں قوم کے معایب کو بھی ہنر سمجھ کر فخریہ تقلید برتے ہوئے ہیں۔ بیجا اصرار اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اپنے طریق عمل کو صحیح ثابت کرنے کے لیے شرعی احکام سے بھی انکار کر دیا جاتا ہے جو اصحاب بے پردگی کے حامی ہیں وہ پردہ کے خلاف تقریریں کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں کہ پردہ خود شریعت کے خلاف ہے اسلیے ہم حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کے محققانہ فتوے کو جس سے پردہ کی شرعی حیثیت صاف معلوم ہوتی ہے، مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے پیش کرتے ہیں اللہ تعالےٰ نفع دے۔ آمین

فتوے

غیر محرم عورت کو بے پردہ مرید کرنا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے جائز ہے کسی طرح کا حرج نہیں، پردہ سے بے ایمان لوگ مرید کیا کرتے ہیں۔ اور بکر کہتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاوی رضویہ کتاب النکاح حصہ دوم صفحہ ۱۲۳ پر تحریر کیا ہے کہ مرید کو اپنے پیر کے سامنے

بے پردہ آنا ناجائز ہے۔ لہٰذا ناجائز ہے، تو زید کا کہنا صحیح ہے یا بکر کا قول؟۔

الجواب بعون الوہاب:۔ عورتوں کے لیے شریعتِ طاہرہ نے غیر مردوں سے پردہ کا حکم دیا، قرآن پاک میں فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ۔ یعنی اے ایمان والو! نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانوں میں نہ داخل ہو جبتک اِذن نہ پاؤ۔ اس آیت سے صاف طور پر پردہ کا حکم ثابت ہے، اور اس سے بڑھ کر تصریح یوں فرمائی وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــٴَـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اور جب تم اُن سے متاع مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ تفسیر احمدی میں اس آیت کے تحت میں فرماتے ہیں، ھٰذہ الاٰیۃ ھی الاٰیۃ التی یفھم منھا ان یحتجب النساء من الرجال یعنی یہی آیت ہے جس سے یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں مردوں سے پردہ کریں اس آیت کا نزول اگرچہ حضورِ انور علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات کی ازواج کے حق میں ہے لیکن حکم عام ہے اور تمام مومنہ عورتوں کو شامل۔ تفسیر احمدی میں ہے ان موردھا ان کان خاصًا فی حق ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکن الحکم عام لکل من المؤمنات فیفھم منہ ان یحتجب جمیع النساء من الرجال ولا یبدین انفسھن علیھم یعنی اس آیت کا مورد اگرچہ خاص ہے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج کے حق میں، لیکن حکم ہر ایک ایماندار عورت کے لیے عام ہے۔ اس آیت سے سمجھا جاتا ہے کہ تمام عورتیں مردوں سے پردہ کریں اور اپنے نفس کو اُن پر ظاہر نہ کریں۔ دوسری آیت میں ارشاد ہوا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا۔ مطلب یہ کہ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ داخل ہو یہاں تک کہ اجازت لو اور سلام کرو اُن

گھر والوں پر۔ تَسْتَاْنِسُوْا کے معنی تَسْتَاْذِنُوْا کے ہیں۔ اور حضرت اُبی کی قرأت میں تَسْتَاْذِنُوْا ہی آیا ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے قلنا یا رسول اللّٰہ ما الاستیناس قال یتکلم الرجل بالتسبیحۃ والتکبیر والتحمید او یتنحنح لیوذن اھل البیت۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ استیناس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا آدمی سبحان اللہ یا اللہ اکبر یا الحمد للہ پڑھے، یا کھکارے (گلے سے آواز کرے) تاکہ گھر والے اجازت دیں۔ دوسری حدیث میں ہے التسلیم ان یقول السلام علیکم ا ادخل، ثلٰث مرات فاذا اذن لہ دخل والا رجع۔ یعنی تسلیم سے یہ مراد ہے کہ آدمی یہ کہے السلام علیکم کیا میں داخل ہوں؟ اس پر اگر اس کو اجازت دیجائے تو مکان میں داخل ہو، ورنہ واپس ہو جائے۔

دوسری آیت میں ارشاد ہوا قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ○ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ مطلب یہ ہے کہ اے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں پست کریں اور اپنے

اندامِ خاص کی حفاظت کریں، یہ اُنکے لیے پاکیزہ ہے، بیشک اللہ خبردار ہے اُسکا جو وہ کرتے ہیں، اور ایماندار عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں چھپائیں اور اپنے اندامِ مخصوص کی نگہبانی کریں، اور اپنی زینت کے مواضع یعنی اُن اعضاء کو جن پر وہ سنگھار استعمال کرتی ہیں ظاہر نہ کریں مگر جو خود ہی ظاہر ہے، اور چاہیئے کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے لیے یا اپنے باپوں یا اپنے شوہروں کے باپوں یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی عورتوں یا اپنی کنیزوں یا اپنے نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں، یا وہ بچہ جس کی عورتوں کی شرم کی چیزوں پر نگاہ نہیں ہے، اور عورتیں اپنے پاؤں نہ ماریں جس سے اُنکی چھپی ہوئی زینت جانی جائے، اور اے ایماندارو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیتِ مبارکہ میں چند حکم ہیں، مردوں کا عورتوں کی طرف، عورتوں کا مردوں کی طرف نظر نہ کرنا، اندامِ خاص کی حفاظت کرنا، عورتوں کا اپنے سنگھار کے مواقع یعنی اُن اعضاء کا ظاہر نہ کرنا جن پر وہ سنگھار استعمال کرتی ہیں، اِس حکم سے شوہروں، باپوں، شوہروں کے باپوں بیٹوں، شوہروں کے بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، مسلمان عورتوں، مملوکوں، بے خواہش مردوں، بچوں کا مستثنیٰ ہونا، پاؤں کو اسطرح نہ مارنا جس سے زیور کی آواز غیر مرد سُنے۔

پردہ کی انتہا ہے مردوں کو عورتوں کے اور عورتوں کو مردوں کے دیکھنے کی ممانعت ہے، اور شریعتِ طاہرہ کو پردہ میں یہانتک مبالغہ مقصود ہے کہ اُنکے زیور کی آواز بھی غیر مرد نہ سُننے پائے۔ البتہ ناظر کے استثنار سے بعض روایات پر نظر کرکے ایک گروہ اسطرف گیا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ اور قدم چھپانا ضروری نہیں ہے

جبکہ نظر بد سے امن ہو۔ چنانچہ تفسیر احمدی میں ہے والی الحرۃ الاجنبیۃ مطلقاً ان لم یأمن من الشہوۃ وما سوی الوجہ والکف والقدم ان امن منہا یعنی حُرّہ اجنبی کی طرف نظر مطلقاً حرام ہے اگر شہوت سے امن نہ ہو، اور اگر امن ہو تو چہرہ اور گٹوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں کے سوا باقی ہر حصہ بدن کی طرف نظر کرنا حرام ہے۔

آج کون کہہ سکتا ہے کہ عورتیں چہرہ کھولے پھریں، اور نگاہِ بد سے امن ہو کوئی بری نظر سے انھیں دیکھے ہی نہیں۔ جب یہ بات نہیں ہے تو ہاتھ پاؤں اور قدم کا کھولنا اور اسکی طرف نظر کرنا بھی جائز نہیں۔ یہ حکم تو اس قول پر تھا کہ لا یبدین زینتھن کو مسئلۂ نظر میں وارد پایا جائے، لیکن بیضاوی کی تحقیق اسکے خلاف ہے، وہ فرماتے ہیں الاظہر ان ھذا فی الصلوٰۃ لا فی النظر فان کل بدن الحُرّۃ عورۃ ولا یحل لغیر الزوج والمحرم النظر الی شئ منہا الا لضرورۃ کالمعالجۃ وتحمل الشہادۃ۔ یعنی اظہر یہ ہے کہ یہ حکم نماز میں ہے کہ عورت اپنا تمام بدن سوائے گٹوں تک ہاتھوں اور قدموں کے چھپائے یہ نظر کا حکم نہیں، اسلیے کہ تمام بدن حُرّہ کا عورت اور قابلِ پردہ ہے اور شوہر اور محرموں کے سوا کسی کو اسکے بدن کے کسی حصّہ کی طرف نظر کرنا حلال نہیں، مگر بضرورت مثل معالجہ اور تحملِ شہادت کے کہ جب شاہد کو ضرورت ہو تو وہ موضعِ شہادت کو دیکھ سکتا ہے۔ اس تحقیق کی بناء پر شہوت اور نظر بد سے امن ہونے کی صورت میں بھی تمام بدن کا مع چہرہ اور ہاتھوں اور پاؤں کے چھپانا اور پردہ کرنا لازم ہے اور کسی حصّہ کی طرف بھی نظر کرنا حلال نہیں۔

احادیث

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرتِ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے

کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ کہ اللہ تعالیٰ غیر کی عورت کو دیکھنے والے پر اور جسکو دیکھا گیا ہے اُس پر لعنت کرے
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر عورت کو دیکھنا مرد کے لیے ناجائز اور سببِ لعنت ہے۔ اسی طرح جو عورتیں بے پردہ رہیں اور ایسا موقع دیں کہ خواہ مخواہ لوگوں کی نگاہیں اُن پر پڑیں۔ وہ نیز حضور نے اُن پر لعنت فرمائی۔ ترمذی نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفہا الشیطان۔ عورت مستور اور قابلِ پردہ ہے، اور اسکا حق یہی ہے کہ وہ چھپے، جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اُسکی طرف نظر اُٹھاتا ہے۔ اس حدیث میں پردہ کا بیان اور بے پردگی کی مضرت کا اظہار ہے کہ بے پردگی کی حالت میں شیطان اُسکی طرف نظر اُٹھاتا ہے اور اُسکو اغواء کرنے اور اُسکے ذریعہ سے دوسروں کو گمراہ کرنے کا موقع پاتا ہے۔
یہ بھی ہوسکتا ہے کہ باہر نکلنے والی عورت کی طرف جو لوگ نظریں ڈالتے ہیں اُن کو شیطان فرمایا گیا ہو۔ بخاری اور مسلم میں حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یارسول اللہ ارأیت الحمو قال الحمو الموت۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا تم اپنے آپ کو عورتوں پر داخل ہونے سے بچاؤ، ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! دیور، جیٹھ وغیرہ یعنی اُن لوگوں کے لیے کیا حکم ہے جو عورت کے شوہر کے رشتہ دار ہوں؟ حمو عربی زبان میں شوہر کے رشتہ داروں کو کہتے ہیں سوائے اُسکے آباء و ابناء کے حضور نے فرمایا حمو موت ہے یعنی اُس سے پردہ اور پرہیز بہت زیادہ ضروری ہے حضور نے مخنثوں تک کو مکان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ بخاری و

مسلم میں بروایت ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی ہے کہ
حضور نے فرمایا لا یدخلن ھٰؤلاء علیکم یہ لوگ ہرگز تم پر داخل نہ ہوں ۔
ترمذی و ابوداؤد میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے
کہ وہ اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ ابن ام مکتوم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کی
خدمت میں حاضر ہوئے وہ نابینا تھے باوجود اس کے حضور نے ان دونوں پاک بیبیوں کو
حکم فرمایا کہ وہ پردہ کریں۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ نابینا ہیں
ہمیں دیکھ نہیں سکتے۔ حضور نے فرمایا افعمیاوان انتما الستما تبصرانہ۔ کیا
تم بھی نابینا ہو کیا تم انھیں نہیں دیکھ سکتیں۔۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شخص
نابینا سے بھی پردہ چاہیئے، اور عورت بھی غیر مرد کو نہ دیکھے۔ شریعتِ طاہرہ میں پردہ کا
کسقدر اہتمام ہے ۔ ابوداؤد میں حضرت عبد اللہ ابن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مروی ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اتی باب قوم
لم یستقبل الباب من تلقاء وجہہ ولکن من رکنہ الایمن او الایسر الحدیث
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی قوم کے دروازہ پر تشریف فرما ہوتے
تو دروازہ کے سامنے رُخ کرکے قیام نہ فرماتے، دہنے یا بائیں بازو پر قیام فرماکر
السلام علیکم فرماتے۔ حضور کو خود یہ احتیاط ہے کہ کسی کے دروازہ پر تشریف بھی
لیجائیں، تو دروازہ سے ہٹکر قیام فرمائیں کہ کہیں سامنے کھڑے ہونے سے نظر مبارک
گھر والوں پر نہ پڑ جائے، باوجودیکہ آں سرورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظرِ انور
سراپا شفقت و رحمت و کرم ہے اور اس امت کے لیے آپ مثل والد کے ہیں، بلکہ
ہر ایک رسول کو اپنی امت سے یہی نسبت ہوتی ہے ۔ حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ثم انہ قد ثبت انہ صلی اللہ

علیہ وسلم کالاب بالنسبۃ الی امتہ۔ لیکن باوجود اسکے حیا کا بادشاہ اپنی
نظر پاک کو اپنی کنیزوں پر واقع ہونے سے بچائے۔ اس میں امت کو حیا اور پردہ کی
کیسی بلیغ تعلیم ہے، اور عقلاً بھی حفظ ناموس و آبرو و حیا و حمیت کے لیے پردہ
نہایت ضروری ہے۔

درمختار میں ہے وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین الرجال
لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ کمسہ وان امن الشہوۃ۔ جوان عورت کو مردوں
میں چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے اسلیے نہیں کہ چہرہ عورت ہے، بلکہ فتنہ کے خوف سے
ردالمحتار میں ہے والمعنی تمنع من الکشف لخوف ان یری الرجال وجہہا
فتقع الفتنۃ لانہ مع الکشف قد یقع النظر الیہا بشہوۃ۔ مطلب یہ ہے کہ عورت کو
چہرہ کھولنے سے بایں اندیشہ منع کیا جائے کہ مرد اسکا چہرہ دیکھیں گے تو فتنہ واقع ہوگا
کیونکہ چہرہ کھلا ہونے کی حالت میں کبھی اُسکی طرف شہوت سے نظر پڑتی ہے۔ اُن
لوگوں کی عورتوں پر افسوس جو نصاریٰ کی تقلید میں اپنی عورتوں کو بے پردہ لیے پھرتے
ہیں، اور مجمعوں میں ہر قسم کے لوگ اُنکو دیکھتے ہیں اور بد نگاہیں اُن پر پڑتی ہیں، وہ
مردوں سے ہاتھ ملاتی ہیں، اور یہ شرع میں جوان عورتوں کے لیے کسی حال میں بھی
جائز نہیں، خواہ شہوت سے امن بھی ہو۔ جدید تعلیم یافتہ عورتیں مردوں سے بے تکلف
کلام کرتی ہیں، بلند آواز سے بولتی ہیں، مجمعوں میں تقریر کرتی ہیں، شعر گاتی ہیں،
اُنھیں خبر نہیں کہ عورتوں کو مردوں سے بلند آواز کے ساتھ کلام کرنا جائز نہیں، شریعت
میں عورت کی آواز یہاں تک محفوظ رکھی گئی کہ اذان دینا بھی جائز نہیں۔ اگر امام سہو
کرے تو عورت کو سبحان اللہ کہنے کی بھی اجازت نہیں، اُسے چاہیے اپنے ہاتھ کی
پُشت پر ہاتھ مار کر آواز کرے تاکہ امام اپنے سہو پر متنبہ اور آگاہ ہو۔ ردالمحتار میں
نوازل سے منقول ہے نغمۃ المرأۃ عورۃ وتعلمہا القرآن من المرأۃ احب

اسی میں امام ابو العباس قرطبی سے منقول ہے ولا یجوز لھن رفع اصواتھن وتمطیطھا ولا تلینھا وتقطیعھا لما فی ذلک من استمالۃ الرجال الیھن وتحریک الشھوات منھم ومن ھذا لم یجز ان تؤذن المرأۃ۔

ردالمحتار میں مرغیانیہ سے نقل کیا ہے ولا یکلم الاجنبیۃ الا عجوزاً عطست او سلمت فیشمتھا ویرد السلام الیھا والا لا یعنی غیر عورت سے کلام نہ کرے سوائے بوڑھی عورت کے جسکو چھینک آئے یا وہ سلام کرے تو اسکو یرحمک اللہ کہدے یا سلام کا جواب دیدے، اور اگر بوڑھی نہ ہو، تو یہ بھی نہیں۔ ردالمحتار میں ہے فان لم تکن عجوزاً بل شابۃ لا یشمتھا ولا یرد السلام بلسانہ۔ یعنی اگر عورت بوڑھی نہ ہو جوان ہو تو اسکی چھینک پر تشمیت بھی نہ کرے اور زبان سے اسکے سلام کا جواب بھی نہ دے۔ قاضی خان میں ہے ان کانت عجوز اً رد الرجل سلامًا بلسانہ بصوت تسمع وان کانت شابۃ رد علیھا فی نفسہ۔ عورت بوڑھی ہو تو مرد اسکے سلام کا زبان سے ایسی آواز کے ساتھ جواب دے جسکو وہ سن لے لیکن اگر وہ جوان ہو اور سلام کرے تو اسکے سلام کا اپنے دل میں جواب دے۔ درمختار میں ہے فان خاف الشھوۃ او شک امتنع نظرہ الی وجھھا فحل النظر مقید بعدم الشھوۃ والا فحرام وھذا فی زمانھم واما فی زماننا فمنع من الشابۃ (قہستانی وغیرہ) الا النظر والمس لحاجۃ۔ اگر غیر عورت کے دیکھنے میں شہوت کا اندیشہ ہو یا شک ہو تو اسکے چہرہ کی طرف دیکھنا ممنوع ہے، پس نظر کی حلت عدم شہوت کی قید کے ساتھ مقید ہے، یہ نہ ہو تو غیر عورت کی چہرہ کی طرف نظر کرنا حرام۔ یہ حکم تو زمانۂ سلف کا ہے (جو زمانہ تقوی اور پاکبازی کا تھا اور نفوس ذکی تھے) لیکن ہمارے زمانہ میں جوان عورت کو منع کیا جائے، مگر بشرط ضرورت اسکے چہرہ کی طرف نظر جائز ہوگی

عدم شہوت سے مراد یہ ہے کہ شہوت نہ ہونے کا یقین ہو۔ چنانچہ علامہ شامی نے قہستانی سے نقل کیا وشرط الحل النظر الیہا والیہ الامن بطریق الیقین من الشہوۃ۔ یعنی غیر مرد کے عورت کی طرف، اور عورت کے مرد کی طرف دیکھنے کی حلت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ شہوت سے امن کا یقین ہو۔ اور شک ہونے کے معنی یہ ہیں کہ شہوت کا ہونا اور نہ ہونا کوئی یقینی نہ ہو۔ چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں معناہ استواء الامرین تاتارخانیہ۔ رد المحتار میں ہے قال فی التاترخانیہ وفی شرح الکرخی النظر الی وجہ الاجنبیۃ الحرۃ لیس بحرام ولکنہ یکرہ لغیر حاجۃ اہ وظاہرہ الکراہۃ ولو بلا شہوۃ۔ یعنی تاتارخانیہ اور شرح کرخی نے کہا ہے کہ غیر عورت کے چہرہ کی طرف نظر کرنا حرام نہیں لیکن بے ضرورت مکروہ ہے۔ ظاہر مطلب یہ ہے کہ غیرت کے چہرہ کو بے شہوت دیکھنا بھی مکروہ ہے یعنی اگر شہوت نہ ہونے کا یقین ہو، جب بھی بے ضرورت دیکھنا جائز نہیں اور شہوت سے دیکھنا تو حرام ہے۔ در مختار میں ہے والا فحرام۔ شامی میں ہے ان کان عن شہوۃ حرام یہ حکم کہ غیر عورت کے چہرہ کو بے شہوت بے ضرورت دیکھنا حرام نہیں مکروہ ہے۔ اسکی نسبت صاحب در مختار نے فرمایا کہ یہ حکم سلف صالحین کے زمانہ کا ہے جو عہد تقویٰ اور دینداری کا تھا اور ہمارے زمانہ میں جہاں عورت کو بے ضرورت دیکھنا بغیر شہوت کے بھی حلال نہیں۔ اب مسئلہ بعون اللہ تعالیٰ واضح ہو چکا تو اب سمجھنا چاہیئے کہ پیر اگر عورت کا محرم نہیں ہے اجنبی اور غیر شخص ہے، تو اُس سے بھی پردہ لازم ہے، اور اگر وہ پردہ نہیں کرتا تو گناہگار ہے، اور عورتوں کو اسکے سامنے آنا جائز نہیں۔ البتہ اگر پیر صاحب صالح و تقویٰ اور شیخ فانی ہو جوانی کی امنگیں مر چکی ہوں اور قوائے شہوانیہ میں حرکت نہ رہی ہو، تو عورتیں اُسکے سامنے اپنے اعضاء کو چھپا کر محرم کی طرح سے

آسکتی ہیں، جیسا کہ آیت کریمہ میں ارشاد ہوا غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ
اور ردالمحتار میں ہے ولهذا ان نصافحم الشیوخ فی شفاء من الکرمینی
العجوز تشھو عما والشیخ الذی لا یجامع مثله بمنزلة المحارم۔
زید کا یہ قول کہ پردہ سے بے ایمان لوگ مرید کیا کرتے ہیں، نہایت
قبیح اور سخت شنیع ہے، اس سے اصحاب زہد و ورع پر بے ایمانی کا الزام
دیا جاتا ہے، اور بے ایمان کافر ہوتا ہے۔ چاہیئے کہ زید اپنے اس نالائق کلمہ
سے توبہ کرے۔

ہر ایک پیر جو جوان ہو، خواہ صالح متقی ہو، اسکو مریدہ سے پردہ لازم ہے
پیری کچھ شرع کے احکام سے مستثنیٰ نہیں کر دیتی، البتہ وہ بوڑھا جس میں شہوانی
جذبات نہ رہے، اور نفسانی امنگوں سے خالی ہو گیا، اگر وہ صالح ہو تو عورتیں
اسی طرح اسکے سامنے آسکتی ہیں جسطرح اپنے محرم کے سامنے، خواہ وہ پیر ہو یا نہ ہو
مسئلہ بعون اللہ تعالیٰ نہایت وضاحت کے ساتھ مدلل طریقہ پر عرض
کیا گیا، اللہ تعالیٰ اسکو اپنے بندوں کے لیے ذریعہ ہدایت فرمائے، اور
ہمیں سب کو اپنی راہ رضا پر چلائے، آمین یا رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ
علی خیر خلقه سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین محمد رحمة للعلمین وعلی آله
واصحابه الطیبین الطاہرین اجمعین۔

فتوےٰ

سوال:- (۱) آیاتِ ذیل کی مطابقت باہمی بدلائل قرآنی سورۂ سبا
کی آیت (۲۹) مَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا سے فرمایئے
کیونکہ قرآن شریف اور آنحضرت صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام دنیا کے انسانوں
اور قوموں کی ہدایت کے واسطے نازل ہوئے ہیں، تو آیاتِ ذیل میں خصوصیت

خاص قوم کی کیوں کی گئی ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ آپ کی رسالت انبیاء علیہم السلام کی قوم پر نہ تھی۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ (سورۂ سجدہ آیت ۳) لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ (سورۂ یٰسٓ آیت ۶)۔؟

(۲) نماز میں جو درود شریف پڑھے جاتے ہیں ان میں کونسی ایسی برکت و رحمت ہے جو حضرتِ ابراہیم علیہ السلام اور انکی آل میں تو موجود تھی اور آنحضرت صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی آل کے واسطے ابتدائے اسلام سے ابتک برابر مانگ رہے ہیں اور وہ پوری ہونے کو نہیں آتی، بظاہر اس سے افضلیت میں نقص پایا جاتا ہے۔؟

(۳) نبی۔ رسول کی جامع تعریف اور اُن کا فرق بتلایئے۔؟

(۴) دیگر انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں پر بروئے قرآن شریف کیا کیا فضیلت و انعاماتِ خاص اُمتِ محمدیہ صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔؟

الجواب بعون الکریم الوھاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم

(۱) آیات مذکورہ میں اصلا اختلاف نہیں۔ نہ آیت سورۂ سجدہ یا سورۂ یٰسٓ سے کسی قسم کا کوئی شبہ پیدا ہوتا ہے۔ اولاً اس لیے کہ ثبوتِ شئے نفیِ ماعدا کی دلیل نہیں ہوتا، تو کسی قوم کے لیے آپ کا نذیر ہونا دوسری اقوام کی نذیر ہونے کا انکار نہیں۔ اگر کسی شخص کو کہا جائے کہ یہ حکیم ہیں، تو اسکے یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ وہ رئیس نہیں ہیں، ورنہ خصوصیت کے ساتھ حکیم ہونے کا ذکر کیوں کیا جاتا۔ یا کسی شخص کو کہا جائے کہ آپ اس گاؤں کے زمیندار ہیں، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور کسی گاؤں کے زمیندار نہیں۔ یا کسی اُستاد سے کہا جائے کہ یہ لڑکا

آپ کی شاگردگی میں اسلیے دیا گیا کہ آپ اسکے اخلاق کی درستی کریں - اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ آپ اسکے سوا اور کسی لڑکے کے اُستاد ہی نہیں - ایسا سمجھنا سراسر جہل و نادانی ہے -

قرآنِ پاک کی آیات خود دلالت کرتی ہیں کہ بعض مقامات پر حسب موقع بعض افراد کا ذکر نافی و منافی عموم نہیں ہو سکتا - قرآنِ کریم میں ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے - دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا - اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ دونوں آیتوں میں مخالفت ہے، اور دوسری آیت سے شبہ ہوتا ہے کہ انسان اور اُسکے عمل کے سوا کائنات میں سے اور کسی چیز کا اللہ تعالیٰ خالق نہیں ہے معاذ اللہ ایک آیت میں ارشاد ہوا يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ - اے لوگو تم اپنے اُس رب کی عبادت کرو جس نے تمکو پیدا کیا اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا - دوسری آیت میں ارشاد فرمایا يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا - اے لوگو تم اپنے اُس رب سے ڈرو جس نے تمکو ایک جان سے پیدا کیا اور اُس سے اُسکی زوجہ کو پیدا کیا - کیا کوئی نادان کہہ سکتا ہے کہ ان آیتوں سے شبہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ صرف انسانوں ہی کا خالق ہے اور کسی چیز کا نہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ - اگر صرف ایک قوم کے لیے نذیر ہونے کا ذکر کیا جاتا تو بھی وہ دوسری قوم کے حق میں نذیر نہ ہونے کی دلیل نہ ہو سکتا - چہ جائیکہ سورۂ سبا کی آیت میں ارسالِ عام کا صاف و صریح ذکر موجود ہے، پھر شبہ کا کیا محل - علاوہ بریں اور بہت سی آیات اس مدعا کی مثبت ہیں - وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا وغيرهما من الآيات ۔

ثانیاً سائل کا یہ قول کہ آیاتِ ذیل میں خصوصیت خاص قوم کی کیوں کی گئی، یہ سوال ایک غلط دعوے پر مشتمل ہے۔ ان آیات میں کسی قوم کی خصوصیت نہیں کی گئی کہ حضور صرف اُسی قوم کے لیے، بالخاص اُسی قوم کے لیے نذیر بنائے گئے۔ اس معنی پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ آیات میں نہیں۔ یہ قرآن پاک پر افتراء ہے۔ اس میں یہ نہیں فرمایا گیا مثلاً لتنذر الا قوما ما اتٰھم جس سے خصوصیت سمجھی جائے۔ ذکرِ خاص، تخصیصِ عام نہیں ہوتا۔ اگر زید کو کہا جائے کہ وہ بکر کا باپ ہے، تو اسکے یہ معنی نہیں کہ وہ خالد کا باپ نہیں، خاص ایک بیٹے کا ذکر کرنا زید کے باپ ہونے کی اُسی کے ساتھ تخصیص نہیں کرتا ہاں اگر یہ کہا جاتا کہ زید بکر ہی کا، یا صرف بکر کا باپ ہے، تو تخصیص ہوتی، آیت میں ایسا کہاں ہے۔

ثالثاً آیات سورہ سجدہ و سورہ یٰسٓ میں قوم خاص مراد ہونے پر معترض کے پاس کونسی دلیل قطعی ہے۔ حاشیہ تفسیر جلالین جمل میں قوماً کی تفسیر میں فرمایا ای العرب وغیرھم۔ اس تفسیر پر سارے ہی عرب و عجم مراد ہیں، تو خصوص بھی نہ رہا، چہ جائیکہ تخصیصِ ارسال۔

رابعاً سوال نہایت بیہودہ ہے اور عقل و علم سے بہت ہی دور ہے اول تو تشبیہ میں حقیقۃً وجہ شبہ کی کثرت و قوت ضرور نہیں، شہرت کافی ہے کما لا یخفی علی اھل العلم۔ اعتراض تو یہیں ختم ہوگیا، لیکن اسکو سمجھے تو وہ جسکو علم سے کچھ واسطہ ہو، عام آدمی بھی اپنے محاورات میں اتنا سمجھتے ہیں کہ جب ایک کریم بادشاہ داد و دہش پر آئے اور اپنے غلاموں اور حاشیہ برداروں کو انعام دے، اُسوقت اعیانِ دولت، اور وزرائے سلطنت عرض کریں جیسا

اِن غلاموں پر کرم ہوا ہے، ہم پر انعام میں بھی نظر توجہ ہو۔ تو اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ پانچ پانچ روپئے جو ملازموں کو دس دس روپئے انعام دیا گیا ہے تو انکی مثال پیش کر کے ہم بھی نظرِ عنایت کے امیدوار ہیں کہ ہمیں سات آٹھ روپئے یا غایت یہ کہ انکے برابر دس دس روپئے انعام دیا جائے۔ ایسا کوئی اتہام وجہ کا بد عقل سمجھے تو سمجھ سکتا ہے، ورنہ جسے اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے وہ تو یہی سمجھے گا جسطرح انکے لیے جیسا انعام شایاں تھا وہ انھیں دیا، ایسے ہی ہمارے لیے تیرے کرم سے جو شایاں ہو وہ ہمیں عنایت فرما، تو اب فضیلت میں وہ حاشیہ بردار فائق ہونگے یا وزراء و اعیانِ سلطنت۔ اتنی موٹی بات بھی سمجھ میں آجاتی تو معترض ایسا بیہودہ، بھونڈا، لایعنی اعتراض نہ کرتا۔ دوئم یہ بات کس قدر بعید از عقل ہے جو وہ کہتا ہے کہ ابتدائے اسلام سے سارے مسلمان مانگ رہے ہیں اور وہ پوری ہونے کو نہیں آتی، اسی سے اسکو حضور پر نور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و بارک و سلم کی عظمتِ شان معلوم ہو جاتی، اگر وہ عقل رکھتا۔ ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ درود شریف حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات اور آپکی آل کے حق میں دعائے رحمت و برکت ہے، اور قرآنِ پاک میں پروردگارِ عالم نے اُسکا حکم فرمایا، تو اگر پروردگارِ عالم کو اس دعا کا قبول کرنا منظور نہ ہوتا تو وہ مسلمانوں کو کیوں حکم فرماتا اور اسطرح رغبت دلاتا کہ ہم بھی اُس محبوبِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات پر صلوٰۃ نازل فرماتے ہیں ہمارے ملائکہ بھی درود بھیجتے ہیں تم بھی درود و سلام بھیجو۔ تو ظاہر ہے کہ یہ سب دعائیں مقبول اور شرع میں مطلوب، اور ان سے اظہارِ شانِ سیدِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منظور اور مسلمانوں کو اُس محبوبِ اکرم کی محبت، اور درود و دعا گوئی کی برکتوں سے فیضیاب فرمانا مدِ نظر، تو اب جتنے مسلمان درود بھیجتے ہیں، اور حضور کے حق میں رحمت و برکت

کی دعائیں کرتے ہیں اور قیامت تک کرتے رہینگے، وہ سب مقبول اور رضی
الٰہی کے مطابق ہے اور ہر مسلمان درود میں یہ دعا یوں کرتا ہے کہ اے پروردگار
حضور پر نور سید الانبیاء محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انکی آلِ پاک پر رحمتیں
اور برکتیں نازل فرما جیسی تو نے سیدنا حضرت ابراہیم اور انکی آل پر رحمتیں اور برکتیں
نازل فرمائیں۔ تو اگر کوتاہ نظر معترض کے طور پر یہی فرض کر لیا جائے کہ ہر مسلمان
حضور اور انکی آل کے لیے اتنی ہی رحمت و برکت مانگتا ہے جتنی حضرت ابراہیم علیہ السلام
اور انکی آل کو ملی، اور ہر دعا مقبول ہے تو حضور کو ہر مسلمان کی ہر ہر دعا پر اتنی رحمتیں
اور برکتیں ملتی رہیں جتنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انکی آل کو ملیں اور قیامت تک
بیشمار مسلمان یہ دعائیں مانگتے رہینگے، اور پھر ایک ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ ہر مسلمان
عمر بھر اپنے تمام فرائض و نوافل وغیرہ میں یہ دعائیں مانگتا رہتا ہے، تو اب حضور کی
رحمت و برکت کی کیا نہایت ہوئی؟ کریم کارساز کا مقصود ہی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم
اور انکی آل کو جتنی رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائی گئیں، حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا
ہر غلام انکو حضور کے لیے اُن سے اعلیٰ نعمتیں اور برکتیں مانگا کرے اور انکی ہر دعا
مقبول ہو، اور حضور کو ہر دعا کے ساتھ حضرت ابراہیم اور آلِ ابراہیم سے زیادہ نعمتیں اور
برکتیں دی جائیں، اور انکا سلسلہ قیامت تک جاری رہے۔ اس فضیلت کی کچھ نہایت ہے
کم عقلی پر افسوس! جو اس کو نقصان سمجھ گیا۔

۳ نبی وہ آزاد مرد ہیں جنکے پاس اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو
اور رسول بشر ہی میں منحصر نہیں، ملائکہ میں سے بھی ہوتے ہیں۔

۴ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی اُمت کو دوسری امتوں پر بے شمار فضیلتیں
حاصل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو اُمت وسط فرمایا، دوسری امتوں کے حق میں
انکو شاہد کیا انکی قسمتوں کا فیصلہ انکی شہادت پر رکھا اور سب کا اجمال یہ کہ خود اللہ

نے اس اُمتِ مبارک کی مدح کی اور اسکو خیرِ اُمت فرمایا قرآنِ پاک میں ارشاد ہوا۔
كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ دوسری آیت میں
ارشاد ہوا كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں جوتہ پہنکر جانے اور نماز پڑھنے کا حکم

سوال:۔ ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کا ایک مضمون رسالہ پیشوا جلد ۵ نمبر ۵ میں چھپا ہے، رسالہ بھی ملاحظہ کے لیے حاضر ہے۔ اس مضمون میں صاحب موصوف نے مسجد میں جوتہ پہنکر جانے اور جوتہ پہنے ہوئے ہی نماز پڑھنے پر بہت زور دیا ہے، اور اس امر کو جائز و مستحب ہی کے درجہ تک نہیں رکھا بلکہ واجب قرار دیا ہے، اور ایسا نہ کرنے والوں پر ترکِ واجب کا الزام لگایا ہے، اور انہیں ضعیف الایمان ٹھہرایا ہے، اپنی تائید میں کچھ احادیث بھی پیش کی ہیں۔ اس مسئلہ کے متعلق تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائیں تاکہ مسلمانوں کو حکمِ شرع معلوم ہو، اور گمراہی سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دارین میں اجر عطا فرمائے۔ آمین والسلام خاکسار محمد ظہور احمد

الجواب:۔ الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ میں نے رسالہ پیشوا نیز حسن نظامی صاحب کا جوتیوں والا مسئلہ دیکھا۔ اس مسئلہ میں انھوں نے بہت حد سے تجاوز کیا ہے اور مسجد میں جوتیاں پہنکر نماز پڑھنے کو جائز ہی نہیں بلکہ واجب تک قرار دیا ہے اور جو شخص برہنہ پا نماز کو بہتر سمجھے اُسکے ایمان میں شبہ کیا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ عجب و خود پسندی کی انتہا ہو گئی

مسلمانوں میں تفرقہ اندازی:۔ تمام عالم کے مسلمان مساجد میں جوتہ اُتار کر داخل ہونے کے پابند ہیں اور

اسکو مسجد کا احترام سمجھتے ہیں، اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی تفصیل و تشریح کے، جو تہ...
مسجد میں داخل ہونا جائز یا افضل و اولیٰ بھی ہو، تو اس تمام امر کے لیے مسلمانان...
کے ایک متحد طریق عمل میں تغیر کرنا اور ان میں ایک نئے افرقہ کی بنیاد ڈالنا سخ...
ممنوع ہوگا۔ آج ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے انتشار کو دور کیا جائے اور جہ...
جہاں تک ممکن ہو سکے اور کوئی محذور شرعی لازم نہ آئے، ان میں ارتباط و ا...
پیدا کرنے کے لیے کامل جدوجہد کیجائے۔ بجائے اسکے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی...
نکالنا جس سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو اور انکے صدیوں کے معمول او...
اکابر علماء و مشائخ، اولیاء و ائمہ اور بزرگ انھوں نے دیکھے ہیں ان سب...
معمول کے خلاف انھیں مجبور کرنا یقیناً ایک فسادِ عظیم کی بنیاد ہے اور مسلما...
ایک نئی جنگ چھڑ جانے اور نیا تفرقہ پیدا ہونے کی تحریک ہے، جو حقیقت میں...
کے ساتھ عداوت اور حکمِ اسلام کی مخالفت ہے۔ ابوداؤد میں حضرت ابوذر...
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے من فارق الجماعۃ شبرا...
خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ۔ حضور اقدس علیہ السلام نے ارشاد...
جو جماعت سے بالشت بھر جدا ہوا اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے...
مگر حسن نظامی صاحب کو اسکی مطلق پروا نہ ہوئی اور انھوں نے ذرا لحاظ...
کہ اس تحریک کا کیا اثر ہوگا، مسلمانوں میں کیا فسادِ عظیم برپا ہوگا۔ اس نا...
میں انکی قوت کو کیسا عظیم صدمہ پہنچیگا۔ اگر مطلقاً جوتے پہنکر مسجد میں جانا...
پڑھنا جائز بھی ہوتا تاہم اس میں اختلاف پیدا ہونے کے اندیشہ سے اسکی...
باز رہنا شرعاً ضروری تھا۔ ایک ایسے امر میں جو زیادہ سے زیادہ مباح ہو...
آپ کو یہ اہتمام ہے اسقدر تاکید ہے، مسلمانوں میں تفرقہ پڑنے کی پرو...
لیکن کتنے منہیات ممنوعات محرمات بلکہ ضلالات ہیں جنکی طرف آپ کو ا...

واللہ یھدی من یشاء الی سواء السبیل۔ اب میں مسئلہ کے متعلق ایک امر منقح گزارش کروں :۔

مساجد خیر البقاع ہیں زمین کے تمام خطوں اور بقعوں میں مساجد بہترین بقاع ہیں، ہر مسلمان انکو غایت احترام کی نظر سے دیکھتا ہے اور دین اسلام نے یہی تعلیم دی ہے۔ مسلم شریف میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ مروی ہے احب البلاد الی اللہ مساجدھا۔ اللہ تعالیٰ کو بلاد میں سب سے پیاری مسجدیں ہیں۔ شریعت مطہرہ نے مسجدوں کے احترام کا حکم دیا ہے، اور انکے آداب مقرر فرمائے ہیں، بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنے، مسجد میں بیٹھکر دنیا کی باتیں کرنے تک سے روکا ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے من اکل ھذہ الشجرۃ المنتنۃ فلا یقربن مسجدنا۔ جو اس بدبودار درخت (پیاز) کو کھائے ہرگز ہماری مسجد کے پاس نہ آئے۔ بیہقی کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یأتی علی الناس زمان یکون حدیثھم فی مساجدھم فی امر دنیاھم فلا تجالسوھم فلیس للہ فیھم حاجۃ یعنی لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انکی مسجدوں میں انکی گفتگو امر دنیا میں ہوگی، انکے ساتھ مجالست نہ کرو، اللہ تعالیٰ کو انکی پروا نہیں۔ امام ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتح القدیر میں فرمایا الکلام المباح فی المسجد مکروہ تاکل الحسنات۔ یعنی جو کلام فی نفسہ مباح ہے وہ بھی مسجد میں مکروہ ہے نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ کلام دنیا سے مسجدوں کو یہاں تک بچایا ہے کہ معاملات بیع و شراء کی بھی اجازت نہیں۔ ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی کہ

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اذا رأیتم من یبیع او یبتاع
فی المسجد فقولوا لا اربح اللہ تجارتک ، یعنی جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد
میں خرید و فروخت کرتا ہے تو کہو کہ خدا تیری تجارت کو مفید نہ کرے۔ بلکہ گمشدہ چیز
تلاش کرنے کے لیے بھی مسجد میں آواز بلند کرنے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ حدیث
مذکورہ بالا میں یہ بھی ارشاد ہوا اذا رأیتم من ینشد ضالۃ فقولوا لا ردہا اللہ
علیک ، یعنی جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں گمشدہ چیز کو باواز بلند تلاش کرے
تو کہو خدا تجھے واپس نہ دلائے۔ بخاری شریف میں حضرت سائب بن یزید
سے مروی ہے کہ طائف کے دو شخص مسجد میں بلند آواز سے بولتے تھے، حضرت
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں بلا کر فرمایا لو کنتما من اہل المدینۃ لاوجعتکما
ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی اگر
تم مدینہ شریف کے ساکن ہوتے تو میں تمہیں مارتا، مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
میں آوازیں بلند کرتے ہو۔ ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ شریعت طاہرہ
مسجد کے احترام کی کسقدر تاکید فرمائی۔ بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنا، مسجد میں د
باتیں کرنا، گمی چیز کو باواز بلند تلاش کرنا، بلند آواز سے بولنا، خرید فروخت کا معا
سب ممنوع فرما دیا۔ مسجد کی صفائی پاکیزگی و تطییب کا حکم دیا۔ ابوداؤد و ترمذی
ابن ماجہ میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی
امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدور ان ینظف
وتطیب۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجد بنانے
اسکو خوب پاک وصاف اور مطیب رکھنے کا حکم دیا۔ کیا یہی پاکی اور صفائی ہے
کہ ہر کس و ناکس کو مسجد میں جوتے پہنے پھرنے کا اذن عام دیا جائے؟ اور
فرش مسجد جو اہل اسلام کا سجدہ گاہ ہے آلودہ اور گندہ رہے، سیکڑوں

چلنے والے بازاروں کی سنی سنائی نجاست آلودہ جوتیاں پہنکر چلیں، فرشِ مسجد اس سے ملوث ہو، اُسی فرش پر پرستارانِ حق پیشانیاں رگڑیں، سجدیں کریں، کیا یہی مسجد کی پاکیزگی پو تقلیف ہے؟ خواجہ صاحب کے فرش و بستر پر اگر کوئی جوتہ پہنکر پاؤں رکھے تو شاید انھیں ناگوار ہو، مگر مسجد کے لیے گوارا ہے۔ حیف! اور اگر خواجہ صاحب نے انگریزوں کا سا مزاج پیدا کر لیا ہو، اور انکو جوتے اور ٹوپی میں فرق و امتیاز باقی نہ رہا ہو، جسطرح وہ جوتے پر ٹوپ، اور ٹوپ پر جوتا بے تکلف رکھ لیا کرتے ہیں، آپکو بھی گوارا ہو، تو آپ کے ذوقِ سلیم سے سوال کرنا بیکار۔

صحابۂ کرام کی مثالیں دینا بیکار ہے، آج اُنکی طرح طہارت و نظافت کا لحاظ کس کو ہے، کون احتیاط رکھتا ہے کہ اسکا قدم ناپاک جگہ نہ رکھا جائے، اور اسکا جوتہ نجاست پر نہ پڑے۔ صحابۂ کرام کی دینداری اور اُنکی طہارت سے دوسروں کو کیا نسبت اُنکی پاپوشِ مبارک جیسی پاک و صاف رہتی تھیں، آج لوگوں کو اپنے لباس کے لیے وہ پاکیزگی میسر نہیں۔ خواجہ صاحب نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث نقل کی جس میں ذکر ہے کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعلین شریفین کو نماز میں پائے اقدس سے اُتارا تو صحابہ نے اپنی پاپوشیں اُتارلیں، حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز سے فارغ ہوکر صحابہ سے پاپوش اُتارنے کا سبب دریافت فرمایا، تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے حضور کو دیکھ کر ایسا کیا، ارشاد فرمایا کہ جبریل نے مجھے آکر خبر دی کہ نعلین شریفین میں کچھ لگا ہے (اسلیے ہم نے نعلینِ مبارک کو اُتارا) تم میں سے جب کوئی مسجد میں آئے، چاہیے کہ اپنی پاپوشوں کو دیکھ لیا کرے، اگر انھیں کچھ لگا ہو تو اُن کو رگڑ ڈالے۔

اس حدیث پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نعلِ اقدس کو جو چیز لگی تھی وہ نجاست نہ تھی جس سے نماز درست نہ ہوگی، کیونکہ نجاست ہوتی تو نماز کا اعادہ فرمایا جاتا کیونکہ

ہوسکتا ہے کہ آدمی نماز بحسِ نعلین کے ساتھ پڑھ لی جائے۔ علاوہ بریں نجاست کی صورت میں چونکہ نماز ہی درست نہ تھی۔ اسلیے حضرت جبریل علیہ السلام نماز سے قبل حاضر ہوکر اطلاع کرتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو چیز لگی تھی وہ نجاست نہ تھی، لیکن گرد کوڑے کا رہنا بھی حبیب کی نعل شریف میں رحمتِ الٰہی نے گوارا نہ فرمایا، اور یہ بھی آپ کے منصبِ عالی کے لائق قرار نہ دیا گیا۔ چنانچہ اسی حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔ وقد ذکر الشیخ قاف

وفالِ آنچہ اکبر وہ پندارد آنرا طبع وظاہر انجاستی نبود کہ نماز باآں درست نباشد بلکہ چیزے بود مستقذر کہ طبع آنرا ناخوش دارد وقتا نماز از سر میگرفت کہ بعضے از نماز باآں گزاردہ بود وشیاد ان جبریل بدیں آوردن آنرا بجہت کمالِ تشریف وتطہیر بود کہ لائق مجالِ شریف وے بود۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعل شریف کی طہارت کا تو یہ عالم ہے کہ اسکو اگر کوئی ایسی پاک چیز بھی لگ جائے جسکو طبع سلیم ناپسند رکھے، تو نماز میں جبریل حاضر ہوکر عرض کریں۔ ایسی نعلِ پاک سے کسی کی جُبّہ و دستار کو بھی کچھ نسبت نہیں۔ اس بنا آجکل کے بے احتیاط لوگوں کے جوتوں کو قیاس کرنا سراسر خطا ہے۔ پھر یہ ادعا بھی غلط و باطل ہے کہ حضور کی عادتِ کریمہ ہی یہ تھی کہ پاپوش مبارک پہنکر نماز پڑھیں اور ہمیشہ ایسا ہی کیا جاتا تھا اور صحابہ بھی سب اسکے عامل تھے۔

ابوداؤد شریف میں حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلّٰی احدکم فلا یضع نعلیہ عن یمینہ ولا عن یسارہ فتکون عن یمین غیرہ الا ان لا یکون علی یسارہ احد ولیضعھما بین رجلیہ۔ یعنی حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو جوتا اپنے داہنے طرف نہ رکھے اور نہ بائیں طرف رکھے کیونکہ وہ دوسرے شخص کے داہنے ہو جائیگا مگر جس حالت میں کہ اُسکے بائیں طرف کوئی نہ ہو، بلکہ چاہیئے کہ جوتا

پنے پاؤں کے درمیان رکھے - اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ زمانہ اقدس میں جوتا پہنکر نماز پڑھنا امر عادی نہ تھا جب تو جوتا رکھنے کی جگہ بتائی گئی - اسی ابوداود شریف میں دوسری روایت حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی حافیا و متنعلا میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برہنہ نماز پڑھتے بھی دیکھا اور پاپوشِ مبارک پہنے بھی - اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوا کہ پاپوشِ مبارک پہنکر نماز پڑھنا امرِ عادی نہ تھا خود حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بغیر پاپوشِ مبارک کے نماز پڑھتے تھے اور صحابہ کرام بھی - خواجہ حسن نظامی صاحب نے جوتا پہنکر نماز پڑھنا واجب بتایا ہے، تو کیا انکے نزدیک معاذ اللہ صحابہ اور خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجب ترک کرتے تھے ؟ - اور خواجہ صاحب نے تو نماز میں جوتا نہ پہننے والے کے ایمان تک میں شبہ کیا ہے - کسقدر نابینائی اور جہالت ہے بات کہاں تک پہنچتی ہے، حق و انصاف کا کچھ بھی لحاظ ہو تو فوراً توبہ کریں اور توبہ کا اعلان شائع کریں کہ توبة السر بالسر والعلانية بالعلانية -

مسجد کی صفائی اور تنظیف کے جو احکام اوپر احادیث سے بیان کیے گئے اُن کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف ناپاک چیز سے ہی مسجد کو بچایا جائے، مگر جو چیز پاک ہو مگر طبع سلیم اُس سے گھن کرتی ہو اور اُسکو ناپسند رکھتی ہو اُس سے بھی مسجد کو بچانا داخلِ تنظیف ہے - ورنہ تھوک اور رینٹھ سے خواجہ صاحب کی مسجد خوب گندہ ہوتی رہے، اور خواجہ صاحب کہتے رہیں کہ یہ چیزیں ناپاک نہیں ہیں، مگر خواجہ صاحب کے کہنے سے کیا ہوتا ہے خود حدیث شریف میں اس کی تشریح فرما دی گئی - بخاری و مسلم نے حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی البزاق فی المسجد خطیئة یعنی تھوکنا مسجد میں گناہ ہے - باوجودیکہ تھوک نجس نہیں، طبیعت سلیمہ اُس سے

کراہت کرتی ہے، تو جوتا جب بازاروں، سڑکوں، میں ہر طرح کے راستوں میں استعمال کیا جائے تو اسکی پاکی کا احتمال ضعیف ہے اور غالب ہے کہ ضرور اس میں نجاستوں کا نفوذ ہوا۔ اور فرض کرو ایک شخص نے نہایت احتیاط کی، کبھی نجاست پر اُسکا قدم نہ پڑا، تب بھی ایسی چیزیں جوتے میں لگ جانا بہت غالب ہے اور اس سے مسجد کی تلویث کا قوی اندیشہ ہے، اسلیے جوتے کو مسجد میں لیجانا درست نہ ہوا، جیسا کہ بچوں کا مسجد میں لیجانا باندیشۂ تلویث وتنجیس درست نہیں۔ ردالمحتار میں ہے ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسھم والا فیکرہ۔ اور حدیث میں وارد ہے جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم۔ زمانہ اقدس پر قیاس نہیں ہوسکتا، صحابہ کی جیسی احتیاط کسی کا کیا منہ ہے کہ کر سکے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاپوش اقدس میں کوئی چیز پاک بھی لگ جائے جو طبع سلیم کو پسند نہ ہو، تو وحی آئے وہاں اطمینان ہے کہ وہ نعل اقدس ایسی پاک چیزوں سے بھی آلودہ نہیں، جن سے طبع سلیم متنفر ہو، تو اُس نعلین پاک کا مسجد میں جانا یقیناً موجب تلویث مسجد نہیں۔ علاوہ بریں اُس زمانہ میں مسجد شریف میں پختہ فرش نہ تھا جسکی تلویث کا اندیشہ ہوتا اسکے ماسوا جن احادیث میں جوتا پہنکر نماز پڑھنے کی نسبت ارشاد ہے اُن میں اسکی علت کفار (یہود) کی مخالفت بتائی گئی۔ اور آج کفار (نصاریٰ وغیرہ) کا عام دستور ہے کہ وہ جوتا نہیں اُتارتے، جیسا کہ خود خواجہ صاحب کو بھی تسلیم ہے، تو انکی مخالفت جوتا اُتار کر مسجد میں جانے کی علت ہے۔ مقصود شارع علیہ السلام کا مخالفت کفار ہے اور اب وہ جوتا اُتارنے میں حاصل ہے، تو پہننے کا حکم اور اُس پر تاکید خلاف منشائے شارع علیہ السلام ہے، یہ تمام باتیں کتابوں میں تھیں، اور خود خواجہ صاحب نے جس ردالمحتار کی عبارت نقل کی اُس میں موجود تھیں، مگر اُن پر نظر نہ ڈالنا اور اُس عبارت کو چھوڑ جانا حق وانصاف کا خون ہے۔ ملاحظہ فرمایئے ردالمحتار کی عبارت

(وصلوته فيهما اي في النعل والخف الطاهرين افضل مخالفة لليهود تاتارخانية
وفي الحديث صلوا في نعالكم ولا تشبهوا باليهود رواه الطبراني، كما في الجامع
الصغير رامزا لصحته واخذ منه جمع من الحنابلة انه سنة ولو كان يمشي
بها في الشوارع لان النبي صلى الله عليه وسلم وصحبه كانوا يمشون بها
في طرق المدينة ثم يصلون بها قلت لكن اذا خشي تلويث فرش المسجد
بها ينبغي عدمه وان كانت طاهرة واما المسجد النبوي فقد كان مفروشا
بالحصا في زمنه صلى الله عليه وسلم بخلافه في زماننا ولعل ذلك محمل
ما في عمدة المفتي من ان دخول المسجد متنعلا من سوء الادب تامل

یعنی بنظرِ مخالفتِ یہود پاک جوتوں اور موزوں کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے
اور حدیث شریف میں ہے کہ جوتوں سمیت نماز پڑھو اور یہود کے ساتھ تشبہ نہ کرو۔
اس حدیث سے ایک جماعتِ حنابلہ اخذ کیا کہ یہ سنت ہے خواہ ان جوتوں کو پہنکر
رستوں میں چلتا ہو، اسلیے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب
مدینہ طیبہ کے رستوں میں پاپوش مبارک پہنکر چلتے پھر انکے ساتھ نماز پڑھ لیتے
علامہ فرماتے ہیں لیکن جب مسجد کی تلویث کا اندیشہ ہو تو چاہیے کہ جوتا پہنکر مسجد میں
نہ جائے، خواہ وہ جوتا پاک ہی کیوں نہ ہو، لیکن مسجد نبوی میں زمانۂ اقدس میں
سنگریزے بچھے تھے (پختہ فرش نہ تھا) بخلاف ہمارے زمانہ کے اور شاید یہی محمل ہو
اسکا جو "عمدۃ المفتی" میں ہے کہ مسجد میں جوتے پہنکر داخل ہونا بے ادبی ہے۔

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ جوتا پہنکر نماز پڑھنے
کی فضیلت قصدِ مخالفتِ کفار کے ساتھ مختص ہے، اور جب کفار جوتے کے پابند
ہوگئے تو اب مخالفت جوتا پہنکر نماز پڑھنے میں نہ رہی بلکہ جوتا اتارنے میں ہوئی
لہٰذا اسی علت سے اب جوتا اتارنا ثابت ہوا۔ دوم یہ کہ مخالفتِ کفار کے قصد سے بھی

وہ جوتا پہنکر نماز پڑھنے کی اجازت ہے جو پاک ہو اور اس سے اندیشہ تلویث مسجد نہ ہو، اور یہ بات آج حاصل نہیں۔ ہمارے جوتوں سے مسجد کی تنجیس و تلویث کا کافی اندیشہ اور ظن غالب ہے۔ لہٰذا ان جوتوں کو پہنکر مسجد میں جانا ہرگز درست نہیں۔ رہا خواجہ صاحب کا یہ فرمانا کہ جوتا رگڑنے سے پاک ہو جاتا ہے، یہ مطلق صحیح نہیں، کیونکہ نجاست غیر ذی جرم سے بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتا نہ کسی حدیث سے آپ ایسا ثابت کر سکتے ہیں، بلکہ جو حدیثیں آپ نے لکھی ہیں ان کی شرح دیکھیے شرح مشکوٰۃ میں ہے اما النجاسۃ مثل البول ونحوہ یصیب الثوب او بعض الجسد فان ذلک لا یطہرالا الغسل اجماعاً کذا ذکرہ الطیبی یعنی پیشاب اور اسکی مثل نجاست کپڑے یا جسم کو لگ جائے تو وہ بالاجماع بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں، اما در غیر ذی جرم مثل بول و خمر غسل واجب است۔ درالمختار میں ہے وان لا جرم لہا کبول فیغسل یعنی اگر پیشاب کی طرح نجاست غیر ذی جرم ہو تو دھونا لازم ہے۔ شامی میں ہے فیغسل ای الخف قال فی الذخیرۃ والمختار ان یغسل ثلاث مرات ویترک فی کل مرۃ حتی ینقطع التقاطر ویذھب الندوۃ ولا یشترط الیبس۔ یعنی ذخیرہ میں ہے کہ مختار یہ ہے کہ تین مرتبہ دھویا جائے اور ہر مرتبہ اتنا توقف کیا جائے کہ تقاطر موقوف ہو اور تری جاتی رہے بالکل خشک ہونا شرط نہیں۔ خواجہ صاحب کا یہ خیال کہ نجاست غیر ذی جرم رگڑنے سے پاک ہو جاتی ہے بالکل غلط اور اجماع و کتب فقہیہ کی تصریحات کے خلاف ہے، اور نجاست مجسدہ کو نجاست غیر ذی جرم سمجھ جانا، علم کی کمی ہے اور باوجود اسقدر بے اوراکی کے مسائل دینیہ میں قلم اٹھانا کمال جرأت ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ نہ یہ بات کہ حدیث شریف میں جوتے کا رگڑنے سے

پاک ہونا جو بیان کیا ہے اس سے کونسی نجاست سے پاک ہونا مراد ہے؟ یہ حدیث کی شرح سے معلوم کیجیے۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے

مراد نجاست خشک است کہ چیزے ازاں تعلق گرفتہ است بنعل یا خف پس دلک کردن آں را بارض۔ یعنی حدیث میں خشک نجاست مراد ہے کہ اگر وہ جوتے یا موزے کو لگ جائے تو زمین سے رگڑنے سے پاک ہو جائیگا۔ اور یہ بات قرین عقل بھی ہے کہ خشک نجاست اگر جوتے کو لگ گئی تو رگڑنے سے چھوٹ جائے گی جوتا پاک ہو جائیگا کیونکہ نجاست کے اجزاء جوتے کے جرم میں نفوذ تو کر ہی نہیں گئے تھے لیکن تر نجاست کے اجزاء تو جوتے کے جرم میں نفوذ کر جاتے ہیں؟ وہ صرف رگڑنے سے کیسے پاک ہو جائیگا۔ اور یہ بات عجیب لطف کی ہے کہ مسجد کے دروازے پر لوہے کی جالیاں رکھی جائیں ہر آنے والا پہلے اُن سے اپنے جوتے خوب رگڑ لیا کرے۔ جب خواجہ صاحب کے نزدیک جوتا اتنا پیارا ہوتا ہے کہ حالتِ نماز میں دل کے اندر گھسا چلا آتا ہے (یہ اُنہی کے الفاظ ہیں) تو اس جوتے کو روزانہ کم از کم پانچ مرتبہ رگڑ کر چار روز میں توڑ دینا کون گوارا کریگا؟ یہ قید لگا دیجیے تو جوتے کی محبت والے مسجد میں آنا ہی چھوڑ دینگے اور نماز کے لیے یہ نقصان گوارا نہ کرینگے کہ چھ ماہ چلنے والا جوتا ہفتہ بھر میں نکما ہو جائے، یا دلی کے جوتے والوں کی تجارت کی اعانت مقصود ہے۔

الحاصل جب معلوم ہے کہ عام طور پر جوتوں میں رات دن ہر طرح کی نجاست لگتی رہتی ہے اور صحابہ کی سی احتیاط آج میسر نہیں، تو مسجد کی تطہیر و تنظیف کے لیے ضروری ہے کہ فرشِ مسجد کو جوتوں سے بچایا جائے، اور جوتا پہنکر مسجد میں داخل ہونا ناجائز ہو جیسا کہ اوپر نقل کی ہوئی عبارت کتبِ معتبرہ سے ثابت ہوگا علامہ ابنِ عابدین نے اسکی بہت صاف تصریح فرمادی کہ اگر جوتا بالکل پاک ہو کسی قسم کی نجاست اُسکو نہ لگی ہو کہ اُس سے مسجد کی تلویث کا اندیشہ ہو جب بھی

اسکو پہنکر مسجد میں نہ آنا چاہیئے۔ مگر خواجہ صاحب نے یہ عبارت نقل نہیں کی یہ بات دیانت کے خلاف ہے۔ زمانۂ اقدس میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام جو کبھی کبھی مسجد میں جوتا پہنکر تشریف لاتے، اُسکی تین وجہیں ہیں، دو تو ذکر ہو چکیں، ایک تو ان حضرات کی پاپوش کا پاک ہونا، دوسرے مخالفتِ کفار کا قصد۔ اور تیسری وجہ علامہ ابنِ عابدین نے ردالمحتار میں یہ تحریر فرمائی کہ اس زمانہ میں مسجدِ نبوی میں سنگریزے بچھے تھے فرش پختہ نہ تھا لہٰذا پاک جوتوں سے اسکی تلویث کا اندیشہ نہ تھا، بخلاف ہمارے زمانہ کے کہ اب فرش پختہ ہیں، پاک جوتا بھی ان پر نہ پہننا چاہیئے کہ اس سے تلویثِ مسجد ہوگی۔ اور حالات بدلنے سے ضرور حکم بدل جاتے ہیں۔ حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کانت الکلاب تقبل وتدبر فی المسجد فی زمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی حضور کے زمانہ میں مسجد کے اندر کتے آتے جاتے تھے۔ اسکا بھی تو باعث تھا کہ فرش خام تھا تلویث کا اندیشہ نہ تھا۔ کیا اب بھی خواجہ صاحب اجازت دینگے کہ فیشن ایبل جنٹلمین بوٹ پہنکر کتا ساتھ لیکر مسجد کے اندر آیا کریں؟ کچھ تو عقل سے کام لو۔ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا۔

گفتہ اند کہ ایں در ابتدائے اسلام بود بر اباحتِ اصلیہ، پس از آں وارد شد امر بتکریم مساجد و تطہیر آں و محافظتِ آں از اندر آمدن کلاب و حیوانات و ساختن درہا و دربند ہا تا آنکہ یک وقتے امر کردند بکشتن سگاں۔ یعنی یہ اباحتِ اصلیہ کی بنا پر ابتدائے اسلام میں تھا، اسکے بعد مساجد کی تکریم و تطہیر اور انکی حفاظت و نگہداشت کا امر وارد ہوا، اور کتوں اور جانوروں کو مسجد شریف سے روکنے کے لیے دروازے اور کیواڑ بنائے گئے، یہانتک کہ ایک وقت کتوں کے مارڈالنے کا حکم دیا گیا۔ اب الحمدللہ تعالیٰ خواجہ صاحب کے تمام واہی تباہی شبہوں کا قلع قمع ہوگیا

اور مسئلہ خوب واضح ہو گیا۔ اگر خواجہ صاحب اب بھی نہ سمجھیں تو بعون اللہ تعالیٰ ایک بسوط تحریر سے انکے اطمینان کی کوشش کی جائے گی۔ مگر تعجب یہ ہے کہ اسقدر صاف مسئلہ میں انھیں کسطرح الجھن ہوئی؟ انھیں تو اتنا سمجھ لینا کافی تھا کہ تمام دنیا کے مسلمان صدیوں سے مسجد میں جوتا پہنکر آنا ناجائز سمجھتے ہیں اسی پر تمام امت کے اخیار ابرار، صالحین، علمائے ائمہ، اولیا سب کا عمل رہا ہے۔ یہ مسئلہ اجماعی ہو گیا، آج بھی تمام مسلمان اسکے عامل ہیں۔ اور کسی مسئلہ کی صحت کے لیے مسلمانوں میں اسکا بلانکیر رائج ہونا بھی دلیل شرعی ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا ماراٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللّٰہ حسن جو مسلمانوں کے نزدیک بہتر ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ یَتَّبِـعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ۝ یعنی اور جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلاف کرے بعد اسکے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اسکے حال پر چھوڑ دینگے اور اسے دوزخ میں داخل کرینگے اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی تفسیر مدارک التنزیل میں فرماتے ہیں: وھو دلیل علی ان الاجماع حجۃ لا تجوز مخالفتھا کما لا تجوز مخالفۃ الکتاب والسنۃ لان اللّٰہ تعالیٰ جمع بین اتباع سبیل المؤمنین وبین مشاقۃ الرسول فی الشرط وجعل جزاءہ الوعید الشدید فکان اتباعھم واجباً کموالاۃ الرسول۔ یعنی یہ آیت دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے، اسکی مخالفت جائز نہیں جیسے قرآن و حدیث کی مخالفت جائز نہیں، اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کی راہ کے سوا دوسری راہ کے اتباع کو مخالفت رسول کے ساتھ

شرط میں جمع فرما دیا، اور اسکی جزا وعید شدید ٹھہرائی تو مسلمانوں کا اتباع رسول کی طرح واجب ہوا۔ اور تفسیر خازن میں ہے وذلک لان اتباع غیر سبیل المؤمنین وھو مفارقۃ الجماعۃ حرام فوجب ان یکون اتباع سبیل المؤمنین ولزوم جماعتھم واجبا۔ یعنی یہ اسلیے کہ مسلمانوں کی راہ کے سوا دوسری راہ کا اتباع اور وہ جماعت سے مفارقت کرنا ہی حرام ہے تو مومنین کی راہ کا اتباع اور انکی جماعت کا لزوم واجب ہوا۔

اس مضمون پر بکثرت نصوص وارد ہیں، اور کوئی عاقل جو اسلام کا بدخواہ نہ ہو، یہ گوارا نہ کریگا کہ ایسا امر جس میں تمام دنیا کے مسلمان متفق و متحد ہیں اور اس میں اصلا اختلاف نہیں، اسکو مورد بحث بنائے اور مسلمانوں میں جھگڑے اور فساد پیدا کرے، مساجد کی بے حرمتی کے لیے عوام و خواص کو ہر طرح کے جوتے پہنکر مسجد میں آنے کی اجازت دے اور فساد کی ایک بنیاد قایم کرے یہ خیال خواجہ صاحب ہی کے دماغ عالی میں پیدا ہوا۔ اور اس پر آپ سو شہیدوں کے ثواب کے بھی اُمیدوار ہیں اور جوتا پہنکر مسجد میں آنے کو سنت سمجھ رہے ہیں اتنا ہی نہیں، بلکہ جوتا پہنکر مسجد میں آنا واجب قرار دیتے ہیں، اور جو اس میں انکے ساتھ نہ ہو، اُسکے ایمان میں شک کرتے ہیں، کسقدر ظلم ہے، اللہ تعالی ہدایت فرمائے آمین

وہابیہ کے مقتدا ابن تیمیہ کا حال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ ابن تیمیہ کون اور کیسا شخص ہے مذہب کے اعتبار سے اُسکا کیا مرتبہ ہے؟ ہندوستان کے بعض اخبار نویس مثل ابو الکلام آزاد کے اکثر اُس کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ آجکل غیر مقلدین کی مدح و ثنا میں ابن تیمیہ کا کلام پیش کیا جاتا ہے، یہ شخص معتبر تھا یا نا معتبر؟ اصغر حسین لاہور

الجواب بعون اللہ الوہاب

ابنِ تیمیہ کو وہابیہ نجدیہ اپنا پیشوا جانتے ہیں اور کبھی اُسکے نام کی تصریح کرکے اور کبھی بلا تصریح اُسکے اقوالِ فاسدہ سے تمسک کرتے ہیں۔ ابنِ سعود نے جو وہابیت کا مبلغ ہے کتاب مجموعۃ التوحید چھاپی ہے اُس میں بھی ابنِ تیمیہ کے رسالے شامل ہیں۔ اس شخص کی نسبت خاتم المحدثین علامہ شیخ احمد شہاب الدین بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۸۳ میں فرماتے ہیں:-

ابن تیمیة عبد خذله الله واضله واعماه واصمه واذله وبذلك صرح الائمة الذين بينوا فساد احواله وكذب اقواله ومن اراد ذلك فعليه بمطالعة كلام الامام المجتهد المتفق على امامته وجلالته وبلوغه مرتبة الاجتهاد ابي الحسن السبكي وولده التاج وشيخ الامام العز. ابن جماعة واهل عصرهم وغيرهم من الشافعية والمالكية والحنفيه ولم يقصر اعتراضه على متاخري الصوفيه بل اعتراض على مثل عمر ابن الخطاب وعلى بن ابي طالب رضي الله عنهما كما ياتي والحاصل ان لا يقام لكلامه وزن بل يرى في كل وعر وحزن ويعتقد فيه

ابنِ تیمیہ ایک بندہ ہے جسکو خدا نے رسوا کیا، گمراہ کیا، اندھا کیا، بہرہ کیا، ذلیل کیا، ائمۂ دین نے اس کی تصریح کی جنہوں نے اسکے فاسد احوال اور جھوٹے اقوال کا بیان فرمایا، جو شخص چاہے وہ امام مجتہد جنکی امامت جلالت رتبۂ اجتہاد کو پہنچنا مسلّم ہے یعنی ابو الحسن سبکی اور انکے فرزند ارجمند علامہ تاج الدین سبکی اور شیخ امام عز بن جماعہ اور انکے اہلِ زمان اور انکے سوا علماءِ شافعیہ، مالکیہ حنفیہ کے کلام کا مطالعہ کرے۔ ابنِ تیمیہ نے متاخرین صوفیہ پر ہی اعتراض کرنے میں اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اُس نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے اکابر

انه مبتدع ضال ومضل جاهل غال عامله الله بعدله واجارنا من مثل طريقته وعقيدته وفعله۔ آمين

صحابہ پر بھی اعتراض کیا ہے جیسا کہ آگے آ
خلاصہ یہ کہ اسکا کلام کچھ وزن نہیں رکھتا
بلکہ ویرانہ میں پھینکنے کے قابل ہے
اسکے حق میں یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ وہ
بدعتی گمراہ گمراہ کن جاہل غالی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ اپنے عدل سے معاملہ کرے اور ہمیں اسکے جیسے عقیدے و طریقے سے بچائے۔ آمین

اسکے بعد علامہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ نے کن کن اکابر اسلام اور اعلام دین پر اعتراضات کیے اور افتراء اٹھائے، ان میں سے اکابر صحابہ بھی ہیں حتیٰ کہ امیر المومنین امام المسلمین خلیفہ راشد سیدنا و مولٰنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کہا ان عمر له غلطات وبليات واى بليات۔ اور امیر المومنین امام المتقین حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے حق میں کہا ان عليا اخطأ فی اكثر من ثلث مائة مكان۔ یعنی معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت سی غلطیاں اور بڑی بڑی بلائیں، اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین سو جگہ زیادہ غلطیاں کیں، معاذ اللہ ولا حول ولا قوة الا باللہ۔

حضرت علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:۔ من این یحصل لك الصواب اذا اخطأ علی بزعمك كرم الله وجهه وعمر بن الخطاب رضی الله عنه کہ تجھے کہاں سے ثواب حاصل ہو گیا جب امیر المومنین علی اور امیر المومنین عمر بن الخطاب تیرے گمان میں خطاکار ہیں۔ اس بیدین نے بہت سے مسائل ایسے گھڑ دیئے۔ اجماع کو توڑ ڈالا شریعت کے نظام کو درہم برہم کیا۔ کہا جو شخص کہے "علی الطلاق" اس پر کفارہ یمین لازم آئیگا اور طلاق نہ ہوگی۔ حالانکہ اس سے پہلے مسلمانوں میں سے کوئی بھی اسکا قائل نہ ہوا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حائض کی طلاق واقع نہیں ہوتی، ایسے ہی جس

طہر میں قربت ہو اس میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ایسے ہی یہ مسئلہ کہ نماز عمداً چھوڑ دی جائے تو اس کی قضا واجب نہیں۔ ایسے ہی یہ مسئلہ کہ حائضہ کے لیے بیت اللہ کا طواف مباح ہے اور اس پر کفارہ نہیں۔ ایسے ہی یہ مسئلہ کہ تین طلاقیں ایک کی طرف رد ہو جاتی ہیں۔ اور اسکا دعویٰ کرنے سے پہلے ابن تیمیہ خود اس کے خلاف پر مسلمانوں کا اجماع نقل کرتا تھا۔ اسکے علاوہ بہت مسائل ہیں جس میں اس نے دین کی مخالفت کی۔ منجملہ انکے یہ کہ بہنے والی چیزوں میں چوہے وغیرہ کی طرح کوئی جاندار مر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتے۔ جنب رات میں نفل پڑھ لے اور قبل فجر غسل تک تاخیر نہ کرے اگرچہ شہر میں ہو۔ اور مخالفِ اجماع نہ کافر ہے نہ فاسق۔ اور رب تبارک و تعالیٰ محلِ حوادث ہے تعالی اللہ عن ذالک و تقدس اور یہ کہ باری تعالیٰ مرکب ہے، اور اسکی ذات ایسی ہی محتاج ہے جیسا کل جزو کا اور قرآن ذاتِ الٰہی میں محدث ہے تعالیٰ اللہ عن ذالک۔ اور یہ کہ عالم قدیم بالنوع ہے اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مخلوق قائم رہا، تو اس نے واجب تعالیٰ کو موجب بالذات قرار دیا، نہ کہ فاعل بالاختیار، جسمیت و جہت و انتقال کا قائل ہوا، اور یہ کہا کہ خدا تعالیٰ بقدر عرش کے ہے نہ چھوٹا نہ بڑا، اور انبیاء غیر معصوم ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مرتبہ نہیں، انکے ساتھ توسل نہ کیا جائے، انکی زیارت کے لیے سفر کرنا گناہ ہے (وہابیہ نے بھی اسکی خوشہ چینی اور ریزہ خواری کی ہے) ایسے ایسے اور اس سے بہت زیادہ ناپاک اور گندے مسائل اسکے ہیں جنکو حضرت شیخ علامہ نے اپنے اسی فتاوے میں ذکر فرمایا۔ دوسری جگہ اسی فتاوے کے صفحہ ۱۰۹ پر یہی علامہ فرماتے ہیں:۔

ایاک ان تصغی الی ما فی کتب ابن تیمیة و تلمیذہ ابن القیم الجوزیة وغیرھما	ابن تیمیہ اور اسکے شاگرد ابن قیم جوزی وغیرہ کی کتابوں پر کان رکھنے سے بچو

ممن اتخذ الٰهه هواه واضله الله علی علم وختم علی سمعه وقلبه وجعل علی بصره غشاوة فمن یهدیه من بعد الله فکیف تجاوزوا هولاء الملحدون الحدود والقیود والرسوم وخرقوا سیاج الشریعة والحقیقة وظنوا بذلک انهم علی هدی من ربهم ولیسوا کذلک بل هم علی اسوء الضلال واقبح الخصال وابلغ المقت والخسران وانهی الکذب والبهتان فخذل الله متبعیهم وطهر الارض من امثالهم

جنھوں نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا معبود بنایا اور خدا نے اُسکو علم پر گمراہ کیا اور اُسکے کان اور دل پر مُہر کی اور اُسکی آنکھ پر پردہ ڈالا تو اسکے بعد اب کون اُسے ہدایت کریگا۔ اور بے دینوں نے کسطرح حدود سے تجاوز کیا اور رسوم کی تعدی کی اور چادر شریعت وحقیقت کو پھاڑ کر گمان کیا کہ وہ اپنے رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ بدترین گمراہی اور قبیح ترین خصائل اور انتہائی بدنصیبی اور ٹوٹے اور کذب وبہتان میں ہیں۔ اللہ اُنکے متبع کو رسوا کرے اور اُن کے امثال سے زمین کو پاک فرمائے۔

ابن تیمیہ کا یہ حال ہے اور ائمہ دین اور مشائخ محدثین اسکے حق میں ایسا فرماتے ہیں، اہل اسلام ایسے بیدین سے احتراز کریں، اور اُسکی گمراہ کن تعلیم سے بچیں، جو علی مرتضیٰ کو خطاکار بتاتا ہے یزید کی تعریف وتوصیف اُس سے کیا بعید۔ ہندوستان کے بے قید جو دین سے آزاد ہوکر ملحدان بیدین کے دام تزویر میں گرفتار ہیں، وہ اگر ایسے فاسد العقیدہ شخص کی تقلید کریں تو یہ اُنکی لامذہبی کا ایک اور ثبوت ہے۔

یعاذنا الله تعالیٰ ایانا وجمیع المسلمین ووقانا وسائر المؤمنین عن مکائد المبطلین المفسدین المالغین من الدین بحرمة خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی الله تعالیٰ علیه وعلی آله واصحابه اجمعین والله سبحٰنه اعلم وعلمه اتم۔

کتبه العبد المعتصم بحبل الله المتین محمد نعیم الدین غفر له

المعجزۃ العظمیٰ المحمدیہ

۱۳۴۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مورخہ ۱۷ شعبان المعظم ۱۳۴۵ ہجری کو مغرب کے وقت بجانب قبلہ ایک روشن ستارہ نے ظہور کر کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مبارک محمد صفحہ آسمان پر نمایاں کیا۔ جبلپور سی پی کے اکثر مقامات کے ہزارہا باشندوں نے دیکھا۔ کیا اس کرشمۂ قدرت یا آسمانی شہادت کو معجزہ کہا جا سکتا ہے؟ جواب مع عقلی و نقلی دلائل تحریر فرمائیں۔ بینوا و توجروا

احقر نور اللہ خاں کاتب، الہ آبادی عفی عنہ ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ

الجواب وھو الموفق

ہر امر عجیب و خارقِ عادت جس کے ظہور کا تعلق نبی کی ذات یا صفات و خصائص و حالات سے ہو، اگر وہ تحتِ تحدی و مقترن بدعوائے نبوت ہے، تو معجزہ ہے ورنہ آیت۔ لیکن بروجہ تشبیہ و تغلیب آیت پر بھی معجزہ کا اطلاق شائع و ذائع ہے، پھر یہ تعلق بھی نبی کی حیاتِ ظاہری سے خاص نہیں، بلکہ نبی کی وفات کے بعد کے لیے بھی عام اور تا قیامت باقی ہے، حتیٰ کہ نبی کے امتی کسی ولی کی کرامت بھی اسی نبی کے معجزات سے ہے۔ غرض کہ نبی کی وفات کے بعد بھی اس سے نسبت رکھنے والے امور خارقہ عادت و کرشمہائے قدرتِ الٰہی، آیات و معجزات کہلائیں گے کیونکہ وہ نبی سے متعلق ہیں، اور بدلالتِ قرائن اقوال و احوال و خصائص بھی حکماً مقترن بدعوائے نبوت اور تحتِ تحدی ہیں۔ زبیدی نے شرح احیاء میں (ایدہ اللہ سبحانہ بالمعجزات الظاہرۃ والآیات الباہرۃ) معنی الآیۃ العلامۃ

علیٰ صدقہ والمعجزۃ ھی الآیات مع التحدی بہا۔ اور اللہ سبحانہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید فرمائی ظاہر معجزات اور کھلی ہوئی آیتوں کے ساتھ آیت کے معنی یہ کہ ایسی علامت، جو حضور کی صداقت پر دلالت کرے اور معجزہ بھی وہی آیت ہے جو تحدی کے ساتھ ہو۔ اور بھی زبیدی میں ہے والقوم یعدون امثال ھذہ کشف الصدر واظلال الغمامۃ والتسلیم الحجر معجزات علی سبیل التشبیہ والتغلیب۔ اور قوم یعنی ائمہ کرام نے ایسی آیتوں اور نشانیوں کو جو بغیر تحدی کے ہوں جیسے شق صدر اور ابر کا حضور پر سایہ کرنا اور پتھر کا سلام کرنا معجزات میں بوجہ تشبیہ و تغلیب شمار کیا ہے۔ فتاوی حدیثیہ میں ہے ان کرامۃ الولی من بعض المعجزات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولی کی کرامت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے۔

پھر بعد وفاتِ نبی جبتک نبی کی نبوت باقی، اُسکے دعوئے نبوت پر تحدی قایم، اور نبی کے تحتِ تحدی اور تحتِ نبوت جو امر خلاف معمول و خارقِ عادت صادر ہو وہ اُس نبی کا معجزہ ہے، کیونکہ معجزہ ایک فعلِ الٰہی ہے جو منکرین ومشرکین ومعاندین کو نبی کی مخالفت اور اُسکے مقابلہ معارضہ سے عاجز کرکے اُس نبیِ برحق کے دعوئے نبوت ورسالت کی تصدیق اور اُسکے دینِ متین کی صداقت و حقانیت کی توثیق کرے، تو اسکے لیے نبی کی حیاتِ ظاہری کی حاجت نہیں نشر المحاسن میں ہے کل فعل خارق العادۃ مستلزم صدق النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیما ادعاہ من الرسالۃ معجزۃ لہ۔ ہر فعل جو خارقِ عادت خلافِ معمول ہو اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو رسالت کا دعوی کیا، اُس میں اُنکی سچائی کا مستلزم ہو وہ اُس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ احیاء العلوم میں ہے وجہ دلالۃ المعجزۃ علی صدق الرسل ان کل ما یعجز عنہ البشر لم یکن الا فعلا للہ تعالیٰ

نبیوں اور رسولوں کی سچائی پر معجزہ کی دلالت کرنے کی وجہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کے مقابلہ سے انسان عاجز ہو وہ اللہ ہی طرف سے اور اسی کا فعل ہے حدیقہ ندیہ میں ہے فالمعجزة علی ھذا لا یشترط لھا حیاة الرسول بل تکون بعد موتہ ایضًا تو اس بناء پر معجزہ کے لیے رسول کا حیات ظاہری کے ساتھ زندہ رہنا شرط نہیں بلکہ معجزہ اُن کی وفات کے بعد بھی ہوتا ہے۔

جب ظہورِ معجزہ کے لیے رسول و پیغمبر کی حیات ظاہری شرط نہ رہی تو بعد وفات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ بھی خرق عادات ظاہر ہوں سب معجزہ ہیں کیونکہ وہ مقرون بالتحدی ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی بیّن شہادت دیتے ہیں، اور بقرائنِ صریحہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دینِ متین کی صداقت وحقانیت پر دلالت کرتے ہیں اور منکرین و معاندین اسکے معارضہ سے عاجز اور مقابلہ میں بہوت ہیں۔ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے اکثر معجزات الانبیاء لاسیما نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقعت من غیر ادعاء النبوة انبیاء کرام علیہم السلام کے اکثر معجزات خصوصًا ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر ادعائے نبوت کے واقع ہوئے۔ اور بھی فتاویٰ حدیثیہ میں ہے ان کل ما وقع منہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد النبوة مقرون بالتحدی لان قرائن اقوالہ واحوالہ ناطقة بدعواة النبوة وتحدیہ المخالفین واظہارہ ما یقمعھم ویحدیھم جو معجزات حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعد نبوت ظاہر و واقع ہوئے وہ مقرون بالتحدی ہیں، کیونکہ حضور کے دعوائے نبوت اور حضور کے مخالفین پر تحدی، اور حضور کا وہ باتیں ظاہر فرمانا جو منکرین و مخالفین کو توڑ دیں اور عاجز کر دیں۔ ان تمام امور پر حضور کے اقوال اور احوال کے قرائن ناطق ہیں۔ شرح الشفاء للملا علی قاری میں ہے معجزة نبینا صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم لا تبید) ای لا تفنی ابداً ولا تنقطع (وایاتہ) علاماتہ الدالۃ علی صدقہ (تتجدد ویوماً فیوماً ولا تضمحل) ای ولا تزول اصلاً۔
ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور کبھی منقطع نہ ہوگا اور حضور کی آیتیں، یعنی حضور کی سچائی اور صداقت وحقانیت پر دلالت کرنے والی علامتیں دن بدن نئی ظاہر ہونگی، اور کبھی کمزور نہ ہونگی یعنی ہرگز زائل نہ ہونگی
حدیقہ ندیہ میں ہے انہ مبعوث الی الثقلین وخاتم الانبیاء والرسل ومعجزاتہ ظاہرۃ باقیۃ علی الزمان وشہادتہ قائمۃ فی القیامۃ علی کافۃ البشر
بیشک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں جہان کے لیے پیغمبر بناکر بھیجے گئے ہیں، اور آپ خاتم ہیں تمام نبیوں اور رسولوں کے، اور آپ کے کھلے ظاہر معجزات زمانہ کے قایم رہنے تک باقی ہیں اور صدقِ نبوت کی شہادت قیامت تک تمام لوگوں پہ قایم ہے۔ افضل القریٰ میں ہے ان ھذہ الشریعۃ کانت باقیۃ علی صفحات الدھر الی یوم القیمۃ خصت بالمعجزات العقلیۃ الباقیۃ لیرھا ذوالبصائر
بیشک یہ شریعتِ اسلامیہ دنیا کے پردہ پر قیامت تک رہنے والی ہے، یہ شریعت خاص کی گئی ہے معجزاتِ عقلیہ کے ساتھ جو باقی رہینگے تاکہ انھیں عقل کی آنکھ والے دیکھیں
جامع الکرامات میں ہے فکان بذالک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانہ موجود بین امتہ لیشاھدون معجزاتہ بعد مماتہ کما کانوا لیشاھدونہا فی حیاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیزداد الذین اٰمنوا ایماناً۔ ان معجزات کے سبب گویا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے درمیان خود موجود ہیں کہ لوگ آپ کے معجزات کا مشاہدہ آپ کی وفات کے بعد بھی کر رہے ہیں جیسا کہ آپ کی حیاتِ ظاہری میں مشاہدہ کرتے تھے تاکہ ایمان والوں کے ایمان زیادہ ہوں۔
واقعہ مذکورۂ سوال کہ ستارہ کا بصورتِ شہابِ ثاقب نازل ہونا مطلع

ہلال پر قرار پکڑتا، پھر اُسکا تغیرات کے بعد عَلَمِ پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو جانا حسب تصریحاتِ بالا یقیناً وہ سرکارِ رسالتمآب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیّن معجزہ ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ نہ وہ کسی انسان کا کام تھا نہ وہ کسی مجہول الحال کا نام تھا' نہ کوئی مہمل و بے معنی کلمہ تھا، بلکہ ایک فعلِ الٰہی اور کرشمۂ قدرتِ کبریائی تھا جس نے اپنے پیارے محبوبِ حقیقی، مطلوبِ تحقیقی مختارِ مطلق، برگزیدہ نبی برحق، پیغمبرِ اعظم، رسولِ مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عَلَمِ محترم اسمِ پاک و معظم کو چمکا کر روشن فرما کر بھٹکتوں گم کردہ راہوں کو متنبہ کر دیا، اور سوتوں غفلت شعاروں کو بیدار فرمایا کہ یہی سرکار ابد قرار ہیں جنکا دین متین قیامت تک قائم و باقی اور جنکی نبوتِ کریمہ و رسالتِ عظیمہ دائم و لازوال ہے یہ ظہورِ اسمِ مبارک زبانِ حال سے کفار پر تحدی فرما رہا ہے کہ ہے کوئی دین کوئی مذہب، کوئی ملت، کوئی فرقہ، جو اسلام کی ایسی کھلی صاف روشن مبارک مثال پیش کر سکے؟ لا واللہ ہرگز ہرگز نہیں۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ڈرو اے مخالفین اسلام! اگر تم ایسی ظاہر مثال پیش نہ کر سکو، اور یقیناً تم ہرگز پیش نہ کر سکو گے تو ڈرو اُس آگ سے جسکے ایندھن آدمی ہیں اور وہ پتھر جنہیں یہ آدمی بت بنا کر پوجتے ہیں اور وہ مقرر کی گئی ہے صرف کافروں کے لیے۔

اللہ تعالیٰ اسمِ اعظم عَلَمِ معظم کو مرتفع فرما کر اپنے بندوں، حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتیوں کو بشارتِ عظیمہ دے رہا ہے کہ جس پیارے نبی کی پیروی، جس برگزیدہ پیغمبر کی اطاعت، جس رسول کی تعظیم کے اتباع میں تمہیں مراتبِ سعادت عطا ہوں، تمہیں عقابِ الٰہی، فتنۂ قبر اور عذابِ آخرت سے نجات ملے، اُسکا نام پاک، عَلَمِ مبارک ہم نے مشعلِ ہدایت بنا کر مطلعِ ہلال پر

چمکا دیا، اور حسبِ وعدۂ قرآنی وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کیا) اسمِ پاک کو رفعت و بلندی کے ساتھ تم پر سایہ افگن فرما دیا۔ جو اپنی سعادت افروز تجلی اور مسرت افزا روشنی میں عامۂ امتِ اجابت و دعوت کو طریقِ خیر و سعادت اور صراطِ رشد و ہدایت کی طرف پکار پکار کر بلا رہا ہے اِنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ۔ یقیناً یہی میری سیدھی راہ ہے تو اس پر چلو اور دوسری راہیں نہ اختیار کرو کہ سیدھی راہ سے بھٹکا دیں۔

بلا شبہ یہ ظہورِ اسمِ پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے بقاء و قیام و دوام کی بیّن شہادت اور دینِ مصدق و برحق اسلام کی برہانِ ساطع اور اسکی صداقت و حقانیت پر دلیلِ قاطع ہے، جسکے ظہور سے کفار و مشرکین و مخالفینِ اسلام مبہوت اور اسکے مقابلہ و معارضہ سے عاجز و قاصر ہیں۔ یہی معجزہ کی تعریف ہے، اور بتمامہا اس پر صادق۔ شرح مقاصد میں ہے اَلْمُعْجِزَةُ هِيَ فِعْلٌ مِنَ اللهِ تَعَالٰى يُقْصَدُ بِمِثْلِهِ التَّصْدِيقُ۔ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جس سے نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق مقصود ہے۔

اب کون ہے جو اسکے اعجازِ محمدی ہونے میں شک لائے، اور معجزہ ہونے میں کلام کرے۔

مسلمانو! ہوشیار، خبردار، بہت سو چکے اور خوابِ غفلت میں اتنا کچھ کھو چکے کہ اسکی تلافی دشوار ہے، مگر جو کچھ رہا ہے اُسی کو سنبھالو، ظہورِ اسمِ مبارک تمہیں سبق دے رہا ہے کہ اسی مبارک و محترم نام والے سرکارِ ابد قرار کے سایہ میں تمہارے لیے سب کچھ ہے۔ صدق و اخلاص کے ساتھ اُنکی اطاعت، انکا اتباع

انکی پیروی تمہارے لیے منہاج رفعت وعزت اور معراج ترقی ہے۔ اس سے باہر ہونے ان سے پھر جانے، روگرداں ہوجانے میں تمہارے لیے ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ قال عزوجل اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓىِٕكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝ بیشک وہ لوگ جو اللہ ورسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔ اللہ لکھ چکا کہ ضرور ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول غالب آئینگے، بیشک اللہ قوت والا عزت والا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عزمجدہ اتم واحکم۔ محمد نعیم الدین غفرلہٗ

فتویٰ:۔ توہین علماء کا حکم

سوال:۔ ایک شخص داڑھی منڈا، جو نہ کبھی نماز پڑھتا نہ داڑھی رکھتا ہے، اس عالم کی شان میں جو قرآن وحدیث کا وعظ بیان فرمارہا ہے اور لوگوں کو منہیات شرعیہ سے روکتا ہے، اسکے بیان کے خلاف میں ایسی غزلیں جو بالکل خلاف مذہب اسلام اور شرع ہے لکھ کر اس مسجد میں پڑھتا ہے جہاں کہ لوگ وعظ سنکر متاثر ہورہے تھے، اور لوگوں کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ مولویوں کا وعظ مت سنو۔ اپنے شعر میں مولویوں کی توہین کرتا ہے اور اسکو فخر سمجھتا ہے، ایسا شخص ازروئے شرع کیسا ہے؟

۲۔ شخص مذکور داڑھی منڈانے کی ممانعت میں حدیث نبی سننے کے بعد بھی باصرار یہ کہتا ہے کہ داڑھی کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں اور داڑھی رکھنا اسلام میں داخل نہیں، ایسا شخص عند اللہ وعند الشرع کیسا ہے؟

۳۔ شخص مذکور نماز کبھی پڑھتا نہیں ہے بلکہ نماز کو عبث سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ نماز سے اسلام کو کیا واسطہ، نماز اسلام میں داخل نہیں ہے

ایسے شخص پر کیا حکم شرع عائد ہوتا ہے؟

۷ۃ ایسا شعر جسکے مضامین بالکل خلافِ شرع ہوں اور جسمیں شرع کی توہین ناحق ہو، جسکے خلاصہ مضمون یہ ہوں کہ نماز اسلام کی چیز نہیں، داڑھی اسلام کی چیز نہیں، وضع و لباس اسلام میں داخل نہیں، جیسا لباس چاہو پہنو۔ ایسا شعر جسکے مضامین اس قسم کے ہوں مسجد میں پڑھنا کیسا ہے؟ اور ایسے شخص کی مدد و استعانت کرنا جو قرآن و حدیث کے خلاف کہہ رہا ہو کیسا ہے؟ اور ایسے قول کے سرزد ہونے کے بعد اُسے کیا کرنا چاہیئے؟ بینوا و توجروا۔

المستفتی ابوالرشید محمد عبد اللطیف مدھوپور

جواب ۱ ۔ داڑھی منڈانا، نماز ترک کرنا فسق ہے، اور عالم اہل سنت کے وعظ سے لوگوں کو روکنا منع خیر اور سخت جرم، اور عالم کی توہین اشد حرام اور نہایت خطرناک ہے اگر اسکے لیے کوئی سبب دنیوی یا اخروی نہ ہو شرح فقہ اکبر لملا علی قاری میں ہے من ابغض عالما من غیر سبب ظاہر خیف علیہ الکفر قلت الظاہر انہ یکفر لانہ اذا ابغض العالم من غیر سبب دنیوی و اخروی فیکون بغضہ لعلم الشریعۃ ولا شک فی کفر من انکرہ فضلا عمن ابغضہ۔ یعنی خلاصہ میں ہے کہ جو شخص بغیر سبب ظاہر کسی عالم کو مبغوض رکھے اُس پر کفر کا خوف ہے۔ حضرت علامہ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ کافر ہو جائیگا، کیونکہ جب اُس نے بغیر دینی و دنیوی سبب کے عالم سے بغض رکھا، تو یہ بغض علم دین کی وجہ سے ہوا، اور علم دین کا منکر بھی کافر ہے چہ جائیکہ اُسکو مبغوض رکھنے والا۔ اسی شرح فقہ اکبر میں ہے ان قال لعالم عویلم او لعلوی علیوی بصیغۃ التصغیر فیہما کما قیدہ بقولہ قاصدا بہ الاستخفاف کفر۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس کسی نے

عالم کو تحقیر کے لیے تصغیر کے صیغہ سے پکارا، اور اُسکا نام گھٹا کر لیا وہ کافر ہو گیا، اللہ پناہ میں رکھے بے قید لوگوں کی عادت ہے کہ علماء دین کو ملاّ ٹا وغیرہ استخفاف و تحقیر کے الفاظ کہہ گزرتے ہیں اور اُنھیں پتہ نہیں ہوتا کہ اس میں اپنے ہی ایمان کا خلل ہے۔ ایک عالم اپنی کتاب کہیں رکھ کر تشریف لیگئے تھے، تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ آپ اپنی آری چھوڑ گئے! یہ کہنے پر امام فضلی نے اُسکے قتل کا حکم دیا۔ انتہی شرح میں ہے امر الامام الفضلی بقتل من قال لفقیہ ترك كتابه وذهب تركت المنشار هنا وذهبت كفر۔ خانیہ میں ہے رجلان بينهما خصومة فقال احدهما للأخر بيا تا بعلم رويم فقال الأخر من علم چه دانم قال ابوبكر القاضی يكفر المجيب لانه يستخف بالعلم۔ یعنی دو آدمیوں میں جھگڑا تھا ایک نے دوسرے سے کہا آؤ علم کی طرف چلیں۔ دوسرے نے کہا میں علم کو کیا سمجھتا ہوں۔ قاضی ابوبکر نے فرمایا یہ دوسرا کافر ہو گیا کیونکہ اس نے علم کا استخفاف کیا۔ ردّسی میں ہے رجلان بينهما خصومة فجاء احدهما بخطوط الفقهاء والفتوى فقال الخصم ليس كما افتوا او قال لا نعمل بهذا ادها من عرض الناس كان عليه التعزير۔

اس سے معلوم ہوا کہ علماء کی تحریر و فتوے کو کہدینا کہ ہم اسکو نہیں مانتے یا یہ ٹھیک نہیں ہے، اس پر تعزیر ہوتی ہے۔ لوگوں کی عادت ہو گئی ہے کہ علماء کو جھٹلانے اور اُنکے بتلائے ہوئے مسائل کی تکذیب کرنے پر جری ہو گئے ہیں اور ایسے بیہودہ کلمات اکثر زبان پر لے آتے ہیں، چاہیئے کہ اس سے احتیاط کریں سوال میں بھی یہ ذکر ہے کہ وہ شخص علماء کی تعلیم اور اُنکے وعظ سے روکتا ہے اور علماء کی توہین کرتا ہے اُسکو چاہیئے کہ توبہ کرے۔

۲و۳ یہ کہنا کہ داڑھی کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں اور داڑھی رکھنا اسلام میں داخل نہیں۔ اور اسی طرح نماز کی نسبت ایسے کلمات کہنا اگر اس مطلب سے ہو کہ انکا ترک گناہ ہے فسق وکبیرہ ہے، مگر اس سے وہ شخص اسلام سے خارج نہیں ہو گیا تو جائے عذر ہے، اور اگر نماز کی فرضیت کا انکار یا سنت کا استخفاف مدِ نظر ہو، تو اسکو فقہاء کفر فرماتے ہیں، یہ بہت خطرناک جرم ہے، اللہ تعالیٰ پناہ دے۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے رجل قال لغیرہ نماز کن فقال اے مرد نماز کردن سخت کار گرانست براین قالوا یکون کفرا۔

۴ سوال چہارم کا جواب سوالِ اول میں آچکا، ایسے شخص سے توبہ لینا چاہیئے، اور اگر وہ توبہ نہ کرے، تو مسلمان اُس سے میل جول ترک کر دیں لَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عزاسمہ اتم واحکم۔ محمد نعیم الدین عفرلہٗ

تعظیم وعبادت میں فرق

سوال ۱۔ تعظیم اور عبادت میں کیا فرق ہے؟ کیا سبب ہے کہ اولیاءِ کرام کی قبروں پر چادریں، پھول، مٹھائیاں چڑھانے والے موحد مسلمان، اور بتوں پر پھول پتیاں چڑھانے والے کافر ومشرک بے ایمان؟

۲۔ نیچری کہتا ہے "پردہ قرآن کے خلاف ہے، مونھ چھپانے کا حکم کہیں قرآن میں نہیں، آیۂ کریمہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ الآیہ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کھلا رہنا چاہیئے اسلیے کہ جبتک چہرہ نہیں کھلا رہے گا نیچی نظریں رکھنے کا حکم فضول" اور آیۂ کریمہ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ کے متعلق کہتا ہے اس سے بھی

ہمارا مطلب ثابت ہوتا ہے، جبتک چہرہ عورتوں کا کھلا نہیں رہیگا پہچاننا
غیر ممکن ہے۔ لہٰذا چہرہ چھپانا خلاف آیاتِ قرآنی ہے۔
جواب سوال ۳ کا صرف قرآن سے ہو، آیا یہ تاویل صحیح ہے؟
خاکسار غریب عفی عنہ
بینوا توجروا۔

جواب:۔ ۱ عبادت غایتِ خضوع اور انتہاءِ تذلل کو
کہتے ہیں، اور یہ حاصل نہیں ہوتا جبتک کہ عابد معبود کی نسبت الوہیت کا
اعتقاد نہ رکھتا ہو، اور اسکو قادرِ مطلق، متصرف بالذات و بالاستقلال نجانتا ہو
اور اسکے حضور بغیر اضطرار کے اپنے اختیار سے انتہائی تذلل جس کو اظہارِ
عبدیت کہتے ہیں بجا نہ لائے۔

تعظیم، اس سے عام ہے، اس میں غایتِ تذلل اور غایت خضوع
اور معظم کی الوہیت اور اسکی قدرتِ ذاتیہ و مستقلہ کا اعتقاد ضروری نہیں ہے
ان دونوں میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ ہر عبادت تعظیم ہے
اور ہر تعظیم عبادت نہیں۔ ورنہ ماں باپ، استاد، پیر، نبی، رسول (علیہ السلام)
قرآن شریف، مسجد، کعبۂ معظمہ سب کی تعظیم شرعاً مطلوب ہے، اور مسلمانوں
کو انکی تعظیم و توقیر کا حکم دیا گیا ہے۔ ہر تعظیم اگر عبادت ہو جایا کرے تو یہ سب
تعظیمیں شرک ہوں، اور انکا حکم کرنا شرک کا حکم کرنا ہو۔ جو شخص شریعت پر
ایسا الزام لگائے، گمراہ بے دین ہے۔ ایک ہی طرح کے افعال جنہیں صورتاً
کوئی فرق ظاہر نہ ہو، بسا اوقات حقیقت میں ہوتے ہیں، مشرقین سے زیادہ کا
بعد و دوری ہوتی ہے۔ غیر خدا کی عبادت یقیناً شرک۔ ہر شریعت حقہ اسکو مٹاتی
رہی، تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات جبتک دنیا تشریف فرما رہے
اسکی بیخ کنی میں مصروف رہے۔ شرک کسی حال میں جائز نہیں ہو سکتا اور محال ہے

کہ خدا کی طرف سے شرک کا حکم دیا جائے؟ باوجود اسکے ملائکہ کو حضرت آدم علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے سجدہ کا حکم ہوا۔ برادرانِ حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا قرآنِ کریم نے ذکر فرمایا صورۃً یہ سجدہ اور نمازی کا سجدہ اور بت کا سجدہ وضع جبہہ یا انحنا ہے۔ یہ بات تینوں صورتوں میں پائی جاتی ہے، مگر حقیقت و حکم میں اشتراک نہیں، ملائکہ اور برادران یوسف علیہ السلام کا سجدہ، حضرت آدم و یوسف علی نبینا وعلیہما السلام کی تعظیم تھا نہ عبادت۔ ورنہ اسکا حکم ہونا محال تھا۔ فرق یہ ہے کہ ملائکہ اور برادرانِ حضرتِ یوسف علیہ السلام اپنے معظم کی الوہیت کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے تو وہ سجدہ عبادت نہ ہوا، اور نمازی سجدہ میں مسجود لہٗ کی الوہیت کا اعتقاد رکھتا ہے اسلیے اسکا سجدہ عبادت ہے، مگر چونکہ مسجود لہٗ اسکا اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ ہے اسلیے یہ عبادت مقبول اور مامور بہا ہے۔ بُت پرست کا سجدہ بھی باعتقادِ الوہیت ہے، اور چونکہ اسکا مسجود لہٗ غیر خدا ہے اسلیے وہ شرک و ممنوع موجب خسران وخذلان۔ قبروں پر چادریں اور پھول ڈالنا اور بتوں کے سامنے پھول پیش کرنا، ان دونوں میں بھی وہی فرق ہے کہ قبروں پر پھول لیجانے والا صاحبِ قبر کو الٰہ اور قادر بالذات وبالاستقلال نہیں اعتقاد کرتا اسکو خدا کا خالص بندہ جانتا ہے، نہ خدائی کا شریک یا حصہ دار نہ معاذ اللہ چھوٹے درجہ کا خدا۔ اور بت پرست بت کو الٰہ اور قادر بالذات اور بالاستقلال اعتقاد کرتا ہے فافترقا۔ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر سورہ بقرہ میں فرماتے ہیں :- پیشانی را بر زمین رسانیدن بہر دو طریق واقع میشود یکے آنکہ برائے اداء حقِ عبودیت باشد این قسم در جمیع ادیان و جمیع ملل برائے غیر خدا حرام و ممنوع است و ہیچ گاہ جائز نہ شدہ زیرا کہ

از محرمات عقلی است و محرماتِ عقلیہ بتبدلِ ادیان و ملل متبدل نمی شوند
دو لمیکش آنکہ ایں نوعِ تعظیم مشعر لغایت تذلل است و غایتِ تذلل برائے کسے
سزاوار ہست کہ در غایتِ عظمت باشد و غایتِ عظمت آنست کہ ذاتی باشد
و عظمتِ ذاتی خاص بحضرتِ حق است و در ہیچ مخلوقے یافتہ نمی شود، دوم آنکہ
بجہتِ تکریم و تحیت باشد مانند سلام و سرخم کردن و ایں قسم باختلاف رسوم و
عادات و تبدلِ ازمنہ و اوقات مختلف است، گاہے جائز است و گاہے حرام
در امتہائے سابقہ جائز بود چنانچہ در قصہ حضرت یوسف و اخوانِ ایشاں
واقع شدہ کہ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا، واللہ سبحٰنہ تعالےٰ اعلم۔

ع۲ نیچری صاحب کا یہ دعویٰ کہ پردہ قرآنِ کریم کے خلاف ہے اور اسکی
یہ دلیل کہ مونھ چھپانے کا حکم کہیں قرآن میں نہیں، نہایت ہی عجیب ہے۔ اگر
یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ قرآنِ کریم میں مونھ چھپانے کا حکم نہیں ہے، تو پردہ کا
خلافِ قرآن ہونا کیسے لازم آئیگا؟ اسکی مثال یوں سمجھیے، جیسے کسی نے کہا کہ
نمازوں میں رکعتوں کی تعداد اور صلاتی افعال کی ترتیب قرآن کے خلاف ہے
کیونکہ اسکا حکم قرآن میں نہیں۔ تو جیسا یہ قول باطل ہوگا، ایسا ہی یہ استدلال
بھی باطل ہے۔ پردہ قرآن کے خلاف تو جب کہا جا سکتا تھا کہ قرآنِ پاک میں کہیں
یہ حکم ہوتا کہ عورتیں اجنبی مردوں کے سامنے بے پردہ رہیں۔ جب یہ نہیں تو پردہ کا
حکم قرآنِ پاک کے خلاف کسطرح ہوا؟ پھر آیۂ کریمہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ
اَبْصَارِهِمْ اور قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ان دونوں
آیتوں کو نیچری نے کس طمع میں پیش کیا ہے؟ ان آیات کے نفس ترجمہ سے
اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کو عورتوں کے دیکھنے سے اور عورتوں کو مردوں کے
دیکھنے سے منع فرمایا گیا۔ اس سے پردہ کی تاکید ہوتی ہے، اور یہ حکم پردہ کا

حالت میں کامل طور پر حاصل ہوتا ہے، تو اس آیت میں پردہ کی تائید ہے
یا مخالفت۔ اسکو بے پردگی کی سند بنانا عقل پر پردے پڑے ہونے کی دلیل ہے۔
نیچری صاحب کی یہ دلیل ایسی ہی ہے جیسے کوئی بد دین کہے کہ ناحق کسی کا مال لے لینے
کی ممانعت قرآن شریف کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن شریف میں فرمایا ہے
لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے
کہ مال ناحق لینا چاہیئے، اسلیے کہ جبتک مال ناحق نہ لیا جائے کھانے کی ممانعت
فضول۔ ایسے ہی دوسرا بے دین کہے کہ سُود لینے کی ممانعت قرآن شریف کے
خلاف ہے، کیونکہ قرآن شریف میں فرمایا ہے لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوٓا اس سے
صاف معلوم ہوتا ہے کہ سُود لینا چاہیئے، اسلیے کہ جبتک سُود لیا نہیں جائیگا
سُود کھانے کی ممانعت فضول ہوگی۔ جیسے ان بیدینوں کا شیطانی قیاس
باطل ہے، ایسا ہی نیچری کا یہ قول باطل ہے کہ آیۂ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا
سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کھلا رہنا چاہیئے، اسلیے کہ جبتک چہرہ نہیں کھلا
رہیگا، نیچی نظریں رکھنے کا حکم فضول ہے۔

اس ناداں نے یہ نہ سوچا کہ چہرہ کھلے رکھنے کے جواز پر آیت میں کونسی دلالت ہے
چہرہ کھلا رکھنا ناجائز ہو، تو کیا ضروری ہے کہ دنیا میں کوئی فاسق اسکا خلاف نہ کرے
اگر باوجود ناجائز ہونے کے کوئی چہرہ کھلا رکھے اور نیچری عورتوں کی طرح آزاد پھرے
وہ سامنے آئے تو اُسکو نہ دیکھنے اور نظر نیچی کر لینے کا حکم دینا اُسکی بے پردگی کے جواز
کی دلیل کسطرح ہو سکتا ہے۔ اس سے تو پردہ کی تو اور تائید ہوتی ہے کہ اگر کوئی
بے پردہ پھرنے والا بھی تمہارے سامنے آجائے، یا اتفاقیہ کسی اجنبی کا سامنا ہو جائے
تو بھی تم پردہ کے اہتمام میں کمی نہ کرو، اور اپنی آنکھیں نیچی کر لو۔ بے پردگی کی اجازت
منظور ہوتی تو نگاہیں نیچی کرنے اور نہ دیکھنے کا حکم کیا معنے رکھتا تھا۔ علاوہ بریں

آیت میں یہ کہاں ہے کہ اجانب کے سامنے ایسا کرنے کا حکم ہے ہمارے نزدیک
یہ حکم گھر کے اندر کا ہو، اور حیا کی تعلیم دی گئی ہو کہ محارم کے سامنے بھی نگاہیں
نیچی رکھیں۔ یہ کلام تو محض آیت کے الفاظ اور اسکے ظاہر ترجمہ پر نظر کر کے تھا کیونکہ
سائل صاحب جواب صرف قرآن شریف سے مانگتے ہیں۔ یہ اصرار بھی اُن کا
باطل ہے، جب قرآنِ پاک واجب الاتباع ہے، تو حدیثِ رسول اور تمام
دلائل شرعیہ بھی لازم القبول ہیں، بلکہ قرآنِ کریم کی فہم حدیث شریف سے حاصل
ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کلامی تفسیر کلام اللہ
یعنی میرا کلام قرآنِ پاک کی تفسیر ہے۔ اب ذرا اس آیت کی تفسیر بھی دیکھیے
تفسیر احمدی میں فرمایا الاظہر ان ھذا فی الصلوٰۃ لا فی النظر فان کل بدن
الحرۃ عورۃ لا یحل لغیر الزوج والمحرم النظر الیٰ شیئ منہا الا لضرورۃ
کالمعالجۃ وتحمل الشہادۃ یعنی ظاہر تر یہ ہے کہ آیت میں حکم نماز کا ہے نہ کہ
نظر کا، کیونکہ حُرّہ کا تمام بدن عورت ہے شوہر اور محرم کے سوا کسی کو اسکے بدن کا
کوئی حصہ دیکھنا جائز نہیں الا الضرورۃ۔ معالجہ وشہادۃ۔ نیچری صاحب
اس آیت کو تو پڑھ گئے اور اس سے پہلی آیت چھوڑ گئے جس میں صاف ارشاد تھا
یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا
عَلٰٓی اَہْلِہَا۔ جس میں غیروں کے گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت تھی، اس سے
آپ نے نہ سوچا کہ نیچری عورتوں کی طرح کھلا پھرنا جائز ہوتا تو مردوں کو دوسرے
گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت کیوں فرمائی جاتی؟ اسیرانِ شہوت
اپنی خواہشات کے لیے طرح طرح کی حیلہ جوئی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیقِ خیر دے۔
اسی طرح نیچری صاحب نے ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ لکھ کر
دھوکہ دینا چاہا ہے۔ بڑی بدنصیبی کہ انسان قرآنِ پاک جیسی سراسر ہدایت کتاب

گی آیات کو بھی دھوکہ دینے کے لیے پیش کرے۔ اور دھوکہ دینے ہی کی غرض سے آدھی آیت لکھی اور آدھی چھوڑ دی۔ اور پوری الفعف آیت یہ تھی یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ۔ یعنی اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیجئے اپنی بی بیوں سے اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی بی بیوں سے کہ برقعے اوڑھے رہیں یہ قریب ہے اسکے کہ پہچانی جائیں پس نہ ستائی جائیں یعنی برقع پوشی حرہ بی بیوں کے پہچاننے کے لیے علامت ہوگی۔ ایسا ہی تمام تفاسیر میں ہے۔ آیت کا نظم صاف اس مدلول پر دلالت کرتاہے۔ اگر وہ مطلب لیا جائے جو نیچری کہتاہے اور پہچاننا چہرہ دیکھ کر مقصود ہو، تو پہلی آیت جو اس نے نقل کی ہے اس میں غضِ بصر یعنی نگاہیں نیچی کرنے کا حکم کس لیے ہے اور دوسری آیات وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی وغیرہا کی مخالفت لازم آئے گی، بلکہ آیت کا یہ حصہ خود اپنے کے خلاف ہوگا، اور کلام الٰہی تو بہت بلند و بالا ہے ایسا تو کسی عاقل کا کلام بھی نہیں ہوسکتا۔ اس نیچری کا مطلب جب ثابت ہوتا کہ اس سے یکشفن وجوھھن ہوتا تو ذٰلِکَ مشار الیہ کشف کو بتایا جاسکتا تھا۔ جبکہ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ہے تو ذٰلِکَ سے مراد پردہ ہے نہ کہ بے پردگی۔ اللہ تعالیٰ عقل دے اور ہدایت فرمائے۔ محمد نعیم الدین

مسئلہ علم غیب

سوال :۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم بالغیب کے متعلق ہر جگہ گفتگوئیں ہوتی ہیں، دیوبندی لوگ اسکے انکار میں بہت مبالغہ

اور کہتے ہیں کہ خدا کے سوا اور کسی کے لیے غیب کا علم ثابت کرنا شرک ہے، اور
اپنی تائید میں قرآن پاک کی آیتیں اور حدیثیں بیان کرتے ہیں، اسکی حقیقت
کیا ہے؟ جواب مدلل ارشاد فرمایئے بینوا توجروا۔

الجواب:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ حبیبہ
الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہ۔ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
رب العزت تبارک و تعالیٰ نے جمیع اشیاء کا علم عطا فرمایا، حاضرہ ہوں یا غائبہ
صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔ قرآنِ کریم اور احادیثِ شریفہ سے یہ خوب اچھی طرح ثابت ہے
اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ
ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جو ہر شے کا بیان واضح ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا
کہ حضور کو جمیع اشیاء کا علم ہے، اور قرآنِ پاک میں اُن سب کا بیان، اور بلا اختلاف
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن کے عالم۔ دوسری آیت میں ارشاد ہوا
وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ اور اللہ نے
تعلیم فرمایا آپ کو جو آپ نہ جانتے تھے، اور اللہ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے۔
تیسری آیت میں ارشاد ہوا مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ
مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو!
تمہیں غیب کا علم دے، ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے
چوتھی آیت یہ ہے عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ
اللہ تعالیٰ عالمِ غیب ہے اپنے غیب پر کسی کو ظاہر و مسلط نہیں فرماتا مگر جسکو وہ انتخاب
کرے اپنے رسولوں میں سے" انکے علاوہ اور بہت کثیر آیات ہیں جن سے یہ مضمون
ثابت ہے۔ اب چند حدیثیں ذکر کیجاتی ہیں:۔

حدیث (۱):۔ بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذلك من حفظه ونسیه من نسیه حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرما کر ابتداءِ آفرینش سے اہلِ جنت اور اہلِ نار کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک کی خبر دی، جسے یاد رہا یاد رہا اور جو بھول گیا بھول گیا۔ بخاری شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجلسِ صحابہ میں ابتداءِ آفرینش سے دخولِ جنت و نار تک ہونیوالے جملہ وقائع و حوادث اور تمام حالات و مکنونات کی خبر دی۔

حدیث (۲):- بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ما ترك شیئا یکون فی مقامه ذلك الی قیام الساعة الا حدث به۔ یعنی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرمایا اور قیامت تک ہونیوالی کوئی چیز نہ چھوڑی جس کا بیان نہ فرمایا ہو۔

بخاری و مسلم کی اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک ہونیوالی ہر چیز کا بیان فرما دیا کوئی چیز چھوڑ نہ دی۔

حدیث (۳) مسلم شریف میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ زوی لی الارض فرأیت مشارقها ومغاربها یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹا پس میں نے اُسکے مشارق و مغارب کو دیکھا یعنی تمام زمین کو ملاحظہ فرمایا۔

مرقات المفاتیح میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا معناه ان الارض

زويت لی جملتها مرة واحدة فرأيت مشارقها ومغاربها یعنی میرے لیے
تمام زمین یکبارگی سمیٹی گئی پس میں نے اسکے مشارق و مغارب کو دیکھا۔
حدیث (۴) :- مواہب اللدنیہ میں طبرانی سے بروایت ابن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ مروی ہے قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالیٰ
قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ما هو کائن فیها الی یوم القیمة کانما
انظر الی کفی هذه۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
نے میرے لیے دنیا اٹھائی ہیں نے اسکو اور اس میں جو کچھ قیامت تک ہونیوالا ہے
سب کو ایسا ملاحظہ فرمایا جیسا اپنے اس کف دست کو۔
حدیث (۵) :- امام احمد و ترمذی نے ایک حدیث روایت کی اور اسکو
حسن و صحیح بتایا، اور ترمذی نے کہا کہ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کو
دریافت کیا انھوں نے فرمایا صحیح ہے، اس حدیث میں ہے فتجلی لی کل شئ
وعرفت، پس مجھے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔
ان آیات و احادیث سے خوب ظاہر و روشن ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے
اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع اشیاء کے علوم عطا فرمائے اور
کائنات کا کوئی ذرہ اور قیامت تک ہونے والا کوئی واقعہ و حادثہ الیسا نہ ہو جسکا
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم نہ دیا گیا ہو۔ اب جو شخص علم اقدس کا انکار کرتا ہے
باطل پر ہے، اور جو آیات و احادیث وہ پیش کرتا ہے ان میں علم ذاتی یعنی خود بخود
جاننے کی نفی ہے کسی میں تعلیم کی نفی نہیں، اور کسی ایک حدیث میں یہ نہیں کہ اللہ
تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علوم عطا نہیں فرمائے۔ چنانچہ
حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں فرماتے ہیں
المنفی علمه من غير واسطة واما اطلاعه عليه باعلام الله تعالیٰ فامر

متحقق قال اللہ تعالیٰ عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی نفی علم ذاتی کی کی گئی ہے اور ثبوت علم بتعلیم الٰہی کا ہے جو امر ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عالم غیب ہے اپنے غیب پر کسی کو ظاہر و مسلط نہیں کرتا مگر جسکو رسولوں میں سے چنے ۔ خفاجی علیہ الرحمہ کی اس عبارت نے فیصلہ کر دیا کہ عبارات نفی میں علم ذاتی مراد ہے اور عبارات اثبات میں علم عطائی، دونوں میں کوئی تعارض نہیں ۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم عطائی کے انکار میں آیات و احادیث پیش کرنا مغالطہ اور تغلیط ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے علم غیب کا مسئلہ خوب واضح و روشن اور دلائل و براہین سے موشح و مزین ہو چکا، اب مخالف کو مجال چون و چرا باقی نہیں ۔ بیانِ مسطورِ بالا سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے لیے بتعلیم الٰہی غیب کے علم کا اثبات شرک نہیں اور جو چیز نصوص سے ثابت ہو کس طرح شرک ہو سکتی ہے، اس کو شرک کہنا کھلی ہوئی گمراہی ہے ۔ شرک کہنے والا اس بات کا مدعی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا علم بھی معاذ اللہ عطائی اور بتعلیم غیر ہے، ایسا کہے تو یقیناً کافر اور نہ کہے تو اثبات علم عطائی پر شرک کا حکم لگانا کذب و باطل اور جہالت و ضلالت ۔ تمام عالم کے وہابی مل عمر بھر کوشش کریں تو بھی علم عطائی کو شرک ثابت نہیں کر سکتے ۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

نوٹ :- مسئلۂ علم غیب کی مزید تحقیق و تنقیح اور بے مثل و بے عدیل توضیح کا شوق ہو تو حضرت صدر الافاضل مولانا مولوی حکیم حافظ محمد نعیم الدین صاحب قدس سرہ کی تصنیفِ منیف "الکلمۃ العلیاء لاعلاءِ علم المصطفیٰ" ملاحظہ فرمائیے جس میں وہابیہ کے ہر ہر اعتراض کا مفصل و مدلل جواب ہے، اور جس شخص کی اس کتاب پر نظر ہو، وہابی اس سے اس مسئلہ میں گفتگو نہیں کر سکتا ۔

قرآنِ عظیم میں قسمیں یاد فرمانے کی حکمت اور وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے متعلق فتویٰ

سوال:- (۱) قرآن مجید میں جو مولیٰ تعالیٰ نے دن اور رات، سورج و قمر، زیتون والتین، اور طورِ سینا وغیرہ کی قسمیں اُٹھائی ہیں اس کی کیا ضرورت تھی اور اس میں کیا راز ہے؟

(۲):- وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے بارے میں تو جملہ مفسرین کا اجماع عند الذبح کی قید پر ہے، لیکن درمختار میں مذبوح لقدوم الامیر کی حرمت کا فتویٰ دیا گیا ہے گو اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ بحوالہ کتبِ فقہ مفصل تشریح فرما دیں امید ہے کہ آپ تھوڑا سا قیمتی وقت صرف فرما کر مختصر طور پر مگر جامع و مانع بحوالہ کتب جواب تحریر فرما دینگے آپ کی عنایت ہوگی۔ میں معترض نہیں بلکہ لیطمئن قلبی کا خواہاں ہوں۔ غلام رسول

الجواب بعون الکریم الوہاب۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ (۱)۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ ضرورت سے پاک ہے اُسے کسی چیز کی ضرورت نہیں وہ سب سے بے نیاز ہے۔ ضرورت دلیلِ نقصان و علامتِ امکان ہے تعالی اللہ عن ذٰلک علوًا کبیرًا واللہ غنی عن العٰلمین۔ البتہ اُسکے ہر کام میں حکمت ہے، خواہ بندوں کی فہم اُس حکمت تک رسائی کرے یا نہ کرے۔ قرآنِ کریم میں قسمیں یاد فرمائی گئیں، اسمیں بہت حکمتیں ہیں، اوّل تو یہ قرآنِ پاک محاورہ عرب میں نازل ہُوا، اور اثباتِ مطالب میں حلف و یمین عرب کا طریقہ مالوفہ ہے تو کلام کا اُسکے اسلوب پر ہونا مناسب

امام فخر الدین رازی قدس سرہٗ نے فرمایا والقرآن انزل بلغۃ العرب واثبات المطالب بالحلف والیمین طریقۃ مالوفۃ عند العرب۔

دوم اصولِ ہدایت وارشاد کا اقتضاء ہے کہ رہنمائی کے تمام مدارج ومراتب پورے کر دیئے جائیں اور قوم کے لیے جائے عذر نہ چھوڑی جائے پھر بھی وہ انکار ہی کرتی رہی تو اُس کی بدنصیبی۔

جہال کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ برہان کی اقامت اور دلائل کے وضوح کے بعد وہ یہ کہدیا کرتے ہیں کہ ہم علم میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم نے ہمیں علمی قوت سے دبایا مدعی پر اطمینان نہیں ہوا، ایسی حالت میں اور مزید دلائل قائم کرنا بیکار ہوتا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ اُنکے اطمینان اور قطع عذر کے لیے کلام کو مؤکد بقسم کیا جائے تاکہ انھیں عذر کرنے کا موقع نہ رہے کہ دلائل تک تو ہمیں رسائی نہ تھی قسم یاد کیجاتی تو ہماری تسلی ہو جاتی۔ اسلیے قرآنِ کریم میں اقامتِ دلائل اور براہین کے ساتھ مطالب پر اطمینان دلانے اور عذر دفع فرمانے کے لیے قسم یاد فرمائی جاتی ہے۔

سوم عرب جھوٹی قسموں سے بہت ڈرتے اور پرہیز کرتے تھے، انکا اعتقاد تھا کہ جھوٹی قسم کھانے والا ضرور برباد ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک میں قسمیں ذکر فرمائیں اور دین اسلام برابر ترقی میں رہا، یہ عرب کے لیے ایک دلیل تھی کہ یہ مضمون صحیح ہے ورنہ خود تمہارے اعتقاد کے بموجب اِن قسموں سے مؤکد کرنے کے بعد اسکا رواج روز بروز کیسے ترقی پر رہتا۔ چہارم قرآنِ کریم میں جسقدر قسمیں مذکور ہیں اُن میں غور کیجئے تو وہ سب کی سب مدعا کی زبردست دلائل ہیں۔ پیرایہ قسم کا ہے اور مضمون برہان کا والحمد للّٰہ العلیم الحکیم۔ اس کے علاوہ اور بہت وجوہِ حکمت ہیں اختصار میں اسی قدر پر اکتفاء کیا گیا۔

مسئلہ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اور عبارتِ درمختار کا مطلب

(۲) :- قرآنِ کریم میں ذبح کے متعلق دو حکم ہیں، ایک تو یہ کہ اس پر
خدا کا نام لیا گیا ہو، ورنہ ذبیحہ حرام قَالَ اللّٰهُ تعالیٰ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ
اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ دوسرا یہ کہ غیر کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ
سے ظاہر ہے۔ یہ دونوں حکم وقتِ ذبح کے ہیں، یعنی ذبح یا اسکا قایم مقام مثل
ارسال در ذبح غیر اختیاری جب ہی جائز ہو سکتے ہیں کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا
گیا ہو۔ یہ بات بحث طلب نہیں ہے کہ تسمیہ عند الذبح یا عند الارسال معتبر ہے
آیت صاف طور پر اس مدعا کو ثابت کر رہی ہے اور تمام اُمت کا اس پر اتفاق ہے
اسی در مختار میں ہے وَتُشْتَرَطُ التَّسْمِيَةُ مِنَ الذَّابِحِ حَالَ الذَّبْحِ اَوِ الرَّمْيِ
لِصَيْدٍ اَوِ الْاِرْسَالِ۔ اور ظاہر ہے کہ تسمیہ قبل یا بعد مفید حلت نہیں۔ در مختار
ہی میں ہے وَلَوْ سَمَّى الذَّابِحُ ثُمَّ اشْتَغَلَ بِاَكْلٍ اَوْ شُرْبٍ ثُمَّ ذَبَحَ اِنْ طَالَ وَ
قَطَعَ الْفَوْرَ حَرُمَ وَاِلَّا لَا۔ اب خوب ظاہر و روشن ہو گیا کہ تسمیہ عند الذبح معتبر ہے
در مختار ہی میں ہے وَالْمُعْتَبَرُ الذَّبْحُ عَقِيْبَ التَّسْمِيَةِ قَبْلَ تَبَدُّلِ الْمَجْلِسِ
اتنا پیشِ نظر رکھ کر ہر عاقل اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ذبح بنام خدا ہونا ضروری ہے
تو جہاں ذبح اختیاری ہو، وہاں عین وقتِ ذبح تسمیہ ضروری ہے، اور جہاں
غیر اختیاری ہو وہاں جو اسکا قایم مقام ہو، مثل ارسال و رمی وغیرہ اُس پر ہو گا
اور ایک گھنٹہ قبل تسمیہ و تکبیر کا وظیفہ پڑھتا رہا تھا، مگر وقتِ ذبح خدا کا نام نہ لیا
تو یہ ذبیحہ حلال نہ ہو گا۔ ذبح میں تسمیہ یعنی بنام خدا ذبح کرنا اسوقت پورا ہوتا ہے
جبکہ اسکے نام پاک کے ساتھ اور کسی کا نام شامل نہ کیا ہو، ورنہ ذبح خاص اُس کے
نام پر نہ ہوا۔ مسئلہ کے اس پہلو کو آیت کریمہ میں وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی

عبارت سے بیان فرمایا، تو مسئلہ پر نظر رکھنے والا ان دونوں آیتوں کو ملحوظ کرنے کے بعد اس یقین پر پہنچتا ہے کہ جسطرح تسمیہ عند الذبح ضروری ہے اسی طرح غیر کے نام سے مجرد ہونا بھی عند الذبح لازم ہے۔ اسی سے عامہ مفسرین عند الذبح کی قید لگاتے ہیں، اور یہ بالکل حق ہے، فقہاء کے کلام میں اس کی مخالفت کہیں نہیں پائی جاتی۔

اب یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ ذکرِ الٰہی کے ساتھ ذکرِ غیر کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ غیر کا نام، خدا کے نام کے ساتھ صورۃً و معنًی دونوں طرح موصول ہو۔ دوسرے یہ کہ فقط صورۃً موصول ہو نہ معنًی۔ تیسرے یہ کہ معنًی موصول ہو نہ صورۃً اس میں سب سے اخف شکل وصل صوری کی ہے کہ اس میں حقیقۃً وصل نہیں پھر بھی اس میں فقہاء نے بہت کلام فرمایا ہے۔ باقی دونوں صورتوں میں صرف فرق اتنا ہے کہ ایک میں صریح ہے، دوسرے میں غیر صریح، مگر ذکرِ الٰہی کی تجرید کما ینبغی دونوں میں حاصل نہیں، تو یہ دونوں صورتیں مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہیں۔ در مختار میں ہے وان عطف حرم نحو باسم اللہ واسم فلان او فلان لانه اهل به لغير الله۔ رد المحتار میں ہے لان الاهلال لله تعالى لا يكون الابذكر اسمه مجردا لاشريك له۔

اب معلوم ہو گیا کہ اہلال اللہ یہ ہے کہ وقتِ ذبح صرف اللہ کا نام لیا جائے اور ذکرِ الٰہی مجرد رہے، اور جہاں یہ بات نہ ہو بلکہ ذکرِ غیر بھی ملایا گیا ہو، تو وہ اہلال لغیر اللہ ہے، خواہ صورۃً و معنًی دونوں طریقے سے ہو جیسا کہ در مختار کی عبارت سے ابھی ظاہر ہوا، خواہ فقط معنًی ہو صورۃً نہ ہو، اسکی مثال در مختار کا مسئلہ ذبح لقدوم الامیر ہے۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ جس حالت میں نہ گوشت کا خود کھانا منظور نہ امیر نہ اسکے خدام کو کھلانا، نہ اس مذبوح سے کسی اور طرح کا انتفاع، بلکہ

اراقتِ دم کا مقصد، امیر کی طرف تقرب ہو تو گو صورۃً ذکرِ امیر نہیں، مگر معنیً
ذکرِ امیر موجود ہے، خواہ زبان سے عمر بھر کبھی امیر کا نام نہ لیا ہو، تو اب وقتِ
ذبح بسم اللہ اللہ اکبر کے ساتھ امیر کا نام حکماً مذکور ہے گو صراحۃً نہیں۔
ردالمحتار میں ہے لکن لما کان فی ذٰلک تعظیم لہ لم تکن التسمیۃ مجردۃ
للہ تعالٰی حکما کما لو قال بسم اللہ و اسم فلان تو اب وقت شرح غیر کے
اس ذکرِ حکمی کو منع فرمانے کے معنی یہ کسطرح ہو گئے کہ اہلال لغیر اللہ مطلقاً رفع الصوت
باسمِ غیرہ ہے اور اس میں وقت ذبح کا کوئی اعتبار نہیں۔ عجب لغویت ہے اتنا
نہیں سمجھتے کہ یہ سب وقتِ ذبح ہی کے تو احکام ہیں۔ ردالمحتار میں اس کی
شرح میں فرمایا اعلم ان المدار علی القصد عند ابتداء الذبح
اور جو اہلال لغیر اللہ کے معنی رفع الصوت لغیرہ لیتے ہیں اُنکے نزدیک تو ذبح
لقدومِ امیر محض قصد سے حرام ہونا ہی نہ چاہیئے کہ اس میں رفع صوت
باسم الامیر کا نام و نشان بھی نہیں۔ رفع صوت باسم اللہ ہے وہ کس مُونہہ سے
اُسکو حرام کہینگے۔ خلاصہ یہ کہ جسطرح تارک التسمیہ ناسیاً کو ذاکر حکماً قرار دیا گیا
ہے، اسی طرح قاصدِ تقرب امیر ذاکر اسم امیر عند الذبح قرار دیا گیا، اور مَآ
اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا محل وہی ذکرِ غیر عند الذبح رہا۔ تفاسیر سے اس میں اصلا
مخالفت نہیں، نہ مسئلۂ نذرِ اولیاء سے قطعاً کوئی مناسبت کہ وہاں مقصود
ایصالِ ثواب ہے نہ تقرب کما ھو الظاہر۔ اب ثابت ہو گیا کہ عبارت درمختار
تفاسیر کے بالکل مطابق ہے اور مخالفین کے مدعائے باطل کو اس سے کچھ فائدہ
نہیں پہنچا۔ واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم وعلمہ عز اسمہ اتقن و احکم۔

كتبه العبد المعتصم بحبله المتين
محمد نعيم الدين عفا عنه المعين

سُنّیوں کی مساجد میں غیر مقلد وہابی وغیرہ کے نماز پڑھنے کے متعلق

فتوےٰ

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین ان مسائل میں

(۱):- مسجدِ اہلِ سُنّت و جماعت میں حنفی امام کے پیچھے وہابی نماز پڑھتے ہیں اور آمین بالجہر کہتے ہیں، اُن کو منع کرنے سے زیادہ فساد ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا خانہ ہے آپ کو کوئی حق روکنے کا نہیں ہے' ہم لوگ آمین بالجہر ضرور کہینگے ایسی حالت میں اُن کو آمین بالجہر کہنے سے اُن کو روکا جاوے اور نہ ماننے پر مسجد میں آنے سے منع کیا جاوے تو کیا خلافِ مسئلہ ہوگا؟

(۲):- اگر وہابی لوگ مسجد مذکور میں بعد ممانعت کے حنفی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اپنی جماعت علیحدہ قایم کرکے آمین بالجہر بالاعلان کہیں تو کیا اُن کو وہ جماعت قایم کرنے دی جائیگی؟ یا وہ اگر جماعت قایم کرکے نیت باندھ چکے ہوں اور آمین بالجہر بالاعلان کہہ رہے ہوں' تو ایسی حالت میں کیا کرنا ہوگا؟ کیونکہ ہر وقت ایسے واقعات سے بلوہ کا اندیشہ ہے، اور وہ لوگ آمادۂ فساد ہیں۔

بینوا بالکتاب توجروا الیوم الحساب۔

الجواب بعون الکریم الوھاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم

اہلِ سُنّت کی مسجد صرف اہلِ سُنّت کے لیے ہے کوئی رافضی، خارجی، وہابی بدمذہب اس میں دخیل نہیں ہوسکتا۔ واقف کا وقف خواہ مسجد ہو یا مدرسہ اُس میں بدمذہب کو دخل نہیں پہنچتا۔ ردالمحتار میں ہے کمدرسۃ موقوفۃ علی الحنفیۃ مثلاً لا یملک احداً ان یجعلہا لاھل مذھب اٰخر مذہبِ حق مذہبِ اہلِ سُنّت ہے

باقی سب فرقے گمراہ اور ناری ہیں، یہی صراطِ مستقیم ہے، یہی طریق مسلمین ہے، اس پر قایم رہنے کا شرع مطہر نے حکم فرمایا، اسکے چھوڑنے والے کے حق میں وعیدیں وارد ہوئیں، قرآن کریم میں ارشاد ہوا وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ○ (ترجمہ) اور جو مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُسکے حال پر چھوڑ دینگے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی ہے" اس آیتِ کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے طریقہ کا اتباع لازم اور اسکی مخالفت حرام ہے۔ تفسیر مدارک میں ہے ای السبیل الذی ھم علیہ من المذھب الحنفی وھو دلیل علی ان الاجماع حجۃ لا تجوز مخالفتہا کما لا تجوز مخالفۃ الکتاب والسنۃ لان اللہ تعالیٰ جمع بین اتباع غیر سبیل المؤمنین وبین مشاقۃ الرسول فی الشرط وجعل جزاءہ الوعید الشدید فکان اتباعھم واجبا کموالاۃ الرسول۔

تفسیر خازن میں ہے وذلک لان اتباع غیر سبیل المؤمنین وھو مفارقۃ الجماعۃ حرام فوجب ان یکون اتباع سبیل المؤمنین ولزوم جماعتھم واجبًا۔ تفسیر احمدی میں ہے ویتبع غیر سبیل المؤمنین من عمل او اعتقاد اور اسی میں ہے ھذہ الآیۃ ھی التی تدل علی ان الاجماع کالکتاب والسنۃ اسی میں ہے الآیۃ تدل علی حرمۃ مخالفۃ الاجماع نیز اسی میں ہے واذا کان اتباع غیر سبیلھم محرما کان اتباع سبیلھم ممن عرف سبیلھم اتباع غیر سبیلھم ھذا لفظہ فعلم ان اتباع سبیل المؤمنین ای ما علیہ المؤمنون باجمعھم واجبۃ وذلک سمی بالاجماع فیکون حجۃ قطعیۃ یکفر جاحدہ کالکتاب والسنۃ المتواترۃ

ان عبارات سے ظاہر ہے کہ اعمال وعقائد میں طریق مسلمین کا اتباع واجب

مخالفت ناجائز، مستوجب وعیدِ شدید اور جماعتِ مسلمین سے مفارقت حرام اور جس امر پر مسلمان متفق ہوں وہ واجب، اسی کو اجماع کہتے ہیں، وہ حجۃ قطعیہ ہے کہ اسکا منکر، کتاب و سنّت کے منکر کی طرح بے دین ہے۔ یہ مضمون بکثرت نصوص سے ثابت ہے، حدیث شریف میں ہے اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار یعنی بڑی جماعت کا اتباع کرو کیونکہ جو اس سے جدا ہوا جہنم میں ڈالا جائیگا۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا ان اللہ لا یجمع امتی علی ضلالۃ وید اللہ علی الجماعۃ یعنی اللہ تعالیٰ میری اُمت کو گمراہی پر جمع نہ فرمائیگا۔

جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے۔ اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ جس امر پر امت متفق ہو، وہ باطل نہیں ہوسکتا کہ اس اُمتِ مرحومہ کا خدا نگہبان ہے فاللہ خیر حافظا۔ ان ادلۂ شرعیہ سے ثابت ہے کہ صراطِ مستقیم مسلمانوں کی راہ ہے جس پر وہ عامل ہوں، اور جو اس راہ سے جدا ہو جہنمی گمراہ بددین ہے اور ظاہر ہے کہ تمام مسلمان تقلید شخصی کرتے ہیں، اور صدہا سال اس پر عمل کرتے گزر گئے تو اس پر مسلمانوں کا اجماع ہوا، اور اسکا ماننا بحکمِ خدا و رسول واجب و لازم۔ تفسیر احمدی میں ہے قد وقع الاجماع علی ان الاتباع انما یجوز للاربع یعنی اس پر اجماع ہو چکا کہ فقط ائمہ اربعہ ہی کا باہمی اتباع جائز ہے نیز اسی میں ہے وینبغی ان یکون التقلید منحصر المذھب معین خاصۃ یعنی ضروری ہے کہ تقلید بالخصوص مذہبِ معیّن میں منحصر ہو۔ اور اسی میں ہے وللصنف اقالوا بالضلالۃ فرق الاھواء من المعتزلۃ والرافض والخوارج وغیرھم ویتعین الحق فی مذاھب اھل السنۃ والجماعۃ۔ یعنی اسی لیے اہل ہنر دل کی ضلالت کے قائل ہیں خواہ وہ معتزلہ ہوں یا روافض یا خوارج یا انکے سوا

اشباہ میں ہے وماخالف الائمۃ الاربعۃ مخالف الاجماع قد صرح فی التحریر ان الاجماع انعقد علی عدم العمل بمذہب المخالف للاربعۃ لانضباط مذاہبھم وکثرۃ اتباعھم۔ یعنی جو قول یا حکم ائمہ اربعہ کے مخالف ہو وہ اجماع کے مخالف ہے۔ امام ابن ہمام نے تحریر میں تصریح فرمائی کہ ائمہ اربعہ کے مخالف مذہب پر عمل کے ناجائز ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا کیونکہ ان کے مذاہب منضبط ہیں اور سواد اعظم ان کا اتباع کرتی ہے۔

اب بحمد اللہ تعالیٰ خوب اچھی طرح پایۂ ثبوت کو پہنچا کہ حق مذہب اہلِ سنت و جماعت ہے اور وہ ائمہ اربعہ کے مقلدین میں منحصر۔ اور تقلید شخصی پر اجماع منعقد۔ لامحالہ اسکا منکر اجماع کا منکر گمراہ بے دین بدترہ ہوا ہے ملانکو مسجد میں آنے دینا تو کیا جائز ہو سکتا ہے غیر مسجد میں بھی اُنکے ساتھ مصاحبت و ہمنشینی جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین تفسیر احمدی میں اسی آیۂ مبارکہ کے تحت میں فرمایا ان القوم الظلمین ھم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممتنع یعنی قوم ظالمین میں اہل بدعت اور فاسق و کافر سب داخل ہیں ان سب کے ساتھ قعود ممنوع ہے اور بکثرت احادیث ان فرق باطلہ کے ساتھ مجالست و مخالطت کے ممنوع ہونے میں وارد ہوئی ہیں اور مسلمانوں کو ان سے علیحدہ رہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے حدیث شریف میں ہے ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم اپنے آپ کو ان سے بچاؤ اور انھیں اپنے سے دور رکھو کہ تمہیں گمراہ نہ کریں اور فتنہ میں نہ ڈالیں جب ان گمراہ قوموں سے بچنا اور انھیں اپنے سے دور کرنا لازم ہے تو اہلِ سنت کے لیے اپنی مساجد میں انھیں آنے دینا کسطرح جائز ہو سکتا ہے؟ علاوہ بریں مساجد کی حرمت یہ ہے کہ فتنہ سے ان کو بچایا جائے، اور ان لوگوں کا مسجد

میں آنا یقیناً باعثِ فتنہ ہے۔ جہاں یہ مسجد میں آئے فتنہ انگیزی شروع کی۔ سیکڑوں جگہ مار پیٹ ہوئی ہے، مقدمہ بازی تک نوبتیں پہنچی ہیں۔

حموی شرح اشباہ میں ہے ومنہا ما یترتب علی ذٰلک فی کثیر من المساجد من اجتماع الصبیان واھل البطالۃ ولعبھم ورفع اصواتھم وامتہانھم بالمساجد وانتہاک حرمتہا وحصول اوساخ فیہا وغیر ذٰلک من المفاسد التی یجب صیانۃ المسجد عنہا۔ تو اہلِ اہوا جن کے آنے سے فساد کا قوی اندیشہ ہے انھیں مسجد میں آنے کی اجازت دینا کسطرح جائز ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اہلِ سنت کی مسجد میں وہابی وغیر مقلد کو کوئی حق نہیں، اسکے آنے سے فساد ہے، اور فساد سے مسجد کو بچانا واجب۔ نیز اُس کی صحبت مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔ علاوہ ان سب کے اُس کا آنا اور غیر مقلدانہ حرکات مسلمانوں کے لیے ایذاء ہے، اور جس سے ایذا ہو اُسکو مسجد سے روکنے کا مسلمانوں کو حق ہے۔ ردّ المحتار میں ہے والحق بالحدیث کل من اذی الناس بنفسہ ولسانہ وبہ یفتی ابن عمر وھو اصل فی نفی کل ما یتاذی بہ۔ لہٰذا مسلمان غیر مقلدین کو اپنی مسجد میں نہ آنے دیں وہ نہ مانیں تو قانونی طور پر اُنھیں رُکوا دیں واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عزاسمہ اتقن واحکم۔ کتبہ محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

قادیانی و بہائی کے ساتھ سُنّیہ کے نکاح کا حکم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پہلے قادیانی تھا، اب قادیانی ہونے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بہائی ہوں

یعنی بہاء اللہ کا معتقد اور اُسکے مذہب پر ہوں۔ بہاء اللہ وہ شخص ہے کہ جسکی نسبت اخبار وغیرہ میں لکھا ہے اور بہت مشہور ہے کہ وہ مدعی نبوت تھا، جسکا زمانہ عنقریب گزرا ہے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسلمہ سُنّیہ حنفیہ سیدانی لڑکی کا نکاح شخص مذکور سے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قادیانی مرزا کی نبوت کا قائل، ختم نبوت کے معنی متواتر کا منکر ہے اور وہ اسوجہ سے کافر ہے۔ اب اگر وہ بہائی ہوگیا تو اسوجہ سے اُسکا کفر اُٹھ نہ گیا جبتک کہ وہ اپنے کفر سے توبہ نہ کرے اور ختم نبوت کے معنی متواتر کو تسلیم نہ کرے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے بعد کسی نبی جدید کے آنے کے خیال سے تائب نہ ہو، اور تمام کفریات سے بیزاری کر کے از سرِ نو اسلام نہ لائے مسلمان نہیں ہو سکتا بہائی ہو جانا اس کفر سے پاک نہیں کر دیتا، بلکہ اب بھی وہ اُسی گندے کفر میں مبتلا ہے۔ مرزا نے جس قسم کا دین ایجاد کیا اور ضلالت کی جو راہیں اختیار کیں وہ سب اُسکی طبع زاد نہیں، اُس نے اپنے زمانہ سے قبل کے بے دینوں دجالوں سے بہت کچھ اخذ کیا، اور اُن سب کا پس خوردہ جمع کر کے ایک دوکان لگائی۔ اُنہی میں سے "بہائی" فرقہ بھی ہے، تو قادیانی سے بہائی ہو جانا ایک ہی سلسلہ کے کفریات میں گشت لگانا ہے۔ اب سب کی مکاری ختم نبوت کے معنی متواتر کے انکار کو اپنا اصول بنانے سے چلتی ہے۔ ۸۴۷ھ میں جونپور میں ایک شخص ہوا جسکا نام میراں سید محمد تھا اُسکے باپ کا نام سید خاں، ماں کا نام بی بی آغا ملک، ماں باپ کے نام بدل کر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوین کریمین کے نام پر رکھے۔ ماں کا نام آمنہ اور باپ کا نام عبداللہ رکھا، اور یہ شخص "مہدی" موعود بنا۔ اس سے بھی کام نہ چلا ماں باپ کے نام جاننے والوں نے اعتراض کیا، تو اس بدکار نے حضور اقدس ارواحنا فداہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے والدہ جد کا نام عبد اللہ ہونے سے انکار کر دیا، اور یہ مکر گڑھا کہ حضور اسم گرامی محمد عبد اللہ ہے ابن کا لفظ راویوں کی غلطی سے زیادہ ہوگیا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس شخص کے معتقدین اسکی مہدیت کی تصدیق کو فرض اور اسکا انکار کفر جانتے تھے۔ لہٰذا ابھی اسی راستہ پر چلا ہے۔ جیطرح مرزا کے گھر والوں کو اسکے معتقدین "اہلِ بیت" اور اسکی بی بی کو "ام المومنین" کہہ کر ایوانِ رسالت کی نقل اتارتے ہیں، اسی طرح میراں سید محمد کے یہاں خلفاء راشدین پانچ۔ اور صدیق دو، اور مبشر بالجنہ بارہ، اور چوہتر فرقے، اور جنگ بدر، اور فاطمہ اور حسن ولایت سب بنا لیے گئے تھے۔ یہ لوگ اپنے گرو میراں سید محمد کو خلفاء راشدین اور انبیاء و مرسلین سے افضل اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مرتبہ میں ہمسر اور برابر ٹھہراتے تھے اور اسکو مفترض الطاعۃ سمجھتے تھے، شریعتِ طاہرہ کے احکام ناسخ اور صاحبِ شریعتِ جدیدہ مانتے تھے، اس پر وحی آنے کے معتقد تھے، چنانچہ انکے رسالہ "ام العقائد" میں اسکی وحی یوم لکھی ہے:۔ قال الامام المہدی صلی اللہ علیہ وسلم علمت من اللہ بلا واسطۃ جدید الیوم قل انی عبد اللہ تابع محمد رسول اللہ محمد مہدی الزمان وارث نبی الرحمٰن عالم علم الکتاب والایمان مبین الحقیقۃ والشریعۃ والرضوان۔ اس وحی شیطانی کی زبان اور مضمون بھی قابل دید ہے، یہ شخص بلا واسطہ اللہ سے اخذِ علوم کا مدعی تھا، سنا ہے اس میں بھی وحی کا دعوی کرتا تھا، اور نئے نئے احکام کا نزول بتاتا تھا، زکوٰۃ میں بہت سی قطع و برید لگائی تھیں، اسکے عقائد فاسدہ اور مکائد کاسدہ کہاں تک بیان کیے جائیں، علماء عرب و عجم اور فضلاء مکہ مکرمہ نے ان لوگوں کے کفر و قتل کے فتوے دیئے اور شاہانِ اسلام نے انھیں سزائیں دیں اور ہلاک کر دیا۔ پھر اس قسم کا کفر ایران سے پیدا ہوا:۔

۱۸۱۹ء میں شیراز میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام مرزا علی محمد تھا، اسی کو ”باب“ کہتے ہیں، اور اسکے معتقدین اُس پر ایمان لانے والے ”بابی“ کہلاتے ہیں۔ یہ شخص بھی مہدی ہونے کا مدعی تھا اپنے آپ مثل حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اور ایک اور شخص کو جسکا لقب اُس نے من یظہرہ اللہ رکھا تھا مثل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہتا تھا۔ چنانچہ کتاب بہاء اللہ کی تعلیمات کے صفحہ ۷ میں اسی مرزا علی محمد باب کا یہ قول مذکور ہے کہ ”میں مثل یحییٰ کے ہوں اور من یظہرہ اللہ جل ذکرہ مثل حضرت عیسیٰ کے ہیں“ اس مرزا علی محمد باب نے پیغمبری کا بھی دعویٰ کیا، بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۰ میں ہے ”سید مرزا علی محمد باب نے بھی پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے“ اس نے اپنی علیحدہ شریعت بنائی تھی، کتاب بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۴ میں اُسکا یہ قول موجود ہے ”میں نے جو شریعت لکھی ہے اس پر عمل کرنے کا حکم اُسی وقت تمکو ملے گا جبکہ من یظہرہ اللہ ظاہر ہوگا، اور اس شریعت میں سے وہ جس بات کو پسند کرلیگا اُس پر عمل کرنے کا حکم دیگا، اور جسکو وہ پسند نہ کریگا اُسکو تم مت کرنا۔“

طہران میں سب سے پہلے مرزا حسین علی اس پر ایمان لایا، مرزا علی محمد نے اُسکو بہاء اللہ کا لقب دیا۔ اس مرزا حسین علی عرف بہاء اللہ نے دعویٰ کیا کہ وہ من یظہرہ اللہ ہے جس کی علی محمد باب نے بشارت دی ہے۔ کتاب بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۹ میں ہے ”ایڈریانوپل میں بہاء اللہ نے کہا کہ جس شخص کی بشارت مجھکو حضرت باب نے دی ہے اور جس کی راہ میں اُنھوں نے جان فدا کی وہ میں ہی ہوں من یظہرہ اللہ میرا لقب ہے۔“ اس بہاء اللہ پر ایمان لانے والے ”بہائی“ کہلاتے ہیں۔ کتاب مذکور کے صفحہ ۲۰ میں ہے ”جنھوں نے حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ قبول کیا اُن کا نام ”بہائی“ ہو گیا۔“

بہاء اللہ خدا کی طرف سے بے واسطہ علم ملنے اور مبعوث من اللہ ہونے کا مدعی تھا۔ بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۲۵ میں ہے ”یکایک خدا کی نسیم لطف مجھ پر گزری اور جو کچھ

ابتدائے آفرینش سے ابتک ظہور میں آیا اُسکا علم اُس نے مجھے دیا" صفحہ ۳۶ میں لکھا "اُسی نے مجھکو حکم دیا کہ میں اُسکے نام کی منادی کردوں" صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے "ہم خدا اور اُسکے حکم پر جو ہم پر اور ہم سے پہلے نازل ہوا ہے ایمان لاتے ہیں" اس بہاء اللہ نے اپنی نبوت کا سکہ جمانے کے لیے ختم نبوت کا انکار کیا، چنانچہ صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے "پیغمبروں کا ظاہر ہونا محال اور غیر ممکن نہیں جانتے اور اگر کوئی شخص اس بات کو محال جانے، تو پھر اُس میں اور اُن لوگوں میں کیا فرق ہے جنھوں نے خدا کے ہاتھوں کو بندھا ہوا سمجھا (وہ کون؟ جمہور اہل اسلام اور مخصوص ...) اگر یہ لوگ خدائے تعالیٰ کو مختار جانتے ہیں، تو انھیں لازم ہے کہ اُس شہنشاہ ازلی کے ہر حکم کو قبول کریں جو اُسکے رسول کی معرفت صادر ہوں" صفحہ ۳۵ میں لکھا ہے "الطافِ باری کی ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا نے جگا کر مجھے یہ حکم دیا کہ میں زمین و آسمان کے درمیان اُسکے نام کی منادی کردوں، یہ بات میں نے خود نہیں کی، بلکہ خدا ہی کی طرف سے کی، اسکی ہدایت ہوئی تھی" صفحہ ۴۱ پر یہ قول لکھا ہے "میرا علم خدا کا عطا کردہ ہے کسی انسان سے حاصل نہیں کیا ہے" اس بہاء اللہ نے شرع کے احکام کو بھی درہم برہم کردیا ہے اور نئے حکم اپنے دل سے تراشے ہیں، چنانچہ اسی کتاب "بہائی اللہ کی تعلیمات" کے آخر حصہ کے صفحہ ۷ میں لکھا ہے "خدا تمکو نکاح کا حکم دیتا ہے مگر خبردار دو سے زائد نہ کرنا" تیسری طلاق کے بعد کی حرمت اور بغیر حلالہ عدم حلت کے حکم کی تبدیل۔ صفحہ ۱۸ اسی کتاب میں ہے "خدا نے منع کردیا کہ جو تم تیسری طلاق کے بعد کیا کرتے تھے" گانا باجا سب حلال کردیا، اسی کتاب کے صفحہ ۴ میں ہے "ہم نے حلال کیا تمہارے اوپر گانے اور بجانے کا سننا" اس گروہ کا دستور تقیہ کرنا بھی ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۷ میں اس کا اقرار ہے۔
اتنے بیان سے ظاہر ہوگیا کہ مرزا غلام احمد اور بہاء اللہ ختم نبوت کے معنی

متواتر کے انکار میں شریک ہیں، دعوئے مہدیت میں شریک ہیں، مثل مسیح ہونے کے دعوے میں شریک ہیں، رسالت اور وحی کے دعوے میں شریک ہیں، تبدیل احکام شرع میں شریک ہیں، دونوں کے کفر ہوئے۔ اب بہاء اللہ خود بھی رسول بنتا ہے اور اپنے اوپر وحی آنے، بے واسطہ اللہ سے علم پانے کا بھی مدعی ہے، اور مرزا علی محمد کو بھی پیغمبر مانتا ہے، حلال کو حرام، اور حرام کو حلال بھی کرتا ہے، کتنے کفروں میں مبتلا، اور اپنے معتقدین کو مبتلا کرنیوالا ہے، یقیناً اسکی تصدیق کرنیوالے کافر و مرتد، خارج از اسلام ہیں۔ شفاء شریف میں ہے وکذلک قال من تنبأ وزعم انہ یوحیٰ الیہ قالہ سحنون وقال ابن القاسم دعی الی ذلک سرا او جھرا قال اصبغ وھو کالمرتد لانہ کفر بکتاب اللہ مع الفریۃ علی اللہ وقال اشھب فی یھودی تنبأ او زعم انہ یوحیٰ ارسل الی الناس او قال ان بعد نبیکم نبی انہ یستتاب ان کان معلنا بذلک فان تاب والا قتل وذلک لانہ مکذب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ لا نبی بعدی مفتر علی اللہ فی دعواہ علیہ الرسالۃ والنبوۃ۔

علامہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں وقد یکون فی ھٰؤلاء من یستحق القتل کمن یدعی النبوۃ بمثل ھذہ الخزعبلات او لطلب تغیر شئ من الشریعۃ ونحو ذلک۔

اب ثابت ہوگیا کہ وہ شخص قادیانی تھا جب بھی کافر تھا، اور بہائی ہوا اب بھی کافر ہے، اسکے ساتھ مسلمہ کا نکاح نہیں ہو سکتا ہمیشہ حرام ہوگا والعیاذ باللہ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ عز اسمہ اتقن واحکم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

فتویٰ ایصالِ ثواب ـ حکم زوجۂ مفقود ـ خطبہ میں اردو خلافِ سنت ہے

استفتاء

(۱) :- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین ذیل کے مسائل میں کہ میت کے ثواب کے لیے جب قرآن خوانی ہوتی ہے تو اسوقت جو لوگ قرآن پڑھنا نہیں جانتے ہیں، وہاں پر کلمۂ طیبہ یا سورۂ اخلاص وہ لوگ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) زوجۂ مفقود الخبر کے نکاح ثانی کرنے کے بارے میں خلاصۃ المسائل میں جو مسئلہ درج ہے کہ زوجۂ مفقود الخبر بعد انتظاری چار سال چار ماہ کے نکاح ثانی کر سکتی ہے جس کے صحیح ہونے میں تقریباً تیس مولویوں کے دستخط درج ہیں تو ہمارے حنفی المذہب کے علماء کی کیا رائے ہے؟ حنفی مذہب کے سب علماء اس مسئلہ میں متفق ہیں یا مختلف، اور یہ مسئلہ کس مذہب کا ہے، حنفی اس مسئلہ پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مفصل جواب تحریر فرمایئے بینوا توجروا۔

(۳) خطبۂ جمعہ کے درمیان یعنی خطبۂ اول و ثانی کے درمیان میں کچھ وعظ کہنا یا جو اردو نظم یا نثر میں درج ہے سب خطبوں میں اسکا پڑھنا کیسا ہے یہاں پر لوگ عربی بالکل نہیں سمجھتے ہیں، تو اگر خطبہ میں کچھ اردو نہیں پڑھی جائیگی تو لوگ کیا سمجھیں گے۔ لوگوں کی ہدایت کے لیے کچھ اردو میں نصیحتیں درمیان خطبہ کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیسا ہے؟ مفصل طور سے تحریر فرمایئے گا، جائز ہے یا مکروہ، اگر مکروہ ہے تو کون مکروہ ہے تنزیہی یا تحریمی

بینوا توجروا فقط سائل اصغر علی از جزیرہ جلواناس

الجواب :- (۱) ثوابِ میت کے لیے جو قرآن شریف پڑھے ہوئے ہوں وہ جو آیتیں اور سورتیں یاد رکھیں انکو پڑھیں، جو بالکل بے پڑھے ہوں وہ کلمۂ

پڑھکر ثواب پہنچائیں کہ ذکرِ الٰہی عبادت ہے اور نماز روزہ حج قرأت قرآن اذکار صدقہ وغیرہ ہر چیز کا ثواب میّت کو پہنچتا ہے۔ فتوٰی عالمگیری میں ہے الاصل فی ہذا الباب ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃً کان او صوماً او صدقۃ او غیرہا کالحج وقراءۃ القرآن والاذکار وزیارۃ قبور الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام والشہداء والاولیاء والصلحین وتکفین الموتی وجمیع انواع البرکۃ فی غایۃ التروجی شرح الھدایۃ۔ عبادتِ بدنیہ ومالیہ کے ثواب کا میّت کو پہنچنا اہلِ سُنّت کا متفقہ مسئلہ ہے نصوصِ کثیرہ اسکی شاہد ہیں

(۲)۔ مفقود الخبر کی زوجہ اُسوقت تک نکاح نہیں کر سکتی جبتک کہ قاضی اُس کی موت کا حکم کرے اور وہ موت کی عدت گزار دے۔ عینی شرح کنز میں ہے وتعتد امرأتہ وورث منہ ای من المفقود حینئذ ای حین حکم بموتہ اما قبلہ ای قبل ذلک در مختار میں ہے انما یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لایکون حجۃ۔ اب رہی یہ بات کہ قاضی کب حکم کرے، ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ اُسکی موت کا اندازہ اُسکے ہموطن اقران کی موت سے کیا جائیگا۔ جب وہاں اُسکے ہم عمر مرچکیں تو قاضی اُسکی موت کا حکم کر سکتا ہے۔ علامہ شیخ مصطفےٰ شرح کنز میں فرماتے ہیں وفی ظاہرہا فانہ یقدر بموت اقرانہ من اہل بلدہ علی المذہب۔ قران کی موت کتنے عرصہ میں ہوتی ہے اس میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں، ایک قول تو یہ ہے کہ نوّے سال کی عمر ہونے تک، کنز میں اسی کو اختیار کیا ہے ہدایہ میں اسی کو اوفق بتایا ہے۔ ذخیرہ میں فرمایا علیہ الفتوٰی۔ ایک قول سَو برس کا، ایک ایکسو بیس برس کا ہے۔ متاخرین نے ساٹھ برس اختیار کیے امام ابن ہمام نے ستر برس کو مختار فرمایا، یہ تو علماءِ حنفیہ کا مسلک ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار سال گزرنے پر قاضی ان دونوں میں

تفریق کر دے، اور عورت کی عدّت گزار کر چاہے تو نکاح کر لے۔ عینی شرح کنز میں ہے قال مالک اذا مضی اربع سنین یفرق بینہما و تعتد عدۃ الوفاۃ ثم تتزوج ان شاءت۔ اگر ضرورت شدیدہ ہو، اور تفریق نہ کرنے سے کسی فتنۂ قویہ کا اندیشہ ہو، تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے پر حکم کیا جائے۔ رد المحتار میں ہے لکن قدمنا ان الکلام عند تحقق الضرورۃ حیث لم یوجد مالکی یحکم بہ واللہ سبحنہٗ اعلم۔

(۳) :- خطبۂ جمعہ میں اردو پڑھنا خلاف سنت ہے اور مکروہ ہے۔ زمانۂ صحابہ میں عجمی ممالک فتح ہو گئے تھے کہیں خطبہ غیر عربی میں ثابت نہیں۔ نصیحت کے لیے خطبہ کے علاوہ دوسرے وقت وعظ کیا جائے۔

محمد نعیم الدین غفرلہٗ ۵ا جمادی الاخری ۱۳۴۷ھ

فتویٰ گاؤں میں نمازِ جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

سوال :- جمعہ کی نماز شہر کے علاوہ کس مقام پر ہونی چاہیئے؟ واضح رہے کہ وہ مقام جو شہر سے باہر ایک میل کے فاصلہ پر ہے جمعہ ہو سکتا ہے، اگر نہیں ہو سکتا ہے تو کیا کرنا چاہیے کہ جمعہ کی نماز ہو جائے؟ نیز اس گاؤں کے آدمی اتنی فرصت نہیں رکھتے کہ شہر جا کر جمعہ ادا کر سکیں، اور علاوہ اس شہر کے یا گاؤں کے آدمیوں کے دوسرے گاؤں کے لوگ آ کر بھی جمعہ پڑھیں تو درست ہے یا نہیں؟ والسلام علیکم

مرسلہ شیخ رحیم بخش چاولہ از قصور پنجاب

الجواب :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
جمعہ کی صحت ادا کے لیے مصر (شہر) شرط ہے، اور فناءِ شہر یعنی شہر کے گرد و پیش کا وہ میدان جو اہلِ شہر کے حوائج و مصالح میں کام آتا ہو شہر کے حکم میں ہے۔ ابن الہمام

نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوٰۃ الفطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع الحدیث فقہ کے تمام متون و شروح میں اسکی تصریح ہے، تو جو آبادی فناءِ شہر میں نہیں، خواہ وہ شہر سے قریب ہو، اس میں جمعہ صحیح نہیں، نہ ان لوگوں پر جمعہ واجب۔ بحر الرائق میں ہے، فان المذھب عدم صحتہا فی القری فضلا عن لزومہا و فی التجنیس ولا تجب الجمعۃ علی اھل القری وان کانوا قریبا من المصر لان الجمعۃ انما تجب علی اھل الامصار اھ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ عز اسمہ اتقن واحکم

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

تثویب

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرع متین اس باب میں کہ بروزِ جمعہ جو قبل از نماز سنت جمعہ بآوازِ بلند "الصلوٰۃ قبل الجمعہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" پکارتے ہیں، یہ پکارنا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ ——— مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر اہلحدیث امرتسر اور مولانا مولوی مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی پیش امام صاحب گدگہ، مولوی جلال الدین رائباغی۔ مولوی عبد الحی رائباغی مدرس، محمد ایوب دہلوی، اور مولوی احمد علی لاہوری کے فتوے ہیں "الصلوٰۃ سنت قبل الجمعہ" کا کہنا بے اصل ہے، اور کتاب خنان السیر جو تصنیف مولوی عبد الحی بنگلوری محدث کی ہے، اس میں لکھا ہے کہ مدارج النبوۃ و شرح وقایہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہ اس (تثویب) کا کوئی ثبوت نہیں، اسکا ترک کرنا بہتر ہے ——— کیا اس کتاب خنان السیر، اور اوپر کے لکھے ہوئے مولویوں

کے فتووں پر اعتبار کر کے تثویب الصلوٰۃ قبل الجمعہ سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کا کہنا موقوف (ترک) کر دینا چاہیئے؟ اس مسئلہ کا بحوالہ کتبِ احادیث و فقہ
حل فرما دیں۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم
صورتِ مذکورہ بالا میں تثویب جائز ہے اور اشخاص مذکورۂ سوال کا انکار غلط
اور باطل، یقیناً نماز بِرّ و تقوے میں داخل، کہ اللہ رب العزۃ عز و علا تبارک و تعالےٰ
ارشاد فرماتا ہے:۔ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ج
وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ لا وَ
السَّآىِٕلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ج وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ج وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ
اِذَا عٰهَدُوْا ج وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ط اُولٰٓىِٕكَ
الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ط وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ o کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ
مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت
اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے
رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑانے
میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں
اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت، یہی ہیں جنھوں نے بات سچی کی
اور یہی پرہیزگار ہیں۔ اس آیۂ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز ہر تقوے میں داخل
اور نماز بِرّ و تقویٰ ہے اور مسلمانوں کو نماز کی ترغیب و دعوت دینا اور نماز کا اعلان
کرنا بِرّ و تقوے پر معاونت ہے جس کا قرآن کریم میں حکم ہے قال اللہ تعالیٰ تَعَاوَنُوْا
عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کہ بِرّ و تقوے پر معاونت کرو۔ الحمد للہ کہ تثویب کا جواز خاص

قرآن شریف سے ثابت ہوا، منکرین متعجلین کو شرمانا چاہیئے، اللہ تعالیٰ قبولِ حق کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اب کتبِ فقہ پر ایک سرسری نظر ڈالیے۔ کنز الدقائق میں ہے ویثوب علامہ شیخ مصطفےٰ علیہ الرحمہ شرح کنز میں فرماتے ہیں ویثوب فی جمیع الصلوٰۃ عینی شرح کنز میں ہے ویثوب من التثویب وھو عود الی الاعلام وانما اطلقه لتبنیھا علی استحسنه المتاخرون من التثویب فی کل الصلوٰۃ لظھور التوانی فی الامور الدینیة۔ نیز اسی میں ہے وما استحسنه المتاخرون وھو التثویب فی سائر الصلوٰۃ لزیادۃ غفلة الناس۔ مستخلص الحقائق میں ہے واستحسن المتاخرون التثویب فی سائر الصلوٰۃ لزیادۃ غفلة الناس والیه اشار المصنف بقوله ویثوب بغیر فصل بین الفجر وغیرھا۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے ویثوب بعد الاذان فی جمیع الاوقات لظھور التوانی فی الامور الدینیه فی الاصح وتثویب کل بلدۃ بحسب ما تعارفه اھلھا طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے استحسنه المتاخرون وقد روی احمد فی السنن والبزار وغیرھما باسناد حسن موقوفًا علی ابن مسعود ما راٰہ المسلمون حسنًا فھو عند اللہ حسن بدائع ملک العلماء امام کاشانی رضی اللہ عنہ میں ہے عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه انه قال کان التثویب علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الصلوٰۃ خیر من النوم۔ نیز اسی میں ہے فصار سائر الصلوٰۃ فی زماننا مثل الفجر فی زمانھم فکان زیادۃ الاعلام من باب التعاون علی البر والتقوی فکان مستحسنًا بحر الرائق میں ہے واطلق فی التثویب انه لیس له لفظ یخصه بل تثویب کل بلد علی ما تعارفوہ اما بالتنحنح او بقوله الصلوٰۃ الصلاۃ او قامت قامت لانه للمبالغة

فی الاعلام وانما یحصل بما تعارفوہ فعلی ھذا اذا احدث الناس اعلاماً مخالفاً لما ذکر جاز کذا فی المجتبیٰ وافاد انہ لا یخص صلوٰۃ بل ھو فی سائر الصلوٰۃ وھو اختار المتاخرین لزیادۃ غفلۃ۔ آیاتِ مذکورہ وعباراتِ منقولہ سے ظاہر وباہر واضح وباہر کہ نماز کے بعد اذانِ اعلام جسکو تثویب کہتے ہیں جمعہ وغیرہ تمام نمازوں میں جائز اور متاخرین کے نزدیک مستحسن اور منکرین کا انکار اور اصرار بالکل غلط اور بیکار واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتقن واحکم

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

مدینۂ طیّبہ کو یثرب کہنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے مدینۂ طیّبہ کو یثرب نہ کہنا چاہیئے، کیونکہ وہ مشتق ہے ثرب سے جسکے معنی فساد کے ہیں۔ یا یہ وجہ ہے کہ یہ نام ایک کافر کا تھا، اس سے ایسی زمینِ پاک کو نسبت کرنا سخت مذموم ہے۔ نیز حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُسَمِّیَ الْمَدِیْنَۃَ طَابَۃَ کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا کہ مدینہ کا نام طابہ رکھوں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جو شخص مدینہ کی طرف کسی بدبو کی نسبت کرے یا وہاں کی ہوا کو بُرا کہے یا پسند نہ کرے، تو وہ شخص واجب التعزیر ہے اسکو قید کیا جائے یہانتک کہ وہ توبہ خالص کرے۔ اور عمرو کہتا ہے کہ اگر یہ لفظ برا ہوتا تو حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی ایسا کیوں لکھتی کہ ؎

کے بود یارب کہ رُو در یثرب و بطحا کنم
گہ بمکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم

تو معلوم ہوا یثرب لکھنا جائز ہے، اور متاخرین شعراء نے بھی اسکو لکھا ہے

جیسے مولانا تمنا صاحب یا مولانا فرید احمد وفا صاحب، تو اس بناء پر زید کا قول کسی طرح صحیح اور قابلِ تسلیم نہیں۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا قول زید کا صحیح ہے یا عمرو کا؟ بینوا وجروا۔

العبد فقیر عبدالمصطفیٰ محمد صابر حسین المخاطب بصابر اللہ شاہ اشرفی مراد آباد
مشتاق حسین عرف کلن اشرفی سادہ کار مراد آباد

الجواب:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؛ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
صورتِ مسئولہ میں زید کا قول صحیح اور قابلِ اعتماد و مطابق حکمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اسلیے کہ حدیثِ پاک میں مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے سے ممانعت وارد، اور یثرب کہنا منافقین کی طرف منسوب ہے۔ نیز یثرب اسمِ قبیح ہے، اور طیبہ یا مدینہ اسمِ حسن، اور اسماءِ حسنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محبوب ہیں۔ اور اسماءِ قبیحہ کی نسبت مبغوض، لہٰذا مدینہ طیبہ کو طیبہ، طابہ، مدینہ کہنا ہی چاہیئے۔ یہی احمد ہے، یہی محمود۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرت بقریۃ تاکل القریٰ یقولون یثرب وھی المدینۃ الحدیث۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ کو ایسے شہر کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا گیا کہ تمام شہروں پر غالب آجائیگا، لوگ اُسکو یثرب کہیں گے حالانکہ وہ مدینہ ہے۔" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کی مرضی ہے کہ اِس شہرِ پاک کو بجائے یثرب کے مدینہ کہنا چاہیئے، اور یثرب نام رکھنا اِس بقعۂ طاہرہ کے لیے غیر مناسب ہے۔ اور اسکی شرح فتح الباری میں یقولون یثرب وھی المدینۃ کے تحت میں ہے ای لبعض المنافقین یسمیھا یثرب واسمھا الذی یلیق بھا المدینۃ۔ یعنی بعض منافقین مدینہ طیبہ کو یثرب کہتے ہیں

اور یہ اُسکی شان کے لائق نہیں اُسکی شان کے لائق نام "مدینہ" ہے۔ دوسری
حدیث میں حضرتِ امام احمد روایت فرمائی ہے من سمی المدینة یثرب فلیستغفر
ہی طابة... یعنی جو شخص مدینہ طیبہ کا نام یثرب رکھے اُسے چاہیئے کہ استغفار کرے
اسکا نام تو طیبہ ہے - ایک اور حدیث میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نھی ان یقال المدینة یثرب رواہ عمر وابن ابی شیبہ من حدیث ابی
یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ مدینہ کو یثرب کہا جائے
اسی فتح الباری میں ہے ولھذا قال عیسیٰ ابن دینا من المالکیة من سمی
المدینة یثرب کتبت علیہ خطیئة وقال وسبب ھذا الکراھة لان یثرب
اما من التثریب ھو التوبیخ والملامة او من الثرب وھو الفساد وکلاھما
مستقبح وکان صلی اللہ علیہ وسلم یحب الاسم الحسن ویکرہ الاسم القبیح
یعنی ان ہی احادیث شریفہ کی بنا پر عیسیٰ ابنِ دینار مالکی نے فرمایا جس نے مدینہ کا نام
یثرب لکھا اُس پر گناہ لکھا گیا، اور فرمایا کہ اس کراھة کی وجہ یہ ہے کہ
یثرب یا تو تثریب سے بنا ہے اسکے معنی جھڑکنے اور ملامت کرنے کے آتے ہیں
اور یا ثرب سے بنا ہے، اسکے معنی فساد اور خرابی کے ہیں، اور یہ دونوں معنی
قبیح اور بُرے ہیں، اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اچھے نام کو محبوب
رکھتے تھے، اور بُرے نام کو ناپسند فرماتے تھے۔

ان احادیث اور تصریحاتِ اکابر سے صاف طور سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ
کو یثرب کہنا شرعاً مکروہ و ممنوع ہے اور اس پر استغفار کرنے کا حکم ہے
اور اس یثرب کے معنی ایسے قبیح ہیں کہ جسکو مدینہ طیّبہ کی طرف منسوب کرنا
سخت بُرا ہے۔ لہٰذا قول زید کا صحیح اور قول عمرو کا غیر صحیح ہے۔ رہا عمرو کا
استدلال حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے، سو یہ صحیح نہیں کہ

حدیث میں ممانعت وارد ہوئی تو اسکے مقابل کسی بزرگ کے کلام میں اس لفظ کے استعمال کا پیش کرنا کیا مفید۔ کلام رسول کے لیے کلام غیر ناسخ نہیں ہو سکتا علاوہ بریں حضرت جامی کے کلام کی بہت عمدہ توجیہ یہ ہے کہ یثرب سے حوالی و حوالی مراد ہیں، نہ خاص شہر مدینہ۔ چنانچہ یثرب پر بطحا کو بطریق تفسیر عطف فرمانا اسکا مؤید ہے، اور دوسرے شعر میں ؎

گِردِ صحرائے مدینہ نوبت آمد یار سول

من سرِ خود را فدائے خاکِ آں صحرا کنم

فرمانا دلیل ہے اس بات کی کہ شعر اول میں یثرب سے مدینہ طیبہ کے گرد و پیش کا صحرا مراد ہے۔ ایک بزرگ کے کلام کی اسقدر توجیہ نہایت بہتر ہے تاکہ ممانعتِ حدیث لازم نہ آئے۔ مگر صریح حدیثوں کے ہوتے ہوئے اسکو سند بنانا نادانی ہے۔ عمرو نے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر لکھا اور آیت کیوں نہ لکھدی جس میں ارشاد ہوا یَا اَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ فَارْجِعُوْا۔ مگر اسکا کام اس سے بھی نہ بنتا کیونکہ یہاں قرآن پاک میں مقالۂ کفار نقل فرمایا ہے اس سے جواز پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ فتح الباری میں ہے وقالوا اما وقع فی القرآن انما ھو حکایۃ عن قول غیر المؤمنین اب بحمد اللہ مسئلہ واضح ولائح ہو گیا کہ مدینہ طیبہ کو ہرگز یثرب نہ کہا جائے، اور یثرب کہنے والے پر استغفار کرنے کا حکم ہے واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عز اسمہ اتقن واحکم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

وہابیہ کی عیاریاں اور التلبیسات کا افشاءِ راز

استفتاء

کیا فرماتے ہیں حضراتِ علماءِ ملت اہلِ سنت وجماعت ان امورِ ذیل میں کہ

(۱) مخالفین اور وہابیہ دیوبندیہ نے جو یہ شورش اٹھائی ہے کہ اعلیٰ حضرت حکیمِ امت، مجددِ مائۃ حاضرہ مؤیدِ ملتِ طاہرہ، شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا مولانا شاہ مفتی محمد احمد رضا خاں صاحب محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرت سے علماءِ امت کو کافر کہتے ہیں، اسلیے اعلیحضرت کو "مکفر المسلمین" کے لقب سے یاد کرتے ہیں، تو آیا یہ کہنا اُن کا حق ہے یا باطل، ہدایت ہے یا ضلالت اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جن علماء کو اعلیحضرت قدس سرہٗ العزیز نے کافر کہا یا کفر کا فتویٰ دیا ہے تو کس وجہ سے، آیا از روئے دلائلِ شرع شریف یا یوں ہی بلا دلائل کافر کہنا استعمال کیا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ بلا ثبوتِ شرعی کسی مسلمان کو کافر کہنا گناہِ عظیم بلکہ حقیقۃً بحکم حدیث شریف خود کافر بننا ہے، تو مخالفین کا یہ کہنا کہ اعلیحضرت کا جو شخص ہمخیال وہم عقائد نہ ہو اُسکو مسلمان ہی نہیں جانتے تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

(۲) دیوبندی علماء تو کہتے ہیں کہ اعلیحضرت نے کتاب حسام الحرمین میں بہت سی عبارتیں کاٹ چھانٹ کے نقل کر کے علماءِ حرمین شریفین سے کفر کا فتویٰ لکھوالیا ہے، چنانچہ ایک کتاب "التصدیقات لدفع التلبیسات" معروف بمہند، جسکو مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے مرتب کر کے شائع کی ہے جس پر حرمین شریفین اور ہند کے علماء کی مہریں اور تصدیقیں موجود ہیں جس سے سند لاتے ہیں کہ علماءِ دیوبند کے عقائد پر علماءِ حرمین شریفین تصدیق فرما رہے ہیں

لہٰذا اب استفسار ہے کہ کتاب "حسام الحرمین" حق ہے، یا کتاب "الصدایقات" ہمارے سُنّی علماءِ کرام کا عمل کس پر ہے؟ دیوبندی عقائد والوں کو تو بڑا ناز ہے کہ ہم لوگ حق پر ہیں، اور بریلوی عقائد والے مفتری اور کاذب کہ انکے یہاں "کفر کا کارخانہ" ہے۔ جسکو چاہتے ہیں مسلمان کہتے ہیں، اور جسکو چاہتے ہیں کفر کا فتویٰ دیکر دوزخ میں ڈال دیتے ہیں، تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

(۴) مسلمان کلمہ گو اگرچہ نماز، روزہ، حج وغیرہ بجالاتا ہو، مگر خدا و رسول (جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جناب میں گستاخی، یا ادنیٰ سے ادنیٰ توہین کرنے والا ہو، تو آیا ایسا شخص مسلمان باقی رہتا ہے یا نہیں؟ مفصلاً جواب نمبروار بحوالہ کتاب، عام فہم صورت میں عنایت فرمائیے، اور عربی عبارت آیت و حدیث جہاں پر آئے مع ترجمہ بزبانِ اُردو تحریر فرمایا جائے تاکہ بخوبی سمجھ میں آجائے بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔ المستفتی محمد عبدالحمید سُنّی حنفی

خادم مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ موضع نگپور شریف۔ ڈاکخانہ جلال پور، ضلع فیض آباد

الجواب بعون الوہاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁ نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

(۱) وہابیہ کا یہ اتہام کہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے علماءِ اسلام کو کافر کہا کذب محض وافتراءِ خالص ہے۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے اُن مفسدین کو کافر فرمایا جو ضروریاتِ دین کے منکر ہوئے، الرسول کو قرآن وحدیث اور تمام اُمت کافر کہتی ہے اعلیٰحضرت نے کفر کا حکم اپنی طرف سے نہ دیا، نصوص نقل فرمائی، جنکا آج تک کسی وہابی نے جواب نہ دیا، اور نہ کبھی کوئی جواب دے سکتا ہے۔ اُن اُمور کا کفر ہونا اور اُنکے قائل کا کافر ہونا خود وہابیہ کو بھی تسلیم ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب "بسط البیان" میں لکھتے ہیں "جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں

اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوصِ قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورِ عالم فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

اور وہی یہ بات کہ جو اعلیٰحضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو، اسکو وہ کافر جانتے ہیں، یہ درست ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ ایمانیات اور ضروریاتِ دین میں جو اسکا ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر ہے۔ مثلاً جو شخص توحید میں ہمارا ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر ہے۔ جو توحید ماننے رسالت میں ہم اعتقاد نہ ہو وہ کافر۔ توحید و رسالت دونوں کو تسلیم کرے قرآن کا منکر ہو تو کافر۔ غرض کسی ایک امرِ ضروری کا بھی انکار کرے کافر ہے۔ مسلمان وہی ہے جو تمام ضروریاتِ دین میں ہمارا ہم عقیدہ، حدیثِ جبریل میں ہے قال ان تؤمن باللّٰہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر وتؤمن بالقدر خیرہٖ وشرہٖ۔ یعنی ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اور اس کے ملائکہ اور اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں اور روزِ آخرت کو مانے اور اسکی تقدیرِ خیر و شر پر ایمان لائے، تو جو ان امور میں ہمارا ہم عقیدہ ہے، مومن ہے اور جو انمیں سے ایک میں بھی ہم عقیدہ نہیں، اسکو حقیقتِ ایمان ہی حاصل نہیں مومن نہیں کافر ہے واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) :۔ یہ قطعاً غلط ہے کہ حسام الحرمین میں وہابیہ کی عبارات میں قطع برید کرکے کفری معنی پہنائے گئے ہوں، عبارتیں بلفظہ نقل کی گئی ہیں انہی پر فتویٰ لیا گیا ہے۔ انہی کو علماءِ حرمین طیبین نے کفر فرمایا ہے۔ البتہ ایک مضمون کی چند عبارتیں ایک کتاب تھیں تو ان کو اختصار کے لیے یکجا کرکے لکھدیا ان میں سے ہر ایک عبارت وہ کفری معنی رکھتی ہے۔ مجموعہ کے ملانے سے کوئی جدید معنی پیدا نہیں کیئے گئے، یہ محض افترا ہے اور ہر شخص حسام الحرمین کے نقول کو اصل کتابوں سے ملا کر اطمینان کر سکتا ہے، البتہ وہابیہ کی کتا

"التلبیسات لدفع التصدیقات" یقیناً اسم بامسمیٰ ہے، اس میں تلبیس کی گئی ہے اور چالاکیوں سے کام لیا گیا ہے۔ علماءِ مکہ مکرمہ کو طرح طرح کے دھوکے دیئے ہیں، اپنا مذہب کچھ کا کچھ بتایا ہے، عقیدے برخلاف اپنی تصانیف کے ظاہر کیے ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند فریب کاریاں اسکی نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ وہابی ہندوستان میں کس کو کہا جاتا ہے؟ اسکی تفصیل میں لکھا ہے "بلکہ جو سود کی حرمت ظاہر کرے وہ بھی وہابی ہے گو کتنا ہی بڑا مسلمان کیوں نہ ہو" (التلبیسات صفحہ ۳) دیکھیئے کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ ہندوستان میں سود کے حرام کہنے والے کون وہابی کہتا ہے، سود کو تمام علماءِ اہلِ سنّت حرام فرماتے ہیں۔ وہابی کے یہ معنی بتانا کتنا بڑا اخدع و مکر ہے۔

۲۔ روضۂ طاہرہ کی زیارت کے متعلق لکھا ہے کہ "اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سببِ حصولِ درجات ہے بلکہ واجب کے قریب ہے گو سدِّ رحال اور بذلِ جان و مال سے نصیب ہو" (التلبیسات صفحہ ۴) صفحہ ۵ میں زیارت شریف کی نیت سے سفر کو منع کرنا وہابیہ کا قول بتایا۔ دیکھئے کیسے خالص سنّی بن رہے ہیں، گویا وہابی انکے سوا کوئی اور ہے۔ اب ذرا "تقویۃ الایمان" دیکھیئے کہ وہاں سلسلۂ شرکیات میں لکھا ہے: "اسکے گھر کی طرف اور دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱) دوسری جگہ لکھا ہے: "اور کسی کی قبر پر یا چلہ پر یا کسی کے تھان پر جانا دور سے قصد کرنا" (تقویۃ الایمان مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۵۴) اس میں صاف بتاتا ہے کہ کسی کے گھر یا کسی کی قبر کی طرف قصد کر کے سفر کرنا شرک ہے، اور "تقویۃ الایمان" کے مصنف اسمٰعیل کی تعریف اسی "التلبیسات" کے صفحہ ۳ میں مرقوم ہے، جب وہ انکا پیشوا ہے، اسکی کتاب پر ساری جماعت کا ایمان، اور اس میں بقصدِ زیارت سفر کو شرک کہا، ایسی سفر کو

اس "التلبیسات" میں قربت اور واجب کہنا اور اسکے لیے جان و مال کا خرچ روا رکھنے کا اظہار کرنا کتنا بڑا کید اور کیسا کھلا ہوا فریب ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہابیہ کے دین میں تقیہ بھی درست ہے کہ اپنے مذہب کو چھپاکر کچھ کا کچھ ظاہر کر دیا۔

۳؎ "تقویۃ الایمان" میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے لکھا کہ "میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں" (تقویۃ الایمان صفحہ ۴۹) اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مُردہ جانتے ہیں معاذ اللہ مگر "التلبیسات" میں ظاہر کیا کہ "حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے، اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداو کے ساتھ برزخی نہیں ہے۔" (التلبیسات صفحہ ۷) دیکھیے کیسا کھرا اشتی بن رہا ہے۔

۴؎ "تقویۃ الایمان" صفحہ ۴۷ میں ہے "جسکا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔ اسی کتاب کے صفحہ ۳۲ میں اولیاء و انبیاء کی نسبت لکھا "کسی کام میں نہ بالفعل انکو دخل ہے نہ اسکی طاقت رکھتے ہیں"۔ اور "التلبیسات" میں اولیاء کی نسبت اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا ہے کہ "انکے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض کا پہنچنا بیشک صحیح ہے" (التلبیسات صفحہ ۱۱)

۵؎ "التلبیسات" صفحہ ۱۲ میں عبد الوہاب نجدی اور اسکے تابعین کو خارجی بتایا ہے اور ان کا یہ عقیدہ بیان کیا ہے کہ وہ اپنے فرقہ کے سوا تمام عالم کے مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں، اور اہل سُنّت و علماءِ اہلِ سُنّت کا قتل اُن کے نزدیک مباح ہے، مگر فتاویٰ رشیدیہ میں اچھا بتایا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۸ میں ہے "محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں

انکے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔" جلد ۳ صفحہ ۹۶ میں لکھا
"محمد بن عبد الوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے کہ مذہب
حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا، بدعت و شرک سے روکتا تھا"
عقیدہ تو یہ ہے اور "التلبیسات" میں سُنّی بننے کے لیے ظاہر کیا کہ "ہم اسکو
خارجی جانتے ہیں"۔ کیا مکاری ہے۔

ملا ختم نبوت کے متعلق "التلبیسات" میں اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ "آپ کے
بعد کوئی نبی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ولیکن محمد اللہ کے رسول اور
خاتم النبیین ہیں"۔ اور یہی ثابت ہے بکثرت حدیثوں سے جو معنا حد تواتر تک پہنچ گئیں
اور نیز اجماع امت سے، سو حاشا ہم میں سے کوئی اسکے خلاف کہے، کیونکہ جو اسکا
منکر ہے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے اسلیے منکر ہے نص صریح قطعی کا۔" (التلبیسات صفحہ ۱۰)
یہاں تو صاف اعلان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ آخر الانبیاء ہیں کہ آپ کے بعد
کوئی نبی نہیں، اور یہ آیت اور احادیثِ متواترۃ المعنی اور اجماع سے ثابت
بتایا، اور نصِ قرآنی کو اس معنی میں صریح و قطعی مانا اور اپنے آپکو خالص سُنّی ظاہر کیا
اور "تحذیر الناس" دیکھیے تو اس میں صفحہ ۲ پر یہ لکھا ہے "عوام کے خیال میں
تو رسول کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاءِ سابق کے زمانہ کے بعد
اور آپ سب میں آخر نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں
بالذات کچھ فضیلت نہیں، پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ
فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

ملا "التلبیسات" میں تو اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا "البتہ جہت و مکان کا
اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا ہم جائز نہیں سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جہت و
مکانیت اور جملہ علاماتِ حدوث سے منزہ و عالی ہے"۔ (التلبیسات صفحہ ۱۳)

مگر واقعہ میں وہابیہ کا عقیدہ اسکے خلاف ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے جہت و مکان سے منزہ جاننے کے عقیدہ کو بدعت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے "ایضاح الحق" صفحہ ۳۵ و ۳۶ میں لکھا ہے "تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و ماہیت و ترکیب عقلی و مبحث عینیت و زیادتِ صفات و تاویلِ متشابہات و اثباتِ رویت بلا جہت و محاذات و اثباتِ جوہر فرد و ابطال ہیولیٰ و صورت و نفوس و عقول یا بالعکس و کلام در مسئلۂ تقدیر و کلام و قول بصدورِ عالم و امثالِ آں از مباحثِ فنِ کلام و الٰہیات و فلسفہ ہمہ از قبیلِ بدعاتِ حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقاداتِ مذکورہ را از جنسِ عقائدِ دینیہ می شمارد" یہ عیاری ہے کہ عقیدہ کچھ ہے اور ظاہر کرتے ہیں اسکے خلاف۔

۸/ "التلبیسات" صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے "جو اسکا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اسکے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہے" یہاں تو یہ ظاہر کیا اور پردہ اٹھا کر دیکھئے تو حقیقت یہ ہے کہ جس عقیدہ پر دائرۂ ایمان سے خارج ہونے کا حکم دیا ہے، وہ عقیدہ خود انکا اپنا ہے، چنانچہ ملاحظہ کیجئے "تقویۃ الایمان" مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۴۸ میں لکھا ہے "انسان آپس میں سب بھائی ہیں، جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے سو اسکی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے"۔ دوسری کتاب "براہینِ قاطعہ" جسکے مصنف بظاہر یہی مولوی خلیل احمد ہیں جنہوں نے "التلبیسات" میں مذکورہ بالا عبارت لکھی وہ "براہینِ قاطعہ" صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں "اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا، تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ تو نص کے موافق ہی کہتا ہے"۔ اس مکاری کی کیا انتہا ہے جو عقیدہ بار بار لکھ کر چھاپ چکے "التلبیسات" میں اسکا صریح انکار کر دیا۔

۹ "التلبیسات" صفحہ ۱۸ میں ہے "ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں جنکو ذات وصفات اور تشریعات یعنی احکام عملیہ و حکم نظریہ اور حقیقتہائے حقہ و اسرار مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی انکے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول، اور بیشک آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا ہوا اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے"

اس عبارت کو ملاحظہ کیجئے کیا مسلمان بنے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی وسعت اور حضور کا تمام خلق سے اعلم ہونا بیان کر رہے ہیں، اور عقیدہ دیکھیئے تو نہایت ناپاک کہ معاذ اللہ حضور کو اپنے خاتمہ اور انجام کا بھی علم نہیں، دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ چنانچہ تقویۃ الایمان مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۳۱ میں لکھا ہے:۔ "جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کریگا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اسکی حقیقت کسی کو معلوم نہیں، نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا" اور براہین قاطعہ صفحہ ۴۶ میں لکھا "اور شیخ عبدالحق نقل کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں" حقیقۃً عقیدہ تو یہ ہے اور دھوکہ دینے کے لیے "التلبیسات" میں ظاہر دہ کیا۔

۱۰ "التلبیسات" صفحہ ۱۹ میں لکھا "اور ہمارا الیقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے، اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے" یہاں تو لکھا اور براہین قاطعہ میں خود ہی شیطان لعین کے لیے وسعت علم کو ثابت کیا، اور حضور کے حق میں اسکے ثبوت کا انکار یہاں جس چیز کو کفر بتایا اسکے قائل خود جناب ہی ہیں۔ براہین قاطعہ صفحہ ۴۷ میں لکھتے ہیں

"شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت کی کو
نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" دیکھئے
عقیدہ تو یہ ہے اور "التلبیسات" میں اسکا صاف انکار ہے، اور ایسا عقیدہ رکھنے
والے کو کافر بتایا ہے۔ کیا عیاری ہے۔

۱۱ "التلبیسات" صفحہ ۴۲ میں ہے "جو شخص نبی علیہ السلام کے علم
زید وبکر وبہائم ومجانین کے علم کی برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے۔"
علماء حرمین کے سامنے تو اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا، اب یہ دیکھئے کہ ایسا سمجھنے
اور کہنے والا ہے کون جسکو کفر کہہ رہے ہیں وہ فعل کسکا ہے؟ ملاحظہ کیجئے
"حفظ الایمان" مطبوعہ مجتبائی، مصنفہ مولوی اشرفعلی تھانوی صفحہ ۷ و ۸ میں ہے
"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت
طلب یہ امر ہے کہ مراد اس سے بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ
مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون
بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔" دیکھئے وہ کفری قول جس کے
قائل کو "التلبیسات" میں کافر کہہ رہے ہیں خود انکے پیشوا مولوی اشرفعلی کا ہے۔
اسکے علاوہ دوسری عیاری یہ ہے کہ اس "التلبیسات" میں اشرفعلی کی
عبارت پیش کی تو اس میں قطع برید کر لی کہ "حفظ الایمان" میں تو "علم غیب کا
حکم کیا جانا" لکھا اور "التلبیسات" میں "علم غیب کا اطلاق" لکھا ہے۔ کہاں حکم
کہاں محض اطلاق، اپنی عبارت میں تحریف کر ڈالی۔ اگر انکے نزدیک "حفظ الایمان" کی
عبارت صریح کفر نہ تھی تو "التلبیسات" میں اسکو کیوں بدلا؟ کیوں دوسرے لفظوں
سے بیان کیا؟ اصل لفظ کو کیوں بچایا؟ قول کچھ تھا علماء عرب کو کچھ دکھایا۔

۱۲ مجلس مبارک میلاد شریف کی نسبت اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے

(التلبیسات صفحہ ۲۴) "حاشا ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں کہ آنحضرت کی ولادتِ شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعتِ سیئہ یا حرام کہے، وہ جملہ حالات جنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا بھی علاقہ ہے اُن کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے خواہ ذکرِ ولادتِ شریفہ ہو یا آپ کے بول و براز اور نشست و برخاست اور بیداری و خواب کا تذکرہ ہو"

دیکھیے یہاں مولود شریف کو اعلیٰ درجہ کا مستحب بتایا جاتا ہے، اور اس کو بدعتِ سیئہ کہنے سے حاشا کہکر انکار کیا جاتا ہے، یہ بڑا فریب ہے، کیونکہ اس میں وہ اس کے منکر ہیں، دیکھیے ذیل کے حوالے۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۵۰) "سوال مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف نہ ہو جیسے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور شاہ صاحب واقعی مولود اور عرس کرتے تھے یا نہیں۔ **الجواب** عقد مجلسِ مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اسمیں بھی موجود ہے، لہٰذا اس زمانہ میں درست نہیں" اسی فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم صفحہ ۱۴۵ میں ہے :- "مسئلہ محفل میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جائیں اور لاف و گزاف اور روایاتِ موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے۔ جواب، ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے" اسی فتاوے کے جلد ۳ صفحہ ۱۴۱ میں ہے "کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں، اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں" انصاف کیجیے کہ حقیقت میں مذہب تو یہ ہے کہ کوئی مولود شریف کسی طرح درست نہیں اور "التلبیسات" میں ظاہر اس کے خلاف کیا یہ ہیں کیا دیاں۔ تمام کتاب ایسی ہی مکاریوں سے لبریز ہے چند بطور نمونہ یہاں

لکھی گئیں۔ اب دوسرا اندازِ فریب ملاحظہ فرمائیے۔ خود سوالات لکھے خود اُن کے جواب دیئے، اپنے ہی گھر کے لوگوں سے تصدیقیں کرائیں، جوابوں میں وہ فریبکاریاں کیں جو اوپر بیان ہوئیں۔ اب اس مجموعۂ فریب کو حرمین شریفین لیکر پہنچے تاکہ وہاں کے علماء کو دھوکہ دیں اور اُن سے کسی طرح تصدیق کرالیں تو کہنے کو ہو جائے کہ حسام الحرمین میں علماءِ حرمین شریفین نے جن بدلگاموں پر کفر کا حکم دیا تھا اُنھوں نے ہی انکا اسلام تسلیم کرلیا، مگر اللہ تعالیٰ ربانی علماء کا محافظ ہے مکاروں کا کید نہ چلا اور حرمین طیبین کے علماءِ اعلام کی تصدیقیں حاصل نہ ہوئیں اگرچہ بعید نہ تھا کہ وہ حضرات اِن پُرفریب جوابوں سے دھوکہ کھاتے جن میں فریبکاروں نے اپنے آپ کو پکا سُنّی ظاہر کیا تھا، مگر الحمدللہ کہ حرمین طیبین کے علماءِ کرام اس دامِ فریب میں نہیں آئے

علماءِ حرمین کی تصدیق کا حال

علماءِ حرمین طیبین کی تصدیقات کا حال تو "حسام الحرمین" میں دیکھئے۔ "التلبیسات" کی جعلی کارروائی محض فریب کاری ہے، عنوان میں تو لکھا هٰذه خلاصة تصدیقات السادات العلماء بمکة المکرمة اور اسکے ذیل میں صرف مولانا محمد سعید بابصیل کی ایک تحریر ہے۔ اس تحریر میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ "براہینِ قاطعہ" و "حفظ الایمان" و "تحذیر الناس" و فتاوائے گنگوہی پر جو حکم "حسام الحرمین" میں دیا گیا وہ غلط ہے نہ یہ تحریر ہے کہ ان کتابوں کی کوئی عبارت کفری نہیں۔ تصدیق کس بات کی ہے اور اس تحریر سے دیوبندیوں کو فائدہ کیا پہنچا ہے؟ "التلبیسات" میں جو اُنھوں نے اپنے آپ کو سُنّی ظاہر کیا ہے، اور عبدالوہاب نجدی کو وہابی خارجی بتایا، مولود شریف کو جائز کہا، اسکی مولانا نے تصدیق فرمادی تو یہ سنیت کی تائید ہوئی وہابیہ کی حیا داری ہے کہ وہ اس تحریر کو اپنی تائید میں پیش کریں۔

علاوہ بریں جو تحریر اُنھوں نے لکھی تھی بعینہ درج کرنا تھی اُسکا خلاصہ

کیوں کیا گیا؟ وہ کیا مضمون مخالف تھا جسکو چھپانے کے لیے انکی تحریریں کاٹ چھانٹ کی، اور اس "التلبیسات" میں خود اقرار ہے، چنانچہ صفحہ ۵۰ کے اول میں لکھا ہے: "یہ علماءِ مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفاً و تعظیماً کے علماء کی تصدیقات کا خلاصہ ہے" جن علماء کی تحریر اپنی برئیت کے ثبوت کے لیے پیش کیجاتی ہے اس میں قطع و برید کیوں کی گئی؟ اس سے اہلِ فہم سمجھ سکتے ہیں کہ وہ تحریر انکے موافق نہ تھی، جو باتیں خلاف اور صریح خلاف تھیں وہ نکال دیں۔ یہ حال دیانت کا ہے۔

اسکے بعد ایک تصدیق شیخ احمد رشید کے نام سے لکھی ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ یہ بھی کوئی عرب اور علماءِ مکہ میں سے ہونگے، مگر آخر میں جہاں دستخط ہیں وہاں "بندہ احمد رشید خاں نواب" لکھا ہے۔ (دیکھو التلبیسات صفحہ ۵۳) یہ نواب اور خان بتا رہا ہے کہ یہ عرب نہیں ہیں اسی لیے اول میں انکے نام کیساتھ نواب اور خان نہیں لکھا گیا

تیسری تصدیق شیخ محب الدین کی ہے جنکو مہاجر لکھا ہے۔ لفظ مہاجر سے ظاہر کہ وہ عرب اور علماءِ مکہ میں سے نہیں، انکی تحریر کو علماءِ مکہ کی تحریر قرار دینا دُنیا کو فریب دینا ہے۔ یہ جرأت ہے کہ ہندوستانیوں کی تحریریں علماءِ مکہ کے نام سے پیش کر کے دنیا کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔

چوتھی تحریر شیخ محمد صدیق افغانی کی ہے، اسکو بھی علماءِ مکہ کے سلسلہ میں داخل کیا ہے، ہندی و افغانی "علماءِ مکہ" بن گئے، اس دھوکہ دہی کی کچھ انتہا ہے۔ ایسے تو جتنے حاجی ہندوستان سے گئے تھے سب کے نشانِ انگوٹھے لیکر "علماءِ مکہ" میں شمار کر دیتے تو کوئی کیا کرتا۔

ایک اور بڑا مکر

اسی سلسلہ میں پانچویں اور چھٹی تحریریں شیخ محمد عابد صاحب مفتی مالکیہ اور انکے بھائی شیخ علی بن حسین مدرسِ حرم شریف کی بھی درج ہیں یہ حضرات بیشک علماءِ مکہ میں سے ہیں مگر انکے نام سے جو تحریریں "التلبیسات" میں درج ہیں

وہ جعلی ہیں، چنانچہ خود "التلبیسات" صفحہ ۵۵ میں لکھا ہے کہ "جناب مفتی مالکیہ اور انکے بھائی صاحب نے بعد اسکے کہ تصدیق کردی تھی مخالفین کی سعی کی وجہ سے اپنی تقریظ کو بحیلۂ تقویت کلمات لے لیا اور پھر واپس نہ کیا، اتفاق سے انکی نقل کرلی گئی تھی سو ہدیۂ ناظرین ہے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کی تحریر وہابیہ کے پاس موجود نہیں پھر انکے نام سے تحریر چھاپنا کسقدر بے باکی و مخادعت ہے۔ فرض کرو یہ سچ ہے اگر ان صاحبوں نے اپنی تحریر واپس لے لی اور پھر نہ دی، تو وہ تحریر انکو مقبول نہ ہوئی اسکو آپ کے سر تھوپنا کتنا بڑا مکر ہے۔ اور اگر مخالفین کی رعایت کی وجہ سے انھوں نے امرِ حق کو چھپایا، تو وہ اس قابل ہی کب رہے کہ انکی تحریر لائقِ اعتبار ہو۔ غرض کسی طرح سے انکی تحریر چھاپنا اور انکی طرف نسبت کرنا درست نہیں۔

"التلبیسات" میں علماءِ مکہ کے نام سے صرف اتنی ہی تحریریں درج ہیں۔ ان میں قطع برید بھی ہے، ہندیوں اور افغانیوں کو مکی بھی بنایا گیا ہے، جعلی تحریریں بھی ہیں، ایک بھی تحریر قابلِ اعتماد نہیں۔ کُل کا کُل کارخانہ دھوکے اور فریب کا ہے، اور اس سے ظاہر ہے کہ تمام علماءِ مکہ مکرمہ انکے کفر پر متفق تھے اور کسی طرح انکی فریب کاری نہ چل سکی، اسلیے انھوں نے جعلی تحریریں بنائیں اور ہندوستانیوں اور افغانیوں کو علماءِ مکہ ظاہر کرکے ان سے کچھ لکھا لیا۔ ایسا نہ کرتے تو تائیدِ باطل کے لیے اور کر ہی کیا سکتے تھے۔

علماءِ مدینہ کی تصدیقات کا حال

علماءِ مدینہ کے نام سے "التلبیسات" میں عجب چال کھیلی ہے۔ مولانا سید احمد صاحب برزنجی کے کسی رسالہ کے چند مقاموں کی تھوڑی تھوڑی عبارتیں نقل کرکے اس پر جن چوبیس ۲۴ پچیس ۲۵ صاحبوں کے دستخط تھے سب نقل کر دیئے، وہ دستخط "التلبیسات" پر

تھے، برزنجی صاحب کے رسالہ پر تھے، مگر "التلبیسات" میں سب نقل کر دیئے تاکہ عوام دھوکا کھائیں کہ مدینہ طیبہ کے اسقدر علماء اس سے متفق ہیں چنانچہ "التلبیسات" کے صفحہ ۶۰ میں اسکا اقرار بھی کیا ہے۔

برزنجی صاحب کا پورا رسالہ بھی نقل نہ کیا جسکو لوگ دیکھتے کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔ تین مقاموں کی کچھ عبارتیں لکھ ڈالیں، یہ کہاں کی دیانت ہے۔ اہلِ عقل سمجھ سکتے ہیں کہ اس رسالہ کو بالکل نظر انداز کر دینا ضرور کسی مطلب سے ہے، اگر وہ موافق ہوتا تو اس کا حرف حرف لکھا جاتا۔

مولانا شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی کی تحریر

علماءِ مدینہ کی تحریرات کے سلسلہ میں سب سے آخر مولانا شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی کی تحریر ہے۔ اس تحریر میں مولانا نے یہ تو نہیں فرمایا کہ تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان وغیرہ کی وہ عبارات جن پر "حسام الحرمین" میں کفر کا حکم دیا گیا ہے" درست ہیں یا کفر نہیں ہیں، یا انکے مصنف مومن رہے کافر نہ ہوئے۔ بلکہ وہابیہ کا رد کیا ہے اور انکی ناک کاٹ دی ہے کہ مولود شریف اور قیام وقتِ ذکرِ ولادت کو جائز و مستحب اور شرعاً محمود اور اکابر علماء کا قرناً بعد قرنٍ معمول اور مسلمانوں کا شعار بتایا ہے (دیکھو "التلبیسات" صفحہ ۶۱ و ۶۲) اور اس سے بڑھ کر حضور کی روحِ مبارک کی تشریف آوری کو امرِ ممکن اور اسکے معتقد کو غیر خاطی بتایا ہے، اور یہ تصریح کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبرِ شریف میں زندہ ہیں، اور وہابی دین پر خاک ڈالنے کے لیے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ حضور باذنہٖ تعالیٰ جہان میں جیسے چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں (دیکھو "التلبیسات" صفحہ ۶۲) یہ وہابیہ کا رد اور انکے دین کا ابطال ہے، اس نے "تقویۃ الایمان" کو جہنم رسید کر دیا اس کے علاوہ

"التلبیسات" کی نقل کی ہوئی اور تحریرات میں بھی وہابیہ کے کھلے ہوئے کر رہے ہیں، یہ ایک مختصر نقشہ "التلبیسات" کا پیش کیا گیا جس سے ہر عاقل منصف اس دجّالی کتاب کی فریب کاری پر نفرت کریگا۔

اب بحمد اللہ تعالیٰ روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ حسام الحرمین حق و صحیح اور "التلبیسات" کذب و زور و باطل و مردود ہے والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وسید انبیائہ ورسلہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

فتویٰ متعلق فاتحہ سویم وچہلم وغیرہ

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ فاتحہ سویم وچہلم وغیرہ جو مدتہائے دراز سے بلا نکیر مسلمانوں میں جاری ہے جبتک کہ وہابیہ کا فتنہ نہ اٹھا کسی نے اسپر انکار نہ کیا، اسلیے ان امور کا انکار وہابیت کی علامت وشعار ٹھہرا۔ اب جو لوگ ان نیک کاموں کو بند کرنا چاہتے ہیں اُنکی نسبت کیا حکم ہے، آیا وہ مسلمانوں میں تشتت وتفریق کے مرتکب ہیں یا نہیں، اور وہابیت کے ممد ومعاون ٹھہرینگے یا نہیں ؟ وہابیوں کی امداد واعانت اگرچہ بلا قصد ہو اُسکا کیا حکم ہے ؟ اور اگر ان امور کی بندش اور ان پر انکار بالقصد وہابیت کی امداد واعانت کے لیے ہو تو حکم اور زیادہ سخت ہے یا نہیں ؟ تعیین یوم برائے فاتحہ جسے وہابی حرام وشرک کہتے ہیں، اسکا کیا حکم ہے، اور مسلمانوں پر اسے از جہالت شرع ضرور سمجھنے کا الزام لگاتے ہیں، یا کم از کم اسی بات کا کہ مسلمان ثواب کے لیے تیسرا دن اور چالیسواں دن ضروری

جانتے ہیں کہ تیسرے دن یا چالیسویں دن ہی ثواب ہوگا۔ اگر جو دن مقرر ہیں
ان سے پہلے یا بعد کو فاتحہ کیجائے تو ثواب نہ ہوگا یا کم ہوگا۔ یہ تعیینِ عرفی اسی
مصلحت سے ہے کہ اہلِ میت کو فاتحہ کی اطلاع دینے کی زحمت نہ ہو کہ لوگوں
کو مطلع کریں کہ فلاں روز ایصالِ ثواب کے لیے مقرر ہوا ہے جو صاحب اپنے عزیز
یا دوست کی روح کو ثواب پہنچانا چاہیں وہ فلاں جگہ جمع ہوں اور کچھ قرات وقرآن
یا کلمہ کلام سے ایصالِ ثواب کریں۔ اسی مصلحت سے فاتحہ کے یہ ایام جو ایک
عرصہ دراز سے مسلمانوں میں جاری ہیں اُسے بدعت وشرک کہنے کا کیا حکم ہے
اور جتنے مسلمانوں نے جب سے کیا وہ ان شرک وبدعت کہنے والوں کے نزدیک
مشرک وبدعتی ٹھہرے یا نہیں؟ اب اس تعیینِ ایام سے اسلیے کہ اس کا انکار
وہابیوں کا شعار ہے عدول کا کیا حکم ہے؟ حدیث میں آتا ہے اتقوا مواضع
التھم او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس فرمانِ ذیشان کی بناء پر سوم چہلم
وغیرہ کو اُسی طرح رکھنا جسطرح وہ جاری ہیں، نیز اسلیے بھی کہ مسلمانوں میں تفرق
وتشتت انھیں بے وجہ معقول انکار سے نہ ہو، اسلیے کہ وہ مصلحت فوت نہ ہو ضروری ہے یا نہیں

الجواب:۔ نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم ۔ فاتحہ سوم چہلم وغیرہ
امورِ خیر جس میں اموات کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے انکا استحباب واستحسان دلائل
شرعیہ سے ثابت ہے اور انکی اصل قرآن وحدیث سے ملتی ہے، وہابیہ کو ان امور
سے سخت عناد ہے اور وہ انکے انکار میں اسقدر حد سے تجاوز کر گئے ہیں کہ انھوں
نے شرک تک نوبت پہنچادی ہے، اور مسلمانوں کو مشرک تک کہنے میں باک نہیں
کیا محرماتِ قطعیہ بلکہ رسومِ شرکیہ تک سے اُنھیں وہ نفرت نہیں جو ان امورِ خیر سے
ہے، ہلاکت کمیٹی کے عہد میں لوگوں نے قشقے تک لگائے، بتوں کے جلوسوں میں
شریک ہوئے، بتوں کی نقاب کشائی کی رسموں میں باادب حاضر رہے، وہابیہ نے

اس پر کوئی آواز نہ اٹھائی، اور یہ حرکات انکو اتنی ناگوار نہ گزریں جتنی فاتحہ سویم چہلم وغیرہ ناگوار ہیں، اور رات دن انہی کے شرک و بدعت ہونے کا وظیفہ ہے ان شرکی افعال کرنے والوں سے تو وہابیہ نے میل جول خلط ملط کچھ ترک نہ کیا، اُن کے اِن افعال پر اظہارِ افسوس تک کرنے کی جرأت تک نہ ہوئی، مگر فاتحہ کا نام سنکر ان کو طیش آجاتا ہے، بدن میں آگ لگ جاتی ہے، ان امورِ خیر کا انکار اور اس پر تشدد اس قوم کا وظیفہ ہوگیا ہے۔ اسلیے ان کاموں کے بند کرنے کی تحریک خواہ وہ کسی حیلہ یا بہانہ سے ہو یقیناً وہابیت کی علامت ہے، اور یقیناً ایسی تحریک فتنہ پرور ہے اب وہابیہ نے یہ بھی طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ کفایت شعاری کی تعلیم کے پردہ میں ان امور کے بند کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مسلمانوں کو ایسی چالوں سے آگاہ رہنا چاہیئے، اور ایسے بدمذہبوں کے مکر و کید سے اپنے آپ کو اور اپنی قوم کے نادان لوگوں کو بچانا چاہیئے۔ ان امور کا انکار اور انکی بندش کی کوشش وہابیت کی ترویج اور اسکی عملی اعانت ہے، اس میں بلاقصد کا احتمال محض لغو ہے۔

تعین یعنی بربناءِ مصالح کسی کام کے لیے کوئی وقت یا دن مقرر کرنا یقیناً جائز ہے، اسکی ممانعت پر اصلاً کوئی نص وارد نہیں ہوئی اور یہ تعین ناگزیر ہے۔ وہابیہ کے مدارس میں تعطیل کے لیے جمعہ اور رمضان و عیدین۔ امتحان کے لیے شعبان، اور ہر کتاب کے لیے ایک وقت معین ہوتا ہے، جسکی التزام کے ساتھ پابندی کیجاتی ہے۔ تعین حرام جانتے یا ناجائز سمجھتے تو ایسا کیوں کرتے۔ اور اگر وہابی ترک تعین کا عہد کرلیں تو اُنھیں دنیا میں زندگی دشوار ہوجائے۔ کھانے کا وقت معین، سونے کا وقت معین، کام کا وقت معین۔ تاجر ہیں تو بازار میں جانے، اور بیٹھنے کا وقت معین۔ تعین کی بندشوں میں سر سے پاؤں تک جکڑے ہوئے ہیں، اور ان بندشوں کو اپنے آپ مضبوط کرتے ہیں، اور پھر تعین کو ناجائز بھی سمجھتے ہیں، اس سمجھ پر ہزار افسوس۔

شریعت میں ایسے تعین کا پتہ چلتا ہے خود افعالِ کریمہ میں اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے افعال میں اہلِ نظر کو تعین کی مثالیں ملتی ہیں۔ بخاری و مسلم میں مروی ہے، کان عبد اللہ (ابن مسعود) یذکر الناس فی کل خمیس۔ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر پنجشنبہ (جمعرات) کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اب وعظ کیلیے پنجشنبہ کی تعیین سے عملِ خیر کے لیے حسبِ مصلحت وقت کا مقرر کرنا بخاری شریف کی اس حدیث سے ثابت ہوا۔ امام بخاری اس حدیث کو باب من جعل لاھل العلم ایاما معلومۃ میں لائے ہیں۔ امام بخاری کے اس ترجمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس حدیث سے امورِ خیر کے لیے تعین ثابت کرتے ہیں، اور بہت احادیث ہیں جو اس مدعا پر پیش کیجاسکتی ہیں، مگر وہابیہ کو کوئی دلیلِ شرعی وجہ تسکین نہیں ہوتی۔ ایک حدیث سنا دیجے اُسکے قبول کرنے میں ہزار عذر ہونگے، "تقویۃ الایمان" پیش کر دیجے تو گردن جھک گئی۔ اللہ تعالیٰ ایسے بیدینوں سے بچائے، اور مسلمانوں کو اُنکے شر سے محفوظ رکھے۔ یہ کہنا کہ مسلمان اسی تعیین کو واجب او ضروری سمجھتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بس تیسرے اور چالیسویں دن ہی ثواب ہوگا، اور اُنکے سوا علاوہ اور کسی دن ثواب نہ ہوگا یا کم ہوگا، یہ مسلمانوں پر افتراء ہے کوئی شخص یہ خیال نہیں رکھتا، اندھوں کو یہ نہیں سوجھتا کہ فاتحہ کرنے والے تیسرے اور چالیسویں ہی دن فاتحہ پر بس نہیں کرتے، وہ موت کے دن سے چالیسویں دن تک فاتحہ کرتے رہتے ہیں، اور جو صاحبِ استطاعت ہیں اُنکے یہاں سال بھر تک روزانہ فاتحہ ہوا کرتی ہے، اور جو اُن سے زیادہ صاحبِ استطاعت ہیں وہ ہمیشہ روزانہ فاتحہ جاری رکھتے ہیں، اور اسکے لیے جائدادیں جاگیریں خاص کر دیجاتی ہیں، انکی نسبت یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ تیسرے اور چالیسویں دن کے سوا ایصالِ ثواب جائز ہی نہیں سمجھتے، یا یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے ایام میں ثواب کم ہوجاتا ہے۔ لہٰذا

اس قسم کے حیلے اور فریب کرنے والا اور امورِ خیر کو روکنے کے لیے ایسی باطل باتیں کرنے والا بدمذہب ہے، اور اسکا یہ فعل وہابیت کی علامت، اور ان امور خیر کے کرنے والوں کو مشرک و بدعتی بتانا اُس شخص کی بیدینی، اور ایسے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہیئے، اور علامتِ وہابیت و بدمذہبی سے بچنا مسلمان پر لازم ہے واللہ سبحانہ

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

نمازِ صبح کے بعد قضاءِ عمری پڑھنے کا حکم

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ بعد نمازِ صبح قبل طلوعِ آفتاب، نماز قضاءِ عمری پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز قضاءِ عمری انسان ہر وقت پڑھ سکتا ہے کسی وقت کی ممانعت نہیں۔

المستفتی (سیٹھ) ابراہیم حاجی محمد، آبا بلڈنگ نل بازار بمبئی

الجواب:۔ نمازِ فجر کے بعد آفتاب کے طلوع سے قبل نفل مکروہ ہیں اور قضاء فرض جائز ہے۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے وکرہ التنفل بعد صلوٰتہ ای فرض الصبح ویکرہ التنفل بعد صلوٰۃ فرض العصر وان لم تتغیر الشمس لقولہ علیہ السلام لا صلوٰۃ بعد صلوٰۃ العصر حتی تغرب الشمس ولا صلوٰۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس رواہ الشیخان والنھی بمعنی فی غیر الوقت وھو جعل الوقت کالمشغول فیہ بفرض الوقت حکما وھو افضل من النفل الحقیقی فلا یظہر فی حق فرض یقضیہ وھو المفہوم بمفہوم المتن۔ مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے وعن التنفل بعد صلوٰۃ الفجر والعصر عطف علی قولہ منع ای عن التنفل بعد صلوٰۃ

والعصر لماروی ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نہی عن ذٰلک کذا فی الھدایہ لا عن قضاء فائتۃ وسجدۃ تلاوۃ وصلوٰۃ جنازۃ ای لاباس ان یصلی فی ھذین الوقتین الفوائت الخ۔ تنویر الابصار میں ہے وکرہ نفل وکل ماکان واجبا لغیرہ کمنذ ور ورکعتی طواف والذی شرع فیہ ثم افسدہ لبعد صلوٰۃ فجر وعصر لا قضاء فائتۃ وسجدۃ تلاوۃ و صلوٰۃ جنازۃ۔ ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ نمازِ فجر کے بعد آفتاب کے طلوع سے پہلے نفل مکروہ ہیں، فوائت کی قضاء مکروہ نہیں۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نماز قضاء عمری انسان ہر وقت پڑھ سکتا ہے کسی وقت کی ممانعت نہیں، انکایہ قول صحیح نہیں، کیونکہ اوقاتِ ثلاثہ یعنی وقت طلوع آفتاب، اور وقتِ استواء اور وقتِ غروب کوئی نماز فرض و واجب ادا و قضاء جو اسوقت سے پہلے واجب ہو چکی ہو درست نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے ثلاثۃ اوقات لا یصح فیھا شئ من الفرائض والواجبات الذی لزمت فی الذمۃ قبل دخولھا۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے لا یصح فیھا شی اداء وقضاء۔

واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عزاسمہ اتقن واحکم

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

فرض نماز کے بعد کلمۂ طیبہ یا درود شریف بلند آواز سے پڑھنے کا حکم

سوال:۔ ماقولکم رحمہ اللہ بعد نمازِ فرض قبل سنت چند آدمی بآواز بلند یعنی متوسط آواز سے آواز ملا کر درود شریف وش بلیغ ۳ مرتبہ پڑھلیں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس پڑھنے سے جو تاخیر سنت میں ہوگی تو عند الفقہاء اس میں کچھ

حرج تو نہیں؟

ملا زید کہتا ہے کہ مسجد میں قرآن مجید اور درود شریف پڑھنا بدعت سیئہ ہے، کیونکہ مساجد ادائے نماز کے لیے بنائی گئی ہیں، قرآن شریف اور درود یا ذکر نماز نہیں۔ زید کا یہ قول صحیح ہے یا غلط اور اسکے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

مستفتی عابد علی کمرلوی ۱۵۔ صفر ۱۳۴۵ھ ۔ ۲۵۔ اگست ۱۹۲۶ء

الجواب بعون الوهاب

(۱) الحمد لله رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین ؛ اما بعد جائز ہے کہ اسقدر فصل معتبر نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعد نماز اذکار مروی ہیں اور ان سے وصل سنت فوت نہیں ہوتا، علامہ ابراہیم حلبی غنیہ فرماتے ہیں یقوم الی التطوع بلا فصل الا مقدار ان یقول اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ۔ کچھ اسی دعا پر انحصار نہیں کہ یہی کلمات بعینہا جائز ہوں دوسرے ہوں تو ناجائز، یا لفظوں کی شمار نہیں، بلکہ مقصد صرف اسقدر ہے کہ وردِ طویل فصل افضلیت و اَولَویت کے خلاف ہے، مکروہ تحریمی وہ بھی نہیں، فی الغنیہ لیس المراد انہ کان یقول ذٰلک بعینہ بل کان یقعد زمانا یسع ذٰلک المقدار ونحو ذٰلک من القول تقریبا فلا ینافی مافی الصحیحین عن المغیرۃ انہ علیہ السلام کان یقول فی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ۔ وکذا روی مسلم وغیرہ عن عبد اللہ بن زبیر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من الصلوٰۃ قال بصوتہ

الاعلیٰ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِیَّاہُ لَہُ النِّعْمَۃُ وَلَہُ الْفَضْلُ وَلَہُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ

لان المقدار المذکور من حیث التقریب والتخمین دون التحدید و التحقیق واللہ اعلم۔ حاصل یہ کہ اس دعا سے یہ مراد نہیں ہے کہ بعینہٖ یہی الفاظ فرمائے تھے، بلکہ اتنی دیر تشریف رکھنا ثابت ہے، جس میں یہ مقدار اور قریب قریب اسکی مثل پڑھی جا سکے، تو اسکو اس حدیث سے کچھ منافات نہیں جو بخاری و مسلم میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ ہر نمازِ فرض کے بعد لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ الخ فرماتے۔ اُن سے ہی وہ حدیث جو مسلم وغیرہ نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فراغ کے بعد بلند آواز سے فرماتے تھے لا الٰہ الا اللہ الخ کہ یہ مقدار تقریب و تخمین کے طور پر ہے نہ کہ تحدید و تحقیق کے طور پر۔ علامہ شیخ احمد طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں بعینہٖ مسطورۂ بالا عبارت نقل کرکے فرماتے ہیں لان المقدار المذکور من حیث التقریب دون التحدید قد یسع کل واحد من ھٰذہ الاذکار لعدم التفاوت الکثیر بینھما ویستفاد من الحدیث الاخیر جواز رفع الصوت بالذکر والتکبیر عقب المکتوبات بل من السلف من قال باستحبابہ وجزم بہ ابن حزم من المتاخرین۔ یعنی مقدار مذکور تقریبی ہے تحدیدی نہیں، اس میں ان تمام اذکار کی وسعت ہے کیونکہ انکے درمیان تفاوت کثیر نہیں۔ اور حدیث اخیر سے فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر و تکبیر کا جواز معلوم ہوتا ہے، بلکہ سلف نے اسکو مستحب کہا اور متاخرین میں سے ابن حزم نے اس پر جزم کیا۔ تو دس میں ۲ مرتبہ درود شریف بھی

اس مقدار سے زائد نہیں۔ علاوہ بریں شمس الائمہ حلوائی نے صاحب ورد کو اس حکم سے خاص فرمایا، غنیہ میں ہے قال شمس الائمۃ الحلوائی ھٰذا یعنی ماذکر من انہ اذکان بعد الصلوٰۃ تطوع یقوم الیہ من غیر تاخیر الی اخرہ اذا لم یکن من قصدہ الاشتغال بالدعاء بان لم یکن لہ ورد ومعناہ یقرء عقیب المکتوبۃ فان کان لہ ورد وقد اعتاد ان یقضیہ ای یأتی بہ بعد المکتوبۃ فانہ یقوم عن مصلاہ ای عن مکان الذی صلی فیہ فیقضی وردہ قاماوان شاء جلس فی ناحیۃ من نواحی المسجد فیقضی وردہ ثم یقوم الی التطوع۔ یعنی شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا، یہ جو مذکور ہوا کہ جس نماز کے بعد سنتیں ہوں، اُن میں بے تاخیر سنتیں پڑھے، یہ اُس صورت میں ہے کہ نماز فرض کے بعد اسکا کوئی ورد معیّن نہ ہو، تو اگر اسکا کوئی ورد معیّن ہے، تو فرض کے بعد اسکو ادا کرے" جہاں نماز پڑھی ہے وہاں سے ہٹکر کھڑے ہوکر ورد ادا کرے، خواہ مسجد کے کسی گوشہ میں بیٹھ کر اپنے ورد کو پورا کرے پھر سنت کیلیے کھڑا ہو، البتہ ورد کو بعد سنت پڑھنا افضل ہے۔ مراقی فلاح شرح نور الایضاح میں ہے (لا باس بقرأۃ الاوراد بین الفریضۃ والسنۃ) فالاولی تاخیر الاوراد عن السنۃ، واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) زید کا یہ قول کہ مساجد صرف نماز ہی کے لیے بنائی گئی ہیں اور ان میں قرآن اور درود شریف پڑھنا بدعت سیئہ ہے، بالکل باطل اور دین پر افترا ہے۔ قرآن میں اللہ رب العزۃ عزوعلا تبارک وتعالیٰ نے تو ارشاد فرمایا ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعیٰ فی خرابہا الآیہ اس آیہ کریمہ میں ذکر مطلق ہے اسکی تقیید اپنی طرف سے دین میں تحریف ہے، تفسیر جلالین میں اس اطلاق کے اظہار کے لیے فرمایا بالصلوٰۃ والتسبیح زید کو اپنے اس قول

سے جلد توبہ کرنا لازم ہے واللہ ھو الموفق واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ عزاسمہ اتقن واحکم -

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وہابیہ کا شبہ اور اسکا جواب

سوال :- قاضی خان میں ہے رجل تزوج امرأۃ بغیر شہود فقال الرجل والمرأۃ خدائے را وپیغمبر را گواہ کردیم قالوا یکون کفرا لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت - ترجمہ ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا، پس مرد اور عورت نے کہا خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہم نے گواہ کیا کہتے ہیں یہ کفر ہوگا، اسلیے کہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کو جانتے ہیں، اور حال یہ کہ وہ زندگی میں بھی غیب کو نہیں جانتے تھے پس بعد وفات کے کیونکر جان سکتے ہیں ؟

الجواب :- معترض کا منشاء یہ ہے کہ معتقد علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر فقہ سے ثابت کرے، مگر ابھی اسکو یہ خبر نہیں کہ اس نے یہ کفر اپنے ذمہ لے لیا کہ قاضی خان کی عبارت سے اگر کفر ثابت ہوتا ہے، تو معتقد علم غیب نبی بھی (معاذ اللہ) کافر، اور تمام مخالفین یعنی وہابی بھی - کیونکہ وہ قائل ہیں کہ اللہ جل شانہ نے حضرت کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے - پس بموجب عبارت قاضی خان کے انکے کفر میں انکی فہم کے بموجب شبہ نہیں - آپ یہ کہینگے وہابیوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بعض غیوب کے علم کا بھی کب اقرار کیا ہے ؟ ملاحظہ ہو اعلاء کلمۃ الحق چھپا

"اور بہت چیزیں اور امورِ غیب کے حق تعالیٰ نے آپ کو تعلیم فرمائے کہ ان کی مقدار حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہے" اور فیصلہ علم غیب صہ۱۳ میں مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کے یہ الفاظ مسطور ہیں "بھلا کوئی مسلمان کلمہ گو اس بات کا قائل ہو سکتا ہے کہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام کو امورِ غیبیہ پر اطلاع نہیں ہوتی ہے۔ مسلمان کہلا کر اس بات کے قائل ہونے والے پر خدا اور فرشتوں اور انبیاء اور جنوں بلکہ تمام مخلوق کی لعنت ہو" اور منکرین کے اقرار ابتدائے رسالہ میں مذکور ہو چکے ہیں۔

الحاصل ہمارے مخالفین بھی بعض غیوب کا اقرار کر رہے ہیں، اور ہم بھی بعض غیوب ہی کا اثبات کر رہے ہیں[1] (کیونکہ جمیع اشیاء بھی بعض مغیبات ہیں) تو اگر معاذ اللہ قاضی خان کی عبارت سے ہم پر الزام آئیگا تو ہمارے مخالفین ضرور کافر ٹھہر ینگے

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند۔

اور اگر وہ کافر نہ ٹھہریں، تو کیا ہم نے ہی خطا کی ہے۔ اب عبارتِ قاضی خان پر غور فرمائیے کہ اس میں لفظ "قالوا" موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اور قاضی خان وغیرہ فقہاء کی عادت ہے کہ وہ لفظ "قالوا" اس مسئلہ پر لاتے ہیں جو خود انکے نزدیک غیر مستحسن ہو اور ائمہ سے مروی نہ ہو۔ چنانچہ شامی جلد ۵ صہ۴۲۵ میں ہے لفظۃ قالوا تذکر فیما فیہ خلاف کما صرحوا بہ۔ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت میں ہے وکلام قاضی خان یشیر علی عدم اختیارہ لہ حیث قال واذا صلی علی النبی علیہ الصلوۃ والسلام

---

[1] فرق اتنا ہے کہ ہم ان بعض کو اتنا وسیع جانتے ہیں کہ جمیع اشیاء کے علوم ان میں داخل ہیں۔ اور مخالفین گنتی کے وہ ایک حرف کہ یہ لکھ دیتے ہیں کہ حضور کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں معاذ اللہ اور بعض گستاخ تو یہانتک بک اٹھتے ہیں کہ اپنے خاتمہ کا حال بھی معلوم نہیں۔ استغفر اللہ

فی القنوت قالوا لایصلی علیہ فی القعدۃ الاخیرۃ ففی قولہ قالوا اشارۃ الیٰ عدم استحسانہ لہ والیٰ انہ غیر مروی عن الائمۃ کما قلناہ فان ذٰلک من المتعارف فی عباراتھم لمن استقراھا واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

اب معلوم ہوگیا کہ قاضی خان کی عبارت خود قاضی خاں کے نزدیک غیر مستحسن اور غیر مروی اور ضعیف و مرجوح ہے، حتیٰ کہ اسکے ساتھ حکم کرنا سخت ممنوع اور جہل ہے۔ درالمختار میں ہے ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق الاجماع۔ درالمختار میں بھی یہی قاضی خان والا مسئلہ ہے، وہاں بھی لفظ "قیل" ضعف کی دلیل موجود ہے، درالمختار کتاب النکاح میں ہے تزوج بشہادۃ اللّٰہ ورسولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لم یجز بل قیل یکفر شامی میں ہے (وقولہ یکفر) لانہ اعتقد ان رسول اللّٰہ علیہ وسلم عالم الغیب قال فی التاتارخانیۃ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لا یکفر لان الاشیاء تعرض علیٰ روح النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللّٰہ تعالیٰ عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ خلاصہ یہ کہ جس نے کفر بتایا ہے اسکے نزدیک اعتقادِ علمِ غیب سبب ہے، تاتارخانیہ اور حجۃ میں ملتقط سے نقل کیا ہے کہ اس اعتقاد سے آدمی کافر نہیں ہوتا اسلیے کہ روحِ پاکِ نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اشیاء پیش کیجاتی ہیں اور رسول بعض غیب کو جانتے ہیں فرمایا اللّٰہ جل شانہٗ نے عالم الغیب فلا یظہر الخ معدن الحقائق شرح کنز الدقائق، اور خزانۃ الروایات میں ہے وفی المضمرات والصحیح انہ لا یکفر لان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یعلمون الغیب ولعرض علیہم الاشیاء فلا یکون کفراً۔ یعنی مضمرات میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا اسلیے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کے عالم ہیں اور ان پر اشیاء

پیش کیجاتی ہیں، پس کفر نہ ہوگا۔ شامی باب المرتد میں مسئلہ بزازیہ ذکر کرکے فرماتے ہیں حاصلہ ان دعوی الغیب معارضۃ لنص القرآن یکفر بھا الا اذا اسند ذلک صریحًا اودلالۃ الٰی سبب من اللہ کوحی والھام۔ یعنی غیب کا دعویٰ نصِ قرآن کے معارض ہے، پس اسکا مدعی کافر ہو جائیگا لیکن اگر اُس نے صریحًا یا دلالۃً کسی سبب کی طرف نسبت کرلی ہے جو اللہ کی جانب سے ہو مثل وحی والہام وغیرہ کے تو کافر نہیں۔ درالمختار میں ہے وفیھا کل انسان غیر الانبیاء لا یعلم ما اراد اللہ تعالیٰ لہ وبہ لان ارادتہ تعالیٰ غیب الا الفقہاء فانھم علموا ارادتہ تعالیٰ بھم لحدیث الصادق المصدوق من یرد اللہ بہ خیرًا یفقھہ فی الدین غایۃ الاوطار میں اس عبارت کے تحت مسطور ہے اور اشباہ میں ہے کہ ہر آدمی سوائے انبیاء علیہم السلام کے جانتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کیا ارادہ ہے اسکے ساتھ دارین میں، اسواسطے کہ حق تعالیٰ کا ارادہ غیب ہے مگر فقیہ اسکو جانتے ہیں، اسواسطے کہ وہ جان گئے ہیں حق تعالیٰ کے ارادہ کو جو انکے ساتھ ہے رسولِ صادق و مصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکے ساتھ اللہ تعالےٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے، اُسکو دین میں فقیہ کرتا ہے، یعنی امر دین میں فہم سلیم عطا کرتا ہے۔

اب ظاہر ہو گیا کہ فقہ میں بھی جہاں انکار ہے اُسکے یہی معنی ہیں کہ بے تعلیم الٰہی کے کسی عالم غیب بتانا کفر ہے، اور تعلیم الٰہی سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ثابت

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

دھریہ کا سوال اور اُسکا جواب

سوال:۔ (۱) ایک دھریہ کا سوال یہ ہے کہ ایک ملزم کا مقدمہ جج کے یہاں گیا

اور اُس پر ہر طرح سے جرم ثابت ہو گیا، اسکے بعد ایک شخص کی سفارش سے جج نے اُسکو بری کر دیا، تو کیا جج نے انصاف کیا یا بے انصافی؟ اگر انصاف کیا تو کیسے؟

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ ہم کسی شخص کے نام سے فاتحہ وغیرہ پڑھیں تو وہ کسطرح پہنچتا ہے؟ کسی فرشتہ کے ذریعہ سے یا اور کسی طرح سے؟ اسکا جواب صحیح حدیث سے دیں۔

(۳) تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر ہم کسی وقت میں کسی بزرگ کا واسطہ دیں تو جائز ہے یا ناجائز؟ اسکا بھی جواب صحیح حدیث سے اور مدلل عنایت فرمائیں۔

الجواب:۔ (۱) جرم مختلف قسم کے ہوتے ہیں، سب کے لیے ایک ہی حکم لگا دینا نہایت بیوقوفی ہے۔ اگر جرم ایسا تھا جو کسی دوسرے کے حق سے متعلق ہوتا تھا، یا اُسکے معاف کر دینے سے کسی اور کا ضرر لازم آتا تھا، تو اُسکا معاف کرنا دوسرے کے ضرر اور اتلافِ حق کا باعث ہے، تو جبتک خود وہ صاحبِ حق معاف نہ کریں، یا اُسکی تلافی نہ کر دیجائے مجرم کو چھوڑ دینا خلافِ حکمت ہے۔ مثلاً ایک شخص نے کسی سے کچھ روپیہ قرض لیا اور دینے سے انکار کرتا ہے، ایسی حالت میں اگر قرض خواہ معاف کیے بغیر، یا اُسکے نقصان کی تلافی کیے بغیر جرم معاف کر دیا جائے، خواہ کسی کی سفارش سے، یا کسی کی بے سفارش کے، تو ضرور اس میں قرض خواہ کا نقصان ہوگا، اور جج کا ایسا فیصلہ عدل و حکمت کے خلاف مانا جائیگا، البتہ اگر جج کے سمجھانے سے خود صاحب حق بخوشی اپنے حق سے دست بردار ہو جائے، یا جج قرض کو اسکا مطالبہ ادا کر دے اور یہ اُمید ہو کہ اسکے اس سلوک سے مجرم کے نفس کی اصلاح ہوگی، تو ایسی حالت میں جج کا معاف کر دینا عین حکمت اور کمال رحمت اور عقلِ سلیم کے نزدیک نہایت مستحسن ہے۔ اور اگر جرم ایسا ہے کہ جسکا تعلق حاکم کے سوائے کسی دوسرے شخص کے حق سے نہیں ہے مثلاً

جج نے حاضری کا حکم دیا اور مجرم نے اُسکی تعمیل نہ کی، ایسے جرم کو اگر جج خود یا کسی کی سفارش سے معاف کردے، تو وہ کریم المزاج اور نیک دل مانا جائیگا، اور اسکا یہ عفو قابلِ تعریف ہوگا۔ شریعت میں اس قسم کا عفو ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم

(۲) :۔ فاتحہ میں قرآن پاک کی تلاوت کیجاتی ہے اور صدقہ دیا جاتا ہے، اور تلاوت وغیرہ عبادات بدنیہ ومالیہ کا ثواب میّت کو پہنچتا ہے، اہلِ سنت کا مذہب اور دلائلِ شرعیہ سے ثابت ہے، اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ان رجلاً قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اُمی توفیت اینفعہا ان تصدقت عنہا قال نعم۔ کہ ایک شخص نے حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے عرض کیا کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا اگر میں صدقہ دوں تو کیا اُسکو نفع دیگا؟ فرمایا ہاں۔ اس مضمون کی احادیث بخاری ومسلم میں وارد ہیں۔ شرح الصدور میں ہے اخرج ابو القاسم سعد بن علی الزنجانی فی فوائدہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دخل المقابر ثم قرأ فاتحۃ الکتاب وقل ھو اللہ احد والھکم التکاثر ثم قال جعلت ثواب ماقرأت من کلامک لاھل المقابر من المؤمنین والمؤمنات کانوا شفعاء لہ الی اللہ تعالیٰ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو شخص داخل ہو قبرستان میں پھر فاتحۃ الکتاب، قل ھو اللہ، اور الھکم التکاثر پڑھے، پھر کہے میں نے جو تیرا کلام پڑھا اسکا ثواب میں قبرستان کے مومنوں اور مومنات کو دیتا ہوں، تو وہ اس کے بارگاہِ الٰہی میں شفیع ہونگے۔ اب رہی یہ بات کہ مُردوں کو فائدہ پہنچنے اور ثواب ملنے کا کیا طریقہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کے طریقوں کو کون شمار کرسکے، اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میّت کو قرآنِ پاک آواز سے اُنس بھی ہوتا ہے اور اسکے کلمات طیبات سے راحت

پہنچتی ہے۔ فتاوی قاضی خاں میں ہے وقرأة اٰیة الکرسی وسورة الاخلاص والفاتحه وغیر ذالک رجاء ان یونس الموتی۔ اور یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ قرآن کی سورتیں اور آیتیں خود شفاعت کرتی ہیں جیسا دارمی نے خالد بن معدان سے روایت کیا کہ ایک شخص الٓمٓ تنزیل پڑھا کرتا تھا اور تھا بہت گنہگار، اسکی قبر میں سورۂ مبارکہ نے اُس پر اپنے بازو پھیلا کر عرض کیا یا رب اسکی مغفرت فرما یہ مجھ کو بہت پڑھا کرتا تھا کمافی المشکوٰة واخرج الطبرانی فی الاوسط عن انس سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن اھل بیت یموت منھم میت فیتصدقون عنه بعد موته الا اھداھا له جبریل علی طبق من نور ثم یقف علی شفیر القبر فیقول یاصاحب القبر العمیق ھذہ ھدیة اھداھا الیک اھلک فاقبلها فتدخل علیه فیفرح بها ویستبشر ویحزن جیرانه الذی لا یھدی الیھم شئ طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور انور علیہ الصلوٰة والتحیات فرماتے ہیں کہ جب گھروالوں کا کوئی مرجائے اور اسکے وہ اسکے لیے صدقہ دیں تو حضرت جبریل علیہ السلام اُسکو طبقِ نور میں لیکر پہنچتے ہیں اور اُسکی قبر کے کنارہ پر کھڑے ہو کر فرماتے ہیں کہ اے گہری قبر والے یہ ہدیہ ہے جو تجھے تیرے گھروالوں نے بھیجا ہے اسکو قبول کر۔ وہ ہدیہ اُسکو پہنچتا ہے اور وہ خوش ہوتا ہے اور اُسکے پڑوسی غمگین ہوتے ہیں جنھیں ہدیہ نہیں پہنچا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲۳) بزرگانِ دین واولیاء کا وسیلہ وواسطہ بلاشبہ جائز ہے۔ بخاری شریف میں حدیثِ ابدال کے آخر میں ہے بھم تمطرون وبھم تنصرون وبھم ترزقون کہ انہی کی بدولت تم پر مینھ برستا ہے اور انہی کی برکت سے تمہاری مدد کیجاتی ہے اور انہی کے صدقہ میں تم سیراب کیے جاتے ہو۔ اسی طرح امیر المؤمنین حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بوسیلہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعائے بارش کرنا

اور بکثرت احادیث سے توسل کا جواز ثابت ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

وہابی کسکو کہتے ہیں اور سُنّی کسکو کہتے ہیں

کیا فرماتے ہیں حضرات علماءِ ملت اہلِ سُنت وجماعت اِن امورِ ذیل میں کہ

(۱)۔ وہابی کسکو کہتے ہیں اور غیر مقلد کسکو؟ اور دونوں کے عقائد ایک ہیں یا کچھ فرق ہے؟ اور ان لوگوں کی علاماتِ ظاہری کیا ہیں؟ اور یہ لوگ دائرہ اہلِ سُنت وجماعت میں داخل ہیں یا نہیں اور فرقِ ضالّہ کے اہلِ سُنت وجماعت سے خارج؟ اور ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا، یا ان لوگوں کو مساجد میں آنے دینا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ اور ان لوگوں سے میل ملاپ، سلام کلام، بیاہ شادی وغیرہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲)۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی کی کتاب "تقویۃ الایمان" کیسی کتاب ہے، اُسکے جملہ مضامین اہلِ سُنت وجماعت کے موافق ہیں یا مخالف اور مولوی صاحب مذکور کا عقیدہ کیسا تھا؟ سُنا جاتا ہے کہ ان کو امام الوہابیہ کہا جاتا ہے، تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

(۳)۔ علمائے دیوبند سچے مقلد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں یا نہیں؟ اور ان حضرات کے عقائد اہلِ سُنت وجماعت کے موافق ہیں یا مخالف، اور دیوبندی عقائد والوں کے پیچھے نماز پڑھنا، ان سے بیعت ہونا، ان سے بیاہ شادی کرنا، ان کا ذبیحہ کھانا، ان سے میل ملاپ، سلام کلام از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟

(۴) :- سنی کسے کہتے ہیں اور اس کی تعریف کیا ہے؟
(۵) :- جناب حضرت مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی مرحوم مغفور اس چودھویں صدی میں حکیم امت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ شیخ الاسلام والمسلمین کہے جاتے ہیں، تو آیا یہ حق ہے یا باطل؟ اور مولانا مذکور موصوف واقعی اس پایہ کے بزرگ تھے یا نہیں؟ بریلوی اور دیوبندی علماء کے عقائد میں بڑا اختلاف ہے، تو آیا ان دونوں فریق میں کونسا فریق حق پر ہے؟ مفصلاً جواب نمبروار بحوالہ کتاب ایسے عام فہم صورت میں عنایت فرمائیے تاکہ بخوبی سمجھ میں آجائے بینوا بالکتاب وجروا الیوم الحساب۔ المستفتی محمد عبد الحمید سنی حنفی خادم مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ نک پور شریف، ڈاکخانہ جلال پور، ضلع فیض آباد۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

(۱) :- وہابی اور غیر مقلد دونوں عبد الوہاب نجدی کے مقلد ہیں۔ "کتاب التوحید" اور "تقویۃ الایمان" کو دونوں مانتے ہیں، مسلمانوں کو دونوں مشرک کہتے ہیں، ایصالِ ثواب کے طریقوں اور بزرگانِ دین کی زیارت اور اُنکی تعظیم و محبت سے دونوں کو عداوت ہے۔ بزرگانِ دین کی جناب میں گستاخ دونوں ہیں، عقائد میں ایک دوسرے کے بہت موافق ہیں، فرق یہ ہے کہ ایک دعویٰ تقلید کا کرتے ہیں اور دوسرے بالاعلان تقلیدِ آئمہ کے منکر ہیں، اور درحقیقت نجدی کے مقلد ان میں سے جو اپنے آپ کو مقلد کہتے ہیں اُن کا دعوئے تقلید بھی نمائشی ہے۔ ردالمختار میں ہے کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوہاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذہب الحنابلۃ لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون واستباحوا بذٰلک

اہل السنۃ وقتل علمائہم حتی کسر اللہ شوکتہم وخرب بلادہم وظفر بہم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومئتین والف ۔

یہ لوگ گمراہ بیدین ہیں انکے پیچھے نماز ناجائز، اختلاط ومصاحبت ممنوع ایاکم وایاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم الحدیث انکے ساتھ مناکحت ابتداء بسلام نادرست، مسلمانوں کو انکی صحبت سے پرہیز لازم ۔ واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم

(۲) :۔ تقویۃ الایمان کے کثیر مضامین قرآن وحدیث اور خدا ورسول کے خلاف وباطل ہیں اسکا مصنف نہایت بدعقیدہ گمراہ گر تھا ہندوستان میں وہابیت کا تخم اسی نے لگایا۔ مسلمان اس کتاب کو نہ دیکھیں واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(۳) دیوبندی علماء کو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کا دعویٰ ہے مگر عقائد انکے نہایت خراب ہیں، اور شان رسالت میں یہ لوگ بہت بیباک ہیں، ان سے بیعت حرام، بیاہ شادی ناجائز، سلام ممنوع، ذبیحہ انکا نادرست ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) :۔ سُنی وہ ہے جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اصحاب کبار اور ائمہ مجتہدین کے متبع ہیں یہی جماعت ہیں، یہی سواد اعظم، یہی ظاہرین علی الحق، یہ ہر بیدین کے کید سے محفوظ رکھنے کے لیے مستعد رہتے ہیں، انبیاء و اولیاء کی محبت وتوقیر، ذکر الٰہی کی کثرت انکی ایک ظاہر علامت ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) :۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ نے اپنی مبارک زندگی دین کی خدمت میں صرف فرمائی انکے علمی فیوض وبرکات سے دنیا کو بڑے قیمتی فائدے پہنچے، اسلام وسنت کی تائید وتقویت ہوئی، ہر گمراہ بیدین کی کیا دی کے آپ نے پردے فاش کر دیئے ۔ انکے محامد اس سے زیادہ ہیں جو سوال میں مذکور ہیں، قدس سرہ وروح روحہ آمین ۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

فتویٰ دربارۂ گلیم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

علمائے دین ذیل کے مسائل میں کیا فرماتے ہیں

سوال ۱ یا ایہا المزمل، اے کملی اوڑھنے والے ۔ تو آیا یہ کملی کیسی تھی
آجکل کے درویش اوڑھتے ہیں یا کیسی کملی تھی؟ کس جانور کے اون کی تھی اور
سکا تانا کیسا تھا اور بانا کیسا تھا اور کس کے ہاتھوں کی بنی ہوئی تھی۔ اور اگر سوت
کی تھی، تو سوت کیسا تھا اور کس زمین پر وہ کپاس بوئی گئی تھی، اور کس نے اس
سوت کو کاتا تھا۔ مہربانی فرما کر قرآن، حدیث، فقہ شریف سے جواب عطا فرمائیے
کتاب وصفحہ کا حوالہ ہو۔

سوال ۲ حضرت آدم اور اماں حوا علی نبینا وعلیہما السلام کو جب خداوند کریم
نے حکم دیا تھا کہ جنت کے اندر گندم کے جھاڑ کے پاس نہ جانا اور نہ اسکا پھل کھانا
شیطان لعین نے دھوکہ دیکر اماں حوا علی نبینا وعلیہا السلام کو وہ دانہ کھلا دیا اور
اماں حوا نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہما السلام کو کھلا دیا۔ تو خداوند کریم نے حضرت
آدم علیہ السلام کو سنگلدیپ میں رکھا، اور اماں حوا علی نبینا وعلیہا السلام کو جدہ شریف
میں رکھا، اتنا حکم نہ ماننے پر۔ تو خداوند کریم نے جب ملائکہ کو حکم دیا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام
کو سجدہ کرو، تو شیطان لعین نے نہیں کیا تھا، تو خداوند کریم نے اس حکم کے نہ ماننے پر
شیطان کو کونسی زمین میں رکھا، اس زمین کا کیا نام ہے اور کہاں ہے؟ اسکا مفصل
جواب دیں، قرآن وحدیث، فقہ شریف سے، کتاب کا صفحہ کا احوال ضرور ہو۔

سوال ۳ نجدی مردود، وہابی ملعون، دیوبندی شیطان کے پیچھے نماز پڑھنے کا
کیا حکم ہے؟ بعض مولوی کہتے ہیں کہ نماز تو فاجر فاسق کے پیچھے بھی درست ہے اور
حدیث شریف بتلاتے ہیں کہ ثبوت حدیث شریف ہے۔ اور داڑھی کٹے کے پیچھے کیا حکم ہے؟

سوال ۴ بعض حافظ سجدۂ تلاوت جو عم کے پارہ کی سورۂ علق کے اخیر پر ہے وہ سجدۂ تلاوت نہیں دیتے ہیں اسکا کیا حکم ہے؟ مہربانی فرماکر ہر ایک کا جواب عطا فرمایئے اُردو عبارت کے ساتھ عربی عبارت ضرور ہو قرآن و حدیث اور فقہ شریف سے۔

سوال ۵ اگر پیش امام قرأت کے اندر رک جائے فرضوں میں تو اسکو لقمہ دینا چاہیئے یا نہیں؟ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا کیا حکم ہے؟

سوال ۶ اگر صبح کو پیش امام کھڑا ہے اور مقتدی سنت صبح کی ادا نہ کرے اور امام سے ملجائے تو سنت کب ادا کرے، سورج جب نکلے تو پڑھے یا فرض ختم کر کے پڑھ سکتا ہے؟ المستفتی فقیر حقیر محمد دین

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم • نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

(۱) قرآن کریم میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی ایک ادائے خاص کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب فرماکر آپ کی محبوبیت کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ اون یا سوت کی کوئی خصوصیت اس خطاب کا باعث نہیں، جو کپڑا بھی تن نازنین و جسم اقدس پر ہے اُس سے حضور کو کچھ فضیلت نہیں۔ ہر چیز کو حضور سے شرف ہے۔ منظور تو محبوب کی وہ ادا ہے جو وقتِ نزولِ وحی تھی، اسلیے اس لباس کے تانہ بانہ کا دریافت کرنا بیکار ہے من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ دیکھنا ہے کہ ابتدائے حال میں وحی کی عظمت کا اثر جو قلب مبارک پر ہوا اس سے بدنِ اقدس پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ جامۂ اقدس میں لپٹ گئے، اللہ تعالیٰ اس ادائے محبوبانہ کو پسند فرماکر تسکینِ خاطرِ اقدس کے لیے آپ کے اسی حال سے آپ کو مخاطب فرماکر ملاطفت و کرم کا اظہار فرماتا ہے کہ آپ کی یہ ادا محبوب ہے حتیٰ کہ

ہم اسی ادا سے خطاب فرماتے ہیں۔ قال السہیلی انما المزمل اسم المشتق
من حالہ التی کان علیہا حین الخطاب وکذلک المدثر وفی خطابہ
صلی اللہ علیہ وسلم بہذا الاسم فائدتان احدہما الملاطفہ
واللہ سبحنہ تعالٰی اعلم۔

(۲) :۔ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو شجر ممنوعہ سے کھانے کے بعد
اللہ تعالٰی نے زمین پر بھیجا، یہ روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سراندیپ میں
اور حضرت حوا جدہ میں۔ اور اس میں حکمت الٰہیہ تھی، خلافت کا اظہار اور اسکے
احکام کا اجراء اسی طرح مقدر ہوا تھا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو براہِ کرم کلمات
توبہ کی تلقین فرمائی اور توبہ قبول کی، قرآنِ پاک میں فرمایا فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ
کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۔ آدم و حوا کے ساتھ توبہ کرم ہوا
ابلیسِ لعین کا نام سریانی زبان میں "عزازیل" اور عربی میں "حارث" تھا، جب
اس نے نافرمانی کی تو اسکے نام کو بدل کر "ابلیس" رکھا گیا، جسکے معنی مایوس از رحمت ہیں
اس کی صورت تبدیل کردی گئی، اور ذلت و رسوائی کے ساتھ اسکو زمین کی طرف
پھینک دیا، اور قیامت تک اسکو آسمان و زمین میں مورد لعنت بنایا۔ شیطان مقام ابلہ
میں پھینکا گیا جو مضافاتِ بصرہ سے ہے، قرآنِ پاک میں ہے قَالَ فَاخْرُجْ مِنْھَا
فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ وَّاِنَّ عَلَیْکَ اللَّعْنَۃَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ دوسری آیت میں فرمایا قَالَ اھْبِطْ
مِنْھَا فَمَا یَکُوْنُ لَکَ اَنْ تَتَکَبَّرَ فِیْھَا فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ۔ تیسری آیت میں
فرمایا قَالَ اخْرُجْ مِنْھَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَکَ مِنْھُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ
مِنْکُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۴۷ میں ہے سمی بہ لانہ ابلس من
رحمۃ اللہ ای یئس وکان اسمہ عزازیل بالسریانیۃ وبالعربیۃ حارث فلما عصی
غیر اسمہ فسمی بہ لانہ ابلس وغیرت صورتہ۔ یہ تو واقعہ کا مختصر بیان تھا

شیطان کی شامت و بدنصیبی کا انجام تو آخرت کا دائمی عذابِ شدید ہے، مگر سائل کا منشاء معلوم نہیں، اسکی اس سوال سے کیا غرض ہے؟ مومن کو یقین کامل ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے تمام احکام سراسر حکمت و عدل ہیں، اس پر کوئی خداشناس اعتراض کی جرأت نہیں کرسکتا۔ بندوں کی عقل ہی کتنی کہ وہ حضرت حکیم علی الاطلاق کی حکمتوں کو سمجھ لینے کا دعویٰ کریں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو توفیق نیک عطا فرمائے اور شرِ نفس شیطانی سے بچائے۔ آمین واللہ تعالیٰ اعلم

وہابی کی امامت کا حکم

(۳): داڑھی منڈا فاسق ہے اور ہر فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی فان فی تقدیمہ تعظیمہ و قد وجب علینا اھانتہ شرعا کما فی ردالمحتار لیکن اسکے پیچھے نماز بکراہت ہو جاتی ہے، اور وہابی بے دین، منکرِ ضروریاتِ دین خارج از اسلام ہے، اسکے پیچھے کسی طرح نماز نہیں ہوتی، بلکہ اسکو امام بنانا شریعت کی نافرمانی اور سخت جرم ہے حدیث شریف میں صلوا خلف کل برٍّ و فاجرٍ آیا ہے کافر نہیں آیا، اسلیے اس حدیث سے وہابی کی امامت پر استدلال باطل ہے واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم

(۴): قرآن پاک میں چودہ آیتیں ایسی ہیں جنکے پڑھنے سننے سے سجدہ واجب ہوتا ہے، سورۂ علق کی آخر آیت بھی انہی آیات میں سے ہے، جو حافظ اُس کا سجدہ ادا نہیں کرتا وہ تارکِ واجب اور گناہ گار ہے، کنز الدقائق میں ہے سجود التلاوۃ تجب باربع عشر اٰیۃ۔ مستخلص الحقائق میں ہے و اٰیات السجدۃ فی اٰخر الاعراف والرعد والنحل و بنی اسرائیل و مریم و اولی الحج والفرقان و النمل و الٓمٓ التنزیل السجدہ و الصاد و حٰمٓ و النجم، و اذ السماء انشقت و اقرأ۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ عزاسمہ اتقن و احکم۔

(۵): اگر امام قرأت میں رک گیا اور مقتدی نے لقمہ دیا تو جائز ہے

س سے کسی کی نماز میں نقصان نہ آیا، نہ امام کی نہ مقتدی کی، البتہ اگر امام
قدر ما یجوز بہ الصلوٰۃ پڑھ چکا ہو، یا دوسری آیت شروع کر دے تو بہتر ہے کہ نہ بتلائے
ر امام کے رکتے ہی فوراً نہ بتانا چاہیئے تھوڑا توقف کرے کہ شاید اسکو خود یاد آجائے
اوی عالمگیری میں ہے والصحیح انہ لا یفسد صلوٰۃ الفاتح بکل حال ولا
لوٰۃ الامام لو اخذ منہ علی الصحیح ھکذا فی الکافی ویکرہ للمقتدی ان یفتح
ی امامہ من ساعۃ لجواز ان یتذکر من ساعۃ فیصیر قارئا خلف الامام من
یر حاجۃ کذا فی المحیط السرخسی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

(۲) :- سنتِ فجر اگر تنہا رہ گئی اور فرض پڑھ لیے گئے تو اسکی قضا لازم نہیں
تہ امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک بہتر ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد زوال سے پہلے پہلے
ھ لے لازم نہیں، اور آفتاب کے طلوع سے قبل اور زوال کے بعد بالاتفاق سنتوں
قضا نہ پڑھی جائے گی۔ مراقی الفلاح میں ہے ولم تقض سنۃ الفجر الا بفوتہا
الفرض الی الزوال وقال محمد رحمہ اللہ تقضی منفردۃ بعد الشمس قبل
زوال فلا قضاء لہا قبل الشمس ولا بعد الزوال اتفاقا۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح
ں ہے قیل الخلاف بینہم فی الحقیقۃ لانہما یقولان لیس علیہ القضاء وان
ل لا بأس بہ ومحمد رحمہ اللہ یقول احب الی ان یقضی وان لم یفعل لا
ئ علیہ۔ واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عز اسمہ اتقن واحکم۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

استفتاء

سوال :- جو امام حدِ شرع سے داڑھی کم رکھے اسکے پیچھے نماز کیسی ہے؟

(۲) :- جو امام سُود خواروں کے گھر کا کھانا کھائے؟ یا اُنکی خوشامد کرے
اُسکے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

(۳) :- مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب :- نحمدہٗ ونصلی علی حبیبہ الکریم

(۱) :- داڑھی رکھنا شعارِ اسلام اور اسکا کٹانا قدرِ قبضہ پہنچنے سے قبل حرا
بخاری شریف و مسلم شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابنِ ماجہ شریف میں حضر
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ حدیث مروی ہے کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ و
نے ارشاد فرمایا خالفوا المشرکین احفوا الشوارب واوفروا اللحی یعنی مشرکین کی
مخالفت کرو، مونچھیں پست کرو، اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ ایک اور حدیث مسلم شریف
بدیں الفاظ وارد ہے :- ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر باحفاء الشو
واعفاء اللحیۃ یعنی حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مونچھیں پست کرنے اور
داڑھی بڑھانے کا امر فرمایا۔ احیاء العلوم میں ہے رد عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ
وابن ابی الیلیٰ قاضی المدینۃ شہادۃ من کان ینتف لحیتہ۔ یعنی حضرت امیر المومنین
عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قاضی مدینہ ابن ابی لیلیٰ دونوں پیشوایانِ اسلام
نے داڑھی چھنٹنے والے کی شہادت (گواہی) رد فرما دی۔ نیز اسی میں ہے شہد رجل
عند عمر بن عبد العزیز بشہادۃ وکان ینتف لحیتہ فرد شہادتہ۔ ایک شخص نے
حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کوئی گواہی دی، اور وہ داڑھی کو
چُھنا کرتا تھا، حضرت خلیفہ نے اُسکی شہادت رد فرما دی۔ درمختار میں ہے یحرم
علی الرجل قطع لحیتہ۔ جب ثابت ہو گیا کہ داڑھی ایک مشت سے کم کتروانا یا
ممنوع ہے، تو اسکا عامل اور مصر فاسق ہوا، اور فاسق کی امامت مکروہ لما فی عا
المتون والشروح والفتاویٰ من کراھۃ امامۃ الفاسق۔

(۲):۔ سود خوار کے گھر کا کھانا حرام نہیں جبتک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کھانا
مالِ حرام سے تیار ہوا ہے، یا اُسکے پاس کوئی مالِ حلال موجود ہی نہ ہو۔ اور
خوشامد اگر ترغیبِ دین اور اصلاحِ حال کے لیے ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں
(۳):۔ بے عذر مسجد میں جنازہ لانا اور نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے
لحدیث ابی داؤد مَن صلی علیٰ میت فی المسجد فلا صلوٰۃ لہٗ۔ واللہ سبحٰنہٗ اعلم

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

تجوید کا سیکھنا ضروری ہے یا نہیں؟

منبعِ علم و فضل چشمۂ فیض و کرم عالی جناب قبلہ حضرت مولانا
مولوی محمد نعیم الدین صاحب دام ظلکم والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مزاج شریف
آیا تجوید کا سیکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور جو شخص حروف کو صحیح ادا نہ کرسکتا ہو
اُسکے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا کمترین احمد دین

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
قرآنِ کریم میں ترتیل یعنی حروف کا جدا جدا اُنکی صفات سے ادا کرنا، اوقاف و حرکات کا
لحاظ رکھنا، تغیر و تبدل سے بچانا اور تجوید کا بقدرِ ضرورت سیکھنا فرض ہے۔
اللہ سبحانہٗ نے ارشاد فرمایا: وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ؕ تفسیر مدارک میں ہے
ورتل القراٰن بین وفصل من الثغر المرتل ای مفلج الاسنان وکلام
بالتحریک ای رتل ولثغیر رتل ایضًا اذا کان مستوی البنیان او اقرأ علیٰ
تؤدۃ بتبیین الحروف وحفظ الوقوف واشباع الحرکات ترتیلا ھو تاکید

فی ایجاب الامر به وانه لابد منه للقاری۔ تفسیر خازن میں ہے قال ابن عباس بینه بیانا وایضا اقرءه علی هینتك ثلاث آیات او اربعا او خمسا وقیل الترتیل هو التوقف والترسل والتمهل والافهام وتبیین القراءة حرفا حرفا اثره فی اثر بعض بالمد والاشباع والتحقیق وترتیلا تاکید فی الامر به وانه لابد للقاری منه - اب ثابت ہوا کہ قرآن پاک میں ترتیل فرض ہے - تفسیر اتقان میں ہے لیس تحسین الصوت بالقراءة وتزیینها الحدیث ابن حبان وغیرہ زینوا القرآن باصواتکم وفی لفظ الدارمی حسنوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسنا واخرج البزاز وغیرہ حدیث حسن الصوت زینة القرآن وفیه احادیث صحیحة کثیرة فان لم یکن حسن الصوت حسنه فلستطاع بحیث لا یخرج الی التمطیط - اگر اسطرح کی تفسیر ہو جس سے معنی بدل جائیں اور ایسے بدل جائیں کہ جنکا اعتقاد کفر ہو تو اُس سے نماز فاسد ہو جائیگی، اور اگر ان سے ایسے معنی نہ پیدا ہوں لیکن اس تغیر کا مثل قرآن پاک میں نہ ہو اور تغیر فاحش ہو تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی، جیسے کسی نے ھذا الغراب کی جگہ ھذا الغباء پڑھ دیا - اور اگر قرآن پاک میں اسکا مثل نہ ہو اور اُسکے کچھ معنی نہ ہوں جیسے سرائر کی جگہ سرائل پڑھ دیا تو بھی نماز فاسد ہو گئی، اور اگر قرآن پاک میں اُسکا مثل ہو اور معنی بعید ہوں اور تغیر فاحش نہ ہو تو بھی امام صاحب کے نزدیک نماز فاسد ہو گی اور اس قول کے ساتھ اخذ کیا جائیگا - رد المحتار میں ہے، والقاعدة عند المتقدمین ان ما غیر المعنی تغیرا یکون اعتقاده کفرا مفسد فی جمیع ذلك سواء کان فی القرآن اولا الا ماکان من تبدل الجمل مفصولا بوقف تام فان لم یکن التغیر کذلك فان لم یکن مثله فی القرآن ولا معنی له

کالسہائی بلا م مکان السہا ئروان کان مثلہ فی القرآن والمعنی لبعید ولم یکن متغیرا فاحشا تفسد ایضا عند ابی حنیفۃ ومحمد وھو الاحوط اور اسی میں ہے فالاولی الاخذ بقول المتقدمین لانضباط قواعدھم وکون قولھم احوط۔ واللہ سبحٰنہ اعلم

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

نمازِ جمعہ

وہابیہ کی نچلی نہ بیٹھنے والی طبیعت مسلمانوں میں اختلاف ڈالنے کے لیے آئے دن ایک نہ ایک شگوفہ چھوڑتی ہی رہتی ہے۔ ان صاحبوں کو مزا ہی نہیں آتا جبتک نزاع وجدال کی گرم بازاری نہ ہو۔ اور اسکا راز یہ ہے کہ خود انکی گرمیِ بازار بھی اسی میں منحصر رہ گئی ہے۔ نئی نئی باتیں نکالنا اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی خدائی بھر سے علیحدہ چننا انکا شیوہ ہے، اطمینان سے بیٹھی ہوئی مخلوق کو اختلاف کی کشاکش میں مبتلا کرنا، اور بیٹھے بٹھائے لوگوں کو بیکار بحث میں ڈالکر پریشان کرنا ان صاحبوں کے پسندیدہ مشاغل ہیں۔ کبھی کوّا حلال کیا تو مدتوں کائیں کائیں رہی، ملک بھر میں طوفان مچا، صدہا رسالے تصنیف ہوئے، سیکڑوں فتوے لکھے گئے۔ لوگوں نے یقین نہ کیا کہ وہابی مولوی کوّا کھا سکینگے اگرچہ ضد میں فتوی دے چکے ہیں، مگر طبیعت کیسے گوارا کرلے گی، اس بناء پر بہت سے صاحبوں نے کوّے لکا پکا کر وہابی مولویوں کی دعوتیں کیں، یقین رکھتے تھے کہ مولوی صاحب کہنے کو تو کہہ گئے ہیں مگر ان سے کوّا کھایا نہ جائیگا۔ کیا خبر تھی کہ جناب کا مزاج بھی بہت ہی نفیس واقع ہوا ہے، بےجھجک تمام کوّے کھا گئے، اور کھلانے والوں کو نفرت آئی، انھوں نے جن برتنوں میں پکایا اور

کھلایا تھا، وہ مولوی جی کے سامنے لاکر توڑ ڈالے۔ مگر وہابی مولویوں کی جرأت اور
ہمت بھی قابلِ تعریف ہے، دھڑلّے سے کوّے کھائے اور مسلمانوں کو چڑانے کے لئے
کوّے مار مار کر اپنے دروازوں پر لٹکائے۔ علماءِ اہلِ سُنّت نے رد لکھے، شعراء نے
وہابیوں کے بہت مضحکے اُڑائے، تب کہیں کوّا خوری کا سلسلہ مدّت کے بعد موقوف ہوا۔
ایک زمانہ میں وہابی صاحبوں نے بکرے کے کپورے حلال کر دیئے، فتاویٰ
رشیدیہ میں اسکا فتویٰ بھی درج ہُوا، علماءِ اہلِ سُنّت نے اُسکے رد کئے ملامتیں فرمائیں
تب اسکا شور کم ہُوا۔ معلوم نہیں اندرونِ خانہ اب بھی کھالیتے ہیں یا نہیں؟ اسطرح
نئے نئے اختلاف پیدا کرنا ان کی خصلت ہے۔ آجکل (سنہ ۱۳۵۰ھ) مرادآباد میں "جمعہ"
کے خلاف عَلَم بلند کر رکھے ہیں، اور جا بجا مساجد میں کوششیں کرتے پھر رہے ہیں کہ
جمعے بند ہو جائیں، صرف ایک جامع مسجد میں جمعہ ہوا کرے۔ اور اس پر اتنا زور
دیا جاتا ہے کہ اتنا زور انھوں نے کبھی کسی فرض کے لیے نہیں دیا، کسی حرام کے ترک
کرانے کے لیے ایسی کوشش نہیں کی، ہاں گاندھی پرستی کے ذوق میں کچھ دن کیلیے
شراب کی دوکانوں پر پکٹنگ لگائے جاتے تھے اور اسکو حکمِ شرع بتایا جاتا تھا، مگر
معلوم نہیں کہ انکی وہ شریعت جس میں بحکمِ گاندھی پکٹنگ فرض تھا اب منسوخ ہو گئی
یا مر گئی یا اب کوئی نیا حکم شراب کی حلّت کا ان صاحبوں کو کہیں سے موصول ہو گیا
کہ اب کہیں بھی کوئی وہابی صاحب پکٹنگ کرتے نظر نہیں آتے اور شراب کو روکنے
کیلیے اب کوئی جماعت نہیں اُٹھتی۔ گاندھی اِروِن سمجھوتہ ہُوا اور وہابیوں کی شریعت بدل گئی
آجکل جمعہ بند کرنے کی دُھن میں لگے ہوئے ہیں، مطلب تو اتنا ہے کہ مسجد جامع
مرادآباد میں وہابیہ کا عمل دخل ہے، سب مسجدوں کے جمعے بند کر دیئے جائیں تو
یہاں مجمع خوب ہو، اور یار لوگوں کو چندے کے شکار کھیلنے کے لیے ہرا بھرا لہلہاتا
غزال آمود جنگل مل جائے اور دل کھول کر جیبوں کی خبر لینی شروع کریں۔ چندے

مانگنے کی تو ان صاحبوں کو بہت مشق ہے، جامع مسجد کی توسیع کے لیے عام طور پر مسلمانوں سے چندہ کیا جا رہا ہے، اہلِ سُنّت کے سامنے ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں اُن سے چندے لیے گئے، اور حالت جامع مسجد کی یہ ہے کہ اُسکو وہابی لوگ آبائی میراث کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ ہر بدمذہب وہاں آکر تقریر کر سکتا ہے، ہر فرقہ کے لوگ آکر وعظ کر جاتے ہیں، داڑھی منڈے جامع مسجد میں بیدریغ تقریریں کرتے ہیں، مگر علماءِ اہلِ سُنّت کو کبھی اسکا موقع نہیں دیا جاتا ہے، نہ انکو نماز پڑھانے کی اجازت ملتی ہے، نہ وعظ فرمانے کی۔ چندہ لیتے وقت تو مسجد عام مسلمانوں کی بتائی جاتی ہے، مگر عمل دخل اس میں وہابیوں کا۔ شہر میں کثیر تعداد سُنّیوں کی ہے وہابی بہت تھوڑے ہیں، تو کیا وجہ ہے کہ جامع مسجد میں سُنّی امام اور واعظ نہ ہو۔ مگر وہاں تو اتنا بھی کوئی گوارا کرنے والا نہیں کہ ایک مہینہ کے چار جمعوں میں سے دو ہی جمعوں میں سُنّی امامت کیا کریں اور وعظ فرمایا کریں، اس پر یہ غوغہ ہے کہ شہر کی مسجدوں کے جمعے موقوف کر دیے جائیں کہ اہلِ سُنّت کے نزدیک وہابی امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، تو کیوں اپنی نمازیں کھو ملیں گے ہاں اگر یہی منظور ہے کہ ایک ہی جگہ نماز ہوا کرے، تو کوئی خالص سُنّی امام مقرر کر دیا جائے جسکے پیچھے اہلِ سُنّت بشوق نماز پڑھیں، اور شہر کا کثیر طبقہ اپنی نمازوں کی طرف سے مطمئن رہے۔ رہا وہابی طبقہ! تو اُسکے نزدیک سُنّی امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، اسلیے اُسے بھی سُنّی امام کی اقتدار میں عذر نہ ہونا چاہیئے، مگر وہابیوں کا تعصب اور خود غرضی اسکو کب گوارا کر سکتی ہے۔ علاوہ بریں شہر کی مساجد سے جمعہ بند کرنے میں مسلمانوں کو کیسی دقتوں اور مصیبتوں کا سامنا ہے، مزدور طبقہ جسکو ٹھیک دوپہر کو تھوڑی سی فرصت ملتی ہے، گھر آتا ہے، کھانا کھاتا ہے، غسل کرتا ہے، کپڑے بدلتا ہے، اور اب اُسے مزدوری پر حاضری کا وقت بہت ہی

کم رہ جاتا ہے، تو وہ اپنے قریب کی مسجد میں یا جہاں اُسے نماز تیار ملے، جمعہ ادا کر لیتا ہے۔ مریض اور ضعیف اور سن رسیدہ اشخاص جو زیادہ دور نہیں چل سکتے، محلہ کی مسجدوں میں باسانی، نماز ادا کر لیتے ہیں، اگر محلہ کی مسجدوں میں نمازیں بند کر دیجائیں، تو آدھے آدمی اپنی ضرورتوں اور کاموں کی وجہ سے جامع مسجد نہ پہنچ سکیں، باقی میں سے کچھ ضعیفی، بیماری کی وجہ سے نہ جا سکے، اور بہت سے سستی کاہلی سے اس دور دراز مسافت کو طے کرنے سے ہمت ہار جائیں بہت تھوڑے ایسے ہونگے جو ہمت باندھ کر جامع مسجد پہنچیں، بلکہ تجربہ اس سے بھی زیادہ تلخ ہُوا کہ جن مسجدوں سے جمعہ موقوف کیا گیا، وہاں کے بہت سے آدمی صرف جمعہ ہی سے نہیں بلکہ نمازِ ظہر سے بھی محروم رہ گئے۔ دینی امور میں لوگ بہت سست و کاہل ہو گئے ہیں، ایسے وقت میں انکے لیے مشکلات پیدا کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اُنکے ادائے فرض کی راہ میں دشواریاں ڈال کر اُنھیں فرض سے روکا جائے یہ نیکی و نیک خواہی تو نہ ہوئی، بلکہ بدی و بدخواہی ہو گئی، مگر وہابی صاحبان اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں، اس میں سے کسی بات پر نظر نہیں ڈالتے۔ شہر کی کثیر مساجد میں ہمیشہ سے جمعہ کی نمازیں ہوتی ہیں، وہابی بھی جامع مسجد کے سوا بکثرت مسجدوں میں نمازیں پڑھتے ہیں، وہابی مولوی اپنے گروہ کی مسجدوں میں امامت کرتے ہیں، گاندھی اِردن سمجھوتہ سے پہلے وہابی صاحبوں نے کبھی اعتراض نہیں کیا اُسوقت تک یہ تمام نمازیں بیدریغ جائز و درست تھیں، مگر اب کی برسات میں رُت بدلی، گاندھی گول میز کانفرنس کی مخالفت سے باز آئے، اور اپنے اصول کو خیرباد کہہ کر ولایت روانہ ہوئے، اور وہابی مولوی صاحبوں کا مسئلہ بدلا، مساجدِ شہر میں نمازِ جمعہ کے بند کرنے کے احکام صادر کیے گئے، کوششیں شروع ہوئیں اور وہ نمازیں جو ابتک بے خدشہ جائز تھیں قابلِ ممانعت ٹھہریں، شہر میں انکا چرچا ہوا

عام لوگوں کو تشویش ہوئی کہ مسئلہ ایک دم کیوں بدل گیا؟ تو وہابی صاحبان نے جلسے کیے اور اسکی معذرت یہ کی کہ ہم ابتک غلطی میں تھے۔ ہم کوئی فرشتے نہیں ہیں معصوم نہیں ہیں، اب ہمیں اپنی غلطی پر تنبیہ ہوا تو ہم اس مسئلہ کا اجرا کرتے ہیں۔ کیا اگر کوئی شخص عمر بھر نماز نہ پڑھے پھر کسی وقت نماز پڑھنا چاہے تو اسکو روکو گے؟ ایسے ہی ہم اس مسئلہ میں غلطی پر تھے" ہمیں سب سے پہلے اس مسئلہ کو اٹھانا چاہیئے تھا، لیکن اب ہم اس غلطی سے باز آتے ہیں تو اس میں ہم پر کیا اعتراض؟

وہابی مولوی صاحبان کے نزدیک تو انکا یہ عذر کافی ہوگا، لیکن سننے والے اس نتیجہ پر پہنچے کہ ایک آدمی شامتِ نفس سے کسی غلطی میں مبتلا ہوتا ہے، تو دوسرے اُسے آگاہ کردیتے ہیں، جبوقت بھی خدا توفیق دے وہ اپنی غلطی سے باز آجاتا ہے تو یہ باز آنا ہرگز قابلِ ملامت نہیں ہوتا، مگر پچھلی زندگی کی غلطی ضرور قابلِ توبہ و تلافی ہوتی ہے۔ بے نمازی کی مثال جو مولوی صاحب نے فرمائی اُسے بھی توبہ کے بعد پچھلی نمازیں معاف نہ کی جائینگی، بلکہ اُنکی قضا لازم رہیگی۔ پھر بھی یہ غلطی شخصی ہے، اور دوسرے لوگ ہمیشہ اُسکو ترکِ نماز پر ملامت کرتے رہے ہیں، لیکن عالم کی غلطی اور ایک عالم نہیں، وہابی گروہ کے سارے عالموں کی غلطی، اور وہ بھی مدت ہائے دراز تک کہ اس درمیان میں بہت سے وہابی مولوی تو اسی غلطی میں اس جہان سے چل بسے مگر اس جماعت میں کوئی بھی نصف صدی تک جب سے مرادآباد میں وہابیوں کا تسلط ہوا ہے اس مسئلہ کے متعلق زبان نہ ہلا سکا، اور پچاس برس کی طویل مدت میں اُنھیں اپنی ایسی فاحش غلطی کا شعور نہ ہوا، اور اتنی مدت دراز کے بعد آج سمجھے، تو ایسے مولویوں سے کیا تعجب ہے کہ وہ فاتحہ، تیجہ، میلاد شریف، مجالسِ شہادت، گیارھویں شریف، عرس، کھچڑا، سبیل، علمِ غیب، استمداد وغیرہ مسائل کو بھی نہ سمجھے ہوں اور غلطی میں ہوں، دیکھیے کس سال اُنھیں اپنی ان غلطیوں کا شعور ہو، اور وہ مجمع میں انہی بلند آہنگیوں

کے ساتھ اسکا اعتراف کریں۔ شہر کے لوگ دعاء کر رہے ہیں کہ خدا کرے کہ وہابی مولوی صاحبان اپنی ان دیرینہ غلطیوں کو بھی جلد سمجھ جائیں اور اعتراف کرلیں تو شہر سے اس اختلاف کا خاتمہ ہو جائے جو اِن صاحبوں نے ڈال رکھا ہے۔ مگر ہیں بہت زود فہیم! اپنے ایک مسئلہ کی غلطی پچاس برس میں سمجھے، تو اس حساب سے اتنے بہت سے مسائل کی غلطیاں دیکھئے کتنی صدیوں میں سمجھیں؟ خدا کرے جلد کوئی زور کی برسات ہو، اور ان صاحبوں کے دماغوں میں ایسی تری و تازگی آئے کہ ایک دم اپنی سب غلطیاں سمجھ لیں۔ اور یہ زیادہ تعجب کی بات بھی نہیں ہے، ہمیشہ اپنی غلطیوں کے سمجھنے میں اتنی ہی دیر نہیں لگاتے ہیں، کبھی کبھی جلد بھی سمجھ جاتے ہیں۔ ۱۹۲۰ء میں جب مراد آباد میں نمائش شروع ہوئی تھی، نیا معاملہ تھا، وہابی مولوی صاحبان نے نمائش کے حرام ہونے کا فتویٰ دیدیا، یہ فتویٰ جا بجا دیواروں پر نالیوں کے کناروں پر جلی حرفوں سے لکھا ہوا تھا۔ شہر میں دھوم مچا رکھی تھی کہ نمائش حرام ہے۔ نمائش کے منتظم پریشان تھے کہ کسطرح نمائش کو کامیاب بنائیں۔ آخر تیز طبع لوگوں نے ایک تجویز سوچی کہ مراد آباد کے لوگوں نے ہوائی جہاز نہیں دیکھا ہے وہ عجیب چیز ہوگا۔ ایک ہوائی جہاز منگایا، وہ شہر میں اڑا، اُس کی پرواز سے ہوا میں جو تموّج پیدا ہوا، اُس نے بہت سے وہابی مولوی صاحبان کے دماغ درست کردیئے کئی مولوی صاحبان تو اسی سال سمجھ گئے، اور شب کی تاریکی میں بند گاڑی کے اندر بیٹھ کر نمائش گاہ میں حاضری دے آئے، اور اگلے سال تو کوئی وہابی مولوی نہ بچا جو نمائش کے بازاروں میں کھلے بندوں نہ پھرا ہو۔ پچھلے سال کی کوتاہی کی دل کھول کر تلافی کرڈالی۔ ان ہی کے ہمخیال ایک شاعر صاحب نے اپنے علماء کے اس قدر جلد اپنی غلطی کو سمجھ جانے اور اعتراف کرلینے کی تعریف میں ایک غزل لکھ ڈالی جس کے چند شعر یہ ہیں ۔

وقار آپ نے خود اپنا پائمال کیا ذرا نہ جبہ و دستار کا خیال کیا
بدل گئے مسئلہ مفتی نے یہ کمال کیا حرام کر کے نمائش کو پھر حلال کیا

اس زود فہمی کو دیکھ کر یہ امید کرنا بھی کچھ بیجا نہیں ہے کہ مولوی صاحبان کو ان مسائل میں بھی جلد تنبہ ہو جائے۔ شہر والے انتظار کر رہے ہیں کہ کب کوئی فصل موافق آئے، اور زمانہ پھر رت بدلے اور وہابی مولوی صاحبان اپنی ان دیرینہ غلطیوں سے باز آئیں۔ مگر اتنی بات ان مولوی صاحبان کے لیے اور بھی قابلِ غور ہے کہ ایک مسئلہ میں کم از کم پچاس برس غلطی میں رہے، تو کیا اطمینان ہے کہ اب جو سمجھیں وہ غلط نہیں۔ انھیں تو سمجھنے کو برس چاہئیں، اپنی غلطی بھی پچاس پچاس برس بعد سمجھتے ہیں۔ ہمیں اس سے کچھ بحث نہیں، وہ کتنی ہی مدت میں سمجھا کریں۔ مگر سمجھ کا یہ حال ہے تو عام مسلمانوں کو احکام، فتوے اور وعظ سے معاف رکھیں، مولوی صاحب تو پچاس برس بعد کہدینگے کہ ہماری جماعت کی جماعت غلطی میں رہی، مگر انکے قول پر عمل کرنے والے غلطی کرتے کرتے مر جائینگے، وہابی مولوی صاحب کو تو اب ہوش آیا اور انھوں نے اعلان کیا کہ ثوابِ جمعہ، جامع مسجد ہی میں مل سکتا ہے اور فضیلت وہیں حاصل ہو سکتی ہے اور ابتک وہ غلطی میں تھے لیکن پچاس برس تک جتنے مسلمانوں نے نمازیں پڑھیں سب فضیلت و ثوابِ جمعہ سے محروم ہی رہ گئے، وہابی مولویوں کی غفلت اور غلطی ہوئی، اور لوگوں کی سالہا سال کی نمازیں جمعہ کی فضیلت سے خالی رہیں۔ مگر یہ عقل و دانائی، یہ علم و لیاقت قابلِ تعریف ہے کہ ایک معمولی سا مسئلہ پچاس برس تک وہابی مولویوں کی جماعت کے سمجھ میں نہ آیا، اور اب جو سمجھ میں آیا وہ بھی عجیب و غریب ہے۔ اس گروہ کے سب سے بڑے مولوی، جو مرادآباد میں ہیں انھوں نے اپنی تقریر میں فضائلِ جمعہ کے سلسلہ میں بیان کیا کہ جمعہ ہی کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنا خلیفہ بنایا،

اسکی تمثیل اسطرح بیان کی کہ جسطرح کوئی بادشاہ اپنے لڑکے کو ولیعہد بناتا ہے اُسکی تاجپوشی کی خوشی میں ایک بڑا دربار منعقد کرتا ہے، اور تمام لوگ حسب حیثیت اچھے اچھے لباس پہنکر اُس دربار میں شریک ہوتے ہیں، جب بادشاہ رسم تاجپوشی ادا کر چکتا ہے تو حسب مراتب تمام اہالیانِ دربار کو انعام تقسیم کرتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے بھی حضرتِ آدم کی خلافت کی تاجپوشی کا ایک بہت بڑا دربار منعقد کیا، اور تمام ملائکہ مقربین کو جمع کرایا، جب اس ولیعہد کی تاجپوشی کی رسم ادا ہو چکی تو تمام حاضرین پر انعام واکرام تقسیم ہوا۔ اب جو لوگ اس دربار میں شامل نہ ہوئے وہ انعام واکرام سے محروم رہے۔ اسی طرح جو لوگ جامع مسجد کے علاوہ اور مسجدوں میں نمازِ جمعہ ادا کرتے ہیں وہ اس انعام کے مستحق نہیں۔

وہابی مولوی صاحب کی یہ تقریر سُنکر مجھے حیرت ہوگئی، کیونکہ میں جانتا تھا ولی عہد کسی بادشاہ یا فرماں روا کے اُس نامزد کردہ شخص کو کہتے ہیں جسکو بادشاہ کی موت کے بعد سلطنت کرنے کے لیے معیّن کیا گیا ہو، اور جب اُسکا عہدِ سلطنت آتا ہے اور ولی عہد کی تاجپوشی ہو جاتی ہے، تو پہلے بادشاہ کی حکومت وسلطنت کا نام ونشان باقی نہیں رہتا۔ میں سوچتا ہی رہ گیا کہ مولوی صاحب کیا فرما رہے ہیں، اور انکا دماغ کہاں ہے؟ حضرتِ آدم علیہ السلام کو خداوندِ عالم کا ولی عہد کیسے بنادیا؟ خدائے قدوس کی سلطنت ازلی ابدی، اُسکا حکم وحکومت لازوال، اُسکے ولی عہد کی تاجپوشی کے کیا معنی؟ مولوی صاحب کا دماغ کہاں ہے کہ وہ حضرتِ قیوم، لم یزل ولایزال کی تمثیل ایک فنا ہونے والے انسان سے دیتے ہیں، اور اُسکیلیے ولیعہد اور اُسکی تاجپوشی مانتے ہیں۔ مگر میں نے مولوی صاحب کی طرف سے یہ عذر کر لیا کہ گھبراہٹ میں انکی زبان سے یہ کلمے نکل گئے، لیکن جمعہ کو ایک جگہ ادا کرنے کے لیے اس پریشان بیانی کو دلیل بنانا، لکھے پڑھے آدمی کی شان سے بعید ہے۔ اول تو اس تمثیل سے

یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نمازِ جمعہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کی یادگار ہے۔ اس بات کو شاید وہابی صاحبوں کا دماغ قبول کرلے، اور اگر قبول کرلے، تو پھر مولود شریف اور مجالسِ شہادت و عرس میں کیا کلام ہے وہ بھی تو بزرگوں کی یادگار ہیں۔ ان سب باتوں سے قطع نظر کیجئے تو اس دلیل سے شہر میں ایک جمعہ ہونا کیسے ثابت ہوا؟ اگر یہ مطلب ہے کہ حضرت آدم کی خلافت کا ایک دربار تھا اور سارے جہان کی مخلوق کو اُسی میں شریک ہونا تھا، اور خاص اُسی ایک دربار کی شرکت پر انعام و اکرام ملنے تھے، دوسری جگہ کوئی دربار کرلیتا، تو وہ اس انعام کا مستحق نہ ہوتا، جمعہ ہی اُس جشنِ خلافت کی یادگار ہے، لہٰذا ایک ہی جگہ ہونا چاہئیے نہ کہ شہر شہر قصبے قصبے ہزاروں جمعے ہوں، چونکہ دربار جشنِ خلافت ایک ہی تھا، اب ہر شہر کے جمعہ کی دلیل کہاں سے آئے گی اور مولوی صاحب ہر ہر شہر و قصبہ میں تقسیم انعام و اکرام کی کیا سبیل نکالینگے؟ جبکہ اُنکے نزدیک فقط ایک ہی دربار ہوسکتا ہے، اور جو اس خاص دربار میں شرکت نہ کرے انعام و اکرام سے رہیگا۔ یہ مدعا تھا تو مولوی صاحب کو صاف کہدینا چاہیے تھا کہ جمعہ کا ثواب اور اسکا انعام و اکرام صرف کعبہ شریف میں حاصل ہوتے ہیں اور کہیں نہیں۔ وہ اپنی اس دلیل پر نظر رکھتے ہوئے ہر شہر و قصبہ میں جمعہ کی فضیلت کسطرح ثابت کرسکتے ہیں؟ اور اگر یہ کہئیے کہ اس دربار کی یادگار میں ملنا لوگوں کا جو مجمع ہو وہ انعام و اکرام کا مستحق ہے، تو ہر مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے وہاں وہی انعام و اکرام ملے گا اور یہ کہا جائیگا کہ جس نے جماعتِ مسلمین کے ساتھ جمعہ نہیں پڑھا وہ انعام و اکرام سے محروم رہا۔ لطف یہ ہے کہ یہ وہابی مولوی صاحبان یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ جمعہ کا ثواب اور اسکی فضیلت اسی صورت میں ہے کہ سب لوگ جامع مسجد چلیں اور ایک ہی جگہ جمعہ ہو، اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ شہر کی چار چھ بڑی بڑی مسجدوں میں جمعہ ہونا چاہیئے۔ اگر چار مسجدوں میں جمعہ کی فضیلت اور اس کا ثواب

مل سکتا ہے، تو پانچویں مسجد میں کیوں نہیں ملے گا؟ اور اگر جامع مسجد کے سوا کہیں ثواب نہیں ملتا ہے، تو چار مسجدوں کی تجویز کیوں ہے؟ ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
آج آپ اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

غرض اسوقت تک وہابی صاحبان کی تقریریں بھی سنیں تحریریں بھی دیکھیں، لیکن شہر کے لوگوں کی تسلّی و تشفی نہ ہو سکی ہے، اور وہابی صاحبان کا بیان انکی اس نئی تحریک کی معقولیت اہلِ شہر کے ذہن نشیں نہ کرسکا، اُنکے عالموں کو اپنے دعوے کی دلیل میں اس قسم کی لایعنی اور بے حاصل باتیں کہنی پڑیں، مگر باوجود اسکے وہابیہ کو بہت اصرار ہے اور وہ مساجد سے جمعہ موقوف کرانے میں انتہائی کوشش سے کام لے رہے ہیں۔ اس نئی تحریک نے مسلمانوں میں تشویش اور پریشانی پیدا کردی ہے، اسکو دفع کرنے کیلیے مناسب سمجھا گیا کہ ہم اپنے پیشوایانِ دین اور رہنمایانِ ملت علمائے اہلِ سُنّت سے استفتاء کریں، چنانچہ میں نے بہت سے مسلمانوں کی استدعاء پر ایک سوال لکھکر حضرت صدر الافاضل، استاذ العلماء جناب مولانا مولوی حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب کی خدمت میں بھیجدیا، جبوقت یہ سوال حضرت مدظلہ کے پاس پہنچا وہ کاٹھیاوار کے دُور دراز سفر کی تیاری میں تھے، انھوں نے چلتے چلتے ایک مختصر مگر نہایت جامع، مفید اور تسلی بخش جواب تحریر فرما دیا جسکو میں ذیل میں درج کرتا ہوں:۔ (منشی) شوکت حسین رامپوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ نمازِ جمعہ مسجدِ جامع کے علاوہ جو لوگ اور مسجدوں میں پڑھتے ہیں انکی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ثواب، نمازِ جمعہ کا انکو ملتا ہے یا نہیں؟ بینوا اللہ جواب عنایت فرمایئے کا فقط

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہٗ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم

ایک شہر میں جمعہ چند جگہ بناء بر مذہب مفتیٰ بہ کے جائز ہے، لہٰذا جو لوگ علاوہ جامع مسجد کے اور مسجدوں میں جمعہ پڑھتے ہیں اُن کی نماز درست اور جمعہ ادا ہوتا ہے اور اس کا ثواب ملتا ہے، درمختار میں ہے وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقاً علی المذہب وعلیہ الفتویٰ شرح المجمع للعینی وامامۃ فتح القدیر دفعاً للحرج واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

یہ فتویٰ مستفتی شاہی مسجد میں لے گیا جہاں وہابیہ کا مدرسہ ہے وہاں کے صدر مدرس نے اس کے نیچے ذیل کی عبارت لکھی :-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک سے تابعین کے زمانہ تک جو کہ بنص حدیث خیر القرون ہے، جمعہ صرف ایک ہی مقام پر ادا ہوتا رہا ہے، حضرات ائمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی یہی فرماتے ہیں، البتہ امام محمد کی ایک روایت سے تعدد کا جواز بمعنی سقوطِ فرض ثابت ہوا ہے جسکو بعض مشائخ نے بعض شرعی وجوہ کی بناء پر اپنا مختار قرار دیا ہے لیکن اسکا بھی یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بلا قید جتنا تعدد چاہو اختیار کر لو، بلکہ ان وجوہ پر نظر غائر ڈالنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حسب ضرورت و حاجت تعدد جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور متاخرین کے کلام میں ضرورۃ کی قید بھی مذکور ہے، اور یہ یقینی امر ہے کہ جامع مسجد میں مجمعِ عظیم کے ساتھ جمعہ کا ادا کرنا بہر حال افضل و اکمل ہے، اور یقینی سبکدوشی فریضہ جمعہ کی اسی صورت میں ہے، تعدد میں شائبہ عدم جواز ضرور موجود ہے پس حسب ارشاد دع ما یریبک الی ما لا یریبک یہی مناسب ہے کہ جمعہ جامع مسجد میں ادا کیا جائے

ہاں بدرجۂ مجبوری ایک دو بڑی مسجدوں میں بھی اگر ادا ہو تو گنجائش ہے، نہ کہ موجودہ کثرت اور تعدد۔ واللہ اعلم" حررہ فخر الدین احمد غفرلہٗ مدرس مدرسہ اسلامیہ شاہی مسجد

پھر یہ فتویٰ جناب مولٰنا مولوی محمد عمر صاحب نعیمی کے پاس لایا گیا جو حضرت صدر الافاضل مدظلہٗ شاگرد ہیں، انھوں نے اس پر یہ تحریر فرمایا:۔

۷۸۶

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین حضرت اُستاذی صدر الافاضل مدظلہ العالی کا فتویٰ حق و صحیح ہے، اس مختصر فتوے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اُسکا ایک حرف جنبش نہیں کر سکتا، اور کسی مخالف کو مجال نہیں ہے کہ وہ اسکے خلاف کوئی دلیل قایم کر سکے۔ مولوی فخر الدین صاحب کا یہ دعویٰ کہ زمانۂ اقدس سے زمانۂ تابعین تک جمعہ صرف ایک ہی مقام پر ہوتا رہا ہے، ایسا دعویٰ ہے جس پر وہ کوئی نقل یا حوالہ پیش نہیں کر سکے۔ علاوہ بریں اگر فرض کر لیا جائے کہ زمانۂ تابعین میں جمعہ متعدد جگہ نہ ہوا، تو یہ التعدد کے عدمِ جواز کی دلیل کب ہو سکتا ہے؟ زمانۂ تابعین تک مدارس بایں ہیئت کب تھے جن میں مدرسین نوکر ہوتے، نصاب معین ہوتا اُس نصاب معین کے تمام ہونے کے بعد سند و بخالی دستار بندی کیجاتی۔ اگر خیر القرون میں کسی چیز کا نہ ہونا اُسکے عدمِ جواز کی دلیل ہو سکتا ہے تو یہ مدرسے اور اُنکے تعین اوقات و نصاب و تعین ایام تعطیل اور سند و دستار بندی اور خود مولوی صاحب کا نوکری کرنا یہ سب ناجائز ہوگا؟ ورنہ ثابت کریں کہ زمانہ تابعین میں دینیات کے نصاب معین پڑھانے پر نوکری کرنے اور تنخواہ لینے کا کچھ پتہ ملتا ہے؟ پھر کیا معنیٰ ہے کہ آپ کی نوکری، مدرسہ کا سند، دستار ناجائز نہ ہو، اور تعددِ جمعہ ناجائز ہو جائے؟ ایسی بات کو سند بنانا اہلِ علم کی شان کے خلاف ہے۔ پھر یہ نہ دیکھا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا تھا لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع

اسکے ساتھ فی مواضع واحد کی قید نہ تھی، تو اب اس حدیث کو مقید کرنا اور کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی طرف سے تخصیص لگانا کہاں سے جائز ہو سکتا ہے اگر کتابوں پر نظر ہوتی تو معلوم ہوتا کہ جمعہ کے تعدد کے جواز کی دلیل فقہاء نے اسی حدیث کا اطلاق قرار دیا ہے جیسا کہ ہم آگے نقل کرینگے۔ دوسرے ائمہ کا ذکر تو حنفیوں کے لیے فضول ہے، ورنہ جسکے بدن سے خون بہتا ہو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسکا وضو نہیں جاتا، تو کیا آپ اسکے لیے تیار ہیں کہ حنفیوں کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیدیں؟ اور جب ایسا نہیں ہے تو دوسرے ائمہ کے قول کا ذکر نا ہی بیکار ہے اب رہا مذہب حنفی، اس میں قول راجح وہی حضرت امام محمد اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے جس میں تعدد کو جائز بتایا گیا ہے۔ عالمگیری میں ہے وتؤدی الجمعۃ فی مصر واحد فی مواضع کثیرۃ وھو قول ابی حنیفۃ ومحمد رحمۃ اللہ وھو الاصح وذکر الامام السرخسی انہ الصحیح من مذھب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ وبہ ناخذ ھکذا فی البحر الرائق۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ایک شہر میں مواضع کثیرہ میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے، اور یہی قول امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے اور یہی اصح ہے اور امام سرخسی نے ذکر کیا کہ یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب صحیح ہے اور اسی کو ہم اخذ کرتے ہیں۔

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے وتصح اقامۃ الجمعۃ فی مواضع کثیرۃ بالمصر وفنائہ وھو قول ابی حنیفۃ ومحمد فی الاصح ومن لازم جواز التعدد سقوط اعتبار السبق وعلی القول الضعیف المانع من جواز التعدد قیل بصلاۃ اربع بعدھا بنیۃ آخر ظھر علیہ ولیس الاحتیاط فی فعلھا لان الاحتیاط ھو العمل باقوی الدلیلین واقوٰھما اطلاق جواز التعدد والجمعۃ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک شہر میں مواضع کثیرہ میں جمعہ کا قائم کرنا صحیح ہے اور یہی قول ہے حضرت امام ابوحنیفہ

اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کا، یہی اصح ہے اور یہی اقویٰ ہے" اور جو قول جوازِ تعدد سے مانع ہے وہ ضعیف ہے۔ طحطاوی میں فرمایا لاطلاق حدیث لاجمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع فالمصر شرط اقامتہا وھو موجود فی کل فریق۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے مواضع کثیرہ میں صحیح ہونیکی دلیل حدیث لا جمعۃ ولا تشریق کا اطلاق ہے، کیونکہ حدیث شریف میں اقامتِ جمعہ کی شرط مصر یعنی شہر قرار دی گئی ہے اور وہ ہر مسجد میں جمعہ پڑھنے والوں کےلیے حاصل ہے۔ درمختار کی جو عبارت حضرت صدر الافاضل مدظلہ العالی نے اپنے فتوے میں نقل کی ہے جسکا مفاد یہ ہے کہ ایک شہر میں بہت سے مقامات پر مطلقاً جمعہ ادا ہوتا ہے یہی مذہب ہے اسی پر فتویٰ ہے اور اسمیں دفع حرج ہے اسکی شرح میں علامہ ابنِ عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں سواء کان المصر کبیرا اولا وسواء فصل بین جانبیہ نھر کبیر کبغداد اولا وسواء قطع الجسر او بقی متصلا وسواء کانت التعدد فی مسجدین او اکثر ھکذا افادہ من الفتح ومقتضاہ انہ لایلزم ان یکون التعدد بقدر الحاجۃ کما یدل علیہ کلام السرخسی الاتی۔ یعنی جمعہ کا متعدد مقامات پر ادا کرنا ایک شہر میں مطلقاً صحیح ہے خواہ شہر بڑا ہو یا نہ ہو، اور خواہ کوئی نہرِ کبیر اسکو دو حصے کرتی ہو جیسے کہ بغداد یا نہ کرتی ہو، اور خواہ پل اٹھا دیا گیا ہو یا بندھا ہوا ہو، اور خواہ تعدد دو مسجدوں میں ہو یا زیادہ میں ہو، یہی مفاد ہے فتح القدیر کا، اور اسکا نتیجہ یہ ہے کہ تعدد کا بقدر حاجت ہونا ہی لازم نہیں، چاہے جسقدر بھی ہو جائز ہے جیسا کہ اس پر امام سرخسی کا آئندہ کلام دلالت کرتا ہے۔ اس عبارت میں مولوی فخر الدین کے اس جملہ کا بھی رد ہو گیا "اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بلا قید جتنا تعدد چاہو اختیار کرلو" وہابی صاحبوں کی جو بات ہے کتبِ معتبرہ کے خلاف۔ اسی ردالمحتار میں دفعاً للحرج کی شرح میں فرماتے ہیں

لان فی الزام اتحاد الموضع حرجا بینا لاستدعائہ تطویل المسافۃ علی اکثر الحاضرین ولم یوجد دلیل عدم جواز التعدد بل قضیۃ الضرورۃ عدم اشتراطہ لاسیما اذا کان مصر اکبیرا کمصرنا کما قالہ کمال۔ یعنی جمعہ کا ایک جگہ میں ہونا لازم کر دینے میں کھلا حرج ہے کیونکہ اکثر حاضرین پر دور دراز کی مسافت کا بار پڑیگا، اور جمعہ کے چند مقامات میں جائز نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں پائی گئی، بلکہ ضرورت اسکے مشروط نہ ہونے کا حکم کرتی ہے خاصکر شہر جبکہ بڑا ہو۔

ان تمام عبارات سے ظاہر ہے کہ جمعہ مقاماتِ کثیرہ میں بلا کسی قید کے بلا تردد جائز ہے، یہی حضرتِ امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کا مذہب صحیح اور قول راجح ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ اور جمعہ کے جواز کو ایک جگہ خاص کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور اس میں کھلا حرج بھی ہے۔ جب یہ قول راجح ہے تو اسکے خلاف پر اصرار کرنا اور فتویٰ دینا جہالت ہے، چنانچہ درِ مختار میں فرمایا ان الحکم والفتیا القول المرجوح جھل وخرق الاجماع یعنی قول مرجوح پر حکم کرنا اور فتویٰ دینا جہالت اور خرق اجماع ہے الحمد للہ کہ حق واضح ہو گیا اور مواضع کثیرہ میں صحت واقامت جمعہ کے جواز میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہا، اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ قول مرجوح کا اخذ کرنا اور اس پر فتویٰ دینا جہالت ہے۔ علاوہ بریں ہم یہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے قول مرجوح کو اخذ کیا اور شہر میں دو ایک بڑی مسجدوں میں نماز کی اجازت دی، انھوں نے اس قول کی بنا پر بھی نمازوں کو ضائع کیا، کیونکہ عدم جواز تعدد کے قول پر جسکو وہابی اخذ کرتے ہیں شہر میں صرف وہی جمعہ صحیح ہو سکتا ہے جو سب سے پہلے ہو خواہ جامع مسجد میں ہو یا کہیں اور، اگر دو جگہ جمعہ ایک ہی وقت میں ہوا تو اس قول پر دونوں کی نمازیں فاسد ہو گئیں، ایسے ہی اگر اشتباہ رہا کہ کونسا جمعہ پہلے ہوا تو بھی ہر ایک جگہ کا جمعہ فاسد ہو گیا اور نماز نہ ہوئی، تو وہابیہ جو عدم جواز تعدد کا قول مرجوح اخذ کرتے ہیں، وہ علاوہ اس غلطی کے کہ قولِ

مرجوح کا اخذ کرنا ناجائز ہے، ایک سے زیادہ جگہوں میں نماز کی اجازت دیکر اپنی نماز فاسد کرتے ہیں۔ طحطاوی میں ہے فالجمعۃ عند ہٗ للسابق وتفسد بالمعیۃ واشتباہ۔ مراد آباد میں بعض مساجد میں جمعہ ساڑھے بارہ بجے ہو جاتا ہے، اور شاہی مسجد اور جامع مسجد میں اسکے بعد ہوتا ہے، تو قولِ مرجوح کی بناء پر وہابیہ کے نزدیک جو نمازیں جامع مسجد اور شاہی مسجد میں ہوتی ہے وہ بالکل ناجائز و فاسد ہیں چہ جائیکہ افضل و اولیٰ۔ اسکے علاوہ یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اگر جمعہ شہر کی ایک مسجد ہی میں پڑھا جائے، اور قولِ معتمد و صحیح کو چھوڑا جائے، اور مسلمانوں کو حرج میں ڈالنے کا وبال بھی گوارا کیا جائے، اور کتب دینیہ اور مذہبِ صحیح کی مخالفت بھی کیجائے تو اس مسجد کا امام سنی صحیح العقیدہ ہونا چاہیئے۔ اگر وہابی بدمذہب ہوا تو اس کی بدمذہبی سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ بہرحال مانعینِ تعدد کا کلام کسی پہلو سے صحیح نہیں ہو سکتا۔ واللہ سبحٰنہٗ وتعالیٰ اعلم وعلمہٗ عز اسمہٗ اتم و احکم۔

کتبہٗ العبد المعتصم بذیل النبی الامی عمر النعیمی

جنت میں چند جانور بھی جائینگے

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنت میں کوئی جانور بھی جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

جنت میں پانچ جانور داخل ہونگے۔ (۱) براق حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا۔ (۲) دراز گوش حضرت عزیر علیہ السلام کا۔ (۳) ناقہ حضرت صالح علیہ السلام کا (۴) مینڈھا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا۔ (۵) کتا اصحاب کہف کا۔ چنانچہ اشباہ ونظائر میں مستطرف سے منقول ہے لیس من الحیوان من یدخل الجنۃ

الاخمسۃ کلب اصحاب الکہف وکبش اسمٰعیل وناقۃ الصالح وحمار عزیر وبراق النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ لیکن حموی نے شرح اشباہ میں شرعۃ الاسلام سے مقاتل کا قول نقل کیا ہے کہ انکے نزدیک دس جانور جنت میں داخل ہونگے:۔ (۱) حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ناقہ۔ (۲) حضرت صالح علیہ السلام کا ناقہ۔ (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گوسالہ۔ (۴) حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مینڈھا۔ (۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بقرہ (گاؤ)۔ (۶) حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی۔ (۷) حضرتِ عزیر علیہ السلام کا دراز گوش۔ (۸) حضرتِ سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی۔ (۹) بلقیس کا ہُدہُد۔ (۱۰) اصحابِ کہف کا کتا۔ قال مقاتل رحمہ اللہ عشرۃ من الحیوانات یدخل الجنۃ، ناقۃ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام وناقۃ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام وعجل ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام وکبش اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام وبقرۃ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وحوت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام وحمار عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام ونملۃ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام وھدھد بلقیس وکلب اھل الکھف کلھم یحشرون۔ کذا فی مشکوٰۃ الانوار۔ اسی کتاب میں شرح شرعۃ الاسلام سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ سب مینڈھے کی صورت کر دیئے جائینگے۔ حموی میں ہے وذکر فی مشکوٰۃ الانوار وشرح شرعۃ الاسلام انہا کلہا تصیر علی صورۃ الکبش

سبحان اللہ مقربین بارگاہِ حق کا یہ رتبہ ہے کہ جانور بھی اُن سے نسبت رکھنے کی بدولت جنتی ہو گئے والحمد للہ رب العٰلمین۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو انبیاءِ کرام صلوات اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کی کامل محبت اور انکا پورا اتباع نصیب فرمائے۔ آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ جمیع انبیائہ ورسلہ وسلم

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

مجموعۂ مسائل متعلقہ ختم قرآن و رمضان و عید

ماہِ مبارک رمضان میں مسلمان بالعموم عبادت کی طرف زیادہ راغب و مائل ہوتے ہیں، نمازوں میں زیادہ مزا لیتے ہیں، خیرات و حسنات کی کثرت کرتے ہیں، قرآنِ کریم کی تلاوت اور اسکے سننے سے روحانی لذتیں اٹھاتے ہیں۔ اس زمانہ میں وعظ و نصیحت انکے نرم قلوب پر اور زیادہ اثر کرتی ہے، مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوئی اور یادِ الٰہی سے معمور رہتی ہیں۔ جابجا حفاظ قرآنِ کریم سناتے ہیں، ایک ایک مسجد میں کئی کئی ختم ہوجاتے ہیں، اس پر بھی سننے والوں کی رغبت پیاسی ہی رہتی ہے۔ شبینے ہوتے ہیں، کیسے کیسے نفیس پڑھنے والے قرآنِ کریم کو ترتیل کے ساتھ شبینوں میں پڑھ کر سناتے ہیں۔ یہ ماہِ مبارک اعمالِ حسنہ کے چمنستان کا عالمِ بہار ہوتا ہے، اللہ کے عاشق دن بھر روزہ دار رہ کر شب کو یادِ الٰہی کے لطف اٹھاتے ہیں، جماعتیں کی جماعتیں مسجدوں کی طرف چلی جاتی ہیں، رستے نمازیوں سے بھرے نظر آتے ہیں تراویح میں قرآنِ پاک سنائے اور سنے جاتے ہیں، ختم کے روز مساجد میں نرالی زیب و زینت ہوتی ہے، برکاتِ ختم کے لیے مجمع اتنا کثیر ہوتا ہے کہ مساجد میں گنجائش نہیں رہتی حفاظ اپنے احباب کو جمع کرتے ہیں، حافظوں کے گروہ کے گروہ چلے آتے ہیں۔ جب حافظ صاحب سورۂ اخلاص پر پہنچتے ہیں تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھتے ہیں اور سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی تین مرتبہ تکرار کرتے ہیں۔ قرآن ختم ہونے کے بعد آخر رکعت میں سورۂ بقرہ مُفْلِحُوْن تک پڑھتے ہیں۔ ختم ہونے پر مسلمان حافظ صاحب سے اپنے اوپر دَم کراتے ہیں، کوئی پانی لاتا ہے، کوئی الائچی، اجوائن، زیرہ، نمک، کھجور، شہد پر دَم کراتا ہے۔ پھر یہ چیزیں ایک دوسرے کو تبرک کے لیے دیتے ہیں۔ بعد ختم خشوع و زاری کے ساتھ اسلام و مسلمین کے لیے دارین کی دعائیں کیجاتی ہیں، بندے اخلاص کے ساتھ

اپنے مالک کے حضور سوال کے ہاتھ پھیلا پھیلا کر مانگتے ہیں۔ آخر میں کہیں پنجآیت پڑھ کر کہیں بغیر اسکے شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ رمضان مبارک کے اخیر جمعہ کو خطبۃ الوداع پڑھا جاتا ہے جس میں رمضانِ مبارک کے فضائل و برکات کا بیان ہوتا ہے، اور اس ماہِ مبارک کے رخصت ہونے اور ایسے بابرکت مہینہ میں حسنات و خیرات کے ذخیرے جمع نہ کرنے پر حسرت و افسوس، اور آئندہ کے لیے لوگوں کو عمل خیر کی ترغیب، اور باقی ایام رمضان میں کثرتِ عبادت کا شوق دلایا جاتا ہے، مسلمان اس خطبہ کو سُنکر خوب روتے اور گناہوں سے توبہ و استغفار کرتے اور آئندہ کے لیے نیکی کا عزم کرتے ہیں۔ عید کے روز عموماً سویاں پکتی ہیں، اور عید کی نماز کے بعد مسلمان باہم ملتے اور معانقہ و مصافحہ کرتے ہیں اس سے آپس میں محبت و اتحاد کے روابط مضبوط ہوتے ہیں، اور ہر مسلمان کشادہ دلی کے ساتھ اپنے دینی بھائی سے بغلگیر ہوتا ہے۔ مدتہائے دراز سے مسلمانوں کے یہ معمول ہیں اور بالعموم علماء و صلحاء کا یہی طریقہ ہے سب اسی پکار بند ہیں بعضوں نے ان میں سے بہت سے امور کو ممنوع و ناجائز قرار دیا اور مسلمانوں کو ان سے روکنے کی بڑی کوشش کی، اپنی مساجد میں بعد ختم تراویح وعظ کہے، ان وعظوں میں مذکورہ بالا امور میں سے بھی بہت سی باتوں کو منع کیا، مثلاً ختم قرآن کے بعد پانی یا کسی اور چیز پر دم کرانا بدعت و بے اصل بتایا، خطبۃ الوداع کی سخت مخالفت کی اسکو بدعت و ناجائز کہا، بعد عید مصافحہ و معانقہ کو بھی منع کیا اور بدعت و ناروا کہا، اسکے ساتھ ہی حسب عادت زیارت قبور کے لیے سفر اور فاتحہ گیارھویں ایصالِ ثواب کے اور دوسرے طریقوں میں اعتراض کیے، جس سے بعض ناواقف اور ضعیف الخیال لوگوں کو کچھ تردد ہو گیا، وہ دریافت کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا امور جائز ہیں یا نہیں، اور ایسا کرنے میں شریعت کا مواخذہ اور گناہ تو نہیں ہے؟ اسلیے براہ کرم ان امور کے متعلق شرعی حکم صادر فرما کر مسلمانوں کو مطمئن فرمائیں۔ والسلام مع الاکرام۔ المستفتی محمد شوکت حسین شوکت مراد آبادی۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

سائل نے مسطورۂ ذیل اُمور کو دریافت کیا ہے (۱) ختم قرآنِ پاک کی خوشی اور اہتمام (۲) ختم کے لیے مسلمانوں کا اجتماع اور احباب کو جمع کرنا (۳) تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر (۴) سورۂ اخلاص کی تکرار (۵) بعد ختم قرآن سورۂ فاتحہ و بقرہ تا مفلحون پڑھنا (۶) دعا بعد ختم قرآنِ پاک (۷) پنجآیت (۸) تقسیم شیرینی (۹) خطبۃ الوداع (۱۰) عید کی سویاں (۱۱) معانقہ و مصافحہ بعد عید۔ اب ان میں سے جُداجُدا ہر ایک کے متعلق ہم حکم شرعی بیان کرتے ہیں۔

(۱و۲) ختم قرآن پاک کی خوشی اور اسکے لیے احباب کا اجتماع

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم و جلیل نعمت ہے، امام بخاری و مُسلم نے حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کی اس میں ہے لاحسد الا علی اثنین رجل اٰتاہ اللّٰہ القراٰن فھو یقوم بہٖ اٰناء اللیل واٰناء النھار ورجل اٰتاہ اللّٰہ مالاً فھو ینفق منہ اٰناء اللیل واٰناء النھار۔ یعنی رشک دو شخصوں پر محمود ہے ایک وہ جسکو اللہ تعالےٰ نے قرآنِ پاک سے سرفراز فرمایا اور وہ اوقاتِ لیل و نہار میں یعنی شب و روز قرآنِ پاک کے ساتھ مشغول رہتا ہے، دوسرا وہ جسکو اللہ تعالےٰ نے مال دیا اور وہ رات دن اُسکی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ یہ دونوں قابلِ رشک ہیں، یعنی انسان کو انکی ایسی نعمت کے حاصل ہونے کی آرزو کرنا چاہیئے۔

امام مُسلم نے حضرتِ ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اقرءوا القراٰن فانہ یاتی یوم القیٰمۃ شفیعاً لاصحابہٖ۔ یعنی قرآنِ پاک پڑھو کہ وہ روزِ قیامت اپنے اصحاب کیلیے شفیع ہوکر آئے گا۔

امام ترمذی نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کی کہ

حضورِ اقدس نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان الذی لیس فی جوفہ شیٔ من القرآن کالبیت الخرب جسکے دل میں قرآن بالکل نہ ہو وہ ویرانہ گھر کی مثل ہے۔

امام ترمذی نے حضرتِ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور پرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من قرأ حرفاً من کتاب اللہ فلہ بہ حسنۃ والحسنۃ بعشر امثالہا جس شخص نے قرآنِ پاک کا ایک حرف پڑھا اسکے لیے ایک نیکی ہے اور نیکی برابر دس نیکیوں کے۔ سبحان اللہ جب ایک ایک حرف کا اتنا عظیم ثواب ہے، تو تمام قرآنِ پاک کے ثواب کا کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

امام احمد و ابوداؤد نے حضرت معاذ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من قرأ القرآن وعمل بما فیہ البس والداہ تاجا یوم القیمۃ ضوءہ احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو کانت فیکم فما ظنکم بالذی عمل بھذا۔ یعنی جس شخص نے قرآنِ پاک پڑھا اور اُسکے مطابق عمل کیا، روزِ قیامت اُسکے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائیگا جسکی روشنی بہت بہتر ہوگی آفتاب کی روشنی سے دنیا کے گھروں میں اگر ہو آفتاب تمہارے گھروں میں تو تمہارا کیا گمان ہے اسکے حق میں جس نے اس پر عمل کیا۔

امام بیہقی نے حضرتِ اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث روایت کی البیت الذی یقرء فیہ القرآن یتزیا لاھل السماء کما تتزیا النجوم لاھل الارض۔ جس مکان میں قرآنِ پاک پڑھا جاتا ہے وہ آسمان والوں کے لیے ایسا مزین کیا جاتا ہے جیسے زمین والوں کے لیے ستارے مزین کیے جاتے ہیں۔

اور حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی نوروا منازلکم بالصلوٰۃ وقرأۃ القرآن یعنی اپنے مکانوں کو نماز اور قرآنِ پاک کی قرأت سے منور کرو۔

اور حضرت نعمان بن بشیر سے حدیث روایت کی افضل عبادۃ امتی قرأۃ القرآن

میری اُمت کی بہترین عبادت قرآنِ پاک کی قرأت ہے۔

یہ چند احادیث ذکر کی گئیں اور فضائلِ قرآن میں بکثرت احادیث وارد ہیں فی الواقع مصطفےٰ حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صدقہ ہے کہ ہمکو یہ نعمتِ عظمیٰ اور دولتِ کبریٰ عطا ہوئی، ورنہ کیا ہم اور کیا ہمارا منہ، سوائے حضرتِ جبرائیل امین علیہ السلام کے ملائکہ کی مقدس جماعتیں اس دولت سے بہرہ مند نہیں۔ اتقان میں ہے:

قال ابن الصلاح فی فتاواہ قرأة القرآن کرامة اکرمھم اللّٰہ بھا البشر فقد ورد ان الملائکة لم یعطوا ذالك وانھا حریصة علیٰ اسماعه من الانس.

یعنی ابنِ صلاح نے اپنے فتاوے میں کہا کہ قرآنِ پاک کی قرأت ایک کرامت ہے جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مشرف فرمایا، حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ملائکہ کو یہ نعمت نہیں دی گئی اور وہ انسان سے قرآنِ پاک سننے کے آرزو مند رہتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا نعمت ہے، کیا کرم ہے، اس پر جتنی خوشی کیجائے، جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اسلیئے ختم کے روز روزہ رکھنا، اعزہ واحباب کو جمع کرنا مسنون ومستحب ہے، اتقان میں ہے یسن صوم یوم الختم اخرجه ابن ابی داؤد عن جماعة من التابعین وان یحضرہ اھله واصدقاءہ اخرج الطبرانی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه انه کان اذا ختم القرآن جمع اھله ودعا واخرج ابی داؤد عن الحکم بن عیینة قال ارسل الیٰ مجاھد وعندہ ابن ابی امامة وقال انا ارسلنا الیك لانا اردنا ان نختم القرآن والدعاء یستجاب عند ختم القرآن واخرج مجاھد قال کانوا یجتمعون عند ختم القرآن ویقول عند تنزل الرحمة

یعنی ختمِ قرآن کے دن روزہ رکھنا سُنت ہے اسکو ابنِ ابی داؤد نے ایک جماعتِ تابعین سے نقل کیا اور اہل واحباب کا جمع ہونا بھی مسنون ہے۔ طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ وہ جب قرآنِ پاک ختم فرماتے تھے اپنے اہل کو جمع فرما کر دعا کرتے تھے

ابوداؤد نے حکم بن عینیہ سے روایت کی انھوں نے کہا کہ میرے پاس مجاہد نے کسی کو بلانے کے لیے بھیجا اور اسوقت انکے پاس ابن ابی امامہ تھے، دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے پاس اسلیے بلانے والے کو بھیجا کہ ہمارا ارادہ قرآنِ پاک کے ختم کرنے کا ہے اور ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ مجاہد نے نقل کیا کہ اسلاف ختم قرآن کے وقت جمع ہوتے تھے، اور وہ کہتے ہیں کہ ختم کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ ختم قرآن کی خوشی واہتمام اور اہل واحباب کو جمع کرنا اور دعا مسنون ومستحب ہے، بزرگانِ دین، صحابہ وتابعین سب کا معمول رہا ہے، یہ وقت قبولِ دعا کا ہے، مگر بدقسمت اس سے چڑتا ہے، اسکو یہ عبارتیں دکھاؤ، مگر امید نہیں کہ وہ اپنی ضد سے باز آئے، اللہ تعالیٰ آنکھ عطا فرمائے اور ہدایت کرے۔ آمین

(۵) تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر

تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر کسی ایک مقام پر جائز ہے، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۂ فاتحہ یا اور کسی سورۃ کا جزو نہیں لیکن آیت ہے، تو تکمیلِ ختم کے لیے اسکو جہر سے پڑھنا چاہیئے ورنہ ایک آیت رہ جائیگی اور ختم ناتمام ہوگا، خواہ بسم اللہ کو سورۂ اخلاص کے ساتھ پڑھا جائے یا اور کسی موقع پر۔

تفسیر مدارک میں ہے ان التسمیۃ اٰیۃ من القراٰن انزلت للفصل بین السور عندنا ذکرہ فخر الاسلام فی المبسوط۔ تفسیر علامہ ابی السعود میں ہے قیل انھا اٰیۃ فذۃ من القراٰن انزلت للفصل والتبرک بھا وھو الصحیح من مذھب الحنفیۃ۔ غنیۃ المستملی شرح منیہ میں ہے واجماع الصحابۃ علیٰ اثباتھا فی المصحف لایلزم منہ انھا اٰیۃ من کل سورۃ بل اللازم منہ مع الامر بالتجرید عن غیر القراٰن وبہ نقول انھا اٰیۃ منہ نزل للفصل بین السور کذا فی عامۃ کتب الفقہ۔ واللہ سبحانہ اعلم

(۴) سورۂ اخلاص تین بار پڑھنا

سورۂ اخلاص کا تین مرتبہ پڑھنا درست ہے حدیث شریف میں وارد ہوا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یعدل ثلث القرآن رواہ البخاری والمسلم یعنی سورۂ قل ھو اللہ احد ثواب میں تہائی قرآن کی برابر ہے۔ چونکہ ختم کے روز اجتماع اور احباب کا جمع کرنا مقصود ہوتا ہے، اور کثرت سے ایسے لوگ آتے ہیں جو روزانہ حاضر نہ ہوتے تھے، اسلیے اُس روز سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھی جاتی ہے تاکہ یہ لوگ بھی ایک قرآن کا ثواب پالیں، اور یہ بھی فائدہ ہے کہ اگر قرآنِ پاک کی تکمیل و ادا میں کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو سورۂ اخلاص کی تکرار سے وہ بھی پوری ہو جائے۔ اتقان فی علوم القرآن میں ہے؛ عن الامام احمد انه منع من تکریر سورة الاخلاص عند الختم لکن عمل الناس علیٰ خلافه قال بعضهم والحکمة فیه ما ورد انها تعدل ثلث القرآن فیحصل بذالك ختمة فان قیل فکان ینبغی ان یقرأ اربعاً لیحصل ختمتان قلنا المقصود ان یکون علیٰ یقین من حصول ختمة اما التی قرأها و اما التی حصل ثوابها بتکریر السورة۔ یعنی امام احمد نے ختم کے وقت سورۂ اخلاص کی تکرار کو منع فرمایا لیکن عمل لوگوں کا اسکے خلاف ہے، بعض علماء نے فرمایا اس میں حکمت یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ سورۂ اخلاص کا ثواب تہائی قرآن کی برابر ہے تو اس سے ایک ختم حاصل ہوگا۔ اگر کہا جائے کہ اس صورت میں مناسب تھا کہ سورۂ اخلاص چار مرتبہ پڑھی جائے تاکہ دو ختم حاصل ہو جائیں، تو ہم کہتے ہیں کہ مقصد یہ ہے کہ ایک ختم بیقینِ کامل ہو جائے خواہ وہ جو پڑھا یا وہ جسکا ثواب تکرار اخلاص سے حاصل ہوا اب اسکی برکت کا چھوڑ دینا اور اسمیں بے فائدہ ضد کرنا محض نفسانیت و نادانی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

بعد ختم سورۂ بقرہ تا مفلحون پڑھنا

(۵) بعد ختم قرآن سورۂ بقرہ تا مفلحون پڑھنا مسنون ہے۔ اتقان میں ہے یسن اذا فرغ

من الختمۃ ان یشرع فی اخری عقیب الختم لحدیث الترمذی وغیرہ احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ الحال المرتحل الذی یضرب من اول القراٰن الی اٰخرہ کلما حال ارتحل واخرج الدارمی بسند حسن عن ابن عباس عن ابی ابن کعب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قرأ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ افتتح من الحمد ثم قرء الی اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ترمذی ودارمی کی حدیثوں سے ختم قرآن پاک کے بعد سورۂ فاتحہ واول سورۂ بقرہ کا تا مُفلحون پڑھنا ثابت اور مسنون ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔ واللہ سبحٰنہٗ اعلم۔

دعا بعد ختم قرآن

(۶) دعا بعد ختم قرآن بھی مسنون اور مستجاب ہے اور یہ وقت قبولیت دعا کا ہے، ابھی جو ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جواب نمبر ۵ میں نقل کر آئے ہیں اس میں یہ الفاظ بھی ہیں ثم دعا بدعاء الختمۃ جس سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد ختم قرآن دعا فرماتے تھے اور نمبر ۱ میں حدیث انس رضی اللہ عنہ میں بھی گزرا انہ کان اذا ختم القراٰن جمع اھلہ ودعا، کہ وہ حضرت جب قرآن پاک ختم فرماتے اپنے اہل کو جمع کرتے اور دعا کرتے اسی اتقان میں بروایت ابن ابی داؤد حکم بن عیینہ سے مروی ہے کہ مجاہد وابن ابی امامہ نے فرمایا الدعاء یستجاب عند ختم القراٰن کہ دعا ختم قرآن کے وقت مقبول ومستجاب ہوتی ہے۔

اسی اتقان میں ہے یسن الدعاء عقب الختم لحدیث الطبرانی عن العرباض بن ساریۃ مرفوعاً من ختم القراٰن فلہ دعوۃ مستجابۃ وفی الشعب من حدیث انس مرفوعاً مع کل ختمۃ دعوۃ مستجابۃ یعنی بعد ختم قرآن دعا مسنون ہے اسلیے کہ طبرانی وغیرہ کی حدیث میں عرباض ابن ساریہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جس نے قرآن پاک ختم کیا اسکی دعا مستجاب ہے، اور شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

حدیثِ مرفوع مروی ہے جس میں فرمایا ہر ختم کے بعد ایک دعا مستجاب ہے، اس لیے بعد ختم قرآن دعا کیجاتی ہے، اس سے سنت بھی ادا ہوتی ہے اور مقاصد بھی حاصل ہوتے ہیں، اور اسی لیے مسلمان اپنے اموات کے ایصالِ ثواب کیلیے جب تیجہ یا عرس کرتے ہیں تو قرآن پاک کے ختم کراتے ہیں تاکہ دعائے مغفرت بعد ختمِ قرآن مستجاب ہو اور میت اُس عالم میں راحت و آرام پائے۔ وہابیہ اپنی بدعقلی سے اُن چیزوں کو بدعت کہتے ہیں جو مسنون ہیں اور جنکی حدیثوں میں ترغیبیں دلائی گئی ہیں۔ یا تو بندگانِ حرص و ہوا کے کتب دینیہ دیکھی ہی نہیں اور احادیث تک اُنکی نظر نہیں پہنچتی، محض اپنے تخیل سے جس چیز کو چاہا بدعت کہہ ڈالا، یا دیدہ و دانستہ پیر کی طرفداری میں حق پوشی کی۔ یہ ہے پیر پرستی اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

(۷) پنج آیت پڑھنا اور دم کرانا پنج آیت پڑھنا اسطرح سے کہ ایک جماعت نوبت بنوبت قرآنِ کریم کی آیات و سُور پڑھیں جائز ہے۔ اتقان میں ہے لاباس باجتماع الجماعۃ فی القرءۃ ولابادارتھا وھی ان یقرء بعض الجماعۃ قطعۃ ثم البعض قطعۃ بعدھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ پنج آیت پڑھنا جیساکہ معمول ہے جائز ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

دم کرنا قرآنِ پاک پڑھ کر جائز ہے، اسکو منع کرنا اور ناجائز بتانا جہل و نادانی ہے مشکوٰۃ شریف میں حضرت اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اوی الی فراشہ کل لیلۃ جمع کفیہ ثم نفث فیھما فقرء فیھما قل ھو اللہ احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس ثم یمسح بھما ما استطاع من جسدہ یبدء بھما علی راسہ و وجھہ وما اقبل من جسدہ یفعل ذٰلک ثلٰث مرات۔ یعنی حضور اقدس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وقتِ خواب بسترِ مبارک پر تشریف لاتے ہر شب اپنی ہر دو کف دست

مبارک کو جمع کرکے ان میں دم کرتے اور سورہ قل ہو اللہ اور سورہ فلق و سورہ ناس پڑھتے، پھر دونوں مبارک ہاتھوں کو جہاں تک وہ ہاتھ پہنچ سکتے اپنے جسم مبارک پر پھیرتے سر مبارک، چہرہ مبارک اور بدن اقدس کی سامنے کی جانب سے ابتدا فرماتے، اور یہ عمل مبارک تین مرتبہ کرتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم پڑھ کر دم کرنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل ہے، اسکو منع کرنا اور ناجائز بتانا جہل و نادانی ہے۔

اسی حدیث کے حاشیہ میں لمعات سے منقول ہے قد روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ اخذ بیدی عائشۃ فجمعھا و نفث فیھما و امرھا بامرار ھما علی جسدہ الشریف۔ یعنی حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض کی حالت میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہر دو دست مبارک میں کچھ پڑھ کر دم فرماتے، اور ان مبارک ہاتھوں کو اپنے جسم مبارک پر پھیرنے کا حکم دیتے دیکھئے دم کرنا اور ہاتھوں کا بدن پر پھیرنا حدیث شریف سے ثابت اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مبارک ہے، اسکو ناجائز اور بدعت کہنا کیسا اندھاپن اور نابینائی ہے۔ کیا ان بدنصیبوں کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال بھی بدعت ہو گئے؟ تف ہزار تف اس باطل مذہب پر جس کی ضد اس درجہ پہنچ گئی کہ اس نے امور مسنونہ اور افعال نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی بدعت کہہ ڈالا۔ مگر اپنی اس بدعت سے وہ خود کہاں بچے گا، اس سے کہو کہ گھر کی تو خبر لے اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ اپنے استاذ الاساتذہ اور پیر پیراں مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی کتاب قول جمیل پڑھ جسکی آٹھویں فصل میں لکھا ہے سمعتہ یقول اذا ظھر مرض الحصبۃ فخذ خیطا ازرق واقرء سورۃ الرحمٰن وکلما مررت علی قولہ تعالیٰ فبای الاء ربکما تکذبان فعقد عقدۃ وانفث فیھا وعلق الخیط فی عنق الصبی یعافہ اللہ تعالیٰ من ذٰلک المرض۔ اس کا ترجمہ پیشوائے آں طائفہ مولوی خرم علی نے

ان لفظوں میں کیا، اور میں نے حضرت والا سے سُنا فرماتے تھے جب چیچک کی بیماری ظاہر ہو تو نیلا تاگا لے اور اُس پر سورہ رحمٰن پڑھے اور ہر بار کہ فبای الاء ربکما تکذبان پر پہنچے تو ایک گرہ دے اور اُس پر پھونک ڈال اور تاگے کو لڑکے کی گردن میں باندھ دے حق تعالیٰ اُس کو اِس بیماری سے آرام دیگا"۔

اب دیکھیئے یہ لوگ اپنے شیخ المشائخ پر کیا حکم لگاتے ہیں۔ انھوں نے پھونکنے پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ نیلا تاگا اور گرہ لگانا اور اضافہ فرمایا۔ انکے نزدیک تو یہ ڈبل بدعتیں ہوئیں، انکے متعلق بھی کچھ حکم صادر کریں۔

انہی شاہ صاحب نے اسی فصل میں یہ بھی فرمایا والتی تملص جنینہا یأخذ خیطا معصفراً علی مقدار طولہا ولیعقد علیہ تسع عقد ینفث فی کل منہا واصبروا ما صبرک الا باللہ الیٰ محسنون وقل یایہا الکافرون الیٰ اٰخرہا۔ اسکا ترجمہ مولوی خرم علی نے یہ لکھا" اور جو عورت بچہ اسقاط کر دیتی ہو تو ایک تاگا کُسم کا رنگا اُسکی قد کی برابر لے اور اُس پر نو گرہ لگادے اور ہر گرہ پر آیہ واصبروا ما صبرک تا محسنون اور قل یا ایہا الکافرون پڑھے اور پھونکے"۔

کہیئے یہ ڈورا، اور کُسم کا رنگ، اور عورت کے قد کی ناپ، اور نو گرہیں، اور پھر پھونکنا بدعت ہوا یا نہیں؟ اور انکی اصل ونسل بدعتی ٹھہریں یا نہیں؟ اور اس پھونکنے سے یہ لوگ نہ جلے نہ بھڑکے اور نہ انھوں نے اپنے پیر کے حکموں کو بدعت بنایا۔ بھڑکتے تو ہیں افعال نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ کے افعال کو جرأت کے ساتھ بدعت بنا بیٹھتے ہیں پیر سے عداوت نہیں جو اُنکے افعال پر حکم لگائیں۔ شاہ صاحب نے اس قسم کی بدعات کا انبار لگا دیا ہے اسی فصل میں لکھتے ہیں:۔ ولمن بہ الخنازیر یعقد علی سیر من الادیم علیٰ مقدار طول المریض احدی واربعین عقدۃ ینفث فی کل عقدۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اعوذ بعزۃ اللہ الخ اسکا ترجمہ مولوی خرم علی نے

یہ لکھا "اور جس کی گردن میں کنٹھا لا ہو تو چمڑے کے تسمے پر جو مریض کے قد کی برابر ہو اکتالیس گرہ دے اور ہر گرہ پر یہ دعا پھونکے"

کہیئے اب بھی اس پھونکنے سے تم بھی کچھ جھجکے یا وہی ضد ہے؟ شاید یہ کہو کہ وہ پیر پرانے ہو گئے اب تو نئی گلی نیا کھیل۔ آجکل تو مولوی اشرفعلی کی چلتی ہے، انکے سامنے پرانوں کو کون پوچھے، تو مولوی اشرفعلی کا ترجمۂ قرآن اٹھا لایئے اور سورۂ فاتحہ کے خواص دیکھئے جہاں وہ لکھتے ہیں کہ "امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ الحمد شریف چالیس بار پانی پر دم کر کے بخار والوں کے منہ پر چھینٹا دے تو انشاء اللہ تعالیٰ بخار دفع ہو (در النظیم) آنکھ کے درد کے لیے فجر کی سنت و فرض کے درمیان اکتالیس بار دم کرنے سے درد جاتا رہے" ـــــــــ اب دیکھیئے انکے دین کے اس نئے مجتہد نے پانی پر دم کرنے کا بھی حکم دیا اور مریض پر دم کرنے کا بھی۔ اور اسی ترجمہ میں یہیں بحوالہ تفسیر عزیزی لکھا ہے کہ "ہر قسم کے درد کے لیے سات بار پڑھ کر دم کرنا بھی مجرب ہے"

دیکھنا ہے کہ اب یہ کیا کہتے ہیں، اپنے اس حکم کو غلط مانتے ہیں، یا اپنے نئے پرانے پیروں کو بدعتی گردانتے ہیں۔ یہ حقیقت ہوتی ہے انکی بدعتوں کی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

(۸) تقسیم شیرینی ختم قرآن کریم کے بعد تقسیم شیرینی کا طریقہ مسلمانوں میں صدیوں سے بلا نکیر رائج و معمول ہے، اور علماء و صلحاء کا اس پر عمل رہا ہے، اور صالحین کا طریقہ اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پسندیدہ ہے، اسی راستہ پہ چلنے کی دعا سورۂ فاتحہ میں تلقین فرمائی گئی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرما، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے نعمت فرمائی۔ اور وہ حضرات جو منعم علیہم ہیں، اور نعمتِ الٰہی کے ساتھ امتیاز رکھتے ہیں، وہ چار گروہ ہیں، جن میں سے اخیر صالحین ہیں، چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ۔ وہ لوگ جن پر

اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ صالحین منعم علیہم ہیں، ان پر انعامِ الٰہی ہے، اور مسلمانوں کو ان کی راہ کی ہدایت چاہنے کی سورۂ فاتحہ میں تلقین فرمائی گئی ہے، اور یہ بتایا گیا ہے کہ صالحین کی راہ صراطِ مستقیم ہے تو جب تقسیم شیرینی کا عمل صالحین کا طریقہ ہے، تو یقیناً صراطِ مستقیم میں داخل ہے، اسکا انکار وہ کریگا جو صراطِ مستقیم سے منحرف ہوتا ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ الیسوں کے شر سے بچائے، اور صراطِ مستقیم پر قائم رکھے۔ حدیث شریف میں بھی اس مضمون کو صاف کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا ما راٰہ المسلمون حسنًا فھو عند اللہ حسن جس چیز کو مسلمانوں نے اچھا جانا وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔

جواب ۱ میں جو احادیث گزری ہیں، ان سے ثابت ہے کہ ختم قرآنِ پاک کے لیے اہتمام اور خوشی اور احباب کا جمع کرنا طریقہ صحابہ کرام ہے، شیرینی کی تقسیم بھی ختم کی خوشی کا ایک طریقہ ہے، لہٰذا بے شبہ مستحسن ہے۔ بعض جاہل جو اپنی لھو و پر جرتے ہیں، ختم سے ایک یا دو دن پہلے شیرینی تقسیم کر دیتے ہیں، گویا انکے نزدیک تقسیم شیرینی تو ضرور ہے مگر وقتِ ختم ہونا اسکا قابلِ اعتراض ہے۔ یہ عمل انکا جہالت، اور طریق صحابہ سے ناواقفی ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ختم کے لیے اہتمام فرماتے تھے، حتیٰ کہ غیر رمضان میں بھی ختم کے لیے روزہ رکھتے تھے، اسی دن اہل و احباب کو جمع کرتے تھے، لوگوں کو بلانے سے پھر ختم کے دن میں یہ بھی فائدہ ہے کہ اس شیرینی پر اگر دم کر دیا جائے تو وہ تبرک ہو، اور اس سے مسلمان منتفع ہو سکیں۔ وہ اگر قرآنِ کریم کی برکت کے دل سے قائل ہوتے تو وہ اس تبرک کی قدر کرتے، لیکن انکے نزدیک تو حلال کھانا اور لذیذ و طیب غذائیں بھی قرآنِ پاک پڑھنے سے معاذ اللہ خراب ہو جاتی ہیں، اسلیے وہ فاتحہ کو منع کرتے ہیں، اور فاتحہ کے کھانے کو نظرِ حقارت سے دیکھتے ہیں، اگر انھیں قرآن پاک کی برکت کا اعتقاد ہوتا تو ہرگز طعام فاتحہ کو برا نہ سمجھتے اور ختم قرآنِ پاک کے تبرک کے منکر نہ ہوتے۔ واللہ یھدی من یشاء الیٰ سواء السبیل۔

(۹) خطبۃ الوداع خطبۃ الوداع میں ان وہابیہ نے نہایت شور وغل مچایا، اور اس خطبہ کو ناجائز و ممنوع بتایا، باوجودیکہ انکے پاس ممانعت کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے، اور نہ وہ کوئی ایک حدیث یا ایک فقہی عبارت اسکے عدم جواز میں پیش کر سکتے ہیں، مگر ان کا دستور ہی یہ ہے کہ وہ اپنی رائے کو دین میں دخل دیتے ہیں اور اپنے خیالِ باطل سے جس چیز کو چاہتے ہیں ناجائز کر ڈالتے ہیں، اسکا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ منصبِ رسالت پر حملہ کرتے ہیں اور اس منصب عالی میں شرک کرتے ہیں، اسی لیے انھوں نے امکانِ نظیر کا مسئلہ اٹھایا، اسی لیے انبیاء کو بڑا بھائی بتایا (علیہم الصلوٰۃ والسلام)، اسی لیے بعدِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نبیا نبی پیدا ہونا ممکن ٹھہرایا اور اسکو منافیٔ خاتمیت نہ جانا، اسی لیے اپنے بڑوں کو انبیاء کا استاد بھائی کہا اور ان کی طرف وحیِ باطنی آنے کا دعویٰ کیا، چونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ارشاد واجب العمل اور دلیلِ شرعی ہیں اور انکا اتباع سب پر لازم ہے کسی کو حق نہیں کہ ان سے کسی حکم پر دلیل مانگے، احکام انکی طرف مفوض ہوتے ہیں۔ انکو بھی حرص ہوئی کہ وہ بھی شارع بنیں، اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرکے دنیا پر اپنے حکم چلائیں، اسلیے انھوں نے یہ وتیرہ اختیار کرلیا کہ جس چیز کو چاہا بے دلیل ممنوع و ناجائز کہدیا۔ خطبۃ الوداع کسطرح ناجائز ہوگیا خطبہ میں جو چیزیں شرعاً مطلوب ہیں ان میں سے کونسی اس میں نہیں پائی جاتی، یا کونسا امرِ ممنوع اس میں داخل ہے؟ تذکیر خطبہ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے رمضان مبارک کے گزرے ہوئے ایام میں عملِ خیر پر حسرت و افسوس اور بابرکت ایام کو غفلت میں گزارنے پر قلق و ندامت اور مہینہ کی رخصتی کے وقت اپنی گزشتہ کوتاہیوں کو نظر میں لاکر آئندہ کے لیے تیقظ و بیداری اور مسلمانوں کو عمل خیر کی تحریص و تشویق یہ بہترین طریقۂ تذکیر ہے، اور اس میں نہایت نافع و سودمند نصیحت و پند ہے،

اسکا یہ اثر ہوتا ہے کہ روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ جاتی ہیں اور انھیں سچی توبہ نصیب ہوتی ہے، بارگاہِ الٰہی میں استغفار کرتے ہیں، آئندہ کے لیے عملِ نیک کا مصمم ارادہ کر لیتے ہیں، اس تذکیر کو فقہاء نے سُنّت فرمایا۔ عالمگیری میں ہے عاشرھا العظۃ والتذکیر یعنی خطبہ کی دسویں سُنّت پند و نصیحت ہے، وہابیہ نے اس سُنّت کو بدعت و ناجائز کہدیا۔ اس جُرأت کی کیا انتہا، اور اس بیباکی کیا حد کہ شریعتِ طاہرہ میں جو چیز سُنّت ہو، یہ ظالم اسکو بدعت و ناروا بتائیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ بعینہٖ یہ الفاظ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول نہیں، تو بھی باطل ہے، کیونکہ سُنّت فقط پند و نصیحت ہے، خواہ وہ کسی عبارت سے بھی حاصل ہو، نہ کہ خاص الفاظ۔

اور یہ خود جو خطبے پڑھتے ہیں اُنکے الفاظ و عبارتیں کب حضور سے منقول ہیں؟ اور کیوں یہ خاص حضور ہی خطبے نہیں پڑھتے، نئے نئے خطبے کیوں اپنی طرف سے گھڑتے ہیں، انکے گروِ گھنٹا اسمٰعیل دہلوی مصنف "تقویۃ الایمان" کا خطبہ چھپا ہوا موجود ہے، یہ خطبہ لکھکر وہ بدعتی ہوگیا، اور جو وہابی اس خطبہ کو پڑھتا ہے، وہ اپنے ہی حکم سے بدعتی ہے۔ ورنہ کیا معنی کہ تمہارا بنایا ہوا خطبہ بدعت نہ ہو؟ اور اکابر علماءِ دین کے خطبے بدعت ہو جائیں بات یہ ہے کہ وہابی کا عمل اسکے قول پر لعنت کیا کرتا ہے۔ انکے لکھنے کی باتیں اور ہوتی ہیں اور کرنے کی اور۔ وہابیہ کا یہ بھی اعتراض ہے کہ اس جمعہ کو جمعۃ الوداع کیوں کہتے ہیں؟ مگر یہ ایسی لایعنی بات ہے کہ کوئی سمجھدار انسان اسطرح کی بات زبان پر لانا گوارا نہ کریگا۔ کون نہیں جانتا کہ رمضان مبارک کا سب سے پچھلا جمعہ، جمعۂ اخیرہ اور وقتِ وداع کا جمعہ ہے۔ اسکو جمعۃ الوداع کہدیا تو کیا بیجا کیا۔ کبھی وہابی یہ نہیں سوچتا کہ اس کو عبد الحق کیوں کہتے ہیں، سارے ہی مسلمان عبد الحق ہیں اسی کی کیا تخصیص ہے اسی طرح رشید احمد، خلیل احمد وغیرہ نام کیوں رکھے جاتے ہیں۔ جمعۃ الوداع کو تو مناسبت بھی ہے، ان ناموں کو تو اُن اشخاص کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں۔ پھر

مسجدوں کے نام رکھ لیے ہیں، کسی مسجد کا نام موتی مسجد، نہ اس میں موتی لگے ہیں نہ موتی نام کوئی مرد یا عورت اسکا بانی تھا، پھر یہ نام کیوں رکھا گیا؟ اور مسجدوں کے ایسے نام رکھنے کہیں قرونِ ثلاثہ میں پائے گئے تھے؟ مدرسہ کا نام رکھ لیکر علاؤ الغرباء اس نام کی کیا سند ہے؟ پس وداع نام سے چڑ ہے، اور ہر چیز کا نام رکھتے پھرتے ہیں۔

عید کی سیویاں

(۱۰) سیویاں اگرچہ نہایت نفیس طیّب اور لذیذ غذا ہے مگر حلوا خوردن روئے باید وہابیوں کی چڑ ہے، اس سے بہت کھسیاتے ہیں۔ لطافتِ طبع کا یہ عالم ہے کہ کوّا ہضم ہو، اسکا کھانا سو شہیدوں کا ثواب۔ وہابیوں کو کیوڑے سے بہت مرغوب۔ فتاویٰ رشیدیہ میں اسکو جائز لکھا ہے ہندوؤں کے یہاں کی ہولی، دیوالی کی پوری کچوری شوق سے کھا جاتے ہیں، مگر شبِ برات کو مسلمان حلال مال سے جو پاکیزہ حلوا تیار کریں اس سے بہت نفرت ہے عید کے روز سیویاں جو کمال نفاست کے ساتھ پکائی جاتی ہیں اُسکی مخالفت میں وہابی بہت سرگرم رہتے ہیں۔ پوچھیے یہ کیوں؟ کیا میدہ ناجائز ہے؟ یا سیویوں میں کوئی ناجائز چیز پڑی ہے؟ یہ تو کہہ نہیں سکتے، تو پھر ناجائز کیسے ہو گئیں۔ مگر وہابیہ نے قرآن پاک کے احکام نہیں دیکھے، یا دیدہ و دانستہ قرآن پاک کی مخالفت پر کمر باندھی۔ اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝

اے ایمان والو! نہ حرام ٹھہراؤ اُن پاک چیزوں کو جنھیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال فرمایا، اور حد سے نہ گزرو بیشک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا حد سے گزرنے والوں کو مگر وہابیہ نے اسکی کچھ پروا نہ کی، شبِ برات کے حلال طیّب حلوے کو اور عید کی حلال طیّب سیویوں کو بے دھڑک ناجائز کر دیا، اس میں قرآنِ کریم کی مخالفت ہے حکمِ الٰہی کی نافرمانی ہے۔ رہا یہ عذر کہ عید کے روز خاص کر سیویاں پکانے کو منع کیا

جاتا ہے۔ تو اس میں دو غلطیاں ہیں پہلی تو سیویاں عید کے ساتھ خاص نہیں، بکثرت لوگ دوسرے ایام میں بھی سیویاں پکاتے ہیں، رمضان مبارک میں بھی پکتی ہیں اسکے بعد بھی پکتی ہیں، ایسا کوئی بھی نہیں ہے جو یہ سمجھتا ہو کہ عید کے سوا کسی دن سیویاں کھانا جائز ہی نہیں ہے۔ دوسری غلطی یہ کہ اگر سیویاں اگر خاص عید کو ہی پکتی ہوتیں اور کسی دن نہ پکتیں مگر لوگ جانتے یہ کہ دوسرے ایام میں بھی انکا پکانا جائز ہے تو بھی اسکی ممانعت کی کیا وجہ ہے، کیا عید کے دن حلال چیز پکانے سے حرام ہوجاتی ہے؟ شرع مطہر میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ عیدین کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت کے ایام ہیں۔ وہابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے یہاں ضیافت ہو تو حلال چیز بھی حرام ہوجائے۔ مگر لطف یہ کہ جسطرح سیویاں عید کو پکائی جاتی ہیں اسی طرح افطار میں سارے مہینہ دال سیو استعمال میں رہتے ہیں اور وہابی خوب انکے چھکے اڑاتے ہیں کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کے گھر کی پکی ہوئی سیویاں تو ناجائز ہوگئیں اور ہندوؤں کے بنائے ہوئے دال سیو جائز ہی رہے، یہ شاید کانگریس کی محبت میں ہمدردی و عنایت ٹھہرے۔ سیو اور سیویوں میں فرق کیا ہے صنعت دونوں کی ایک طرح کی ہے، سیویاں میدہ کی ہوتی ہیں اور سیو بیسن کے۔ مگر انھیں ناجائز کرنے میں ہندو دوستوں کی تجارت کو نقصان پہنچتا تھا تو آجتک کسی وہابی مولوی نے بھی دال سیو سے افطار ممنوع و بدعت نہیں ٹھہرایا۔ اسکے علاوہ ایک فرق اور بھی ہے اور وہ یہ کہ افطار میں چھوہارا افضل ہے، سیو اور دال کی کوئی فضیلت نہیں۔ مگر عید کے روز سیویوں سے ایک مستحب ادا ہوتا ہے، عالمگیری میں ہے ویستحب فی عید الفطر ان یاکل قبل الخروج الی المصلی تمیرات ثلاثا او خمسا او سبعا او اقل او اکثر بعد ان یکون وترا والا ما شاء و من ای حلو کان کذا فی العینی شرح الکنز۔ یعنی عید الفطر کے دن نمازِ عید کو جانے سے قبل مستحب ہے کہ مسلمان کھجوریں تین یا پانچ

یا سات یا کم یا زیادہ کھائے مگر ہوں وتر ہو رشاگر کھجوریں نہ کھائے تو جو شیرینی چاہے۔ فقہ کی کتابوں کا تو یہ حکم کہ جو شیرینی چاہے کھائے اسکا کھانا مستحب۔ اور وہابی سوئیوں کا یہ حکم کہ اگر مسلمان شیریں سیویاں کھانا چاہے تو ناجائز۔ یہ حکم قرآن کے بھی خلاف فقہ کے بھی خلاف۔ بیدینوں نے شریعت کی مخالفت کو دین سمجھا ہے اور سیویوں پر وہ شدت ہے یہ وہ سرگرمی ہے، وہ کوششیں ہیں جو کسی امر حرام کے رد کرنے کے لیے وہابیوں کو کبھی میسر نہ آئیں۔

مصافحہ و معانقہ (۱۱) عید کے روز مصافحہ و معانقہ کی مخالفت میں وہابیہ کو نہایت اصرار ہے اور اسکو روکنے کے لیے وہ انتہائی کوششیں کرتے ہیں، بدعتِ سیئہ و ناجائز بتاتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مصافحہ و معانقہ سنت ہے، رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور ان دونوں کے باب میں احادیث وارد ہوئیں۔ **حدیث (۱)** بخاری شریف میں حضرت قتادہ سے مروی ہے قلت لانس اکانت المصافحۃ فی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم۔ حضرتِ قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مصافحہ تھا؟ فرمایا کہ ہاں! **حدیث (۲)** امام احمد و ترمذی و ابنِ ماجہ نے حضرت براء بن عازب سے حدیث مرفوع روایت کی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لھما قبل ان یتفرقا کوئی دو مسلمان ایسے نہیں ہیں کہ باہم ملکر مصافحہ کریں مگر انکے جدا ہونے سے پہلے انکی مغفرت فرمادی جاتی ہے۔ **حدیث (۳)** امام مالک نے مرسلاً عطا خراسانی سے روایت کی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تصافحوا یذھب الغل۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصافحے کرو تاکہ کینہ دور ہو۔ **حدیث (۴)** بیہقی نے براء بن عازب سے روایت کی کہ حضور سید عالم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المسلمان اذا التصافحا لم یبق بینہما ذنب الا سقط۔ دو مسلمان جب باہم مصافحہ کرتے ہیں اُنکے درمیان کوئی گناہ باقی نہیں رہتا مگر ساقط ہو جاتا ہے۔ حدیث (۵) ابوداؤد نے ایوب ابن بشیر سے روایت کی کہ وہ قبیلۂ عنزہ کے ایک مرد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا ھل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصافحکم اذا لقیتموہ قال ما لقیتہ قط الا صافحنی وبعث الی ذات یوم ولم اکن فی اھلی فلما جئت اخبرت فاتیتہ فالتزمنی فکانت تلک اجود واجود۔ یعنی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا مصافحہ فرماتے تھے جب تم حضور سے ملتے؟ حضرت ابوذر نے فرمایا کہ میں حضور سے کبھی نہ ملا مگر جب ملا حضور نے مجھ سے مصافحہ فرمایا، اور ایک روز میری طرف آدمی بھیجا اور میں اپنی اہل میں نہ تھا، پس جب میں آیا تو مجھے خبر دی گئی میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور تخت پر جلوہ افروز تھے، حضور نے مجھ سے معانقہ فرمایا تو یہ معانقہ نہایت ہی خوب تر اور خوب تر ہوا۔ حدیث (۶) امام احمد نے یعلی سے روایت کی ان حسنا وحسینا استبقا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضمھما الیہ۔ امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑ کر آئے حضور علیہ وآلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں سینے سے لگالیا۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ و معانقہ سنت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔ اب رہا کہ کسی وقتِ خاص میں سنت ہے یا مطلقاً؟ احادیثِ مذکورۂ بالا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنت کسی مخصوص وقت کیساتھ خاص نہیں، ہر وقت، ہر زمانہ، جس دن بھی مصافحہ یا معانقہ علیٰ وجہ محمود کیا جائیگا سنت ہی ہوگا، اور ادائے سنت کی نیت رکھنے والے کو سنت کا ثواب ملے گا۔ مجمع البحار میں ہے ھی سنۃ مستحبۃ عند کل لقاء وما اعتادوہ بعد صلوٰۃ الصبح

والعصر الا اصل لہ فی الشرع ولکن لا باس بہ وکونہم حافظین علیہا فی بعض الاحوال مفرطین فیہا فی کثیر منہا لا یخرج ذلک البعض عن کونہ مما ورد الشرع باصلہا وہی من البدع المباحۃ۔ یعنی مصافحہ ہر ملاقات کے وقت سُنّتِ مستحبہ ہے۔ اور یہ جو لوگوں نے نمازِ فجر و عصر کے بعد عادت ڈال لی ہے اِس عادت کی شرع میں کوئی اصل نہیں، لیکن اس میں کچھ مضائقہ بھی نہیں۔ اور بعض اوقات میں لوگوں کا مصافحہ کی پابندی کرنا، اور بہت حالات میں کوتاہی کر جانا ان بعض اوقات کو اس سے خارج نہیں کر دیتا جنکی اصل کے ساتھ شرع وارد ہوئی (یعنی بعد عصر و فجر کی پابندی مصافحہ کو سُنیت سے خارج نہیں کرتی) اور یہ عادت (یعنی فجر و عصر کے بعد پابندی مصافحہ) بدعاتِ مباحہ میں سے ہے۔

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ مصافحہ ہر ایک ملاقات کے وقت سُنّتِ مستحبہ ہے خواہ وہ ملاقات عید کو ہو یا رمضان میں یا ذی الحجہ میں یا جمعہ کو یا اور کسی روز، اور خواہ صبح کو ہو یا دوپہر کو، یا شام یا شب میں جب کبھی ملاقات ہوگی اور مصافحہ کیا جائیگا سُنت ہی رہیگا، کوئی وقت اور کوئی دن اسکو سُنت سے خارج نہ کر سکے گا، یہی احادیثِ مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث نمبر ۲ و حدیثِ ۵ سے یہ مضمون صراحۃً ظاہر ہو رہا ہے، اب عید کے روز مصافحہ کا منع کرنا حدیث شریف کی مخالفت ہے۔

دوسری بات عبارتِ مجمع البحار سے یہ معلوم ہوئی کہ مصافحہ بعد نمازِ فجر و عصر جو معمول ہے جائز ہے اور ان وقتوں کی پابندی اسکو ثابت الاصل فی الشرع ہونے سے خارج نہیں کرتی اور ایسی عادت ڈال لینا بدعتِ مباحہ میں سے ہے۔ یہاں یہ شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ مصافحہ بعد عصر و فجر کو سُنت میں بھی داخل کرنا، اور بدعتِ مباحہ بتانا دو متضاد اور مخالف باتیں ہیں، کیونکہ بدعتِ حَسنہ خود وہابیہ کے اقرار سے مخالفِ سنت نہیں

بلکہ داخلِ سُنّت ہوتی ہے، چنانچہ پیشوائے وہابیہ نے براہین قاطعہ صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے کہ "قسمِ اول کو بدعتِ حسنہ نام رکھتے ہیں اور ملحق بالسنہ جانتے ہیں"۔ اور اس سے چند سطر بعد پھر لکھا کہ "قسمِ محمود سُنّت میں داخل ہے"۔ جب بدعتِ حسنہ سُنّت میں داخل ہوئی تو مجمع البحار کی عبارت میں کوئی شبہ نہ رہا صاف ثابت ہو گیا کہ فجر و عصر کے بعد مصافحہ کی عادت داخلِ سُنّت ہے۔ اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں "و مصافحہ سنت است نزد ملاقات و باید کہ بہر دو دست بود و آنکہ بعضے مردم مصافحہ بعد از نماز صبح یا بعد نماز جمعہ کنند چیزے نیست و بدعت است از جہتِ تخصیص وقت اما نیت مصافحہ کہ علی الاطلاق است باقی است پس بوجہے سنت است و بوجہے دیگر بدعت"۔ اس سے معلوم ہوا کہ مصافحہ تو سُنّت ہی ہے خواہ بعد فجر و عصر ہو یا بعد جمعہ البتہ تخصیص اس طرح کہ دوسرے اوقات میں نہ کیا جائے بدعتِ مباحہ ہے۔

تیسری بات مجمع البحار سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ کلام ایسی عادت میں ہے کہ بعد فجر و عصر تو مصافحہ کی پابندی کی جائے اور دوسرے اوقات میں بکثرت کوتاہی ہو اور اگر اور اوقات میں بھی مصافحہ کیا جائے تو اس میں کچھ کلام ہی نہیں۔

چوتھی بات اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ کسی عمل کا کسی خاص وقت میں عادی ہو جانا اُس عمل کے حکم کو نہیں بدلتا، اور جائز کو ناجائز نہیں کر ڈالتا۔

اب عید کے مصافحہ پر غور کیجیے تو آجکل مسلمانوں کا یہ معمول ہے کہ عید کو بھی مصافحہ کرتے ہیں اور بغیر عید کے بھی۔ مصافحہ کرنے والے کوئی تخصیص نہیں کرتے "البتہ مانعین منکرین یعنی وہابیہ عیدین کے مصافحہ کو اطلاق احادیث کے خلاف ناجائز کہتے اور مصافحہ کو باقی ایام کے ساتھ عمل و اعتقاد میں خاص کرتے ہیں، یہ تغییرِ سنت اور تبدیلِ حکمِ پیغمبر ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام، اور یہی بدعت مذمومہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث قوم بدعۃ الا رفع مثلہا من السنۃ

(رواہ احمد) یعنی جو کوئی قوم کوئی بدعت نکالتی ہے اُسکی مثل سنت اٹھالی جاتی ہے،
دوسری حدیث دارمی کی ہے اسکے یہ الفاظ ہیں ما ابتدع قوم بدعة فی دینهم
الانزع اللہ من سنتهم مثلها ثم لا یعیدها الیهم الیٰ یوم القیمة یعنی کوئی
قوم اپنے دین میں کوئی بدعت نہیں نکالتی مگر (جب نکالتی ہے) تو اللہ تعالیٰ انکی سنتوں
میں اسکی مثل اٹھالیتا ہے، پھر اسکو انکی طرف قیامت تک واپس نہیں فرماتا۔
ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ایک بدعتِ سیئہ کی شامت و نحوست سے بدعتی قوم
ایک سنت سے محروم کردیجاتی ہے۔

اب دیکھیے کہ احادیثِ مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ مصافحہ جمیع اوقات و ازمان
میں مسنون و مستحب ہے، وہابیہ نے مصافحۂ عیدین کو ناجائز بتایا، اس سے وہ اس
سنت سے محروم ہوگئے۔ اور مصافحہ و معانقہ جو جمیع ازمان میں مسنون تھا اسکو وہابیہ
نے خلافِ شرع غیر ایامِ عیدین کے ساتھ خاص کر دیا، اور ایامِ عیدین کو عمومِ اوقات سے
محض اپنی رائے سے خارج کردیا، یہ ابتداع فی الدین ہوا، اور اس سے رفعِ سنت
لازم آیا، یہ وہابیہ کی بدعتِ سیئہ ہے۔

معانقہ کی نسبت وہابیہ نے یہ مشہور کیا ہے کہ معانقہ صرف وقتِ قدوم
یعنی سفر سے آنے کے بعد جائز ہے۔ یہ غلط ہے، کیونکہ احادیثِ مذکورہ بالا سے معلوم
ہوتا ہے کہ معانقہ قدوم کے ساتھ مشروط نہیں۔ کیونکہ حدیث ۵ و ۱۲ سے صاف ظاہر ہے
کہ معانقہ کے لیے سفر سے آنا شرط نہیں، اور ان دونوں حدیثوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
سے جو معانقہ ثابت ہوئے وہ بعد سفر نہیں ہے چنانچہ حدیث ۵ کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق
محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ازینجا معلوم گردد کہ معانقہ در غیر حالِ قدوم از سفر
نیز آمدہ از برائے اظہارِ محبت و عنایت" یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معانقہ
سفر سے آنے کے سوا اور حالات میں بھی اظہارِ محبت و عنایت کے لیے ثابت ہے۔

جب حدیث شریف سے یہ معلوم ہوگیا کہ معانقہ اظہارِ محبت کے لیے بھی ہوتا ہے، تو اب معانقہ عیدین میں کیا کلام رہا جو یقیناً اظہارِ محبت ہی کے لیے کیا جاتا ہے، اسکا سنت ہونا حدیث سے ثابت ہوا۔ وہابیہ نے ستم ڈھایا کہ سنت کو بدعت بتایا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ بھی وہابیہ کے معلومات کی کمی ہے کہ وہ معانقہ کو وقتِ قدومِ سفر کے ساتھ خاص کرتے ہیں، انھیں معلوم نہیں کہ معانقہ کن کن اوقات میں اور کن کن حالات میں مشروع ہے، اگر "اشعۃ اللمعات" بھی دیکھی ہوتی تو اتنا تو جانتے کہ قدوم کے علاوہ تودیع اور طولِ عہدِ ملاقات اور حُبِّ فی اللہ بھی اسکے محل ہیں۔ حضرتِ شیخ محقق قدس سرہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں: "وجائز آنکہ نزد تودیع وقدوم سفر باشد یا بجہت طولِ عہدِ ملاقات یا غلبہ وشدت حُبِّ فی اللہ بود" اور ظاہر ہے کہ عیدین میں دُور دُور سے لوگ اپنے وطن آتے ہیں اور مدتوں کے بچھڑے باہم ملتے ہیں۔ تو یہاں معانقہ کے تین وجوہ پائے گئے، ایک اظہارِ محبت ومودت، دوسرے قدومِ سفر، تیسرے طولِ عہدِ ملاقات پھر ان سب سے اندھا بن جانا اور عید کے روز معانقہ ومصافحہ کو ناجائز کہے جانا کسقدر جہالت وحق فراموشی وباطل کوشی ہے۔ جاہلوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ معانقہ کس حال میں ممنوع ومکروہ ہے؟ حضرتِ شیخ محقق قدس سرہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں "واز شیخ ابو منصور ماتریدی در تطبیقِ احادیث نقل کردہ شدہ است کہ آنچہ بروجہ شہوت بود مکروہ است وآنچہ بروجہ برّ وکرامت باشد مشروع وگفتہ اند کہ خلاف در جائیست کہ برہنہ تن باشد اما با قمیص وجبہ لاباس بہ است باجماع وہو الصحیح کذا فی الکافی" اس سے معلوم ہوا کہ جو معانقہ شہوت کے ساتھ ہو وہ مکروہ ہے، اور جو برّ وکرامت کے طور پر ہو، جیسا کہ عیدین میں ہوتا ہے وہ جائز ومشروع ہے، علماء نے یہ بھی فرمایا کہ خلاف اس میں ہے کہ معانقہ برہنہ تن ہو کر کیا جائے، اگر قمیص وغیرہ کوئی کپڑا بدن پر نہ ہو ننگے سینہ سے ننگا سینہ ملایا جائے لیکن جب قمیص یا جبہ اور کوئی کپڑا حائل ہو تو معانقہ باجماع جائز ہے یہی صحیح ہے۔ فقہائے

یہ فرماتے ہیں، مگر وہابیہ کی یہ ضد کسی طرح مانتی ہی نہیں۔ حدیث و فقہ کی تو وہابیہ کو کیا پروا ہوگی اور وہ کیا مانینگے، اب ہم انھیں انہی کے امام و مقتداء، بزرگ و پیشوا کا قول دکھائیں، شاید اسی سے کچھ شرمائیں۔ "زبدۃ النصائح" میں مولوی اسمٰعیل دہلوی پیشوائے وہابیہ کی تقریر میں ہے "ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی و طعام خورانیدن سوائے کندن چاہ و امثالہ و دعاء و استغفار و اضحیہ بدعت است گو بدعت حسنہ بالخصوص است مثل معانقہ روز عید و مصافحہ بعد نماز صبح و یا عصر" یعنی کنواں کھودنے اور اسکی مثل اور کام اور دعاء و استغفار و قربانی کے سوا تمام اوضاع قرآنی خوانی و فاتحہ خوانی اور کھانا کھلانا سب بدعت ہیں گو خاص بدعتِ حسنہ ہیں، جیسے کہ عید کے دن کا معانقہ اور نمازِ صبح و عصر کے بعد مصافحہ بدعتِ حسنہ ہے۔

وہابیوں کے اس پیشوا نے عید کے معانقہ کو تو بدعتِ حسنہ بتایا ہی تھا اسکے ساتھ فجر و عصر کے بعد کا مصافحہ اور قرآن خوانی و فاتحہ خوانی اور کھانا کھلانا یعنی فاتحہ گیارھویں، تیجہ، چالیسواں، عرس وغیرہ سب کو بدعتِ حسنہ بتایا اور وہابیوں کے سارے گھر کو ہی ڈھا دیا، کیونکہ وہابیہ کے نزدیک بدعتِ حسنہ داخل سُنت ہوتی ہے جیسا کہ ہم اوپر بحوالہ "براہینِ قاطعہ" نقل کر چکے ہیں، تو وہابیہ کے طور پر یہ تمام امور سُنت ہوئے۔ کسقدر صفائی ہے کہ معانقہ عیدین جو حدیث و فقہ کے علاوہ خود امام الوہابیہ کے قول سے سُنت ثابت ہوا۔ نئے وہابی اسکو تشبیہ بالہنود بتائیں تو گویا تشبیہ بالہنود کو انکا امام سُنت کہتا ہے، شرم!

یہ تو انکو کیا معلوم ہوگا کہ تشبیہ میں کیا کیا شرطیں ہیں اور تشبہ کن حالات میں ممنوع ہوتا ہے، مگر شاہی مسجد مراد آباد میں گھنٹی بجاتے ہوئے ہنود کا تشبہ یاد نہ آیا؟ اور اب تشبہ کی وہابیہ کو کیا پروا ہے، قشقے لگا چکے، ٹکلیاں اٹھا چکے، جے بول چکے، انگوچھے ڈال چکے، مسجد میں ہندوؤں کو اعزاز و اکرام کے ساتھ بلند مقام پر بٹھا چکے

ہندو لیڈر کو اپنا رہنما و پیشوا بنا چکے، مسلمانوں سے لڑے اور ہندوؤں سے ملے
مسلمانوں پر تبرا کیا اور ہندوؤں کی تعریفیں کیں، ہندوؤں کی اتباع میں جیل تک گئے
سب ہندوؤں کے تشبہ کا ناگوار ہونا ایک بہانہ ہے، حیلہ ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

مسائل بحمد اللہ تعالیٰ قرآن کریم اور احادیث نبویہ و عبارات کتب معتبرہ فقہیہ
اور خود تصریحات اکابر وہابیہ سے ثابت کر دیئے گئے، اس وضوح تام کے بعد بھی اگر
وہابیہ کو انکار رہے، تو یہ ایک بے مثال ضد اور بے نظیر ہٹ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ
آنکھوں سے پردے اٹھائے اور دلوں کو قبول حق کی توفیق مرحمت فرمائے، اور مسلمانوں
میں آئے دن کی تفرقہ اندازی سے بچائے، آمین والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ
تعالیٰ علیٰ حبیبہ و خاتم رسلہ وعلیٰ جمیع انبیائہ ومن تبعہم اجمعین - آمین

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

عُرس کا حُکم

استفتاء از مئو ناتھ بھنجن قاسم پورہ ضلع اعظمگڑھ مرسلہ مولانا مولوی ابو المحامد احمد علی صاحب زید لطفہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبروں پر عُرس کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب بسند کتاب
اور یہ کہ لغۃً عُرس کے کیا معنی ہیں بعبارات عربیہ یا فارسیہ و ترجمہ مرحمت فرما کر عند اللہ
ماجور و عند الناس مشکور ہوں فقط

الجواب:۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
بزرگان دین کے مزارات پر انکی وفات کے دن جو لوگ زیارت و ایصال ثواب و حصول
برکات کے لیے سالانہ حاضر ہوتے ہیں، اسکو عُرس کہتے ہیں۔ "غیاث اللغات" میں ہے "مجازاً

یعنی مجلسِ طعام فاتحہ بزرگان کہ بروزِ وفات بعد از سالے کنند چراکہ رحلت از غمکدۂ دنیا بمنزلۂ شادی عروسی است بحق عاشقانِ حق چنانکہ سعدی فرماید ؎

عروسی بود نوبتِ ماتمت ❊ اگر نیک روزی بود خاتمت"

لفظِ عُرس اس معنی کے لیے حدیث شریف سے ماخوذ ہے کہ نکیرین قبر میں جواب شافی کے بعد بندۂ مرحوم سے کہتے ہیں نَمْ کَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ الَّذِیْ لَا یُوْقِظُهٗ اِلَّا اَحَبُّ اَهْلِهٖ الیٰ آخرہ رواہ الترمذی۔ یعنی سو جا مثل سونے عروس کے جسکو اُسکے اہل میں اُسکے سبب سے پیارے کے سوا کوئی نہ جگائے" فی الواقع جب منزلِ اول کی امتحان گاہِ صدق و اخلاص میں بندہ کامیاب ہوا اور رحمت و کرم سے نوازا گیا، تو وہ دن اُسکے لیے دنیا کے تمام ایام سے زیادہ شادی و خوشی کا دن ہے، اور حقیقت میں وہ آج ہی دولھا بنا ہے کہ ملائکۂ رحمت اُسکی ناز برداری کر ہیں، اور جنتی سامانوں سے اُسکی قبر کو روضۂ پُر بہار بنا کر اُس سے آرام کی نیند سونے کی درخواست کرتے ہیں جسکا بیان حدیث شریف میں ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے ان صدق عبدی فافرشوہ من الجنة وافتحوا له باباً الی الجنة الیٰ آخرہ رواہ احمد (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۴۲) ترجمہ:۔ بندۂ صادق کے سوالِ نکیرین کے جواب شافی دینے کے بعد آسمان سے ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ میرے بندہ نے سچ کہا پس اسکے لیے جنتی فرش بچھاؤ اسکو جنتی لباس پہناؤ اسکے لیے جنت کی طرف دروازہ کھولدو"۔

جنکے لیے قبر میں یہ عزت و تکریم ہو اُنکے لیے موت کا دن یقیناً شادی کا دن ہے اسلیے اولیاءِ حق کے روزِ وفات کو روزِ عُرس کہنا بالکل بجا اور حدیث شریف سے ماخوذ ہے یہ تو لفظِ عرس کے معنی کا ایک مختصر بیان ہوا۔ اب مسئلۂ عُرس کے متعلق عرض کیا جاتا ہے۔

عُرس کا جواز ریب و اشتباہ کا محل نہیں ہے، اگر شریعت میں اس کی کوئی

سند بھی نہ پائی جائے تو بھی بسبب عدم ورودِ ممانعت کے جائز ہوتا، کیونکہ عدمِ ممانعت ہی کا نام اباحت وجواز ہے قال اللہ تعالیٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْھَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَکُمْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھَا۔ یعنی اے ایمان والو! تم بہت چیزوں کو دریافت نہ کرو، اگر کوئی حکم ظاہر فرما دیا جائیگا تو تمہیں گراں گزرے گا، اور اگر تم زمانۂ نزولِ قرآن میں دریافت کروگے تو ظاہر کر دیا جائیگا، اللہ نے وہ معاف فرما دیا ہے۔"

اس آیتِ شریفہ سے معلوم ہوا کہ جس امر پر شریعتِ طاہرہ نے کوئی حکم نہ دیا ہو وہ معاف ہے اس پر مواخذہ نہیں، اور مباح اسی کو کہتے ہیں کہ اسکے کرنے پر کوئی عذاب نہ۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ماسکت عنہ فھو مما عفی عنہ یعنی جس چیز کے بیان سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے یعنی اسکے کرنے پر کوئی عذاب نہیں۔ دوسری حدیث شریف میں ہے وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت چیزوں سے بغیر نسیان کے سکوت فرمایا ہے تم اُن میں بحث نہ کرو۔ یعنی نسیان سے تو اللہ تعالیٰ پاک ہے تو جن چیزوں کا حکم بیان نہ فرمایا ہو، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ فراموش ہوگئیں ہوں، تو علم میں حاضر ہوتے ہوئے جس چیز کی نسبت کوئی حکم ظاہر نہ فرمایا اس سے صاف مرضی معلوم ہوتی ہے کہ اسکے کرنے پر کوئی مواخذہ و عتاب نہیں۔ اِن آیات واحادیث سے فقہاء نے یہ قاعدہ حاصل کیا کہ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ یعنی اصل چیزوں میں جانبِ شرع سے اباحت ہے، تو جس پر ممانعت وارد نہ ہو وہ اباحتِ اصلی شرعی پر ہے اما الاباحۃ الاصلیۃ التی نالت بھا المعتزلۃ فھی ما لا مدخلیۃ فیھا للشرع وھی غیر ذلک۔ اس قاعدۂ نافعہ اور اس اصلِ عظیم سے ہزارہا مسائل حل ہوتے ہیں۔ اور کوئی مدعی اسلام ایسا نہیں ہے جسکے کثیر معمولات اس اصل کی شہادت نہ دیتے ہوں، جب یہ اصل

آیت و حدیث و فقہ سے ثابت ہوگئی، تو عاقل کے لیے یہ جان لینا کافی ہے کہ عرس پر ممانعت کا وارد ہونا اسکے جواز کی مضبوط دلیل ہے، منکرین عرس کو کچھ بھی جائے چون و چرا نہیں ہے جبتک کہ وہ ممانعتِ عرس کو کسی دلیلِ شرعی سے ثابت نہ کریں اور ممانعت پر اصلاً کوئی دلیل نہیں تو جواز یقینی ہوا ۔ یہ تو اُس تقدیر پر ہے جبکہ فرض کرلیا جائے کہ عرس کا کوئی ثبوت موجود نہیں ۔ اور اتنا تو ہر شخص جانتا ہے کہ علماء، صلحاء، مشائخ کے یہاں مدتہائے دراز سے ہر ہر ملک میں عرس معمول ہے مسلمان اُس میں عام طور پر شرکت کرتے ہیں اور اسکو موجبِ خیر و برکت جانتے ہیں مستحسن سمجھتے ہیں، تو کافۂ اہلِ اسلام کا عمل اور صالحین کا تعامل کسی چیز کے استحباب کے لیے خود ایک دلیل ہے ۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ما راٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللّٰہ حسن جو امر مسلمانوں کے نزدیک بہتر ہو، اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بہتر ہے ۔ اگر منکرین کو عرس کی کوئی دلیل معلوم نہ تھی تو اُنھیں اتنا ہی سمجھ کر استحبان کا قائل ہوجانا چاہیئے تھا ۔ اب میں آپ کو عرس کے ثبوت دکھاؤں ۔ غور کیجئے کہ عرس میں زیارتِ قبور ہوتی ہے، تلاوتِ قرآنِ پاک ہوتی ہے، ذکرِ خیر اور ایصالِ ثواب ہوتا ہے، یہ سب چیزیں احادیث سے ثابت ہیں ۔ زیارتِ قبور کیلیے حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا کنت نھیتکم عن زیارت القبور فزوروھا، یعنی میں نے تمھیں زیارتِ قبور سے پہلے منع کیا تھا پس اب اُنکی زیارت کیا کرو ۔ اور بہت حدیثیں زیارتِ قبور کی ترغیب میں وارد ہوئی ہیں ۔ اسی طرح تلاوتِ قرآن پاک اور ایصالِ ثواب، سب امورِ خیر ہیں، اور شرع میں انکے ثبوت اس کثرت سے موجود ہیں کہ جنکا انکار کمال ہٹ دھرمی اور انتہائی نفسانیت ہے ۔ رہی یہ بات کہ عرس کی ہیئت کذائی کہاں تھی ؟ یہ سوال خود لایعنی اور ناقابلِ التفات ہے، کیونکہ کسی چیز کے جائز یا مستحب ہونے

کے لیے اسکی اصل کا ثابت ہونا کافی ہوتا ہے، ورنہ تمام مدارس بدعت و گناہ ہو جائیں، اور ان میں چندے دینا، انکی تائید کرنا اعانت علی المعصیت ہو، کیونکہ مدرسہ کی یہ ہیئت کذائی زمانہ اقدس میں نہیں پائی گئی، طلباء کی جماعتیں کی جماعتیں صف بندیوں کے ساتھ کب مرتب تھیں، امتحانوں کی یہ شان کب تھی؟ لیکن اگر آپ اپنے اس فعل کو بے اصل نہیں مانتے ہیں اور ہیئت کذائی اسکو ثابت الاصل ہونے سے خارج نہیں کر سکتی ہے، تو عرس کو بھی غیر ثابت الاصل نہیں کہا جا سکتا، خاصکر ایسی حالت میں جبکہ وہ احادیث سے ثابت ہو، جیساکہ تفسیر درِ منثور میں مروی ہے کہ حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے اُحد کے مزارات پر سال کی پہلی تاریخ تشریف لیجایا کرتے تھے، اس حدیث کو شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاوے صفحہ ۴۰ میں ذکر فرمایا۔ اب رہا یہ عذر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر تشریف لیجاتے ہونگے تو دو ایک خادم ہمراہ ہوتے ہونگے اجتماع کثیر کہاں سے ثابت! یہ نہایت ہی رکیک اور بہت ہی کمزور بات ہے۔ کیونکہ اول تو یہ قیاس کہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس موقع پر صرف دو ایک صاحب ہی ہوتے ہونگے، بے اصل اور بے دلیل ہے اسکے لیے کوئی نقل درکار ہے۔ علاوہ بریں فرض کیجئے دو ایک خادم بھی ہمراہ نہ ہوتے ہوں، تو بھی کیا حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریخ معین پر تشریف لیجانا مسلمانوں کے لیے اس عمل کو سنت نہ کریگا؟ اور جب باتباعِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تاریخ معین پر اہل اللہ کے مزارات پر جانا سنت ثابت ہوا، تو کونسا امتی ہے جسکو کوئی شخص بھی اس سنت کی ادا سے روک سکے، تو اگر کسی مزار پر اتباعِ سنت کی نیت سے بکثرت جانے والے جائیں، تو ان میں ہر ایک سنت کا عامل ہوگا، اور انکے بیک وقت مجتمع ہو جانے سے وہ سنت اٹھ نہ جائے گی اسلیے اس اجتماع کو عدم جواز کی دلیل بنانا غلط و باطل ہے، اور اس میں اپنی رائے

سے سُنت کی تقیید لازم آتی ہے۔ حقیقت عرس اسی قدر ہے جو بحمداللہ احادیث سے ثابت ہے۔ جب بقصد زیارت و اتباعِ سُنت بکثرت مسلمان کسی مزار پر پہنچے اور وہاں اجتماع مومنین حاصل ہو گیا تو اب وعظ و ذکر، تلاوتِ قرآن، صدقہ بہترین مشاغل میں سے ہیں، یہی کام عرس میں ہوتے ہیں۔ علماء صلحاء اولیاء اہل اللہ، ہر طبقہ کے لوگ اس ادائے سُنت کے لیے آتے ہیں۔ ان حضرات کی زیارتیں، انکی ملاقات، اُن کا فیضِ صحبت یہ ایک اور نعمت ہے جس سے مؤمن دنیوی و اُخروی منافع حاصل کرتا ہے۔ جب اس مبارک مقصد کی بدولت اجتماع ہو تو اسکے فرش وغیرہ کے انتظام زائرین کی آسائش کے لیے ضروری ہوتے ہیں، اور حدیث شریف میں وارد ہوا کہ بندگانِ خدا کے آرام کیلیے رستہ سے کانٹے وغیرہ کسی ایذا دینے والی چیز کا ہٹا دینا بھی ثواب اور ایمان کی نشانی ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الایمان بضع وسبعون شعبۃ افضلہا لا الٰہ الا اللہ وادناہا اماطۃ الاذی عن الطریق جب راہ گزر سے کانٹا، پتھر ٹھوکر لگنے والی چیز ہٹانا بھی ثواب اور ایمان کی نشانی ہے اسلیے کہ اس سے بندگانِ خدا کو ایک طرح کا آرام پہنچتا ہے، تو ادائے سُنت کے لیے سفر کرنے والوں کے واسطے روشنی، فرش، لنگر یعنی کھلانے کا انتظام کرنا بطریقِ اولیٰ موجب برکت و ثواب ہوگا۔ اب ثابت ہو گیا کہ عرس شرع سے ثابت اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت ہے، اسکی مخالفت میں تشدد نہ کرنا چاہیئے کہ اس سے مخالفت سُنت کی لازم آئے گی، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

فتویٰ متعلق اعراس وروشنی

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص مزارات پر فاتحہ خوانی کرے نیز دیگر اشخاص کو ترغیب دے اور انکے واسطہ سے دست بدعا ہو نیکی ہدایت، اور فاتحہ کا کھانا کھلائے، یا عرس میں شرکت کرے، مزارات پر چادر چڑھائے یا چادر چڑھانے کا مشورہ دے، یا مزاروں پر روشنی کرے، یا مزاروں کی چادر کو خود استعمال کرے، ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا، یا اسکا اتباع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ عنداللہ اسکے جواب سے مفصل ماجور فرمائیں۔

حافظ نصیر الدین احمد سکریٹری انجمن اتحاد بھیرا یوں، مقیم دہلی:

الجواب بعون الوہاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

مزارات مسلمین وصالحین کی زیارت اور انکے ایصال ثواب کے لیے قرآن کریم کی تلاوت جسکو فاتحہ خوانی کہتے ہیں، جائز ومستحب بلکہ سنت ہے اور اموات کو اس سے نفع پہنچتا ہے مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے والسنۃ زیارتہا قائما والدعاء عندہا قائما کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع یعنی سنت ہے قبروں کی زیارت کرنا کھڑے ہوکر اور انکے پاس کھڑے ہوکر دعا کرنا جیساکہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیع کی طرف تشریف لیجا کر عمل فرماتے تھے۔ نور الایضاح میں ہے ویستحب قراءۃ یٰسٓ لما ورد انہ من دخل المقابر فقرأ یٰسٓ خفف اللہ عنہم یومئذ وکان لہ بعدد ما فیہا حسنات۔ یعنی زائر کیلیے سورہ یٰسٓ پڑھنا مستحب ہے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور اس نے سورہ یٰسٓ پڑھی اللہ تعالیٰ اس قبرستان کے مردوں سے اس روز عذاب سے

کفظ فرماتا ہے اور پڑھنے والے کو اس قبرستان کے مردوں کے عدد کی برابر نیکیاں ملتی ہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے عن انس انه سأل رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یارسول الله انا نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعو لهم فهل یصل ذلك الیهم فقال نعم انه لیصل ولیفرحون به کما یفرح احدکم بالطبق اذا اهدی الیه۔ رواہ ابوحفص العسکری فالانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره عند اهل السنة والجماعة صلوٰة کان اوصوما اوحجا اوصدقة اوقراءة القرآن اوالاذکار اوغیر ذلك من انواع البر ویصل ذلك الی المیت وینفعه قاله الزیلعی فی باب الحج عن الغیر وعن علی رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال من مر علی المقابر فقرء قل هو الله احد احدی عشرة مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات رواہ الدارقطنی یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے انھوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم اپنے مردوں کے لیے صدقہ دیتے ہیں حج کرتے ہیں دعا کرتے ہیں تو کیا یہ انھیں پہنچتا ہے؟ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں بیشک پہنچتا ہے اور وہ اس سے ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کسی کے پاس ایک طبق ہدیہ لایا جائے اور وہ خوش ہو۔ اس حدیث کو ابوحفص عسکری نے روایت کیا۔ تو ثابت ہوا کہ انسان کے لیے ممکن ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو دیدے یہ اہل سنت کا عقیدہ ہے خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ یا حج یا صدقہ یا قراءت قرآن یا ذکر یا اور کوئی نیکی، اور یہ میت کو پہنچتا ہے اور اس سے اسکو نفع ہوتا ہے (یہ زیلعی نے باب الحج عن الغیر میں کہا) اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے ایک حدیث مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قبرستان میں گزرے اور گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ کر مردوں کو ثواب پہنچائے اسکو مردوں کی تعداد کی برابر ثواب ملیگا

اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا۔ ان احادیث و عبارات سے ثابت ہوا کہ زیارتِ قبور اور قرآنِ کریم کی تلاوت اور صدقہ و خیرات و ذکرِ الٰہی و دعا سے مُردوں کو ثواب پہنچانا مستحب و سنت ہے، تو اسکی دوسروں کو ترغیب دینا نیکی کی تلقین اور امر بالمعروف ہے لہٰذا جائز و موجب ثواب ہے، اسی طرح فاتحہ کا کھانا جو میت کے ایصالِ ثواب کے لیے صدقہ ہے، جسکا مستحب و جائز ہونا اسی حدیث حضرتِ انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہو چکا ہے، اسکا کھانا بیشک جائز ہے، کیونکہ اگر کھانا جائز نہ ہو تو کیا اُسکو دفن کیا جائیگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجازت دینے سے معلوم ہوا کہ اسکا کھانا جائز ہے۔ اور جب صدقہ نافلہ ہو اور صدقہ دینے والا ہر عام و خاص غنی و فقیر پر صرف کا قصد کرے، تو اغنیاء اور فقراء سب کے لیے کھانا جائز ہے۔

ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۴۳۳ میں ہے وعلیٰ ھٰذا وضع الماء والجمد علی بابه يباح الشرب منه لمن مربه من غنی او فقير۔ اور عُرس شریف کی اصل حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضورِ اکرم سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم شہداءِ اُحد کے مزارات پر سالانہ تشریف لیجاتے تھے، چنانچہ ردالمحتار جلد اول صفحہ ۶۳ میں ہے روی ابن ابی شیبة ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یأتی قبور الشهداء باحد علی راس کل حول۔ اور مزارات پر چادر ڈالنا بقصد تعظیم تادیبِ عوام زائرین جائز ہے۔ ردالمحتار جلد ۵ صفحہ ۲۳۹ میں ہے کرہ بعض الفقهاء وضع الستور والعمامة والثياب علی قبور الصالحين والاولياء قال فی فتاوی الحجة وتکره الستور علی القبور ولکن نحن نقول الاٰن اذا قصد به التعظيم فی عيون العامة حتی لا يحقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب للغافلين الزائرين لان الاعمال بالنيات۔ یعنی بعض فقہاء نے صالحین و اولیاء کی قبروں پر پردے اور عمامے اور کپڑے ڈالنے کو مکروہ کہا لیکن ہم کہتے ہیں کہ اب جبکہ اس سے نظرِ عوام میں تعظیم مقصود ہو کہ عوام صاحب قبر کو

حقیر نہ جانیں، اور غافل زائرین کو ادب و خشوع حاصل ہو تو جائز ہے کیونکہ اعمال کا دار و مدار نیات پر ہے۔ ایسی ہی مقابر پر روشنی، اگر مقصد خیر کیلیے ہو جیسا کہ زائرین کے آرام یا تلاوت کے لیے، تو جائز ہے اور ان امور کی ترغیب دینے والا نیکیوں کی ترغیب دیتا ہے، ماجور و مثاب ہے، صالحین میں سے ہے، ان امور میں اسکا اتباع جائز ہے اور اسکو امام بنانا درست۔ تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۷۸۹ میں علامہ شیخ عبد الغنی نابلسی سے نقل کیا، وکذا ایقاد القنادیل و الشمع عند قبور الاولیاء والصلحاء من باب التعظیم والاجلال ایضاً للاولیاء فالمقصد فیہا مقصد حسن ونذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورہم تعظیماً لہم ومحبۃ فیہم ایضاً لا تنبغی النہی عنہا۔ یعنی اسی طرح اولیاء و صلحاء کی قبور کے پاس شمع و قنادیل روشن کرنا، اولیاء کی تعظیم واجلال کے باب سے ہے، تو مقصد اس میں مقصد حسن ہے، اور اولیاء کی قبروں کے پاس انکی تعظیم و محبت کی غرض سے روغن زیتون اور شمع روشن کرنے کی نذر کرنا ایسا ہے کہ اسکو منع کرنا نہ چاہیئے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کیلیے کونڈے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عام لوگ رجب کی ۲۲ تاریخ کو پوریاں پکاتے ہیں اور فاتحہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ کی پڑھ کر انکی روح کو ثواب پہنچاتے ہیں، اور انکے توسل سے مراد مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قول امام جعفر صادق رحمۃ اللہ کا ہے تو یہ قول کسی دلیل قوی سے ثابت ہے یا نہیں؟ اس فعل کا کرنا کیسا ہے؟ داخل ثواب

ہے، یا عذاب۔ اگر ثواب ہے تو مع حوالہ کے جواب سے فقیر کو مطلع فرمائیے

الجواب بعون الوہاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

ایصالِ ثواب اموات کا شریعتِ اسلامیہ نے بتایا۔ احادیث سے ثابت ہے خود حضرت سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو اُنکی والدہ کے ایصالِ ثواب کے لیے کنواں بنانے کا حکم فرمایا، یہ حدیث کتبِ متداولہ میں موجود ہے، فقہ و عقائد کی کتابوں میں اسکی تصریحیں ہیں، منکرین کے سردار بھی اسکے قائل ہیں کہ اموات کیلیے ایصالِ ثواب جائز و مستحسن ہے، حتیٰ کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے "صراطِ مستقیم" میں اسکے استحسان کا اقرار کیا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ بھی ایصالِ ثواب ہی ہے اور اُسی سُنت میں داخل۔ رجب کا مہینہ حضرت کی وفات کا مہینہ ہے، اور بزرگوں کی وفات کے اوقات میں اُنکی یاد اور اُنکا ایصالِ ثواب "دُرِ منثور" کی حدیث سے ثابت ہے۔ جسکو شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے اپنے فتاوے میں لکھا ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال شہدائے اُحد کے مزارات پر تشریف لیجاتے۔ اس فاتحہ سے برکت کی اُمید بھی بالکل حق اور بجا ہے، کیونکہ وارد ہُوا ہے عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ کہ اللہ کے مقبول بندوں کی یاد اور ذکر کے وقت رحمتِ الٰہی نازل ہوتی ہے۔ ایصالِ ثواب جس بزرگ کی روح کو کیا جائیگا یہ یقینی ہے کہ اُس سے اُنھیں راحت ہوگی اور اُس سے وہ خوش ہونگے اور اُسکے حق میں دعائے خیر فرمائینگے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہُوا من صنع الیکم معروفا فکافئوہ فان لم تجدوا ما تکافئون بہ فادعوا لہ بالخیر۔ یعنی جو تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے تم اُسکا بدلہ کرو، اور اگر تمہارے پاس ایسی چیز نہ ہو جس سے تم بدلہ سکو، تو اُسکے لیے دُعائے خیر کرو۔ اور بیشک اولیاء و محبوبانِ حق کی دعائیں

مستجاب ہیں۔ تو انکے ایصالِ ثواب سے نفع کی امید حق۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت نے خود ہی اسکا حکم فرمایا، یہ کچھ قابلِ تحسین نہیں جبکہ ثابت ہو گیا کہ ایصالِ ثواب شرع میں جائز اور موجبِ برکت ہے تو اب عمل کرنے والے کو کوئی تردد باقی نہ رہا۔ اور تجربہ تو یہ ہے کہ جو لوگ یہ فاتحہ کرتے ہیں، وہ اسکے فوائد دیکھتے ہیں۔ اس ایصالِ ثواب میں معمول یہ ہے کہ بہت نفیس پوریاں پکائی جاتی ہیں، بہت زیادہ گھی اُن میں صرف کیا جاتا ہے، اور پاک صاف نفیس قلعی دار یا کورے برتن میں اُسکو رکھتے ہیں بعض لوگ اس پر معترض ہوتے ہیں یہ اُنکی نافہمی ہے، کیونکہ راہِ خدا میں بہتر مال دینا یقیناً بہتر ہے، حدیث شریف میں حکم فرمایا گیا ہے کہ راہِ خدا میں کرائم اموال دو، مستعمل برتن میلے کچیلے ہوتے ہیں، اپنے احباب کی بھی دعوت کرتے ہیں تو پاکیزہ عمدہ صاف یا نئے برتن استعمال کرتے ہیں، طہارت و لطافت حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھی، اور حضور کے صدقہ میں مومنین بھی لطیف الطبع ہوتے ہیں۔ وہابی صاحبان کو اس سے چڑ ہے، تو وہ اپنے کھانے کے لیے میلے کچیلے سڑے ہوئے برتن استعمال کیا کریں، لیکن راہِ خدا میں مومن جو چیز دیتے ہیں وہ اُسی طریقہ پر دینگے جو پاکیزہ اور نظیف ہو، لینے والا رغبت اسکو لے، نظافت و پاکیزگی سے اُسکی طبیعت خوش ہو۔ کیا نئے برتن کے استعمال سے وہابی دین میں پاک حلال کھانا ناجائز ہو جاتا ہے؟ اسکی سند کسی وہابی کے پاس ہے؟ یا دین میں اپنی رائے کو دخل دیتے ہیں؟ یہی بدعت ہے، یہی ممنوع ہے، قال اللہ تعالےٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ○ اللہ تعالےٰ نے فرمایا، اے ایمان والو! نہ حرام کرو اُن پاک چیزوں کو جنھیں اللہ تعالےٰ نے تمہارے لیے حلال فرمایا اور حد سے نہ گزرو، اللہ تعالےٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا

بحمد اللہ مسئلہ واضح ہے، اور اسقدر بیان سے واضح تر ہو گیا۔

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی ممانعت

[حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے آخری سفر ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء کراچی پاکستان رونق افروز ہوئے تو اُس وقت حضرت مولانا مفتی محمد صاحبداد خاں صاحب رحمۃ اللہ کے ایک فتوے پر جو کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی ممانعت پر تھا، اُس پر ان الفاظ میں تصدیق ثبت فرمائی ۔ (مرتب)]

مبسملاً حامداً و مسلماً اذان داخلِ مسجد مکروہ ہے خواہ مستمراً ہو یا احیاناً، اور بعد اذان لاؤڈ اسپیکر کا مسجد میں لانا ہی بیکار ہے، کیونکہ امام کی قراءت سُنانے کے لیے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال درست نہیں ہے جیسا کہ حضرتِ مجیب سلمہ نے تحریر فرمایا واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین
محمد نعیم الدین المرادآبادی غفرلہ الہادی

کذالک الجواب واللہ و رسولہ اعلم بالصواب
فقیر ابو المحامد سید محمد اشرفی کچھوچھوی

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال بدعت ہے

مبسملاً و محمداً و مصلیاً و مسلماً۔ شریعتِ مطہرہ کے احکام محکم غیر متزلزل اور دائمی ہیں۔ اس میں تغیر و تبدل اور مداخلت احداث فی الدین ہے جبکہ شریعت نے قراءتِ امام کی آواز تمام مقتدیوں تک پہنچنا لازم اور ضروری قرار نہیں دیا، تو تمام مقتدیوں کو امام کی قراءت آواز پہنچانے کی خارجی سعی کرنا سراسر تکلیف اور غیر مکلف سعی ہے۔ اسی طرح تکبیراتِ انتقالات میں ہم آہنگی، اور صوت امام کو تمام مقتدیوں تک پہنچانے کے لیے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرنا، دو حال سے خالی نہیں یا تو مقتدی تھوڑے ہونگے کہ صوتِ امام انکو براہِ راست مسموع ہو جاتی ہوگی، تو ایسی صورت میں اصلاً کسی مدد و اعانت کی حاجت ہی نہیں۔ یا مقتدی کثیر ہونگے کہ صوتِ امام انکو پہنچ ہی نہ سکتی ہو، تو اسکے لیے شریعت نے بدل دکھا کہ مکبرین (جو شریک فی التحریمہ ہوں) کو قایم کرکے امام کی تکبیر کے تھوڑے وقفہ کے بعد اعادہ کرتے رہیں جیسا کہ احادیثِ منقولہ اور کتبِ فقہ متداولہ میں مصرح ہے۔ اور شرائط مکبرین واضح ہیں دریں صورت جبکہ شریعتِ مطہرہ نے تکبیراتِ انتقالات کے لیے مکبرین کے قیام کی سنتِ متوارثہ ارشاد فرمائی ہے، تو اب کسی جدید سائنسی آلات کا دخل در عبادت چہ معنی دارد۔

ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز "عین صوتِ امام" ہے یا مثل و غیر صوتِ امام۔ متبعین سنتِ مطہرہ و مقلدین ائمہ غراء کے لیے صرف اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اسکے کسی عمل سے کسی سنت اور مسئلہ شرعیہ کا ارتفاع لازم نہ آئے۔ جب کسی عمل سے کسی سنت اور حکمِ شرع کا ارتفاع لازم آتا ہے، تو تمام علماءِ ملت اور فقہاءِ شریعت کے نزدیک وہ بدعت اور محدثہ ہے۔ لامحالہ جب بوقتِ ضرورت

لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں کیا گیا تو سنتِ قیامِ مکبّرین کا ارتفاع لازم آیا، لہٰذا قطع نظر عینیت و مثلیت و غیریتِ صوتِ امام نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال سرے سے ہی بدعتِ سیّئہ ہوگا۔

اور اگر بطریق تنزّل عینیت و غیریت کے اعتبار سے غور کیا جائے، تو خود اسکے موجدین (سائنسدان) ابتک یہ نہیں بتا سکے ہیں کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز بعینہٖ متکلم کی آواز ہے؟ تو پھر ہم کسطرح اس کی عینیت پر حکم لگا سکتے ہیں۔

غرضکہ بہر طریق نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ناروا ہے، اور بدعت سیّئہ ہے اور مثلیت و غیریت (جیساکہ ابتک محقق ہے) کے اعتبار سے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ رکوع و سجود اور تکبیراتِ انتقالات کرنا مفسدِ نماز ہے، وھٰذا ما ظھر لی و العلم عند اللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہٖ وصحبہٖ وسلم

کتبہٗ

غلام معین الدین نعیمی غفرلہٗ

ارشاد الانام
فی
محفل المولد والقیام!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولود خوانی اور مدح یعنی تعریف سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایسی صورت سے کرتے ہیں کہ جیسیں مردانِ خوش الحان یعنی سریلی آواز اور تال سے پڑھنے والے آواز ملا کر غزلیں اور قوالیوں کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اس میلاد کی منتیں مانی جاتی ہیں اور زیب و زینت اور شیرینی اور روشنی ہائے کثیرہ یعنی کثرت سے روشنی اور ضرورت سے زیادہ زینت کیجاتی ہے جو اسراف میں داخل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے اشعار پڑھتے ہیں جس میں خداوند تعالیٰ کی توہین ہوتی ہے مثلاً چوں نگویم بجز احمد بے میم ترا۔ اور مثلاً (شعر) اللہ کے پلہ میں وحدت کے سوا کیا ہے : جو کچھ مجھے لینا ہے لے لوں گا محمد سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اشعار میں حاضر جانکر مخاطب کرتے ہیں اور وقت ذکر ولادت صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کرتے ہیں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا و توجروا جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

الجواب:- محفل میلاد شریف موافق صورت مذکورہ بالا کے کرانا اور قیام وقت ذکر پیدائش آنحضرت کے قرون ثلثہ یعنی زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اور آپ کے صحابہ و تابعین کے زمانہ میں اور تبع تابعین کے زمانہ میں تینوں زمانہ سے ثابت نہیں بلکہ احادیث صحیحہ اور کتب دینیات سے کہیں ثابت نہیں خلاصہ یہ کہ امور مذکورہ

بالا بدعات مخترعات ہیں یعنی لوگوں نے اپنی خواہش نفس کے موافق یہ امور رائج کرلئے ہیں خدا اور رسول کے ناپسند ہیں اور ذکر میلاد صورت مذکورہ کے موافق کراتے اور جو اسمیں شریک ہوگا وہ مستحق عذاب آخرت ہوگا کیمصداق بقولہ علیہ السلام کل بدعت ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار فقط واللہ اعلم رشید احمد گنگوہی۔

الجواب بعون الکریم الوہاب:- بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ نحمدہٗ و

نصلی علی حبیبہا الکریم۔ مولوی رشید احمد صاحب کا جواب سراسر غلط و ناصواب ہے اس میں انہوں نے تین باتیں لکھی ہیں ایک یہ کہ محفل میلاد شریف و قیام وقت ذکر پیدائش قرون ثلثہ اور احادیث و کتب دینیہ سے کہیں ثابت نہیں لہذا بدعت ہے دوسرے یہ کہ خدا اور رسول کو ناپسند ہے تیسرے یہ کہ میلاد شریف کرانے والا اور اسمیں شریک ہونیوالا مستحق عذاب آخرت ہے یہ تینوں باتیں غلط اور بیدلیل ہیں یہ دعویٰ کہ احادیث و کتب دینیہ میں کہیں ثابت نہیں ہے بہت غلط دعویٰ ہے اول تو مولوی صاحب کو احادیث و کتب دینیہ کا اتنا علم کب ہے کہ وہ کہہ سکیں کہ کہیں ثابت نہیں کیونکہ انہوں نے تمام حدیثیں اور دینیات کی کل کتابیں کب حفظ کی تھیں بہت سی حدیثیں ہیں جنکی انہیں ہوا بھی نہیں لگی اور بہت سی دینیات کی کتابیں ہیں جنکا مطالعہ بھی نصیب نہ ہوا اور مسئلہ ایسا واضح کہ سب سے اعلیٰ کتاب قرآن پاک ہی میں موجود جابجا قرآن کریم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت شریف آوری کا ذکر ہے اور اسکا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد مبارک پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد دوسری آیت میں ہے اما بنعمۃ ربک فحدث اپنے رب کی نعمت کا بیان کرو اور یقینا حضور کی تشریف آوری وجلوہ فرمائی اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم وجلیل نعمت ہے تو اسکا ذکر مطلوب و مامور ہوا اور قرآن پاک سے

ثابت ہوا۔ اسی طرح قیام بھی ایک فرد تعظیم ہے اور قرآن کریم میں حضور کی تعظیم وتوقیر کا حکم دیا گیا ارشاد ہوا وتعزروہ وتوقروہ۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس صحابہ میں مسجد شریف کے اندر منبر اقدس پر قیام فرما کر اپنی پیدائش کا ذکر فرمایا فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر فقال من انا قال انت رسول اللہ قال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم الی اخر الحدیث۔

محفل میلاد شریف کے استحباب پر مولوی خلیل احمد انبیٹھی کا فتوے

المہند علی المفند میں مولوی خلیل احمد انبیٹھی لکھتے ہیں حاشا ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں کہ آنحضرت کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپکی جوتیوں کے غبار اور آپکی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح وبدعت سیئہ یا حرام کہے وہ جملہ حالات جنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا بھی علاقہ ہے انکا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے (المفند صفحہ ۲۴) اسی جواب کے آخر میں مولوی خلیل احمد صاحب لکھتے ہیں "اگر مجلس مولود منکرات سے خالی ہو تو حاشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکر ولادت شریف ناجائز بدعت ہے ص ۲۵

محفل میلاد شریف کے خیر وبرکت ہونے پر مولوی رشید احمد صاحب کے استاد کا فتوے

اسی مفند میں مولوی احمد علی سہارنپوری استاد مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتوی مجلس میلاد شریف کی نسبت درج ہے اسمیں لکھا ہے ان مجالس میں کہ منکرات شرعیہ سے خالی ہوں سبب خیر وبرکت ہیں بشرطیکہ صدق نیت اور اخلاص اور اس عقیدہ سے کیا جائے کہ یہ بھی منجملہ اذکار حسنہ کے ذکر حسن ہے "اس کتاب پر مولوی عنایت اللہ مولوی محمود حسن مولوی اشرفعلی تمام دیوبندی مولویوں کے دستخط ہیں اور سب نے اپنا یہی عقیدہ بتایا ہے۔

اب ذرا غور فرمائیے ایسا مسئلہ جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے صحاح ستہ کی معتبر کتاب
ترمذی شریف میں خود حضور کا فعل مذکور ہے وہ بھی اسطرح کہ بیان پیدائش مبارک کے
ساتھ قیام بھی ہے منبر بھی ہے مجلس صحابہ بھی اسکے بعد تمام دیوبندی اور خود مولوی رشید
احمد صاحب کے استاد محفل میلاد مبارک کی خیر و برکت اور اسکے استحباب کے قائل ہیں
اسپر یہ کہدینا کہ قرون ثلثہ میں کہیں ثابت نہیں دین کے مسئلہ میں کسقدر مغالطہ ہے مفتی
پریشان ہونا چاہیئے کہ مسئلہ قرآن و حدیث میں موجود ہو اور کہدیں کہ کہیں ثابت نہیں قرآن
و حدیث کا علم نہ ہونا یا دیدہ و دانستہ اسپر پردہ ڈالا جاتا تو یہ شان وہابیت سے کچھ بعید نہ تھا
لیکن اپنے گروالونکا بھی نہ دیکھا اور استادوں کی تحریرات کی خبر نہ رکھنا اور طرہ یہ کہ خدا و رسول
پر افترا کر دینا کہ یہ فعل خدا و رسول کو ناپسند ہے کتنی بڑی جرات ہے کیا آج کوئی وہابی ثابت
کر سکتا ہے کہ اللہ تعالی نے یا اسکے رسول نے صلی اللہ علیہ وسلم میلاد شریف سے ناراضی
کا اظہار فرمایا اور اپنی ناپسندیدگی ظاہر کی خدا و رسول پر بہتان لگاتے ہوئے شرم نہ آئی
ہو انکا فتوے مسلمانوں کے نزدیک کیا اعتبار رکھتا ہے ایسا ہی یہ بہتان کہ مجلس میلاد
مبارک میں شریک ہونیوالا مستحق عذاب آخرت ہے نہ خدا نے فرمایا نہ رسول نے
کے ٹھیکیدار ہیں یا اللہ کے بندونکو ذکر خدا و رسول پر مستحق عذاب آخرت کئے دیتے
ہیں انہیں کس نے جنت کا ٹھیکہ دیدیا ہے الحمد للہ کہ فتوے کی غلطی تو بخوبی ثابت ہو گئی
کہ محفل مبارک میلاد شریف قرآن و حدیث سے ثابت اور مستحب موجب خیر و برکت
ہے اسکے علاوہ اس فتوے میں ایک بہت بڑی غلطی یہ ہے کہ جو چیز قرون ثلثہ میں
ہو اسکو بدعت سیئہ مذمومہ مصداق کل بدعۃ کا قرار دیا ہے یہ بالکل غلط ہے ورنہ حدیث
کی کتابونکا جمع کرنا فقہ کی تدوین ابواب و فصول میں مضامین کی تقسیم مدرسونکا قائم کرنا
نصاب کا معین کرنا اس نصاب کے پورا ہونے پر دستار بندی کرنا امتحان اور جلسوں
کے اہتمام امتحان میں تقریر و تحریر سوال اور انپر نمبر دینا جلسونکے لئے روشنی و فرش

کانات اشتہاروں واعلان سے تداعی اور بلانا علماء کو دور دور سے شدِ رحال کے
لئے دعوتیں دینا پھر انہیں سب کے ہاتھوں سے دستار بندی کرانا بخاری شریف کے
ختم پڑھنا قرآن پاک کے سورت سورت کے نقش بنانے الناحواشی پر ایسے عملیات چڑھا
دینا جن کا قرآن و حدیث میں کہیں پتہ نہیں ملے اور اس قسم کے بہت سے امور ہیں جو
قرون ثلثہ میں نہ تھے ائمہ مجتہدین کے عہد میں نہیں پائے گئے کتب دینیہ میں ان کی
صراحت نہیں ملتی مگر ایسکے عامل ہیں اور انکو موجب ثواب جانتے ہیں دیتا کو اسکی
ترغیب دیتے ہیں اس کیلئے چندے وصول کرتے ہیں چندونکی رسیدیں چھاپتے
ہیں تو اگر ہر چیز جو قرون ثلثہ میں نہ ہو بدعت ہو تو یہ تمام امور بدعت ہونگے اور تمام
دیوبندی مع ان مفتی صاحب کے پکے بدعتی اور بقول خود مستحق عذاب ہونگے اور ان
کے ان کاموں میں شرکت کرنیوالے بھی۔

مولوی رشید احمد صاحب کے فتوے کا خود انکے فتوے سے رد

یہاں تو مولوی صاحب موصوف نے ہر وہ چیز جو قرون ثلثہ میں نہ ہو بدعت سیہ اور خدا
و رسول کی ناپسند اور ضلالت قرار دی مگر فتاویٰ رشیدیہ جلد اول مطبوعہ ہندوستان
پرنٹنگ ورکس کے صفحہ ۱۱ میں ایک فتویٰ لکھا جس سے اپنے اس قول کو باطل کر دیا
ہے۔

سوال:۔ کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرنا قرون ثلثہ سے ثابت ہے
یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں۔

جواب:۔ قرون ثلثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا ختم درست ہے کہ
ذکر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اسکی اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں۔ فقط
یہ وہی مولوی رشید احمد ہیں جو لکھتے ہیں کہ مولود شریف قرون ثلثہ میں نہیں اس
لئے یہ بدعت ہے خدا و رسول کو ناپسند ہے سبب استحقاق عذاب ہے۔ یہاں ختم

بخاری کو باوجودیکہ ختم تو ختم بخاری بھی قرون ثلثہ میں نہ تھی اسکو فرماتے ہیں کہ بدعت نہیں
کہئے اپنے ہی قول سے جھوٹے ہوئے کہ نہیں اور یہ کہہ دینا کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی
ہے یہ اصل شرع سے ثابت ہے بخاری شریف کے ختم کیلئے تو سمجھ میں آئی مگر ذکر ولادت
شریف کیا ذکر خیر نہیں ہے اور کیا اسکی اصل ثابت نہیں ہے اور تیجہ میں کلمہ و قرآن شریف
جو پڑھا جاتا ہے کیا وہ ذکر خیر نہیں ہے اسکے بعد دعا کیوں قبول نہیں ہوتی اور ہوتی ہے
تو وہ بدعت کیوں ہوگیا قیام تعظیمی کی نسبت بھی اسی صفحہ میں فرماتے ہیں تعظیم دیندار کو
کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے حدیث سے ثابت
ہے فتاوی مولوی رشید احمد صاحب [۱۱] جب دیندار کی تعظیم کیلئے قیام جائز اور حدیث سے
ثابت ہوا تو کیا پیشوائے دین سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی تعظیم کیلئے قیام بدعت
ہو جائیگا مگر بات یہ ہے کہ اپنے لئے قیام کرانا اور اپنے پاؤں چوموانا مقصود تھا تو قیام
و پابوسی دونوں جائز کہدیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی تعظیم سے انہیں کیا مطلب
اسے بدعت ہی بکتے رہے باوجودیکہ قرآن و حدیث سے ثابت فعل انبیاء سے ثابت علیہم
السلام، عمل امت سے ثابت اور خود وہابیہ اور مولوی رشید احمد صاحب کے اپنے اقرار دن
سے ثابت اور انکے استاد مولوی احمد علی صاحب کے فتوے سے ثابت جیسا اوپر مذکور ہو
تو اب اس فتوے کا بطلان بحمد اللہ الرحمن ایسے زبردست طریقہ سے ثابت ہوا جسکا کوئی
جواب نہیں ایسے لایعنی فتووں سے وہابیہ تمسک کرتے اور مسلمانوں کو دھوکے دیتے ہیں
انہوں نے محفل میلاد شریف کے جواز میں شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ
علیہ کا فتوی نہیں پیش کیا انکے والد ماجد حضرت مولینا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ کی فیوض الحرمین کی عبارت محفل مبارک کے نہیں پیش کی جس سے اس
محفل شریف کا سبب خیر و برکت اور باعث اجر و ثواب ہونا ثابت ہے مولوی رشید احمد
کی یہ جرأت محفل مبارک کو اپنی ہوائے طبیعت و خواہش نفس سے غیر ثابت کہدیا اور

میں شرکت کرنیوالوں کو ایسے دل سے مستحق عذاب بنلایا یہ نہایت قابل نفرت بات ہے۔
گنگوہی فتوے کا تو بحمد اللہ تعالیٰ ایسا بلیغ رد ہو گیا کہ نجد تک کے وہابی بھی اسکی پیوندکاری
نہیں کر سکتے لیکن سائل نے سوال میں بہت سی باتیں ملا کر یہ کوشش کی ہے کہ محفل
مبارک کو کسی نہ کسی طرح ناجائز لکھوالے مولوی رشید احمد صاحب نے اپنے فتوے
میں ان سے تعرض نہیں کیا لہٰذا انکا جواب اضافہ کیا جاتا ہے۔

خوش الحانی سے آوازیں ملا کر پڑھنا

خوش الحانی قدرت نے انسان کیلئے مرغوب الطبع بنائی اور نفوس انسانیہ کو اسکی طرف
مائل کیا سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کو لحن دلکش عطا فرمایا حضور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن پاک کو پاکیزہ لہجوں میں خوش الحانیوں سے پڑھنے کا حکم
فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے زینوا القرآن باصواتکم اپنی خوش الحانی سے قرآن پاک
کی زینت کرو دوسری حدیث میں وارد ہوا لیس منا من لم یتغن بالقرآن رواہ البخاری
عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ یعنی ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن کریم کیساتھ خوش الحانی نہ
نہ کرے۔ اسی مضمون کی اور بھی حدیثیں بخاری و مسلم میں وارد ہیں اور تغنی سے مراد
خوش آوازی اور تطییب تزئین کے ساتھ پڑھنا ہے لمعات میں ہے ان المراد تحسین
الصوت وتطییبہ وتزیینہ وترقیقہ وتحزینہ بحیث یورث الخشیۃ والجمع الصدر و
یزید الحضور ویبعث الشوق ویرق القلب ویوثر فی السامعین مع رعایۃ
قوانین التجوید ومراعات النظم فی الکلمات والحروف یعنی حدیث شریف میں تغنی
سے مراد خوش آوازی اور آواز کو پاکیزہ اور مزین کرنا اور نرم و درد ناک کرنا ایسا کہ دل
میں خوف پیدا کرے اور سننے والوں کے قلب اس سے حاضر ہوں اور شوق برانگیختہ
ہوں اور دل نرم ہوں مع رعایت قواعد تجوید کے اور کلمات حروف کی نظم کے دارمی
نے روایت کی حسنوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسنا

اپنی آواز سے قرآن کا سنگھار کرو کہ صوت حسن قرآن کا حسن دوبالا کرتی ہے اس مضمون
کی اور کثیر احادیث ہیں جب خوش آوازی قرآن کریم کی تلاوت میں بھی خدا و رسول کو
پسند اور شریعت میں مطلوب و مستحب ہے تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں
کیا بات قابل اعتراض ہو سکتی ہے اگر خوش آوازی بری چیز ہوتی تو قرآن پاک کا اس سے
محفوظ رکھنا سب سے زیادہ ضروری تھا کیونکہ قرآن پاک کی تلاوت کے آداب تو ایسے ہیں
کہ اسمیں بہت سے مباحات تک ممنوع ہو جاتے ہیں لہذا خوش الحانی کو مورد اعتراض
قرار دینا جہالت ہے رہا آواز ملانا اسکی ممانعت شریعت مطہرہ میں وارد نہیں ہوئی تو کون
سے ممنوع کریگا یہ تو ایسی بات ہوئی جیسے کوئی کہدے کہ وہابی مولوی صاحب عینک
لگا کر وعظ کرتے ہیں یہ قرون ثلثہ میں کہیں ثابت نہیں لہذا بدعت ہے اور اس وعظ
کے سننے والے اور اسمیں شریک ہونیوالے بقول مولوی رشید احمد صاحب مستحق عذاب
ہیں مگر اس قائل سے کہا جائیگا کہ چشمہ لگانیکی کہیں ممانعت وارد ہوئی ہو اور شریعت نے
اسپر استحقاق عذاب کا حکم دیا ہو تو پیش کرو اسی طرح آواز ملانے کو منع کرنے اور ناجائز
بتانے والے سے دریافت کیا جائیگا کہ شریعت میں اسکی کہیں ممانعت آئی ہو تو پیش کر
جب وہ کہیں سے ممانعت پیش نہ کر سکے تو یہ امر ناجائز مانا جائیگا مالم یوجد بہ دلیل
نہیہ عنہ جائز ہوتا ہے علاوہ بریں آواز ملاکر نظمیں پڑھنا تو کچھ آج نہیں پیدا ہو گیا زمانہ
اقدس میں بھی تھا بنات الضاریہ کا باہم ملکر یہ گانا نحن جوار من بنی النجار فیاحبذا محمد
من جار حدیث میں مذکور ہے ایک اور حدیث جس میں لڑکیوں کے گانے کا ذکر ہے
جسمیں انہوں نے وفینا نبی یعلم ما فی غد گایا تھا وہابیوں کے پیشوا مولوی اسمعیل
دہلوی نے تقویۃ الایمان میں نقل کیا ہے علاوہ بریں غزوہ خندق میں حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ صحابہ کرام کا باہم آوازیں ملا کر اشعار پڑھنا حدیث سے ثابت
ہے اب آوازیں ملانے کو کون ناجائز کہہ سکتا ہے مگر وہابی سے تعجب نہیں کہ وہ حدیثیں

سے منحرف ہو جائے اسلئے اسکے گنگوہی پیشوا مولوی رشید احمد کا فتویٰ دکھاؤ فتاوی رشیدیہ جلد دوم صفحہ ۱۷۰ میں ہے مسئلہ باہم آوازیں ملا کر چند آدمیوں کو خدا کی یا حضرت کی شان میں غزلیں پڑھنا درست ہے یا منع ہے۔ الجواب۔ اس طریق سے مناجات یا مدح پڑھنا بشرطیکہ کوئی فتنہ کا خوف نہ ہو نہ قید کسی وقت خاص کی نہ مضمون خلاف شرع ہو نہ کسی دوسرے کی نماز میں یا ذکر میں حرج ہوتا ہو، نہ پڑھنے والے کی نماز قضا ہو جائے یا جماعت رہجانیکا خوف ہو الغرض تمام مفاسد شرعیہ سے خالی ہو تو مباح ہے فقط اب تو مولوی رشید احمد کے فتوے سے بھی معلوم ہو گیا کہ آوازیں ملا کر اشعار پڑھنا جائز ہے اب تو وہابیوں کو کوئی عذر وحیلہ باقی نہ رہا۔

سوال میں کثرت روشنی کا ذکر کیا ہے روشنی کی کثرت سے بھی میلاد شریف یا اس کے سوا ذکر خدا و رسول کی اور کوئی محفل ناجائز نہیں ہو سکتی شریعت میں کہیں ایسا حکم نہیں ہے خود وہابیوں کے جلسوں اور وعظوں میں بالعموم حاجت سے بہت زائد روشنی ہوتی ہے مگر اسکو کون ممنوع کہہ سکتا ہے۔ روشنی سے وہابی کیوں چڑتے ہیں نور تو ایمان والوں کو محبوب ہوتا ہے دنیا و آخرت میں انکو نصیب ہے۔ قبریں بھی مومن نورانی کیجائینگی ظلمت و اندھیرے تو گنہگاروں کا ہیں جنکی قبریں بھی بے نور ہونگی دوزخ میں بھی انکے لئے تاریکی کے عذاب ہونگے قرآن پاک میں بھی نور کی تعریف آئی ہے ھل یستوی الظلمات والنور کفر کی تعبیریں بھی ظلمت سے ہوئی ہیں شرع مطہر نے ایمان کو نور سے تعبیر فرمایا ہے پھر اسراف ایک ایسا لفظ ہے جسے وہابی ہمیشہ غلط معنی میں استعمال کرتے ہیں اور اسکے معنی بتایا کرتے ہیں ضرورت سے زیادہ۔ سوال میں سائل نے بھی یہ الفاظ لکھے ہیں "ضرورت سے زیادہ زینت کرتے ہیں جو اسراف میں داخل ہے" اس لحاظ وہابی نہیتے ہر عمل کے اعتبار سے اسراف میں غرق ہے۔ مسجدوں میں فرش کی اصلا ضرورت نہیں بغیر فرش کے بھی نماز ہو سکتی ہے اور اس نماز میں کچھ بھی نقصان نہیں آتا تو عمدہ

عمدہ چٹائیاں سیتل پاٹیاں اور ٹاٹ اور اسکے اوپر دریاں اور قالین کی جانمازیں اسراف ہوئیں ایک باریک بتی کے کڑوے تیل والے چراغ کی دھیمی روشنی کافی ہوسکتی ہے تو مساجد میں بجلی کی روشنیاں اور قمقموں کے تکلفات اسراف ہوئے اور خود مسجد کی عمارت پر خوشنما استرکاری بے ضرورت ہے اسی طرح اسکا سالانہ قلعی کرانا غیر ضروری ہے یہ بھی وہابی مذہب پر اسراف میں داخل ہے اسی طرح تعمیر میں جو اہتمام کئے جاتے ہیں اور کثیر روپیہ خرچ کیا جاتا ہے وہابی کے نزدیک یہ سب ناجائز اور اسراف میں داخل ہوگا اب مدرسہ کی طرف چلئے تو عمدہ چھاپے کی کتابیں خوشنما جلدیں نفیس اور قیمتی الماریاں خوبصورت کمرے اور دار الحدیث کی پرتکلف عمارتیں جسکے لئے اخباروں میں چھاپ چھاپ کر چندے حاصل کئے گئے ہوں عمدہ فرش اور تمام زیب و زینت کے سامان سب وہابی اصول کی بناپر اسراف میں داخل اور ناجائز جلسوں میں حاجت سے زائد علماء کو بلانا اور علماء کو بلانا تو بالکل حاجت سے زائد ہی ہے اسی طرح امتحان اور جلسے کیلئے زیب و زینت کے اہتمام اور پرتکلف طعام وہابی کے طریقہ پر سب زائد از حاجت و داخل اسراف ہیں مدرسین کا بڑی بڑی تنخواہیں لینا نفیس غذائیں کھانا اچھی پوشاک پہننا یہ بھی سب وہابیوں کے طریقہ پر اسراف ہے کیونکہ بھوک کی ضرورت دال روٹی بلکہ ابالے ہوئے دلیئے سے بھی رفع ہوسکتی ہے تو لذائذ اطعمہ و فواکہ سب اسراف و ناجائز ہوئے وہابی مولویوں سے یہ سب چھڑاؤ اور ان سے کہدو کہ پلاؤ قورمے سے ہاتھ اٹھاؤ دال روٹی سے دل لگاؤ نو دس روپے ماہوار ہی بہت ہوگئے مدرسہ پر بار کم پڑیگا مسلمان بھی ان کے چندے سے امن میں رہیں گے ایسے ہی وہابی مولویوں کا لباس کیا ضرورت ہے کہ ڈیڑھ روپیہ گز کی چکن دو ڈھائی اور تین روپیہ گز کی سلک اور چار چار پانچ پانچ روپیہ گز کی سرج پہنی جائے۔ ستر ڈھکنے کیلئے گھٹوا اور گبرون بھی کافی ہے۔ سردی سے بچنے کے لئے دو روپیہ والا کالا دیسی کمبل بھی بہت ہے زمین پر بیٹھے اپنے ہاتھ سے دھوئے ہوئے

کپڑے پہنے، مشینوں کی سلائی اور استری کی دھلائی وہابیہ کے طور پر سب داخل اسراف ہے پھر ایسے اسراف کے حرام کپڑوں سے امامت کر کے مسلمانوں کی نمازیں بگاڑنا لوگوں کی عبادتوں میں خلل ڈالنا وہابیوں کے سر و پیر گناہوں کے کتنے انبار ہیں وہابیوں کو چاہئے جھونپڑیوں میں رہیں پختہ اور نفیس عمارتیں تعمیر نہ کریں یہ بھی اسراف ہے۔ پان کھانا اور چائے پینا یہ بھی داخل ضروریات نہیں ہر چیز جو ضرورت سے زیادہ ہو وہابی کے نزدیک اسراف ہے لہٰذا یہ بھی اسراف ہے یہ تو تھوڑی سی مثالیں ذکر کی گئیں غور سے دیکھئے تو وہابی پیدائش کے وقت سے قبر میں جاتے تک اسراف میں ڈوبا رہا اور شیطان کا بھائی بنا رہا کیونکہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین قرآن شریف میں وارد ہے مگر وہابی صاحب اپنے عیش و راحت اور لذت و آسائش کی کسی چیز کو بھی اسراف نہیں سمجھتے اگر اسراف کے وہی معنی ہوتے جو وہابی بیان کرتا ہے تو یہ تمام چیزیں اسراف میں داخل ہوتیں کیونکہ غیر ضروری چیز پر انہوں نے اسراف کا حکم دیا ہے عمل انکا شاہد ہے کہ انکے دل میں بھی اسراف کے یہ معنی نہیں ہیں صرف محفل میلاد شریف اور امور خیر کی عداوت میں ان چیزوں کو اسراف بتایا ہے بدنصیبوں کو یہ نظر نہ آیا کہ کنگھی کرنا بالوں میں تیل لگانا عطر لگانا جمعہ کو پوشاک بدلنا حسب استطاعت بہتر لباس پہننا سنت ہے اگر ضرورت سے زیادہ چیز اسراف ہوتی تو یہ امور ہرگز سنت نہ ہوتے اسراف وہ ہے جو مقصد صحیح کیلئے صرف نہ کیا جائے یا وہ محض بے فائدہ ہو اول تو محافل میلاد میں بکثرت روشنی ہی کہاں ہوتی ہے بلکہ بعض جگہ تو حاجت سے بھی کم ہوتی ہے صرف مکان میں روشنی کر لی دروازہ کوچہ میں تھا اس میں روشنی نہ کی آنے جانیوالے کو تکلیف ہوئی تو یہ روشنی قدر ضرورت ہی نہ ہوئی اسراف کیسا اور اگر شان سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شوکت و شکوہ کے اظہار کیواسطے روشنی زیادہ بھی کیجاتے تو بھی یہ مقصد صحیح ہے حسن ہے اس پر اجر و ثواب ملیگا عوام کی نظر میں حضور کا عزت و احترام اور زیادہ دل نشین ہوگا کفار پر ہیبت اسلام کی شان و

شوکت اور مسلمانوں کے اخلاص و نیاز مندی ظاہر ہوگی اس مقصد کیلئے اگر زائد روشنی بھی کی گئی تو اسراف میں کیسے داخل ہو جائیگی نہ دیکھا کہ مسجد کے نقش و نگار اگر مال وقف سے نہ ہوں تو جائز ہیں اگر اسمیں اسراف ہوتا تو شریعت کیوں اجازت دیتی یہی زیب و زینت کا حال ہے اور زیب و زینت میں کیا چیز قابل اعتراض ہے تصویریں اور کھلونے تو مجلس شریف میں ہوتے ہی نہیں تزئین ہوتی ہے تو ہار پھول سے اور خوشبو حضور پر نور سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محبوب۔ حدیث شریف میں ہے حُبِّبَ اِلَیَّ ثَلٰثٌ اَلطِّیْب الحدیث اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تین چیزیں میرے لئے پیاری کر دی ان میں سے پہلی خوشبو ہے حضور کو تو پیاری ہے مگر دماغ وہابیت پر بڑی شاق ہے یہ مزاج اعتدال سے منحرف ہو گئے ہیں اگر فیوض نبوت کے روائح طیبہ انکے مشام آشنا ہوتے تو مجلس شریف کی خوشبوئیں ہار پھول برے نہ معلوم ہوتے اور کچھ مجلس شریف ہی پر موقوف نہیں بیاہ شادی میں بھی دولہا دلہن کو لوگ ہار پھول پہناتے ہیں پھولوں کا سہرہ باندھتے ہیں اس سے دولہا ممتاز بھی ہوتا ہے کپڑے اور بدن خوشبو میں بس بھی جاتے ہیں روح کو راحت بھی ہوتی ہے طبیعت کو قوت بھی پہنچتی ہے فرحت باعث نشاط و انبساط ہوتی ہے خوشبو کی سنت بھی ادا ہوتی ہے مگر وہابی صاحب سہرہ کو بھی ناجائز بتاتے ہیں اور جو اعتدال سے بڑھ جاتے ہیں تو شرک اسی طرح قبروں پر پھول ڈالنا کہ تر پھول تسبیح کرتے ہیں اس سے میت کو انس ہوتا ہے فقہا اسکو جائز فرماتے ہیں عالمگیری میں ہے لا باس بوضع الورد والریاحین علی القبور اسکی اصل حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضور انور سید و سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں میں کھجور کی تر شاخیں جمائیں اور فرمایا لعل اللہ یخفف عنہما مالم ییبسا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انکے تر رہنے تک قبر والوں کے عذاب میں تخفیف فرمائے باوجود اس تمام کے وہابیہ کو قبروں پر پھول ڈالنے سے بھی انکار ہے مگر جو شخص حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر جمیل کی محفل کرتا ہے وہ ایسا

سامان کیوں نہ کریگا جو حضور کو پسندیدہ ہے وہابی کے بگڑنے کی اسکو کیا پرواہ ہے لاکھ وہابی بگڑا کریں مگر وہ اپنے آقا کو راضی کرنا اور انکے ذکر پاک کی محفل میں خوشبو کا انتظام کرنا جو حضور کو پیاری ہے اپنی سعادت جانتا ہے - ایک شیرینی کا اعتراض بھی ہے کہ شیرینی کیوں تقسیم کی جاتی ہے - دنیا بھر کی محفلوں میں سب کچھ ہو ابٹ ہوم اور ریپٹ ہوم تک میں شرکت کرآئیں کسی سے چڑ نہیں مگر محفل شریف کیلئے ہزاروں بہانے ہیں یہاں شیرینی کی تقسیم پر ترش رو ہوتے ہیں اور تلخ باتیں کرتے ہیں آپکو معلوم نہیں کہ حدیث شریف میں وارد ہوا المومن حلوٌ یحب الحلوٰ مومن خود شیریں ہے اور شیرینی کو پسند کرتا ہے آپ میں مومن کی یہ خصلت کیوں نہیں پائی جاتی آپ کیوں روکھے پھیکے ہیں شیرینی تو مومن کیلئے بہترین ہدیہ ہے آپکو اسکی تقسیم سے کیوں انکار ہے یا محض تقسیم ہی قابل اعتراض ہے اگر ایسا ہے تو کیوں کیا مسلمانوں کو ہدیئے دینا مسنون نہیں کیا عہد صحابہ میں کبھی تقسیم نہیں ہوئی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ بقرہ ختم فرمائی تو اسکی خوشی میں اونٹ ذبح فرماکر کھانا پکوا کر تقسیم فرمایا - یہ تو فعل خلیفۂ رسول کا ہے جتنے صحابہ اس مجلس میں شریک ہوئے اور انہوں نے حصے لئے ان سب کا اس تقسیم کے استحباب پر متفق ہونا عملاً ثابت ہے مگر وہابی کو نہ حدیث سے اطمینان ہوتا ہے نہ قرآن پاک سے وہ اپنے گرو گھنٹالوں کی بکھر کا فقیر ہے مجلس شریف کی مخالفت دل میں بس گئی تو احادیث و قرآن کی صریح دلیلوں اور ظاہر دلالتوں سے بھی اسکے دل بیمار کو شفا حاصل نہیں ہوئی بس یہی حیلے حوالے تھے جو محفل میلاد شریف کے ناجائز کرانے کے لئے وہابیوں کی جھولی میں پڑے تھے اور بحمد اللہ سب پامال کر دیئے گئے اب ایک بات صرف اور رہ گئی ہے کہ میلاد مبارک میں لوگ یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے ہیں اول تو یہ بات غلط ہے میلاد شریف کرنیوالا ذکر مبارک کی برکت کی نیت کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے ذکر مبارک

سے سننے والوں کی محبت حضور کیساتھ زیادہ ہوگی نور ایمان کی جلا بڑھیگی اتباع سنت
کا شوق پیدا ہوگا، گھر میں برکت رہیگی اس اعتقاد سے یہ میلاد شریف پڑھوایا جاتا ہے
نہ قیام کی یہ وجہ ہوتی ہے کہ حضور اس مجلس خاص میں بنفس نفیس جلوہ افروز ہوئے
ہوں عوام بیچارے ایسا خیال کیا کرتے کوئی ولی کامل جسے حضوری کا شرف حاصل ہو
ایسا خیال کرے تو کر سکتا ہے عام میلاد شریف پڑھنے اور پڑھانے والوں پر اس
اعتقاد کا الزام افترائے خالص ہے مگر وہابی یہ کسطرح کہہ سکتا ہے کہ اس اعتقاد سے
محفل شریف ناجائز ہوگئی اگر کوئی یہ خیال بھی کرے کہ شہنشاہ گدا پرور کسی نیاز مند خادم
خالص العقیدت پر کرم فرمائیں تو کچھ بعید نہیں اس خیال سے امیدوار تشریف آوری
ہو تو اس امید سے مجلس شریف کیوں ناجائز ہوگئی اور یہ امید کیا وہابیہ کے نزدیک
باطل اور گناہ ہے ایسا ہو تو اسکا ثبوت پیش کرنا چاہیے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم حیات ہیں اور آپکی حیات ادلۂ شرعیہ سے ثابت ہے امام
حافظ جلال الدین سیوطی وغیرہ اکابر دین نے حضور کے اثبات حیات میں مستقل تصنیفات
فرمائیں حضور کا مرتبہ تو بہت بلند و بالا اور مقام نہایت اعلیٰ ہے حضور کے حلقہ بگوش
شہدا کیلئے قرآن کریم سے حیات ثابت ہے اور انکو مردہ کہنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے
حدیث شریف میں انکے حق میں ارشاد ہوا تسیرون حیث تشاؤن کہ وہ جہاں
چاہتے ہیں سیر فرماتے ہیں جب شہدا کا یہ حال ہے تو انبیاء بلکہ سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم سے تشریف آوری کی توقع کسطرح خلاف شرع
ہو سکتی ہے وہابیہ کہا کرتے ہیں کہ ایک آن واحد میں ہزارہا محافل میلاد ہوتی ہیں
حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا بیک وقت سب جگہ تشریف فرما ہونا کسطرح ممکن
ہے یہ ایسی بات ہے کہ خود ہی اپنی طرف سے پیدا کی اور آپ ہی اسپر اعتراض کر لیا
ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ بانیان محافل میلاد مبارک اس نظر سے کرتے ہیں کہ حضور

سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ذکر ولادت قیام کے ساتھ فرمایا تو اسمیں حضور کا اتباع ہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شاندار مسئلہ سننے کیلئے قیام فرمایا جیساکہ اوپر ذکر ہو چکا ہے تو اس قیام میں ایک جلیل القدر صحابی کا اتباع بھی ہے اور تعظیم ذکر بھی ہے اظہار سرور بھی ہے اور خود حضور انور سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وقت نزول سورہ الی امر اللہ کے بھی قیام فرمایا اور اسمیں حضور کی تعظیم اور حضور کی عظمت شان کا اظہار بھی ہے ان مقاصد کو مدنظر رکھ کر اہل سنت قیام کرتے ہیں یہ بانیان محفل کے وہم میں بھی نہیں ہوتا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونق افروز ہونگے اگر یہ خیال آئے تو کسی ولی کو آسکتا ہے جسپر حضور سرکار دو لعقدار کا کرم خاص ہو تو ایسی مخصوص محافل ہر وقت ہر جگہ ہوتی نہیں رہتی سوال تو یہیں ہے اگر گیا کہ مضمون تراشیدہ وہابی مطابق واقعہ نہ تھا تو اعتراض اسپر کیسے چسپاں ہو لیکن جو مضمون اس نے فرض کیا ہے اسپر بھی انکار کیلئے اسکے پاس کوئی سند نہیں اگر فرض کیا جائے ایک آن واحد میں مختلف مقامات پر کروڑوں مجلسیں ہوتی ہیں تو کیا وہابی کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید ہے کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب میں جلوہ افروز فرمادے ۔ ایک آفتاب کتنے بڑے خطہ زمین کو روشن کرتا ہے لیکن جس طرح شاہی ایوان میں معلوم ہوتا ہے کہ یہیں ہے اسی طرح ایک غریب کے جھونپڑے میں بھی اسی وقت اور اسی آن میں جلوہ گر ہوتا ہے اور ایک شہر میں ہزارہا مکان ہوں تو ہر مکان والا اپنے گھر میں اسکو جلوہ گر دیکھتا ہے شہر کے باہر مضافات میں بھی یہی حال ہوتا ہے بلکہ صدہا میل کے فاصلہ والے بھی اسکو اپنے گھر میں پالیتے ہیں تو جو قدیر برحق آفتاب کی جلوہ گری سے ایک عالم کو نوازتا ہے اور ایک آن واحد میں بیشمار بقاع ارض کو اسکے جلوہ سے بہرہ ور فرماتا ہے اسکی قدرت وحکمت سے کیا بعید ہے کہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمال سے بیک وقت ہزاروں آرزو مندان اخلاص کیش کے گھر رشک جنت بنادے اس

پر کونسا استحالہ شرعی یا عقلی قائم ہے جس سے وہابی تمسک کر سکے اور یہ شبہ اسکو محض حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہی میں پیش آیا دہ یہ نہیں دیکھتا کہ
ایک ایک لمحہ میں عالم کے اندر کتنی موتیں واقع ہو جاتی ہیں اور ان میں کیسے کیسے بعید
فاصلے حائل ہوتے ہیں لیکن ایک لمحہ میں جتنوں کی مقدر ہے حضرت عزرائیل علیہ السلام
سب کی روح اسی لمحہ اور اسی آن میں قبض فرماتے ہیں اصلاً تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی
خواہ ایک مغرب میں ہو اور ایک مشرق میں ایک شمال میں ایک جنوب میں ایک پہاڑ
کی چوٹی پر اور ایک دریا میں، یہ کبھی وہابی کو نہ معلوم ہوا۔ ایک ساعت میں جہاں کے
کتنے لوگ مختلف بلاد و امصار میں دور دراز کے فاصلوں پر دفن ہوتے ہیں ایک ہی وقت
نکیرین سب جگہ سوال کیلئے پہنچتے ہیں اس سے کبھی وہابیہ نے سبق نہ لیا مگر بات یہ ہے
کہ یہ ادیان تیرہ باطن انبیاء علیہ السلام کی پاک اور مقدس ہستیوں کو اپنی ہستی پر
قیاس کرتے ہیں۔ بھائی بتاتے ہیں اپنی مثل بشر کہتے ہیں جیسا کہ پہلے کفار کہا کرتے تھے
قال الملاء الذین کفروا من قومہ ما ھذا الا بشر مثلکم الآیہ اس اعتقاد فاسد
کا یہ ثمرہ ہے کہ اس حیات دنیویہ میں جب اپنے آپکو دیکھتے ہیں کہ ایک وقت میں دو جگہ نہیں
پہنچ سکتے تو مقبولان حق کو بھی اپنے ہی آپ پر قیاس کر لیتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ چہ
نسبت خاک راہ با عالم پاک۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایکم مثلی
تم میں کون میری مثل ہے یعنی کوئی نہیں شان عالی میں تو بکثرت وہ اوصاف پائے جاتے ہیں
جن سے عقل کو حیرانی ہوتی ہے۔ معراج ہی کتنی عجیب بات ہے بہت ہی قلیل عرصہ میں
بیت المقدس اور وہاں سے سموات کے منازل بعیدہ طے فرمانا جنت و نار کی سیر
کرنا انبیاء سے انکے مقامات میں ملاقات فرمانا ان میں سے کونسی بات وہابی کی عقل میں
آتی ہے کونسی محال نہیں معلوم ہوتی انگشت مبارک سے چشمے جاری ہونا اشارے پر
چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا جسم اقدس کا سایہ نہ ہونا ہزار ہا باتیں ایسی ہیں

جو وہابی کو ناممکن معلوم ہونگی کہاں کہاں وہ ذات اقدس کو اپنے اوپر قیاس کرلیگا بھائی بنے گا سو د اسر سے لگے تو حقیقت جلوہ گر ہوا سکو تو یہی ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات محافل میلاد مبارک میں چند جگہ ایک وقت میں کیسے جلوہ افروز ہونگے مگر اہل نظر سے پوچھئے وہ کیا فرماتے ہیں حضرت مولینا شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں تحریر فرماتے ہیں "آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومنان و قرۃ العین عابدان است در جمیع احوال و اوقات خصوصًا در حالت عبادت و آخر آنکہ وجود نورانیت انکشاف دریں محل بیشتر و قوی تراست و بعضے از عرفا گفتہ اند کہ این خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت در ذوات مصلیان موجود و حاضر ست پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد و ازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب و اسرار معرفت متنور و فائض گردد" وہابی کو تو محافل میلاد شریف ہی کی تشریف آوری محال معلوم ہوتی تھی مگر محدثین و عرفا یہ فرماتے ہیں کہ آپ ہمیشہ مومنین کے پیش نظر اور انکی آنکھ کا نور ہیں ہر وقت انہیں مشاہدہ جمال میسر ہے اور حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ میں جلوہ فرما ہے اور نمازیوں کی ذاتوں میں حاضر و موجود ہے - اب میاں وہابی صاحب سوچیں کہ بیک وقت تمام دنیا میں شہر شہر اور گاؤں گاؤں بحر و بر میں کہاں کہاں نمازی ہوتے ہیں سب جگہ نمازیوں کی ذات میں جلوہ افروز ہونا اگر انکی سمجھ میں نہ آئے تو اس سمجھ پر ماتم کریں حضور کا مرتبہ تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے حضور کے ادنیٰ غلام یہ شان رکھتے ہیں شرح فقہ اکبر میں علامہ علی قاری رحمہ الباری نے نقل فرمایا روی عن ابراھیم ابن ادھم رواہ بالبصرۃ یوم التروية ورئ فی ذلك اليوم فی مکۃ - روایت کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم ابن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آٹھویں ذی الحجہ کو لوگوں نے بصرہ میں دیکھا اور اسی روز آپ مکہ مکرمہ میں بھی دیکھے

گئے ایسا تو اولیائے محمدیہ سے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بیکثرت ثابت ہے حضرت شاہ
میراں سید بھیک رحمۃ اللہ علیہ کے احوال میں منقول ہے کہ آپ ایک درخت کے سایہ میں
قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے ایک برہمن آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے
لگا کہ ہندوؤں کے پیشوا رام سے ثابت ہے کہ وہ ایک شب میں چالیس بیبیوں کے پاس
تمام شب رہتا تھا کیا آپکے پیغمبر علیہ السلام سے ایسا کمال ثابت ہے حضرت میراں کی حمیت
کب گوارا کرتی تھی کہ وہ حضور سے رام کا مقابلہ کرتے آپنے فرمایا آقا کا کیا پوچھنا ہے
غلام کو دیکھ، اوپر نظر اٹھا۔ اوپر جو نظر اٹھائی دیکھا کہ درخت کے ہر پتہ پر میراں شاہ بھیک
رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں اور قرآن کریم رحل پر سامنے کھلا رکھا ہے تلاوت فرما
رہے ہیں یہ دیکھ کر برہمن تو مسلمان ہو گیا مگر کوئی سخت دل وہابی ہوتا تو یہ دیکھ کر بھی
انکار ہی کئے جاتا۔ ایسے تاریک باطن کا علاج یہ ہے کہ اسے وہابیوں کی کتاب المہند علی
المفند دکھاؤ یہ وہ کتاب ہے جو وہابیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اپنے پیشواؤں کے
کفر پر پردہ ڈالنے کیلئے جمع کی ہے۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھی نے ایک فتویٰ ترتیب دیکر
عرب کے علماء کے سامنے پیش کیا اور اسمیں یہ لکھا جو کچھ ہم نے عرض کیا یہ ہمارے عقیدے
ہیں اور یہی دین و ایمان ہے سو اگر آپ حضرات کی رائے میں صحیح و درست ہوں تو آپ
تصحیح لکھ کر مہر سے مزین کر دیجئے اگر غلط و باطل ہوں تو جو کچھ آپکے نزدیک حق ہو وہ
ہمیں بتائیے ہم انشاء اللہ حق سے تجاوز نہ کرینگے اور اگر ہمیں آپکے ارشاد میں کوئی شبہ
ہوگا تو دوبارہ پوچھ لیں گے یہاں تک کہ حق ظاہر ہو جائے (المہند ص ۳۸) اسکا جواب ایک
مدنی عالم کا قابل ملاحظہ ہے ان عالم صاحب کی نسبت وہابیہ نے اسی کتاب المہند کے
میں لکھا ہے تحریر فرمایا " حضرت شیخ علماء کرام اور سند اصفیاء عظام روشن سنت
زندہ کرنیوالے۔ رشفاف ملت کے ماہر و سرداران باعظمت کے مقتداء اور جلالت
صاحبان فضل کے پیشوا جناب احمد ابن محمد خیر شنقیطی مالکی مدنی نے سدا انکے فیضان

کے سمندر رجا رہی رہیں۔ اس عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہابیہ کے دل میں انکا کتنا احترام ہے اور وہ انہیں سنت کے زندہ کرنیوالے بتاتے ہیں وہ تحریر فرماتے ہیں اور بائیسویں سوال کا یہ مسئلہ کہ جو شخص معتقد ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کے عالم ارواح سے دنیا میں تشریف لانیکا الخ پس کبھی خواص میں سے کسی بزرگ کے لئے کسی خاص وقت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کے تشریف لانے میں تو کچھ استبعاد نہیں کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے اور اتنی بات کا عقیدہ رکھنے والا ہرگز غلطی بھی نہ سمجھا جائیگا کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں ہیں باذن خداوندی کون ہیں جو چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں المہند ص ۶۲ یہ تو ان مفتی کی تحریر ہے جن سے وہابیہ نے استفتا کیا اور انہیں سنت کا زندہ کرنے والا بتایا اور مولوی خلیل احمد صاحب نے انکا اتباع کرنیکا اقرار کیا اور اگر کوئی شبہ رہجائے تو دوبارہ صاف کرنیکا ذکر کیا مگر آجتک اسپر کوئی شبہ بھی پیش نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون تمام وہابیہ کو تسلیم ہے اور اسمیں انہیں کوئی شبہ بھی نہیں ہے خود انہوں نے اپنی کتاب میں چھاپا بھی ہے اب وہابیوں کو روح مبارک کی تشریف آوری میں کیا عذر باقی رہ سکتا ہے خود انکی پارٹی تسلیم کر گئی۔ یہ تو خود انکا عقیدہ ہوا اسلئے مولوی رشید احمد اسکے جواب میں کان دبا گئے اور انہوں نے انکار نہ لکھا وہابیو! کچھ تو شرماؤ کہاں تک بیجا ضد کروگے۔

سائل نے دو ایک شعر بھی لکھے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ اس قسم کے شعر میلاد شریف میں پڑھے جاتے ہیں اول تو جواز محفل میں یہ کچھ دخیل نہیں اسلئے کہ کوئی خاص شعر محفل مبارک کا جزو لاینفک نہیں ہے نعت شریف ہونا چاہئے جو مطابق شرع ہو اگر کوئی شخص غلط مضمون کا شعر پڑھ دے تو اس شعر کو روکا جائیگا نہ کہ مجلس کو منع کر دیا جائے اگر نماز میں کوئی شخص غلطی کرے تو اسکو اس غلطی سے باز رہنے کی ہدایت کی

جائیگی نہ کہ نماز چھوڑ دینے کی۔ وہابیہ کی عقل بھی رخصت ہوگئی مگر انہے کھو ذرا گر بیان میں منہ ڈالکر
دیکھے مولود شریف کی محافل تو ناجائز مضمون کے اشعار جستجو کر بیٹے بھی نہ ملینگے الا نادر کسی مجلس
میں کہ بہت ہی ناواقف شخص پڑھ دے تو ممکن ہے مگر دوسری طرف آپ اپنے علماء کی توخبر
لیجئے جنکے وعظ ہزلیات سے خالی نہیں ہوتے تمسخر رکیک باتیں ذلیل قصے مخش نقلیں یہ سب کچھ ہوتا
ہے مگر آج تک آپ نے وعظ کے ناجائز ہونیکا فتویٰ نہیں دیا چھوٹوں کا تو ذکر ہی کیا ہے مولوی اشرفعلی
صاحب کے وعظ اٹھا کر دیکھئے لنگوٹیا یاروں کے قصے کبوتر بازوں کے قصے مسخرے پن کی باتیں اور
صدہا خرافاتیں بھری ہوتی ہیں اس سے وعظ ناجائز نہیں ہوجاتا اور ستم یہ ہے کہ ساری جماعت
میں کوئی ان خرافات کو بھی منع نہیں کرتا پھر جو اشعار قابل اعتراض لکھے ہیں انہیں ایک شعر تو یہ
اللہ کے پلہ میں وحدت کے سوا کیا ہے :: جو کچھ مجھے لینا ہے لیلو نگا محمد سے
یہ شعر کسی سنی کا تو معلوم ہوتا نہیں نہ میلاد خوانوں کو پڑھتے سنا گیا ہے کوئی وہابی میلاد خواں پڑھ
ہو تو عجب نہیں کیونکہ بہت سے وہابی بھی میلاد خوانی کرتے ہیں اور غالباً انکا مطلب یہی ہوتا ہو
وہ محافل میلاد کو بدنام کریں اسلئے کوئی وہابی اس قسم کا شعر پڑھ دیتا ہو تو تعجب نہیں اہلسنت
کے دیوان کے دیوان نعت شریف میں ہیں مگر اس قسم کا مضمون کسی کے ذہن میں نہیں آتا
حال کوئی بھی پڑھتا ہو اس شعر کا پڑھنا جائز نہیں اس شاعر کو اولاً اسکا یہ شعر پڑھنے والے کو اس
سے توبہ لازم ہے محفل شریف میں کیا کہیں بھی یہ شعر نہ پڑھنا چاہیے نہ دیوان میں لکھنا چاہیے
چھاپنا چاہیے لیکن اس وہم سے کہ کسی محفل میں کہیں یہ شعر پڑھ دیا گیا ہو تو تمام محافل کا ناجائز
دینا حمق نہیں تو کیا ہے۔ دوسرا ایک مصرعہ اور اسی مقصد کیلئے لکھا ہے کہ اس ذریعہ سے
مبارک کو ناجائز کردیا جائے وہ مصرعہ یہ ہے ع چوں نگویم بخدا احمد بے میم ترا۔
اسکا پہلا مصرعہ معلوم نہیں ہی کہ کیا ہے اور کیوں سائل نے چھپایا اتنے مصرعہ میں کوئی اعتراض
اسکے معنی یہ ہیں کہ میں آپکو احمد بے میم یعنی احد کیوں نہ کہوں احد کہتے ہیں یکتا کو یکتا کہنا
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خلاف شرع نہیں اللہ تعالیٰ نے آپکو یکتا بنایا ہی ہے خود

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایکم مثلی اسکے معنی یہی ہیں کہ کوئی میرا مثل نہیں میں یکتا ہوں بلکہ وہ اپنے صفات میں یکتا ہیں اوّل مخلوق ہیں اول انبیاء ہیں خاتم النبیین ہیں اول شافع ہیں اول مشفع ہیں صاحب مقام محمود ہیں امام الانبیاء ہیں اپنے صفات کمالیہ میں اپنا ہمتا نہیں رکھتے امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا منزہ عن شریک فی محاسنہ فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم آپ اپنی خوبیوں میں شریک سے پاک ہیں آپکے حسن کا جوہر غیر منقسم ہے اسکے معنی بھی وہی یکتائی ہے یہ مضمون تو بالکل بجا ہے مگر وہابی کو ضرور گراں معلوم ہونا چاہیئے جو اس یکتائے عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل بشر ٹھہراتا ہے اور بڑا بھائی بتاتا ہے حضور کا ہم استاد بنتا ہے وحی باطنی کا ادعا کرتا ہے وہ یکتا کیوں مانیگا اور جہاں یکتائی کا بیان ہوگا وہ اسکو کیوں ناگوار نہ گذریگا مگر یہ اسکی بدنصیبی ہے کفار بھی انبیاء کو اپنی مثل بشر ہی جانتے تھے یہی وہابی نے بھی سمجھا تو اب اپنے ایمان کی حقیقت کو دیکھ لے یہود بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کو چھپاتے تھے یہ بھی حضور کے بیان اوصاف سے چڑتے ہیں اور محفل میلاد کے منع کرنیکی بھی علت یہی ہے کہ اسمیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف کا بیان ہوتا ہے اور حضور کی یکتائی کا نقشہ دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے وہابی قلب اسکو کب گوارا کریگے جسطرح آشوب چشم والے کو آفتاب کی نورانی طلعت ناگوار معلوم ہوتی ہے اسی طرح وہابی کو سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت سے موت آتی ہے اس مصرعہ پر اعتراض کیا جسکا مضمون بالکل حق تھا مولوی محمود الحسن کا مرثیہ نہ دیکھا جسمیں مولوی رشید احمد کی تعریف میں حد سے تجاوز کیا گیا ہے ایک شعر اسکا یہ ہے ؎

زباں پر اہل اہوی کی ہے کیوں اعل ہبل شاید ٭ اٹھا عالم سے کوئی بانیان اسلام کا ثانی

اسلام دین الٰہی ہے بانی اسلام اللہ عزوجل ہے تبارک و تعالیٰ مولوی رشید احمد کو اللہ کا ثانی بنا دیا خدا کی یکتائی بھی قائم نہ رکھی جو خدا کو بھی یکتا نہ جانیں وہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے یکتا مانیں الحمد للہ مسئلہ خوب واضح ہو گیا اور مخالف کو جائے چون وچرا باقی نہ رہی میں اس تحریر کو ارشاد الانام الی المحفل المولد و القیام کے نام سے موسوم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اپنے بندوں کیلئے ذریعہ ہدایت بنائے وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و سید رسلہ خاتم الانبیاء محمد وآلہ اجمعین (السواد الاعظم مراد آباد، محرم ۱۳۵۱ھ)

رسالۂ نافعہ موسومہ باسم تاریخی

ہدایت کاملہ بر قنوت نازلہ

۱۳۶۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ وخاتم انبیاءہ صاحب الشفاعۃ العظمی الذی فتح اللہ تعالیٰ بہ اعینا عمیا وقلوبا غلفا واذانا صما وعلیٰ الہ الطیبین واصحابہ الطاھرین سفن النجاۃ ونجوم الھدیٰ۔ مسلمانوں پر کوئی حادثہ یا مصیبت نازل ہونیکے ایام میں صرف نماز فجر کی رکعت آخرہ کے رکوع کے بعد قومہ میں امام کا دعائے قنوت نازلہ پڑھنا اور اس میں دفع مصیبت حفاظت مسلمین ہلاکت اعداء کی دعائیں کرنا جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہوکر دعائیں کیجائیں۔

قنوت نازلہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف چند روز ایک ماہ یا اس سے کم پڑھی پھر ترک فرمادی۔ اس ترک کا باعث بعض اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیال مبارک میں تو یہ ہے کہ ضرورت نہ رہی تھی بعض حضرات اصحاب کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) یہ فرماتے ہیں کہ قنوت نازلہ آیت لیس لک من الامر اور یہ سے منسوخ ہوگئی اسلئے حضور نے ترک فرمادی۔ الحاصل نسخ وعدم نسخ صحابہ کرام میں مختلف فیہ ہے فقہا محققین ائمہ دین حضرت امام اعظم اور انکے صاحبین نے حضرات صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے دونوں گروہوں کے اقوال وافعال پر نظر فرماکر بعد تحقیق وتنقیح یہ نتیجہ اخذ فرمایا کہ قنوت نازلہ صرف نماز فجر میں بعد رکوع جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے۔ بہتر ہے کہ نماز کے بعد دعا کیجائے تاکہ خلاف اولیٰ کا ارتکاب بھی نہ ہو اور مسلمان اختلاف وانتشار سے بھی محفوظ رہیں فجر کے سوا اور کسی نماز میں جائز نہیں تو جو شخص سوائے فجر کے اور نمازوں میں

قنوت پڑھیگا اسکی نماز قابل اعادہ ہوگی یعنی دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

تفاصیل دلائل لقنوت النوازل

۱۳۶۶ھ

حدیث پہلی بخاری شریف جلد (۱) صفحہ ۱۳۶ سئل انس بن مالک اقنت النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی الصبح قال نعم فقیل او قنت قبل الرکوع قال بعد الرکوع یسیرا یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضور پرنور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز صبح میں قنوت پڑھی ہے فرمایا ہاں پھر دریافت کیا گیا قنوت رکوع سے پہلے پڑھی فرمایا رکوع کے کچھ بعد (یا رکوع کے بعد چند روز)

حدیث ۲ بخاری شریف جلد (۱) ص ۱۳۶ عن انس بن مالک قال قنت النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم شہرا یدعو علی رعل و ذکوان یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پرنور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ماہ قنوت پڑھی رعل و ذکوان پر بددعا فرماتے تھے۔

حدیث ۳ الحلبی شرح منیہ ص ۳۶۱ روی الخطیب فی کتاب القنوت من حدیث محمد بن عبد اللہ الانصاری ثنا سعید بن عروبۃ عن قتادۃ عن انس ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان لا یقنت الا اذا دعا لقوم او دعا علیہم وھو سند صحیح قالہ صاحب تنقیح التحقیق۔ یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنوت نہ پڑھتے تھے مگر جبکہ کسی قوم کیلئے دعا فرماتے یا کسی قسم پر بددعا کرتے۔

حدیث ۴ الحلبی ص ۳۶۱ اخرج ابن حبان عن ابراھیم عن سعد عن الزھری عن سعید والی سلمۃ عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لا یقنت فی صلوٰۃ الفجر الا ان یدعو لقوم او علی قوم وھو سند صحیح۔ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے مگر جبکہ کسی قوم کیلئے دعا فرماتے یا کسی قوم کے حق میں بددعا فرماتے۔

حدیث ۱:- شرح معانی الآثار شریف ص ۱۴۳ عن انس قال قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشرین یوما یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس روز قنوت پڑھی ۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قنوت نازلہ نماز فجر میں بعد رکوع ایک ماہ یا بیس روز پڑھی ، ایکماہ یا بیس روز کی میعاد بتاتی ہے کہ اسکے بعد ترک فرمادی ۔ اور یہ احادیث میں مصرح بھی ہے

حدیث ۲:- سنن ابی داؤد شریف جلد اصفحہ ۲۰۴ عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قنت شہرا ثم ترکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ماہ قنوت پڑھی پھر ترک فرمادی ۔

حدیث ۳:- نسائی شریف جلد اصفحہ ۱۲۲ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنت شہرا یدعو علی حی من احیاء العرب ثم ترکہ یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ماہ قنوت پڑھی قبائل عرب میں سے کسی پر بددعا فرماتے تھے پھر اسکو ترک فرمایا ۔

حدیث ۴:- شرح معانی الآثار شریف جلد اص ۱۴۲ عن عبد اللہ قال لم یقنت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا شہرا لم یقنت قبلہ ولا بعدہ یعنی حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایکماہ قنوت پڑھی نہ اس سے پہلے پڑھی نہ اسکے بعد ۔ ان احادیث سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نماز صبح میں چند روز قنوت پڑھنا اور پھر ترک فرمادینا ثابت ہوتا ہے ۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ ائمہ دین کے نزدیک حضور کے قنوت نازلہ پڑھنے کی حیثیت کیا تھی اور ترک فرمانیکی کیا ۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک حضور کا قنوت پڑھنا مفید سنیت ہے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح سفر السعادۃ ص ۱۱۰ میں فرماتے ہیں " بدانکہ ائمہ را در قنوت نماز صبح اختلاف ست شافعی و مالک و احمد و عبد اللہ بن المبارک

دیگر ایشاں قائلند بداں لطریق سلت"

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہیں حادثہ کیوقت کی قنوت بھی امام اعظم (امیر المومنین) یا امیر جیش کیساتھ خاص ہے ہر امام کیلئے روا نہیں شرح سفر السعادۃ صہ۱۱ و زرکشی در شرح خرقی گوید کہ قنوت در غیر وتر نزد احمد نیست دگر باشد نزد نزول حادثہ ست وآں نیز مخصوص ست با امام یا امیر جیش نہ مر ہر امام را۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک قنوت نازلہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیساتھ مخصوص تھی جو حضور انور نے ایک ماہ کے بعد ترک فرما دی۔

شرح سفر السعادۃ صہ۱۱ نزد امام ابوحنیفہ قنوت در نماز فجر اصلا نیست وقنوت آنحضرت مخصوص بوی بود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و در قضایای مخصوص بود بعد ازاں ترک کرد۔

اب یہ تحقیق کرنا ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قنوت ترک فرمانے کی کیا حیثیت ہے اس میں اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اختلاف ہے بعض حضرات کے نزدیک حضور کا قنوت نازلہ کو ترک فرمانا اسلئے تھا کہ وہ آیت منسوخ ہوگئی تھی اور بعض حضرات کے نزدیک اسلئے کہ ضرورت باقی نہ رہی تھی اسکے متعلق احادیث درج ذیل ہیں

حدیث البخاری شریف جلد۲ صہ۵۸۲ عن ابن عمر انہ سمع رسول اللہ تعالیٰ علیہ اذ رفع راسہ من الرکوع فی الرکعۃ الاخرۃ من الفجر یقول اللھم العن فلانا وفلانا وفلانا بعد ما یقول سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد فانزل اللہ لیس لک من الامر شیء الی قولہ فانھم ظلمون حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے حضور پرنور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا جب آپ نے فجر کی آخر رکعت کے رکوع سے سر مبارک اٹھایا اور سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد فرما چکے تو فرمایا یا اللہ فلاں وفلاں وفلاں پر لعنت کر پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لیس لک من الامر الآیہ

حدیث ۱۰۷ (مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۲۳۷) عن ابی ھریرۃ یقول کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول حین یفرغ من صلوٰۃ الفجر من القراءۃ ویرفع راسہ من الرکوع سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد ثم یقول وھو قائم اللھم انج الولید بن الولید وسلمۃ بن ھشام وعیاش بن ربیعۃ والمستضعفین من المؤمنین اللھم اشدد وطأتک علی مضر واجعلھا علیھم کسنی یوسف اللھم العن لحیان ورعل وذکوان وعصیۃ عصت اللہ ورسولہ ثم بلغنا انہ ترک ذلک لما انزل لیس لک من الامر شیٔ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظٰلمون یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پرنور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز فجر کی قرأت سے فراغ اور رکوع سے سر مبارک اٹھانے اور سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد فرمانے کے بعد قومہ میں فرماتے تھے یا اللہ ولید بن ولید اور سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ اور کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما یا اللہ اپنی گرفت مضر پر سخت کر اور اسکو ان پر سالہائے حضرت یوسف علیہ السلام کے قحط کیطرح کر دے یا اللہ لعنت کر لحیان و رعل وذکوان و عصیہ پر جو اللہ اور رسول کے نافرمان ہیں پھر ہمیں معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس (قنوت نازلہ) کو آیت لیس لک الآیہ کے نازل ہونیکی وجہ سے ترک فرما دیا (یعنی قنوت نازلہ کا پڑھنا اس آیت سے منسوخ ہو گیا۔

حدیث ۱۰۸ (شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۱۴۲) عن سالم عن ابیہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی صلوٰۃ الصبح حین رفع راسہ من الرکوع قال ربنا ولک الحمد فی الرکعۃ الآخرۃ ثم قال اللھم العن فلانا وفلانا علی ناس من المنافقین فانزل اللہ تعالیٰ لیس لک من الامر شیٔ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظٰلمون یعنی حضرت سالم مروی ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت

کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ نماز فجر کی رکعت اخیرہ میں رکوع سے سر اٹھا کر فرمایا ربنا ولک الحمد پھر فرمایا۔ یا اللہ فلاں وفلاں پر لعنت کر یہ چند منافقوں کے حق میں فرمایا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لیس لک من الامر الآیہ یعنی قنوت نازلہ منسوخ ہوگئی۔

حدیث [۱۲] شرح معانی الآثار جلد ۱ ص ۱۴۵) وکان احد من روی عنہ القنوت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبد الرحمن بن ابی بکر واخبر فی حدیثہ الذی رویناہ عنہ بان ما کان یقنت بہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعاء علی من کان یدعو علیہ وان اللہ عزوجل نسخ ذلک بقولہ لیس لک من الامر شیء او یتوب علیہم او یعذبہم الآیہ یعنی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنھوں نے قنوت کی روایت کی ہے ان میں ایک حضرت عبد الرحمن ابن ابی بکر ہیں ان سے ہم نے جو حدیث روایت کی ہے اسمیں انھوں نے خبر دی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قنوت بددعا تھی ان لوگوں پر جنکے حق میں حضور نے بددعا فرمائی اور اللہ نے اسکو اس آیت سے منسوخ فرمایا لیس لک من الامر الآیہ اس مضمون کی بکثرت روایتیں ہیں یہاں اسی قدر پر اکتفا کیا گیا۔

بعض حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور کا قنوت نازلہ کو ترک فرمانا اسلئے تھا کہ ضرورت باقی نہ رہی تھی۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ جنگ میں قنوت پڑھتے اور جب جنگ نہ ہوتی نہ پڑھتے۔

حدیث [۱۳] شرح معانی الآثار جلد ۱ ص ۱۴۷ میں ہے عن الاسود قال کان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا حارب قنت واذا لم یحارب لم یقنت۔

امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے نزدیک قنوت کا نسخ صرف اس زمانہ کیلئے ہے جبکہ جنگ نہ ہو شرح معانی الآثار جلد ا ص ۱۴۸
میں ہے وانما النسخ عندہ الدعاء فی حال عدم القتال اسی طرح یہ قنوت حضرت علی مرتضیٰ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

حدیث ۱۴ (شرح معانی الآثار جلد ا ص ۱۴۸) کان علی وابو موسیٰ یقنتان فی صلوٰۃ الغداۃ یعنی
حضرت علی مرتضیٰ وابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز صبح میں قنوت پڑھتے تھے۔

حدیث ۱۵ (شرح معانی الآثار جلد ا ص ۱۴۹) عن عبید بن حسین قال سمعت ابن معقل
یقول صلیت خلف علی الصبح فقنت یعنی عبید بن حسین سے مروی ہے کہ میں نے ابن
معقل کو فرماتے سنا کہ میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء میں صبح کی نماز
ادا کی آپ نے اسمیں قنوت پڑھی۔

حدیث ۱۶ (شرح معانی الآثار جلد ا ص ۱۴۸) عن ابی رجاء عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما قال صلیت معہ الفجر فقنت قبل الرکعۃ۔

ان احادیث سے حضرت عمر حضرت علی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نماز فجر میں
قنوت نازلہ پڑھنا ثابت ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ قنوت عند النازلہ ان حضرات کے نزدیک منسوخ
نہ تھی جبکہ صحابہ کرام کے درمیان قنوت نازلہ کے نسخ وعدم نسخ میں اختلاف ہے اور وہ اس
حد تک ہے کہ بعض اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قنوت کو بدعت تک فرماتے ہیں

حدیث ۱۷ النسائی شریف جلد ا ص ۱۲۲ عن ابی مالک الاشجعی عن ابیہ قال صلیت خلف
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم یقنت وصلیت خلف ابی بکر فلم
یقنت وصلیت خلف عمر فلم یقنت وصلیت عثمان فلم یقنت وصلیت خلف
علی فلم یقنت ثم قال یا بنی انہا بدعۃ یعنی حضرت ابو مالک اشجعی اپنے والد
سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی حضور نے قنوت نہ پڑھی چاروں خلفاء میں سے ہر ایک کی

اقتدا میں نماز پڑھی الخ میں سے کسی نے قنوت نہ پڑھی اے میرے فرزند یہ بدعت ہے
جملہ احادیث اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال اور ہر ایک کے طرز عمل پر نظر و فکر
کرنیکے بعد ہمارے فقہائے کرام و ائمہ عظام اس نتیجہ پر پہنچے کہ مصیبت و بلا کے زمانہ میں صرف
نماز فجر میں بعد رکوع قنوت نازلہ پڑھنا زیادہ سے زیادہ جائز ہو سکتا ہے مگر خلاف اولیٰ ہے
شرح معانی الآثار جلد ا صفحہ ۱۹۰ میں ہے فثبت بما ذکرنا انہ لا ینبغی القنوت فی الفجر
فی حال حرب ولا غیرہ قیاسا و نظرا علی ما ذکرنا من ذلک وھذا قول ابی حنیفۃ
وابی یوسف ومحمد رحمھم اللہ تعالیٰ یعنی ہم نے جو روایات ذکر کی ہیں ان پر نظر کرنے
کے بعد ثابت ہوتا ہے کہ فجر میں قنوت نہ پڑھنی چاہیئے خواہ وہ زمانہ جنگ کا ہو یا نہ ہو
یہی قول ہے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور انکے صاحبین جلیلین حضرت
امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا۔

ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ رسائل الارکان صفحہ ۱۲۱ میں تحریر فرماتے ہیں وعندنا لیس
مشروعا فی الصلوات المکتوبۃ وھو الاشبہ بالصواب یعنی قنوت نازلہ ہمارے نزدیک
فرض نمازوں میں مشروع نہیں یہی اشبہ بالصواب ہے۔

تفسیرات احمدیہ طبع کلکتہ صفحہ ۱۲۵ میں ہے دعاء القنوت عندنا انما یجب فی صلوۃ
الوتر خاصۃ ولا یجوز فی صلوۃ الفجر اصلا یعنی دعائے قنوت ہمارے نزدیک صرف نماز
وتر میں واجب ہے اور نماز فجر بالکل جائز نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری طبع کلکتہ صفحہ ۱۲۵ میں ہے ولا یقنت فی غیر الوتر کذا فی المتون
یعنی وتر کے سوا نماز میں قنوت نہ پڑھیں۔ ان روایات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ قنوت نازلہ کسی
نماز میں بھی نہ پڑھی جائے۔ بعض علماء جو عند النازلہ قنوت کو جائز فرماتے ہیں وہ اسکو نماز فجر کیساتھ
خاص کرتے ہیں انکے نزدیک بھی نماز فجر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نازلہ جائز نہیں۔
رد المحتار جلد ا صفحہ ۴۵۱ میں ہے ان قنوت النازلۃ عندنا مختص بصلوۃ الفجر دون غیرھا

من الصلوٰۃ الجہریۃ والسریۃ یعنی قنوت نازلہ ہمارے نزدیک نماز فجر کیساتھ خاص ہو اسکے سوا کسی نماز جہری یا سری میں جائز نہیں۔

طحطاوی علی الدر جلد اص ۲۸۳ میں ہے ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنت بنبلیۃ فی صلوٰۃ الفجر فقط یعنی حضور انور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مصیبت کے زمانہ میں قنوت صرف نماز فجر میں پڑھی ہے۔

اسی طحطاوی میں بعد ذکر دلائل فرماتے ہیں فھذا صریح فی تخصیص القنوت للنوازل بالفجر تو جو کوئی فجر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت پڑھیگا اسکی نماز قابل اعادہ ہوگی یا دوبارہ پڑھنی ہوگی کیونکہ قنوت پڑھنے میں جو تاخیر ہوگی وہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے سے زیادہ ہوگی اور اتنی تاخیر سہوا ہو تو سجدہ سہو واجب ہوجاتا ہے اور یہاں تو تاخیر سہواً نہیں قصداً و عمداً ہے تو سجدہ سہو بھی کافی نہیں نماز کا اعادہ (دوبارہ پڑھنا) لازم ہوگا۔

طحطاوی علی الدر جلد اصفحہ ۲۱۱ میں ہے لو اطال قیام الرکوع او الرفع بین السجدتین اکثر من تسبیحۃ بقدر تسبیحۃ ساھیا یلزمہ سجود السھو یعنی اگر رکوع کے قیام یا سجدتین میں کے درمیان اٹھنے کو ایک تسبیح سے بقدر ایک تسبیح کے بھولکر زیادہ کیا تو سجدہ سہو لازم ہے ردالمحتار جلد اصفحہ ۵۱۹ میں ہے والعمد لا یجبرہ سجود السھو بل تلزم فیہ الاعادۃ حاصل یہ کہ جو فعل قصداً ہو اسکے لئے سجدہ سہو کافی نہیں بلکہ اسمیں اعادہ ضروری ہے۔

بعض لوگوں کو شرح نقایہ کی عبارت منسوبہ الی الغایہ سے یہ شبہ پیدا ہوگیا ہے جسکو برجندی نے قنت الامام فی صلوٰۃ الجھر وھو قول الثوری واحمد کے لفظوں سے نقل کیا ہے مگر یہ شبہ بہت بیجا اور اہل علم کی شان کیخلاف ہے کیونکہ صلوٰۃ الجھر کا لفظ کاتب کی غلطی ہے کتابوں کی سیر کرنے والوں پر اسکا پوشیدہ رہنا کمال تعجب کی بات ہے خصوصاً ایسے حال میں کہ بحر کے حاشیہ منحۃ الخالق جلد ۲ صفحہ ۴۴ میں بحر کی اسی عبارت کیمتعلق مذکور ہے ولعلہ محرف عن الفجر وقد وجدتہ بھذا اللفظ فی حواشی مسکین وکذا فی الاشباہ وکذا فی شرح اسمعیل للنقایۃ الی غایۃ

البیان ولم اجد المسئلۃ فیھا فلعلہ اشتبہ علیہ غایۃ البیان وحی لغایۃ البیان
طحطاوی علی الدر المختار جلد ا صفحہ ۲۸۳ میں ہے والذی یظہر لی ان قولہ فی الجہر لو
نزول بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الجہر تحریف من النساخ وصوابہ الفجر
ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ شرح نقایہ کی عبارت منقولہ بحر میں لفظ صلوۃ الجہر کاتب کی
غلطی ہے کہ اسنے بجائے صلوۃ الفجر کے یہ لفظ لکھ دیا مسطورہ ذیل عبارتیں بھی اسی کی تائید کرتی ہیں
طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ ۲۲۰ میں ہے الذی فی البحر عن الشمنی فی شرح
النقایہ معزیا للغایۃ اذا نزل بالمسلمین نازلۃ قنت فی صلوۃ وھو قول الثوری واحمد
الاشباہ والنظائر صفحہ ۵۸۳ میں ہے صرح فی الغایۃ وعزاہ الشمنی الیھا بانہ اذا
نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الفجر وھو قول الثوری واحمد اب
بحمد اللہ تعالیٰ ذکر مسئلہ خوب واضح ہوگیا ہے کہ قنوت نازلہ فجر کے سوا کسی نماز میں جائز نہیں فجر
میں جائز ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ نماز میں نہ پڑھیں بعد نماز امام دعا کرے مقتدی آمین کہیں۔
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہ وخیر خلقہ وخاتم انبیائہ سیدنا ومولانا محمد والہ
واصحابہ اجمعین وبارک وسلم۔ کتبہ العبد المعتصم بحبل اللہ المتین۔

محمد نعیم الدین حصہ اللہ تعالیٰ بمزید الصدیق والیقین ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ

حضرت علامہ صدر الافاضل ممدوح کے مفصل ومبسوط جواب کے بعد قنوت نازلہ کے باب میں کسی مزید
تفصیل کی قطعاً ضرورت نہیں حنفیوں کو صرف نماز فجر میں رکوع کے بعد مختصراً ایک ماہ تک مصائب
مشکلات کے دور دورے میں پڑھنا جائز ہے اور کسی نماز میں ہرگز ہرگز نہ پڑھیں بہتر یہی ہے
کہ بعد نماز دعا کیجائے دوسری نمازوں میں سوائے نماز فجر کے اگر کوئی شخص پڑھیگا اسکی
نماز فاسد ہوگی اعادہ کرنا ضروری ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم حررہ عبدربہ القوی محمد قاسم علی ازہری۔
قنوت نازلہ حنفیہ کے نزدیک غیر فجر میں ثابت نہیں اگر تفصیل مطلوب ہے تو جواب مذکور بالا شافی ہے
خلیل احمد حققہ المحقق حضرت صدر الافاضل دام بالفضائل والفواضل باقوی الدلائل فھو حق دھو

کتبہ العبد المعتصم بذیل النبی الامی عمر النعیمی مہر مفتی شرح محمد عمر

فالتحقیق وصواب والمجیب مصیب ومثاب کتبہ العبد المذنب الاواہ محمد حبیب اللہ غفرہ اللہ النعیمی

باجاب بہ سیدی فہو حق محمد یونس مدرس جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔

مصیبتوں سے محفوظ رہنے کی تدابیر

وبا اور قتل عام کی مصیبتیں قدرت کیطرف سے تنبیہات ہیں کہ بندے بدعملی اور معاصی ترک کریں اور سرکشی سے اگر اللہ تعالٰی کیطرف مدجوع ہوں مصیبت خواہ وبا کی ہو یا قتل و غارتگی اسکا معنوی سبب بندوں کی مع ادحق فراموشی ہوتی ہے اسلئے اصل تدبیر یہ ہے کہ بندے گناہوں سے اجتناب کریں اور اللہ تعالٰی کے حضور میں گناہوں کے ترک کرنیکا عہد کریں اسکے حضور میں صدق و اخلاص کیساتھ توبہ کریں اس سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کریں کثرت سے استغفار پڑھیں اور مصائب و آلام سے محفوظ رہنے کی دعائیں کریں یہ دعا تضرع و زاری اور حضور قلب کیساتھ کیجائیں اپنے دلونکو حسد بغض کینہ سے خالی کریں عبادات میں مشغول فرائض ادا کریں نمازونکی پابندی کا بہت زیادہ اہتمام رکھیں والدین برادران عزیزان اور اپنے عیال اور ہمسایوں کے حقوق کی رعایت رکھیں اپنے زبردستوں اور چھوٹوں پر رحم کریں تو انشاء اللہ تمام مصائب دور ہو جائیں اور فلاح و بہبود رفیق حال ہو اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔ دنیا میں عیش و آرام نصیب ہو استغفار کا یہ عمل قرآن کریم بتایا گیا ہے علاوہ بریں علمائے اسلام اور بزرگان دین کا تجربہ ہے کہ میلاد مبارک کی محفلیں رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت شریف مو برکات ہوتی ہیں اس سے بلائیں ٹلتی ہیں برکتیں حاصل ہوتی ہیں اللہ تعالٰی اپنے حبیب لبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صدقہ میں مسلمانونکو ہر مصیبت و بلا میں محفوظ و مامون رکھے۔

ذیل میں ایک شعر لکھا جاتا ہے اول آخر درود شریف کے بعد سو مرتبہ پڑھنا حل مشکلات کیلئے تجربہ کیا ہوا ہے فَسَهِّلْ يَا اِلٰهِيْ كُلَّ صَعْبٍ ۞ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْاَبْرَارِ سَهِّلْ

وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ وسید انبیائہ ورسلہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم

ہذا ہو الحق والحق بالاتباع احق کتبہ المسکین غلام معین الدین النعیمی۔

مدنی تاجدار

ہستی کا پہلا نقش

دائرہ کائنات کا مرکز مجموعۂ مخلوقات کا حرفِ اولیں، گلزارِ خلائق کا سب سے نفیس پھول، آسمان وجود کا نیر اعظم وہ تاباں و درخشاں نورِ علم افروز ہے جس کے ظہور نے اپنے پرتوِ جمال کے فیضان سے کائنات کو مالا مال کر دیا۔ یہ کاتبِ قدرت کے قلم ایجاد کا سب سے پہلا نگار ہے۔ اسی نے اپنے حسن و جمال زیبائی و یکتائی، خوبی دلربائی سے ہمہ تن سراپا زبان ہو کر اس کی صنعت و حکمت علم و قدرت بدیع نگاری، نادر طرازی، اوصاف کمال، عزت و جلال کی برملا شہادت دی (علیہ ازہر صلوات و اطیب تسلیمات) اس کی شانِ والا سے اس کی شان عالی ظاہر ہوئی۔ اس کی ہستی مقدس سے اس کی ہستی پاک پہچانی گئی۔ آیت ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم الآیہ۔ آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق الآیہ۔ قرآن پاک ان آیاتِ طیبہ میں یہ تعلیم فرماتا ہے کہ اللہ عزوجلا تبارک و تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ سید ابرار صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و بارک وسلم کے محاسن و اوصاف کی معرفت ہے۔ عالم کی تمام ہستیاں اسی پاک ہستی کا صدقہ، جہان کے سارے وجود اسی پاک وجود کا طفیل۔ بیشک ثانی اول پر موقوف اور اپنی ہستی میں اسی کے دامن کے ساتھ مربوط ہوتا ہے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ اول اپنے وصف اولیت میں لا ثانی ہے۔ اسکا ثانی نہیں۔ اس ہستی مقدس کا کوئی نظیر ہے نہ مثیل، نہ ہمتا نہ عدیل۔ لاثانی نے لاثانی بنایا ہے۔ بے نظیر نے بے مثال پیدا کیا

ہے۔ اس روح مصور جان مجسم پر بیشمار درود جس کے وجود نے وجود بے
کیف کا پتہ دیا اور جس کے حسن ملیح نے محبوب حقیقی کے حسن کا خطبہ پڑھ
وہ حسن بے پردہ جو بے شمار حجاب رکھتا تھا اور باوصف غایت ظہور و
اشراق کمال خفا و استتار میں تھا۔ ہر کہیں جلوہ افروز تھا اور کہیں نظر نہ آتا تھا

بے پردگی تو پردۂ تو   اے نور نظر حجاب تا کے

بے حد و پایاں نشان رکھتا تھا اور بے نشان تھا۔ اس کا جلوۂ دلربا مدنی محبوب
کے رخسار انور میں نظر آیا آئینہ کی جلا نے یار کے رخ سے برقع اٹھایا جو آنکھ میں
آ سکتا تھا وہ دل میں سمایا۔ جس کا پتہ نہ تھا وہ رہنما ہوا عشاق کی راہِ طلب
میں حیرانی و پریشانی دور ہوئی مراد طالب سے ہم آغوش ہے اور مطلب آ
مند کی تلاش میں بے نشانی نشان بنی۔ اور پردہ دید کا ذریعہ ہوا چشم حرماں
نصیب اور دیدۂ حیراں کو دید جمال میسر آئی۔ نظر بازی کے لطف اٹھانے ا
جان و دل فدا کرنے کا موقع ملا ؎

چھپ کے پردہ میں آنکھ کے وہ حسیں   دل کے حجلہ میں ہو گیا ہے مکیں
لاکھ پردے ہیں اور پردہ نہیں   جلوہ گو محمل یار پردہ نشیں

غمزہ زن گشت حسن دہ بازار

حسنِ ازل عربی شاہد کی طلعت میں نمودار ہوا، نور قدیم نے برزخی حجاب
میں ظہور فرمایا۔ حق ہے کہ یہ ذاتِ برحق آئینہ حق نما ہے عالم دنیا میں اسکا
ورود و ظہور اور پیکرِ بشری اور صورتِ انسانی میں اس کی جلوہ نمائی۔ اس
کو تعین اول کہتے ہیں۔ یہی مخلوقات کا مبداء اور نور الٰہی کا پہلا پرتو ہے۔ یہی
نائبِ حق اور خلیفۂ مطلق ہے۔ یہی آفرینش عالم کا مقصود ہے

مقصودِ ذات تست دگر جملگی طفیل

حدیث قدسی :- خلقت الخلق لا عرفہم کرامتک و منزلتک علی لولاک لما خلقت الدنیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے مخلوقات کو اس لئے پیدا کیا تاکہ اے حبیب آپ کی کرامت و منزلت کی ان کو معرفت کرا دوں۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں ہرگز دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔

تمام دنیا اسی پاک ہستی کی عزت و منزلت ظاہر کرنے کے لئے مخلوق ہوئی ہے۔ ہر ممکن کو اسی کی اطاعت و خدمت اسی کے اظہارِ شان و شوکت کے لئے وجود مرحمت ہوا۔ ربوبیت الٰہیہ اور وجود حق اسی کے وجود مبارک سے پہچانا گیا۔ جمال کبریائی کی معرفت اسی کی بدولت ہوئی۔ کاتبِ ازل نے نے سب سے پہلا جو دلکش نقش رقم فرمایا۔ سب سے اول جس ذاتِ اقدس کو ہستی عنایت کی وہ عربی تاجدار کا نورِ پاک تھا۔ یا جابر ان اللہ خلق نور نبیک قبل الاشیاء و اس نور پاک کو نبوت و رسالت کا جلیل منصب مرحمت کیا اس کی خلافت عظمیٰ و نبوت کبریٰ کا سکہ جاری ہوا۔ فرمانروائی و حکمرانی کے اعلان کئے گئے۔ نیابت حق کے اورنگ و سریر متمکن فرما کر عزت و جلالت کا تاج زیب سر اقدس فرمایا۔ تخت نشینی و تاج پوشی کی دھوم مچی اور ابھی تک آدم (علیہ السلام) کی روح جسم سے متعلق بھی نہیں ہوئی۔ ابو البشر کا پتلا بھی نہیں بنا کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد۔ کنت نبیا و آدم منجدل فی طینتہ۔

بابائے شفیق ہر دو عالم	فرزند خلفِ بہترین آدم
از عیسیٰ مریمی موخر	بر عالم و آدمی مقدم

اے نام تو بر زمیں محمد
خوانند بر آسمانت احمد

بنا ہو لود ۔ کائنات میں کسی ہستی کا ظہور، کسی نئے نقش کی نمود، کسی وجود کا نہاں خانہ عدم سے قدم نکالنا بڑی پر لطف بات ہے جس کے لئے خوشیاں منائی جاتی ہیں، انتظار کھینچے جاتے ہیں، آنکھیں شوق دیدار کے لئے وا ہوتی ہیں، دلوں کو سرور کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ عام از ینکہ یہ ہستی کسی رتبہ اور منزلت کی ہو حتیٰ کہ انسانی مصنوعات جو اپنے ہی جیسے افراد کی عقل و تدبیر کا نتیجہ ہیں ان پر کس قدر خوشیاں کی جاتی ہیں۔ ریل جب ایجاد ہوئی اس پر کس قدر حیرت و استعجاب سے نگاہیں پڑیں اور اس کی تعریف سے ہر زبان نے استلذاذ کیا۔ ہوائی جہازوں کی خبریں کس شوق کے ساتھ سنی جاتی ہیں۔ ان کے تذکرے کس لطف کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں تجربہ شاہد ہے کہ ہر نئی چیز سے طبیعت کو ایک بشاشت و سرور حاصل ہوتا ہے، مشہور ہے کہ کل جدید لذیذ۔ جب ادنےٰ درجہ کی موجودات اور اپنے وہم خیال کی بنیادوں پر تعمیر کی ہوئی عمارت تک کا عالم ہستی میں نمودار ہونا ایک وقعت رکھتا ہے اور فرح و انبساط کا موجب ہوتا ہے دنیا اسی سے ایک نئی زینت حاصل کرتی ہے تو کسی اعلیٰ مخلوق کا پیکر وجود میں ظاہر ہونا اور صانع عالم کی قدرت کے کرشمے اور بدیع نگاری کے مرقع کا رونما ہونا کتنی شان و شوکت، کیسی عظمت و جلالت، کس قدر فرح و طرب کے لوازم اپنے ساتھ رکھتا ہوگا۔ اور دنیا میں اس کے ظہور سے کیسی تجلی اور روشنی، کیسی دھوم دھام ہوگی۔

روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہر غریب و اونٰے شخص کے یہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو روز استقرار حمل سے وضع کی ساعت تک ماں باپ عزیز و اقارب اور ان کے دوست احباب کیسا پر لطف انتظار کرتے ہیں

دعائیں مانگتے ہیں، امیدوں کے مزے لیتے رہتے ہیں۔ پیدائش کے وقت جب ہونہار مولود دنیا میں قدم رکھتا ہے تو سب پھول کی طرح کھل جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں۔ دوست احباب کو مژدہ پہنچاتے ہیں۔ وہ سن کر باغ باغ ہو جاتے ہیں، خط لکھے جاتے ہیں، تار دیئے جاتے ہیں، شیرینیاں تقسیم ہوتی ہیں، عیش و نشاط کی محفلیں ترتیب دی جاتی ہیں، دعوتیں کی جاتی ہیں، داد و دہش کا بازار گرم ہوتا ہے، خوشی کے سارے لوازم پورے کئے جاتے ہیں۔ پھر اس خوشی کے دن کی یاد تازہ کرنے کے لئے سال بسال سالگرہ کی جاتی ہے اور اس میں دل کے حوصلے دکھائے جاتے ہیں۔۔ یہ تو معمولی معاشرت رکھنے والوں کا تذکرہ تھا۔ دنیا میں اقبال و اقتدار رکھنے والے تاج و دیہیم کے مالک، تخت و سریر کے والی نئے مہمان کا کس کر و فر سے استقبال کرتے ہیں اور تولد فرزند کی خوشی میں کیا کیا اولوالعزمیاں دکھاتے ہیں۔
یہ بھی ادنیٰ وجود ہیں۔ وہ اعلیٰ ترین کائنات جن کی پاک ہستیوں سے خدائے پاک کی ہستی پہچانی جانے، عالم میں انقلاب کردیں، دنیا کو سبعی و بہیمی خواص کے پنجے سے چھڑا کر ملکی صفات کے ساتھ متصف بنا دیں، نفسانی کدورتوں کی بجائے ربانی انوار سے قلوب کو معمور فرمادیں، انسانی نفوس کو شائستگی عنایت فرمائیں، دنیا کو دستگیر بکر قعر ضلالت سے نکالیں، عدل و احسان کے قوانین جاری کریں، ظلم و جہالت کی افواج کو شکست دیں، دور افتادوں کو منازل قرب تک پہنچائیں، چھوٹے ہوؤں کو رب سے ملائیں، ان کی ولادت مبارکہ عالم کے لئے رحمت، جہاں کے لئے نعمت آفتاب کی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ ان کا فیض بر سر کرم ہے اور کائنات کے تمام خوش نصیب اس سے بہرہ اندوز و فیضیاب ایسی پاک ہستیوں کا ظہور اور

اس کی یادگاریں کس فرح و طرب سے، کس خوشی و شادمانی، کس شان و شوکت
کس دھوم دھام کی مستحق ہیں۔ آیت و اذ قال موسیٰ لقومہ یاقوم
اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء الآیہ

جب ادنیٰ ادنیٰ ہستیوں کے ظہور کی خوشی کی جاتی ہے اور ان کی یادگاریں
قائم ہوتی ہیں تو اعلیٰ ترین کائنات اور مقصودِ آفرینش جو ذات ہو اس
کے رونق افروز ہونے کی کس قدر خوشی ہونا چاہئے۔ اور اس کی یادگار
کس شان و شوکت کے ساتھ قائم کرنا لازمی ہیں۔ کارسازِ قدرت نے
اس وجودِ اقدس کو نرالے انداز کے ساتھ عجب شان و شوکت سے ظاہر فرمایا
دنیا میں تبدیلیاں ہوئیں۔ جبلی اور قومی تغیرات نے ایک عظیم انقلاب پیدا
کرنے والی ہستی کے ورود کی خبر دی۔ قحط سالی رفع ہوئی۔ تمام جہاں مرفہ الحال
ہو گیا۔ اس کو اس مولود مسعود کی دعوتِ علم اور ضیافتِ سرمدی کہئے خواہ
صدقہ اور خیرات سمجھئے حاصل یہ کہ عالمگیر مصیبت کی بجائے رحمتِ عامہ کا نزول
ہوا۔ خشک اور چٹیل میدان سرسبز و شاداب ہو گئے، سوکھے درخت پھل
لائے، دبلے جانور فربہ ہو گئے، بھوکے قحط زدہ سیر شکم ہونے لگے، عالم کا نقشہ
بدل گیا، دنیا کی کایا پلٹ گئی، نظامِ قدرت کے عظیم الشان تبدل نے ایک سرِ
الٰہی کے ظہور کا پتہ دیا، بت خانوں میں ہل چل مچی، بت سرنگوں ہوئے، جھوٹی
خدائی کی جھوٹی شوکت خاک میں ملی، باطل معبودوں کی رسوائی و خواری
نے ان کے بطلان کی شہادت دی، آتش خانوں کی ہزار سالہ آگ سرد ہوئی
عزت و جبروت والے بادشاہوں کے قصر و ایوان زلزلہ میں آئے۔ فلک رفعت
قلعوں کے کوہ سامان دیواریں شق ہوئیں، کنگرے سربسجود ہوئے، شیاطین
کے تخت الٹ گئے، ربانی انوار خطۂ خاک کی طرف متوجہ ہوئے۔ عالم ملائکہ میں

دھومیں مچیں، روحانیات کے ورود سے صحن زمین پرشکوہ ہو گیا۔ آرزومندان جمال کی چشم تمنا وا ہوئی، نرگس منتظر کا فرش بچھا، رحمتِ الٰہی کا شامیانہ تنا، گلشن تمنا میں بادِ مراد چلی، بامِ کعبہ پر علم سبز نصب ہوا، کونین کے تاجدار کی آمد آمد کا غلغلہ بپا، جہان نور سے معمور ہوا، فرح و طرب نے عالم پر قبضہ کیا، شب غم نے بستر اٹھایا، صبح امید نے چہرہ دکھایا، ۲۰ اپریل ۵۷۱ء عیسوی یا ۱۲ ربیع الاول کو صبح صادق کے وقت صبح صادق نے طلوع فرمایا مکہ مکرمہ کے مقام پر عبد المطلب کے گھر میں فرزند خلیل اللہ کے نور نظر کونین کے سرور دارین کے تاجور نے آمنہ کے پہلو سے ظہور فرمایا۔ تشنگانِ جمال کو شراب دیدار سے سیراب فرمایا۔ آفتاب حق و ہدایت طالع ہوا، نورِ الٰہی نے جلوہ فرمایا تمام موجودات نے مرحبا مرحبا کہا

ولولا الحبیب دمثلہ لا یولد ولولا الحبیب وخلہ لا یتودد

ولولا الحبیب مطیبا دعکلا فالنور من وجناتہ یتوقد

یا قوم علی النبی صلوا

تو بوا ادتضرعوا و فلوا

محفل میلاد

حضورِ اقدس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے ذکرِ ولادت کے لئے محفلیں کی جاتی ہیں اور ان میں وقتِ ذکرِ ولادت مبارکہ تعظیماً قیام کیا جاتا ہے۔ ان محافل میں صلوٰۃ و سلام کی کثرت ہوتی ہے اور حضور کے فضائل و معجزات اور حضور کی پاکیزہ اور مقدس زندگی کا مختصر بیان کر کے مسلمانوں کو ان کے مقدس پیشوا کے پاکیزہ حالات سے باخبر کیا جاتا ہے۔ مدحیہ قصائد و اشعار خوش الحانی کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں، آخر میں شیرینی تقسیم کی جاتی

ہے، روشنی اور فرش کے اہتمام ہوتے ہیں، اسی محفل کو محفلِ میلاد اور محفل مولود شریف کہتے ہیں۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ شرعاً یہ محفل جائز ہے یا نہیں؟۔ تھوڑے عرصہ سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔ جنہیں اس کے جواز میں کلام ہی نہیں بلکہ وہ اس کے عدم جواز اور بدعت قبیحہ ہونے کے مدعی اور اس کو روکنے اور منع کرنے پر اتنے مصر ہیں کہ کسی اشد حرام اور افحش کبائر کو روکنے پر بھی ان کی توجہ اتنی مبذول نہیں، اس مجلس پاک کو وہ بہت کچھ الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں، کبھی محفل فسق کہتے ہیں، کبھی کنہیا کے جنم سے تشبیہ دیتے ہیں (دیکھو فتوی مولوی رشید احمد گنگوہی)۔ ان صاحبوں کے نزدیک اس محفل کے جواز کی کوئی صورت نہیں اور ہر طرح ہر حال میں یہ مجلسِ پاک ان کے نزدیک ناجائز و ناروا ہی ہے۔ چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی فتاوے رشیدیہ جلد اول صفحہ ۵۰ میں لکھتے ہیں۔

سوال۔ مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو جیسے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کیا کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور شاہ صاحب واقعی مولود اور عرس کرتے تھے یا نہیں؟

الجواب:۔ عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے لہٰذا اس زمانہ میں درست نہیں۔

اسی فتاوے رشیدیہ صفحہ ۱۰۵ میں ہے مسئلہ محفل میلاد جس میں روایات صحیح پڑھی جائیں اور لاف و گزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے؟

الجواب۔ ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے۔ اسی جلد کے صفحہ ۱۰۱ میں ہے انعقاد مجلس مولود ناجائز ہے۔ جلد ۳ صفحہ ۱۴۳ میں ہے کسی عرس اور مولود میں

شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس وميلود درست نہیں۔

یہ تو منکرین کے خیالات کی تصویر تھی۔ اب اصل مسئلہ پر محققانہ نظر کیجئے اور بے رو رعایت، بے تعصب و نفسانیت منصفانہ فیصلہ کیجئے۔ الدین یسر شریعت حقہ نے دین پاک نے ایسی سخت گیری جسکا تحمل نہ ہوسکے۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ بات بات کے لئے ہم کو نصوص صریحہ تلاش کرنے پر مجبور نہیں کیا ورنہ نشست و برخاست، حرکت و سکون تک دشوار ہوجاتا ہر مباح کے لئے نص درکار ہوتی اور نہ ملتی تو مصیبت کا سامنا ہوتا۔ ہر قانون میں ممنوعات شمار کرادیئے جاتے ہیں۔ اور جو چیزیں قانون میں منع نہیں ہوتیں جائز سمجھی جاتی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو اور ہر امر جائز کے لئے تصریح ضروری ہو تو دنیا کے بے شمار مباحات اور زمانہ کے بے تعداد حوادث کا قلمبند ہونا ضرور ہوگا۔ اور کوئی مجموعہ کوئی دفتر ان کے لئے کافی نہ ہوسکیگا۔ اسی لئے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا یاایھا الذین اٰمنوا لاتسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم وان تسئلوا عنھا حین ینزل القرآن تبد لکم عفا اللہ عنھا واللہ غفور حلیم۔

حدیث شریف میں وارد ہوا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحرم حرمات فلا تنتھکوھا وحد حدودا فلا تعتدوھا وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا (مشکوۃ شریف) قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ شرع مطہرہ نے جن چیزوں کا ذکر نہیں فرمایا وہ مباح ہیں۔ جس امر کی ممانعت نہیں وہ جرم نہیں ہوسکتا اسی لئے فقہائے کرام نے فرمایا اصل الاشیاء الاباحۃ اسکا حاصل یہ ہے کہ ہر چیز اصل میں مباح اور جائز ہے جس پر ممانعت وارد ہوئی وہ ناجائز

ہو گئی اور جسکو منع نہیں فرمایا گیا وہ اپنی اصل پر ہے (یعنی مباح ہے)

اب محفل میلاد پر غور کیجئے۔ غایۃ الامر یہ ہے کہ وہ کہیں سے ثابت نہ ہو، کسی آیت و حدیث سے اس کے لئے کوئی حکم نہ نکلتا ہو، اگر یہی فرض کر لیجئے تو بھی اس کی اباحت و جواز میں شک نہیں۔ یہ دلیل مقبول دلیل ہے جس کو منکرین بھی عملاً تسلیم کرتے ہیں ورنہ دیوبند کا مدرسہ اور دستار بندی وغیرہ کے جلسے اور دار الحدیث کی تعمیر جن کا قرون اولیٰ میں نام و نشان نہیں۔ قرآن و حدیث سے ہاں تحقیقات دہیات ثابت نہیں۔ سب ناجائز و ناروا ہو جائیں۔ لیکن منکرین یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ ان کی عملی حالت مسکوت عنہ کی اباحت کا اعتراف کراتی ہے۔ گو کہ ضد اور تعصب محفل میلاد کو باہم ہمہ ناجائز و ناروا ہی قرار دے۔ یہ کلام اس صورت میں تھا جبکہ یہ فرض کر لیا جائے کہ محفل میلاد شریف کا کوئی حکم قرآن و حدیث میں نہیں ملتا۔ لیکن واقع میں ایسا نہیں بلکہ اس مسئلہ کی بنیادیں براہین قویہ اور زبردست دلائل سے مضبوط و مستحکم ہیں۔ مسلمانوں میں محفل میلاد شریف کے جواز و عدم جواز کا زیر بحث ہونا ایک حیرت انگیز بات ہے کیا کوئی مسلمان جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور جناب سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا یقین رکھتا ہے اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہے۔ جناب سید کائنات پر ایمان لاتا ہے حضور کے حالات زندگی سے مسلمانوں کو واقف کرنا اور حضور کی مقدس حیات کے نقشہ بار بار مسلمانوں کے سامنے پیش کر کر کے سیرت پاک کا مقلوب بھی جاگزیں کرنا قابل بحث مسئلہ سمجھتا ہے۔ ہر صاحب خرد کے نزدیک ضروری ہے کہ مسلمان جس کو اپنا نبی اور پیشوا مانتے ہیں جس پر ایمان لاتے ہیں

اس ذات مقدس صفات کے حالات سے آگاہی حاصل کریں اور ایمان کا ضروری فرض ہے۔ اسی لئے میلاد مبارک کی محافل منعقد کی جاتی ہیں کہ اجمال واختصار کے طور پر مسلمانوں کو ان کے آقائے نعمت کی سیرت مبارکہ سے باخبر کر دیا جائے۔ اس کو روکنا اور منع کرنا اور خیر خواہ اسلام کی شان سے بعید ہے۔ اس لئے اس مسئلہ میں کسی مسلمان کا بحث کرنا اور جھگڑا کرنا محل کلام ٹھہرانا ایک عجب بات ہے چہ جائیکہ اس کو بدعت سیئہ یا ناجائز کہا جائے اور کنہیا کے جنم سے تشبیہ دی جائے (العیاذ باللہ تعالیٰ) کے دل دکھانے والی تشبیہ ہے جو صدمہ محسوس کرتے ہیں بیان میں نہیں آسکتا۔ حضور کا ذکر حضور کے اوصاف و احوال کا بیان ذکر الٰہی ہے حدیث شریف میں وارد ہوا کہ رفعنا لک ذکرک کی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے حبیب آپ کا ذکر میرا ذکر ہے۔ من ذکرک فقد ذکرنی جس نے آپکا ذکر کیا میرا ہی ذکر کیا۔ اب حضور کا ذکر منع کہنے کے یہ معنی ہیں کہ ذکر الٰہی ناروا ہے۔ کیا کوئی مسلمان ایسا کہنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ ذکر الٰہی عبادت ہے اور اس کے فضائل سے قرآن و حدیث مالا مال ہیں تو ذکر مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء عبادت ہوا۔ (نہ بدعت)۔ تمام حدیث حضور ہی کا ذکر ہے۔ قرآن پاک میں جا بجا حضور کے اوصاف و کمالات، اخلاق و عادات کا بیان ہے کیا یہی ذکر بدعت ہو سکتا ہے؟ غلط! غلط!! ہرگز نہیں!!!

انبیاء علیہ التحیۃ والثناء حضور کا ذکر سناتے آئے۔ سیدنا حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام نے حضور کا مولود شریف پڑھا جس کا قرآن پاک بیان فرماتا ہے۔ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کیا یہی ذکر ولادت آج کس کے تعصب سے ناجائز و بدعت

ہو جائیگا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم اذکروا
نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم الآیہ۔ یعنی اس وقت کو یاد کرو جبکہ
موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے قوم تم اللہ کی اس نعمت
کا ذکر کرو جو تم پر ہے کہ تم میں انبیاء (علیہم السلام) کو پیدا کیا۔ اس آیت مبارکہ
میں انبیاء علیہم السلام کے ذکر پیدائش کا حکم فرمایا اور اس کو نعمت فرمایا
حضور تو سید انبیاء ہیں آپ کا ذکر ولادت تو اور بھی افضل و اعلیٰ ہے
ان دلائل سے ذہن نشین ہو گیا ہوگا کہ حضور کا ذکر ولادت جس کو مولود
شریف کہتے ہیں کم از کم مستحب ہے اور قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اس
مدعا پر بے شمار دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مگر اہل فہم کے لئے اس قدر
کافی ہے۔ اب میں قیام کا ذکر کروں جو ولادت کے وقت تعظیماً کیا جاتا
ہے۔ یہ بات تو دلیل کی محتاج نہیں کہ قیام سے حضور کی یا حضور کے ذکر کی
تعظیم مقصود ہے اور اس کی تعظیم کی نسبت قرآن کریم میں وارد ہے و
تعزروہ وتوقروہ اور ایک قرات میں وتعززوہ بھی وارد ہے
قرآن کریم نے حضور کی عزت و توقیر کا حکم فرمایا۔ جس طرح بھی توقیر کی جائے
گی آیت ہی کی تعمیل ہوگی اور یہ قیام مستحب ہوگا۔ نہ بدعت نہ شرک۔ ترمذی
میں یہ حدیث مروی ہے عن العباس انہ جاء الی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم وکانہ سمع شیئا فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر
فقال من انا فقالوا انت رسول اللہ قال انا محمد ابن
عبد اللہ ابن عبد المطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی
خیرھم اس حدیث سے حضور کا خود بنفس نفیس قیام فرما کر اپنی پیدائش
کا ذکر فرمانا ثابت ہوا۔ اہل انصاف سے توقع ہے کہ وہ تسلیم کرنے کے لئے

پیار ہوگئے البتہ ضد اور نفسانیت تحسنہ اور حیلے تلاش کرے گی۔ اللہ تعالیٰ
اس کے شر سے محفوظ رکھے۔

اب اگر یہ شبہ ہو کہ مولود شریف میں کئی شخص ملکر پڑھتے ہیں آیا
یہ ثابت ہے یا نہیں۔ تو اگرچہ یہ شبہ قابل لحاظ نہیں کیونکہ جس چیز کی ممانعت
شریعت نے نہیں فرمائی وہ ممنوع و ناجائز نہیں ہو سکتی لیکن اطمینان خاطر
کے لیے بخاری و مسلم کی ایک حدیث پیش کرتا ہوں عن انس قال جعل
المهاجرون والانصار يحفرون الخندق وينقلون التراب
وهم يقولون نحن الذين بايعوا محمدا على الجهاد ما بقينا
ابدا والنبي صلى الله عليه وسلم وهو يجيبهم
اللهم لا عيش الا عيش الاخره فاغفر الانصار والمهاجرة
اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ انصار و مہاجرین خندق کھودتے اور مٹی نکالتے
جاتے تھے اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے ؎

نحن الذين بايعوا محمدا على الجهاد ما بقينا ابدا

اس سے آوازیں ملا کر پڑھنا ثابت ہوا۔ شامی میں ہے فان المتوارث
فيه اجتماعهم لتبلغ اصواتهم الى اطراف المصر الجامع
یعنی لوگوں کا آوازیں ملا کر اذان کہنا تاکہ شہر کے اطراف میں آوازیں پہنچ
جائیں متوارث ہے۔ کذا فی النودی

جب اذان میں آوازیں ملانا توارث کی بنا پر جائز ٹھہرا تو مولود شریف
میں کیا کلام ہے۔ اب علمائے امت کے اقوال معائنہ کیجئے۔ ابن جوزی محدث
نے رسالہ مولود شریف کے آخر میں لکھا ہے۔ فلا زال اهل الحرمين
الشريفين والمصر واليمن والشام وسائر بلاد العرب من

المشرق والمغرب یحتفلون بمجلس مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم یفرحون بقدوم ھلال ربیع الاول ویغتسلون ویلبسون بالثیاب الفاخرۃ ویتزینون بانواع الزینۃ و یتطیبون ویکتحلون ویاتون بالسرور فی ھذہ الایام و ینفقون علی الناس بما کان عندھم من المضروب والاجناس ویھتمون اھتماما بلیغا علی السماع والقرأت لمولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وینالون بذالک اجرا جزیلا وفوزا عظیما ومن جرب من ذالک انہ وجد فی ذالک العام کثرۃ الخیر والبرکۃ مع السلامۃ والعافیہ ووسعۃ الرزق وازدیاد المال والاولاد والاحفاد ودوام الامن فی البلاد والامصار والسکون والقرار فی البیوت والدار ببرکۃ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حرمین محترمین مصر یمن شام اور عرب کے تمام شہروں کے لوگ مشرق سے مغرب تک ربیع الاول شریف میں ہمیشہ مولود شریف کی محفلیں کرتے رہتے ہیں اور اس ماہ مبارک کا چاند دیکھکر خوش ہوتے ہیں۔ غسل کرکے عمدہ لباس پہنتے طرح طرح کی زینتیں کرتے ہیں۔ خوشبوئیں استعمال کرتے ہیں سرمہ لگاتے ہیں اور ان ایام میں خوشیاں مناتے ہیں اور نقد جنس جو انکے پاس ہوتا ہے۔ لوگوں پر صرف کرتے ہیں اور مولود شریف کے پڑھنے کا نہایت بلیغ اہتمام کرتے ہیں اور اس کی بدولت اجر جزیل اور فوز عظیم پاتے ہیں۔ یہ امر مجرب ہے کہ حضور کے مولود شریف کی برکت سے سال بھر خیر و برکت، سلامتی و عافیت، رزق کی فراخی، مال کی زیادتی، اولاد کی کثرت، شہروں میں امن گھروں میں چین و راحت رہتی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ما ثبت من السنۃ فی ایام السنۃ میں فرماتے ہیں۔ "لا زال اہل الاسلام یحتفلون
بشہر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم ویعملون الولائم ویتصدقون
فی لیالیہ بانواع الصدقات ویظہرون السرور ویزیدون
فی المبرات ویعتنون بقراءۃ مولدہ الکریم ویظہر علیہم من
برکاتہ کل فضل عمیم ومما جرب من خواصہ انہ امان
فی ذالک العام وبشری عاجلۃ بنیل البغیۃ والمرام فرحم
اللہ امرأ اتخذ لیالی شہر مولدہ المبارک اعیادا لیکون
اشد علی من فی قلبہ مرض وعناد ولقد اطنب ابن
الحاج فی المدخل فی الانکار علی ما احدثہ الناس
من البدع والاہواء والغناء بالالات المحرمۃ عند
عمل المولد الشریف فاللہ تعالی یثیبہ علی قصدہ
الجمیل ویسلک بنا سبیل السنۃ فانہ حسبنا اللہ ونعم
الوکیل" یعنی اہل اسلام ہمیشہ ربیع الاول شریف میں محفلیں کرتے ہیں
اور مولود شریف پڑھتے ہیں اور ان پر اس کی برکت سے اللہ جل شانہ
کا فضل عام ہوتا ہے اور یہ تو مجرب ہے کہ مولود شریف کی برکت سے
سال بھر امن رہتی ہے اور مراد جلد حاصل ہوتی ہے اور اللہ اس شخص
پر رحم فرمائے جس نے حضور کی پیدائش کی رات کو خوشی اور عید بنا
لیا ہے۔ یہ ان کو بہت شاق، گراں گزرتا ہے جن کے دلوں میں مرض
اور عناد ہے اور ابن الحاج نے بہت انکار کیا ہے ان چیزوں کا جو لوگوں
نے مولود شریف میں باجوں اور حرام آلوں کے ساتھ گانا اور خرافات
ایجاد کرلی ہیں۔ اللہ جل شانہ اسکو قصد جمیل اور نیک کام پر قائم رکھے

اور ہم سب کو سنن مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک
وسلم پر چلنے کی توفیق دے۔ "سیرۃ حلبی" میں ہے ولذا قال ابن
حجر الہیتمی ان البدعۃ الحسنۃ متفق علی ندبہا وعمل
المولد واجتماع الناس لہ بذالک یعنی ابن حجر الہیتمی
نے فرمایا کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر اتفاق ہے اور مولود شریف
اور لوگوں کا اس کے لئے جمع ہونا ایسا ہی ہے یعنی مستحب ہے۔ اب
بحمدہ تعالیٰ محفل مولود شریف کا انعقاد اور قیام تعظیمی اور شیرینی اور
اہتمام فرش سب کا استحباب بہت روشن دلائل سے ثابت ہوا۔ اور اہل
انصاف کے لئے اسقدر کافی ہے، ورنہ اس مضمون میں اگر بسط کیا جائے تو
ایک ضخیم جلد تیار ہو۔ مخالفین نے اس مسئلہ میں انصاف سے کام نہیں لیا
انکا تعصب اس درجہ پہنچ گیا کہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے یہ لکھ دیا
کہ کوئی سا مولود اور عرس جائز نہیں۔ یعنی سرے سے ذکر ولادت ہی
ناروا ہے (معاذ اللہ)۔ اس سے بڑھ کر ان کا وہ فتوےٰ ہے۔ جس
میں لکھتے ہیں "عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو
مگر اہتمام وتداعی اس میں بھی موجود ہے لہٰذا اس زمانہ میں درست
نہیں"۔ کمال ہے کہ کوئی امر غیر مشروع نہ ہو تب بھی درست نہیں۔ اس
کے یہ معنی ہوئے کہ کوئی ناجائز بات اس میں نہ ہو تب بھی جائز نہیں
اس سے بڑھ تعصب اور سخن پروری کی کیا مثال ہو سکتی ہے؟
واللہ یھدی من یشاء الی سواء السبیل وصلی اللہ تعالیٰ
علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین۔

عربی تاجدار کی سالگرہ

خزاں کے بعد بہار آئی پھر گلستاں میں

حضرت ابن مریم علیہ السلام کے دور نبوت کے بعد اس ختود سری دنیا میں کسی خوبیٔ عربی کا سایہ نظر نہ آتا تھا اور صدہا سال تک دنیا کا ظلمت کدہ بے چراغ رہا۔ یہ بھی ایک حکمت الٰہیہ تھی۔

متمدن قومیں اور وہ مخلوقات جو کسی بادشاہ کے زیر فرمان رہی ہوں کسی عظمت وقوت والے تاجور کی صولت شاہانہ سے بہت جلد تسخیر ہوسکتی ہیں۔ جس قوم نے ایک مرتبہ اپنی گردنوں میں کسی فرمانروا کا حلقہ غلامی پہنا ہے بہت آسانی اور شائستگی کے ساتھ وہ دوسرے زبردست طاقتور صاحب طبل وعلم کے حضور سر فرمانبرداری خم کر سکتی ہیں۔ اور بہت جلد اس کے حقوق پہچان کر شاہانہ خدمات بجالانے کی خوگر ہو سکتی ہیں۔ لیکن جن پر کبھی کسی فرمانروا کا تسلط نہ ہوا ہو اور حریت وآزادی جن کی طبیعت ثانیہ ہو گئی۔ جن کی گردنیں غلامی کے طوق سے اور جن کے کان حلقہ بگوشی کی رسم سے آشنا نہ ہوں ان کا یکایک اطاعت قبول کر لینا اور فرمانبرداری میں سلیقہ دکھلانا نہایت دشوار بلکہ محال عادی ہے۔

تاریخ عالم نے ابھی تک ایسی کوئی نظیر نہیں پیش کی جس سے اس کے خلاف ثابت ہو سکتا۔ بلکہ ہر جگہ خوکردہ سے بہ نسبت اجنبی کے کام لینا آسان ہوتا ہے

صحرائی گھوڑوں اور بن کے ہاتھیوں اور وحشی جانوروں کو مسخر کرنے

ہیں کیا کیا دقتیں پیش آتی ہیں اور پھر ان کے منہ میں لگام دینا، ہماری کستا
کاندھے پر جوا رکھنا، بچے کو علیحدہ کر کے دودھ دوہ لینا آسان نہیں ہے
لیکن خوگردہ جانوروں کی پیٹھوں پر چھوٹے چھوٹے کمسن بچے شہسواری
کرتے دیکھے جاتے ہیں اور ان کی باگوں کے اشاروں پر دیو پیکر بلد
پیما کام کرتے ہیں۔

بہر حال یہ ہر جگہ ثابت ہے کہ جو آزادی کے عادی ہو گئے ہوں اور
حریت جن کا طوق گلو ہو ان کو مطیع فرماں بردار بنا لینا اور ان کا شایستگی
کے ساتھ ایسی خدمات بجا لانا جن کے لئے اعلیٰ ترین علم و شعور و تجربہ
فراست و ریاضت کی ضرورت ہو ایک عجیب امر ہے

حقیقی مالک الملک کو اپنے محبوب عربی تاجدار کا خسروی اقتدار آشکار
کرنا منظور تھا کہ انہیں حضرت مسیح علیہ السلام سے صدہا سال بعد مبعوث
فرمایا اور ایسی قوم پر آفتاب ہدایت کی تجلیات کے فیض کا دریا بہایا جن کے
آباؤ اجداد بھی صدیوں سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کی اطاعت اور اس کی
لذت سے بالکل نابلد تھے۔ ان کی گردنیں کسی دینی مقتدا کے سامنے جھکنے کی
عادی نہ تھیں۔ ان کی خودسری اور خودرائی کا سکہ رائج تھا ان کی باتوں
میں دخل دینا صدیوں کے لئے لڑائی خریدنا تھا۔ نفس و شیطان کی سلطنت
تھی اور بتوں کا عمل بالخصوص عرب کے حریت پروردہ متکبر بے لگام تھے
جنہوں نے کسی فرمانروا کی اطاعت کی شکل پریشاں خواب میں بھی نہ
دیکھی ہوگی۔ جن کو بچپن میں سلانے کے لئے دایہ نے بھی کبھی حکومت کا افسانہ
سنایا تھا۔ جو لوٹ مار۔ قتل و غارت، حرام کاری، شرابخوری کو ممنوع
الترک اوراد کی طرح لازم جانتے تھے۔ جنہوں نے خدا کے مقدس گھر میں

پتھر اور مختلف چیزوں سے بت تراش تراش کر معبودانہ حیثیت کے ساتھ بٹھائے تھے۔ جہاں بے گناہ اولاد اور معصوم لخت جگر نا شفیق ماؤں اور نا مہربان باپوں کے ہاتھوں سے زندہ درگور کی جاتی تھی اور ننھی ننھی جانوں کو بے رحمی سے خاک کے نیچے دبا دینا قابل ستائش تھا۔ ایسے بے مہار خود سروں کو راہ پر لانا اور ان کی آزاد گردنوں میں غلامی کے طوق ڈال دینا اور ان کے ہاتھ پاؤں حکومت کی رسی میں جکڑ لینا، ان کی جان و مال کا مالک بن جانا، ان کے خصائل بدل کر شائستگی اور تہذیب کے زندان میں قید کرنا عقل میں نہیں آتا تھا کہ کسی زبردست سے زبردست مخلوق کی قدرت میں ہو نہ ایسے وحشیوں پر کسی سلطنت کی جابرانہ قوت کامیاب ہو سکتی تھی۔ نہ عالمانہ اور حکیمانہ طرز روش کو مظہر ہونا مقصود تھا۔

عقل سلیم تسلیم کرتی ہے کہ ان کو راہ پر لانا آفتاب کو بعد غروب واپس لانے اور چاند کو کاٹ کر دو پارہ کر ملانے سے کم مشکل نہ تھا عالم میں یہ ایک عجیب انقلاب تھا۔ جو بیس اپریل ۵۷۱ء مطابق بارہ ربیع الاول دو شنبہ کے روز پیر فلک نے اپنی آنکھوں سے حیرت کے ساتھ دیکھا کہ نہ تنہا سرزمین عرب کی بلکہ سارے جہاں کی کایا پلٹ دینے والی شب تاریک کو روز روشن بنا دینے والی مقدس ہستی نے ظہور فرمایا الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ۔

وہ جس کے برکات نے درندوں سے گلہ بانی اور گرگ خونخوار سے چوپانی کی خدمت بحسن خوبی انجام دلائی۔ خلقت کے اخلاق و شمائل بدل ڈالے اور گویا سینہ چیر کر دل نکال ڈالے اور نئے دل رکھ دیئے

یہ تاریخ بت پرستی اور خدا پرستی کی صدہا سالہ جنگ کے فیصلہ کی

تاریخ تھی جس کی صبح کو مشرق سے آنیوالا آفتاب خدا پرستی کی فتح کا جھنڈا بلند کرتا ہوا معصوم و صام سے نکلا اور تمام باطل قوتیں پسپا ہوگئیں۔ مجوسیوں کے ہزاروں برانے معبدوں اور آتش خانوں کی آگ ربانی انوار کی ایک جھلک میں سرد ہو کر رہ گئی اور اونچے اونچے شہ نشینوں پر سجائے ہوئے بت منہ کے بل اوندھے گر لئے گئے۔ غرضیکہ کفر کی سلطنت زیر و زبر ہوگئی اور جہاں کا پودا پودا نئے لباس سے آراستہ نئی ہوائیں جھومتا لہلہاتا نظر آنے لگا۔ زمین کے افسردہ خاطروں پہ طرب کی موسلا دھار بارش ہوئی اور عالم کا نقشہ بدل گیا۔

اگر آپ کو صحیح تاریخوں کا علم ہے یا آپ نے کبھی کتب سیر پر نظر ڈالی ہے تو آپ کو روز روشن کی طرح ظاہر ہو چکا ہوگا عالم میں ایسا عظیم انقلاب کبھی نہیں ہوا نہ دنیا کسی ایک ہستی کو پیش کر سکتی ہے۔ جس نے ہزار ہا باطل خداؤں کی زندگی کو مٹا کر توحید کی سلطنت کو ایسے ملک میں رواج دیا ہو جہاں دشمنانِ توحید کا ملجا و ماویٰ سمجھا جاتا تھا۔ دنیا کے اخلاق بدل دینا اور اولاد کشی، شرابخواری، زناکاری، قمار بازی، قتل غارت، قطع طریق مٹا کر سرکش بندوں کو خدا کے سامنے ہاتھ باندھ کر قبلہ رو کھڑا کر دینا اور یہ تمام لپکے چھڑا کر تارک الدنیا زاہد بنا دینا اور دشمنانِ توحید کو عرفان کا ایک جام پلا کر توحید کی حمایت کے لئے سر کٹانے بھیج دینا اہل عقل کو مجبور کر رہا ہے کہ وہ آخر الانبیاء کی الٰہی طاقت اور اعجازی قوت دیکھ کر بلند آواز سے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ دیں۔ انہیں سید الانبیاء کی مقدس زندگی حقانیت اسلام کی وہ زبردست دلیل ہے۔ جس کا جواب کسی قوم کے پاس نہیں اور غیر متعصب عیسائیوں اور دوسرے

لوگوں نے بارہا اعتراف کیا ہے کہ جو بات محمد علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے اشاروں میں پیدا کر دی تھی وہ دوسرے لوگ بے انتہا مال اور بے شمار جانیں صرف کر کے بھی اس کے عشر عشیر یا اقل قلیل تک ابھی تیرہ سو برس کے عرصہ میں نہیں پہنچ سکے اور نہ آئندہ انہیں کامیابی کی کوئی موقع ہے۔

میرے اس مختصر بیان سے آپ اتنا سمجھ لئے ہونگے کہ بارھویں ربیع الاول دنیا میں ایک ایسی تاریخ ہے جس کا نظیر ابتدائے عالم سے آج تک اور آج سے قیامت تک وہم عنقا نے بھی نہیں دیکھا

یہی تاریخ یہی دن حقیقی عید اور سچے جشن کا دن ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم اسی دن کی خبریں سناتے اور بشارتیں پہنچاتے آئے اور اسی دن کی تمنا اور آرزو ساتھ لیگئے۔ انجیل میں اسی مہر کے طلوع کا ذکر ہے مگر قابل افسوس ان بنی عم کی حالت ہے جو بڑے بڑے سلاطین سے قطع نظر چھوٹے چھوٹے والیان ریاست کا جشن مولود مناتے ہیں اور زید وعمرو کی سالگرہ کی خوشیاں کرتے ہیں۔ مگر حامل اسرار ربانی سرکار ابد قرار احمد مختار محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی جشن عید میلاد میں انکو حصہ لینا نصیب نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے چمنستان نبوت کے خزاں رسیدہ نہ تنہا خزاں رسیدہ بلکہ ویران وتاراج شدہ بہار کو پھر دوبارہ نئی نرالی پھبن کے ساتھ واپس کیا اور عالم کو اپنی رحمت سے سرفراز فرمایا تو ہم کو اس کا شکریہ اور اس پر اظہار مسرت یقیناً لازم ہے جس طرح ہم سے ممکن ہو اور جو صورت ہمارے مقدور میں ہو ضروری ہے کہ ہم آج اپنے آقا کا احتشام دکھائیں۔

مژدہ ست غلامانِ سلطان عرب ما را

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

خورشیدِ رسالت

مصرع روشنی جیسے نشاں ہو سنہ کی آمد کا : ظہور حق کی حجت ہے جہاں میں نور احمد کا انتظار کی ساعتیں کس بے چینی سے کٹتی ہیں اس کی ان کو خبر ہے جو وصل کی لذت سے آشنا ہیں جنہیں کچھ محبت کے سوز و گداز کی خبر ہے جنہوں نے فراق کی راتیں اختر شماری کر کے کاٹی ہیں - یہ بھی ایک مشہور مقولہ ہے ورنہ شیدایان جمال و شیفتگان حسن و غم فراق میں یاد محبوب کے سوا کسی دوسری طرف ملتفت نہیں ہوتے انہیں خبر نہیں ہوتی کہ آسمان پر ابر ہے یا تارے نمودار ہیں مجبوری کا اسیر تارے کیا گنتے گا، ہجر کی راتیں اس کی آنکھوں میں خار کیطرح کھٹکتی ہیں اور شب جدائی کا طول اندازہ سے باہر معلوم ہوتا ہے۔ دنیا میں کون کس کا عاشق ہے اور کس کا دل کس سنبل تر کے حلقہ کا اسیر ہے کون کس کے فراق میں آہ کھینچتا ہے، کس کے درد کا دم بھرتا ہے، کس کی یاد میں تڑپتا ہے کس کی جدائی میں دم توڑتا ہے اس سے ہمیں کیا غرض گل و بلبل کے فسانے شمع و پروانہ کی حکایتیں ہمارے لئے کیا کار آمد ہیں ہمیں تو اپنے محبوب سے مطلب ہے جس کی طرف ہمارا دامن دل کھینچتا ہے اور جس کے دامن رحمت کے گوشہ میں ہماری تمنائیں بندھی ہوئی ہیں۔ ہماری آرزوں کا قبلہ ہمارے ارمانوں کا کعبہ ہماری جانوں کا چین ہمارے دلوں کی راحت ہمارا وہ حبیب ہے جسکے تجلیات حسن کا صدقہ عالم کی تمام زیب و زینت اور کائنات کا ہر وجود ہے مخلوقات میں جو جمیل ہے وہ اس کے جمال کا دریوزہ گر جو حسین ہے وہ اس شہنشاہ حسن کا خانہ پرور زمین پر بسنے

...ادنیا ہو یا سکان سماوات سب اس کے جود سے بہرہ مند ہیں اجرام نیرہ میں اس کے حسن کی ایک چمک ہے۔ماہرویان خلد میں اس کے جلوہ کی اک جھلک ہے۔کونسی آنکھ ہے جو اس کے حسن عالم افروز کو کماحقہ دیکھ سکے نقل القرطبی عن بعضھم انہ لم یظھر تمام حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم والالما اطاقت اعین الصحابۃ النظر الیہ انتھی واما الکفار فکانوا کما قال تعالٰی وتراھم ینظرون الیک وھم لایبصرون وقال بعض الصوفیۃ اکثر الناس عرفوا اللہ عزوجل وما عرفوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان حجاب البشریۃ غطت ابصارھم دشرح الشمائل للعلامۃ علی القاری یعنی امام قرطبی نے بعض اکابر سے نقل فرمایا کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال عالم آرا پورے طور پر ہمارے لئے ظاہر ہی نہ ہوا ورنہ صحابہ کی آنکھیں روئے اقدس کی طرف نظر نہ کر سکتیں۔یہ تو آنکھ والوں کا حال ہے اور کور چشمان سیاہ دل اس عالم نور کو کیا دیکھ سکتے۔ان کے حق میں تو رب العزت تبارک و تعالٰی نے یہ ارشاد فرمایا وتراھم ینظرون الیک وھم لایبصرون۔

بعض صوفیاء نے فرمایا کہ عرفان حق تو بہتوں کو میسر آیا اور معرفت الٰہی کی دولت سے بہت سے سرفراز ہوئے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرفان کماحقہ انہیں بھی حاصل نہ ہوا کہ حجاب بشریت اہل نظر کی آنکھوں کے لئے پردہ بن گیا جس طرح ضعیف نگاہیں آفتاب عالم تاب کی دید سے عاجز رہتی ہیں۔اسی طرح چشم عالم آفتاب حق دیدار کے نظر خیرہ کر دینے والے جلووں کی تاب نہ لا سکی دید کے ارمان ہمیشہ تڑپتے

ہی رہے۔ آرزومندان دید کی حسرتیں ہمیشہ تڑپا ہی کیں۔
عالم میں بنی آدم سب سے مکرم اور اس نوع کا سب سے پہلا وجود مکرم جد محترم حضرت آدم (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دید کی آرزو دل میں رکھتا ہے۔ بارگاہ حق میں اکلے مقدس ہاتھ پھیلتے ہیں۔ زبان دل کی بے چینی کی ترجمانی کرتی ہے قلب نا شکیبا حسن حبیب خدا کا ایک جلوہ دیکھنے کی درخواست کرتا ہے۔ رحمت حق فیاضی فرماتی ہے اور ان کو اس حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم معنوی کن جلوہ سے سرفراز کر دیا جاتا ہے۔ انگوٹھوں کے ناخن آئینہ بنا دیئے جاتے ہیں اور حضور حسن وجمال کی طلعت مبارکہ ان آئینوں سے نمودار فرما کر عالم انسانی کے پہلے طلب گار کو فیضیاب فرمایا جاتا ہے آدم کی آنکھ نور دیدہ کو ایک نظر دیکھنے سے دل بے اختیار ہو جاتا ہے فرط محبت سے انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگا لیتے ہیں

برنباس کی انجیل میں ہے

پس آدم نے بہت کہا اے پروردگار یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر عطا فرما تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اس کے دونوں انگوٹھوں پر عطا کی داہنے ہاتھ کے ناخن پر عبارت تھی لا الٰہ الا اللہ اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر عبارت تھی محمد رسول اللہ تب پہلے انسان ان کلمات کو پدری محبت کے ساتھ بوسہ دیا اور اپنی دونوں آنکھوں سے ملا اور کہا مبارک ہے وہ دن جس میں تو دنیا کی طرف آئے گا صہ ۶۰۔ اس انجیل میں حضور پرنور سید انبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا بہت تذکرہ ہے اور حضور کا ذکر بہت شان وشوکت سے کیا گیا ہے۔ یہ ایک مانی ہوئی

ان روایات کی جو ہماری کتب سیر میں ملتی ہیں اور حضرت لاٹ سے روایت کو تقویت ہوتی ہے اور ضعف کا اثر منقول ہو جاتا ہے کہ جو تورات پہلے لکھی ہوئی کتاب جو دشمنوں کے ہاتھ میں رہی دشمنوں کے کتب خانہ سے برآمد ہوئی اس میں حضور کا ذکر ہونا اور اس شان سے کہ اسلامی کتب سیر سے اس کا مضمون موافق و مناسب ہو عاقل کو صحت کا یقین دلانے کے لئے زبردست قرینہ ہے

غرض انسان جب دنیا میں آیا تو حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ محبت ساتھ لایا۔ ان کے تماشائے دیدار کا ولولہ نسل انسانی کے سب سے پہلے فرد میں بہت قوت کے ساتھ موجزن ہوا اور تمام صاحب دل اور اہل نظر جو اپنے اپنے وقت دنیا میں آتے گئے اور ان کی آنکھیں حقائق و معارف کی روشنی میں کھلیں، چشم بینا صورت سے معنی کے مشاہدہ تک رسا ہوئی بصیرت ہیکل کے بیرونی سطح پر رک نہ گئی بلکہ باطن کے راز تک اس کو پہنچنا میسر آیا۔ اس طبقہ کو آنکھ والا اور دل والا طبقہ کہئے۔ یہ طبقہ ہر قرن ہر عہد ہر زمانہ میں مصطفائی جمال کا دلدادہ رہا اور جس طرح آفتاب کے حسن کا جاننے والا شب تار کی گھڑیاں بے چینی میں کاٹتا ہے اور تمام شب آفتاب کی نورانی لقا کا انتظار کیا کرتا ہے اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ اہل نظر و اصحاب بصیر خورشید رسالت کے انتظار میں ہجر کی طویل رات غم واندوہ اور اضطراب و بے قراری کے ساتھ کاٹتے رہے۔ یہ ولولہ اور شوق پہلوں ہی پر ختم نہیں نہیں ہو گیا اور جذب الفت کا مزہ تنہا سابقین ہی اپنے ساتھ نہیں لیگئے بلکہ عہد پاک لبعد سے آج تک تمام عالم اسلام چشم تمنا بنا ہوا ہے اور ہر صغیر و کبیر برنا و پیر سال بھر ربیع الاول شریف کی آمد کا انتظار کیا کرتا ہے

ماہ ربیع الاول آیا چاند نے اپنے چہرہ سے نقاب کا ایک گوشہ اٹھایا اور دل باغ
باغ ہوگئے افسردہ جانوں کے سربستہ غنچے کھل گئے پژمردہ شگوفے تر و تازہ
ہوئے نسیم شوق کے فرحت انگیز جھونکوں سے چمن دہر کے نہال و شجر لہلہانے
لگے طبیعت کی ہزار داستان بلبلیں جذبات شوق کی نغمہ سرا ہوئیں، فیض
باری نے رحمت و کرم کی بارش کی۔ باغ عالم میں بہار آئی۔ مرادوں کے گل
کھلے، حبیب کبریا کی آمد آمد کا شہرہ مچا۔ مدح و ثنا کے ترانوں سے گنبد نیل
گوں گونجنے لگا۔ میلاد مبارک کی محافل متبرکہ جابجا قائم ہوگئیں۔ زبان آوروں
نے نعت شریف میں زبان کھولی۔ فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھائے
دنیا کے چپہ چپہ پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے بیان
ہوئے خصائص و معجزات سنائے گئے۔ ایمانداروں میں ایک تازہ زندگی
پیدا ہوئی، رذائل سے دلوں میں نفرت ہوئی۔ خصائل حمیدہ و اخلاق
ستودہ کی رغبت ہوئی، ایمانی و روحانی جذبات حرکت میں آگئے، دنیا میں
اصلاح تہذیب کا دور دورہ ہوا۔ خدا طلبی و راست بازی کے جوہر چمکے۔
اقوام عالم کو سیرت پاک کے نقشے دکھا کر متحیر کر دیا گیا، نظر بازوں کی آنکھیں
جھپک گئیں گردن کشوں کے سر جھک گئے، حبیب انور کی بے مثالی کے
نقش دلوں پر کھنچ گئے۔ جس طرح میلاد مبارک و ظہور نور اقدس سے
تاریکی، کفر و ضلالت دور ہوئی اور سیاہ دل مشرقستان انوار بنے مردہ قلوب
کو حیات میسر آئی اور ضائع شدہ استعدادیں اور قابلیتیں از سر نو معرض وجود
و شہود میں آگئیں مردہ دنیا جی اٹھی اور خدا شناسی کے مٹے ہوئے نشانات
پھر سر بفلک ہوئے شہوات میں ڈوبی ہوئی مخلوق، بہیمیت کی پستی میں گرے
ہوئے انسان، شیطانی دام کے گرفتار قدم ناز کی ایک ٹھوکر سے نجات پا کر

اوج شرافت پر پہنچے ہادی خلق بنے آفتاب رشد و ہدایت ہو گئے۔ ہر زبان
ثنائے الٰہی و توحید کی وظیفہ خواں ہوئی۔ دل خواہشات نفسانیہ کی منزل
ہونے کی بجائے مراقبہ و مکاشفہ سے بہرہ اندوز ہوئے نگاہوں کے سامنے
سے پردے اٹھے۔ حقیقت کے راز کھلے، ہر گھر حکم و معارف کی درس گاہ و
خانقاہ بنا، سکان سماوات کو حیرت ہو گئی الٰہ میں کیا سے کیا ہو گیا۔ رخسار
انور کی ایک تجلی نے شب تار کو روز روشن بنا دیا۔ ہادی برحق کے لطیف
اشاروں نے صدیوں کی گمراہیاں یکلخت نابود کر ڈالیں شیاطین مایوس
ہوئے بتوں نے کلمے پڑھے، شجر و حجر نے شہادتیں دیں پتھر کے درندے رسالت
کے اعلان کرنے لگے اسی طرح میلاد کے ذکر اور مولود شریف کی محافل مبرکہ
سے ہر سال روحانیت کو جلا ہوتی ہے، حقانیت کے اثر سے دلولے تر و
تازہ ہوتے ہیں، گم گشتگان بادیہ ضلالت کو نور ہدایت میسر آتا ہے، اقوام
عالم کو فیض اسلام سے متمتع و فیضیاب ہونے کا موقع ملتا ہے۔ اندھوں کو آنکھیں
ملتی ہیں بہروں کو شنوائی عطا ہوتی ہے، غفلت میں گذرے ہوئے اوقات
جو کچھ کدورتیں قلب پر آجاتی ہیں وہ اس ذکر جمیل سے دور ہوتی ہیں دلوں
کے آئینوں پر از سر نو صیقل ہو جاتی ہے۔ بندوں کو اپنے فرائض عبدیت کی
یاد تازہ ہوتی ہے۔ دینی و دنیوی برکات کے ذخائر ملتے ہیں اہل حاجت
کی مرادیں پوری ہوتی ہیں، دلوں میں محبوب حق عز و علا تبارک و تعالیٰ
کی محبت موجزن ہوتی ہے اسی لئے صدیوں سے مسلمانان عالم کا معمول
ہے کہ ربیع الاول شریف کو فرح و سرور کا مہینہ سمجھتے ہیں ذخیرہ برکات و
سعادات جانتے ہیں۔ محبوب دلنواز کی طرح اس کا انتظار کرتے ہیں
اور جب یہ مبارک ایام آتے ہیں تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے

ذکر سے بہت اندوز ہوئے جس طرح ظہور اقدس سے قبل حضرات انبیاء ع
نبینا وعلیہ الصلوۃ والتسلیمات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولاد
و بیان کمالات کی مجلسیں قائم کرتے رہے۔ جیسا قرآن و حدیث و کتب سا
میں ذکر ہے اسی طرح ان کی ذریت تاقیامت اس ذکر پاک سے چلا کر
گی اور ان محافل متبرکہ کے روکنے کے لئے طرح طرح کے فریب کام میں لا
گی اور اپنے پہلوں کی طرح خوار و رسوا ہوگی۔ اللّٰھم ارزقنا محبۃ و
طاعتہ ووفقنا لاتباع سنۃ وحمایۃ ملتہ وامتنا علی دین
وشریعتہ واحشرنا فی زمرۃ محبیہ وذاکریہ آمین یارب العالمین

عید میلاد کو بارہ وفات نہ کہو

ربیع الاول فرحت و سرور کا مہینہ ہے تمام عالم اسلام اس ماہ مبارک
میں میلاد کی خوشیاں مناتا ہے اور عید سے زیادہ فرح و سرور کے لطف
کے لطف اٹھاتا ہے حضور کی تشریف آوری کی خوشی کے سامنے مسلمان ہر ایک
غم کو بھول جاتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظہور پروردگار عالم
کی عظیم ترین نعمت ہے۔ نعمت الٰہی کا ذکر اور اس پر شکر اور اس کی یادگار
قائم کرنا خوشی منانا شریعت میں ثابت ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا اَمَّا
بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو حضرت
موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی یادگار مناتے اور آپ کی فتح کے دن
روزہ رکھتے ملاحظہ فرمایا تو ارشاد کیا نحن احق واولی بموسیٰ منکم
یعنی ہم حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی فتح کی خوشی منانے اور
یادگار قائم کرنے اور شکر بجالانے کے تم سے زیادہ اولیٰ واحق ہیں۔ یو

فرمایا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا اور یادگار قائم کرنے کی ایک سنت قائم فرمادی (رواہ البخاری ومسلم) مسلم شریف کی اور حدیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس روزہ کا حکم فرماتے اور لوگوں کو اس پر ترغیب دلاتے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامر بصیام عاشوراء ویحث علیہ ویتعاھدنا عندہ (رواہ مسلم عن جابر) باوجودیکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہود کی مخالفت فرماتے اور اس کا حکم دیتے تھے لیکن باوجود اس کے یادگار حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا روزہ ترک نہ فرمایا بلکہ صحابہ نے خدمت اقدس میں عرض بھی کیا کہ اس دن کو یہود ونصاریٰ معظم جانتے اور اس کی تعظیم کرتے ہیں اس کے جواب میں بھی یہ ارشاد فرمایا لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع (رواہ مسلم عن ابن عباس وفی روایۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال صوموا التاسع والعاشر وخالفوا الیہود)۔ مخالفت یہود کے لئے ترک صیام گوارہ نہ فرمایا بلکہ اس سے قبل ایک اور روزہ بڑھانا منظور کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محبوبان حق پر جو نعمتیں ہیں وہ یادگار رکھنے کی ہیں ان کا شکر ادا کرنا اور ان کے بعد قرنوں تک ان کی یادگاریں قائم کرنا اور سال بسال جب وہ وقت آئے وہ تاریخ پہنچے اسی وقت اس کی خوشی منانا اور طاعت الٰہی بجالا کر شکر حق ادا کرنا شکر حق ادا کرنا سنت رسول کریم ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ تو بڑی عظیم ترین نعمت ہے۔ جب حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کی نعمت کی یادگار منانا سنت ہو تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت

کی خوشی منانا کیونکر سنت اور موجب رحمت و برکت نہ ہوگا اور ایسی
نعمتِ عظمیٰ کا ادائے شکر مسلمانوں کے لئے کس طرح قابلِ اعتراض ہو
گا خود اس سرورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خاص اپنی ولادت
کے دن یادگار قائم کرنا بروایت صحیح مروی ہے سئل رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم یوم الاثنین فقال فیہ
ولدت فیہ انزل علی (رواہ مسلم عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کو روزہ رکھتے تھے اس کی وجہ د
کی گئی تو فرمایا اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی روز مجھ پر قرآ
پاک نازل کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں نعمتوں کے ا
شکر کے لئے اس دوشنبہ کی تعیین کرنا مسنون ہے غلاموں کے ل
تو آقا کی ولادت کا دن بے اندازہ فرح و سرور کا دن تھا لیکن سرکار
دولت مدار نے خود اس دن روزہ رکھ کر اس دن کی عظمت کو نیا
کیشوں کے لئے مسنون فرما دیا۔ اب ثابت ہو گیا کہ حضور کی ولا
شریفہ کی یادگار اس روز نعمت الٰہی کا شکر، بہجت و سرور مسلما
کا فطری و قلبی جذبہ ہونے کے علاوہ شرعی و دینی طریقہ ا
اور سنت سنیہ ہے اس لئے ماہ ولادت کو روز سعادت
و بہجت یا عید میلاد کہنا شرعاً صحیح ہے۔ وفات کے لفظ
غم و ماتم کی تجدید ہوتی ہے اس کو شریعت مطہرہ نے جائز
نہیں رکھا مکروہ فرمایا ہے لہٰذا بارہ وفات یا ماہ وفات کہ
اور اس نام سے اس دن کو نامزد کرنا اور اسی طرح محافل
میلاد مبارک ذکر وفات داخل کرنا مستحسن نہیں اور اس سے

مسلمانوں کے دل مغموم ہوتے ہیں۔ بلادِ اسلامیہ میں اس دن کی خوشی منائی جاتی ہے اور عید سے زیادہ اس دن کو فرح و سرور کا دن سمجھتے ہیں اور وفات کے نام سے سرورِ قلب و راحت روح کو مکدر کرنا گوارہ نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں کا طریقہ ادب تو ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ وہ اہل اللہ کے تاریخ ہائے وصال کو یوم عرس (روز شادی) کہتے ہیں روز وفات نہیں کہتے۔ جب اولیاء کی جناب میں یہ ادب ہے تو حضرات انبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے روز ولادت کو روز کہنا کس طرح گوارہ ہو سکتا ہے مجمع البحار کے خاتمہ میں علامہ شیخ محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ شهر السرور البهجة مظهر منبع الانوار الرحمة شهر ربيع الاول فانه شهر امرنا باظهار الحبور فيه كل عام فلا نكدره باسم الوفاة فانه يشبه تجديد المأتم وقد نصوا على كراهيه كل عام لسيدنا الحسين مع انه ليس له اصل في امهات البلاد الاسلامية وقد تحاشوا عن اسمه في اعراس الاولياء فكيف به في سيد الاصفياء صلى الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه وبارك وسلم

والله سبحنه وتعالى اعلم

سلطانِ کونین کا ورودِ مسعود

دنیا میں نبوت و رسالت کے روشن ستارے بارہا اپنی تابشوں سے عالم کو منور کر چکے تھے۔ بحر و بر و دشت و جبل اپنی روشنیوں سے بہ عالم نور بنتے رہے تھے۔ مسجدِ اقصیٰ کا مبارک خطہ نبوت کے انوار سے صدیوں چمکا کیا تھا اس کے در و دیوار ربانی تجلیوں سے مشرقستانِ انوار ہوتے رہے تھے۔ شب و روز ملائکہ مقربین کا نزول، رحمت کی بارشیں خداوندی احکام کا پہنچنا معجزاتِ انبیاء کا صدور، مرسلین کی محافل متبرکہ اور ان میں حق و ہدایت کی تعلیم۔ کتب الٰہیہ کی تبلیغ اس بقعۂ پاک کو عجب طرح کی زیب و زینت سے سرفراز فرما چکے تھے۔ مصر و کنعان کے کوچہ و بازار صحرا و کہسار یوسفی جمال اور آسمانی انوار سے خوب جگمگا چکے تھے۔ وادی ایمن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عاشقانہ صداؤں سے گونج رہا تھا۔ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ کے پر ارمان غلغلے نے پہاڑ اور جنگل تک کو مست بنا دیا تھا خبر نہیں اس وقت عالم بالا والوں کا کیا حال ہوگا کوہِ طور کا مقدر اوج پر تھا چرخ بریں کو بھی کبھی یہ دن میسر نہ ہوا فلک باایں رفعت و بلندی اس سے پستی ہی میں رہا۔ طور پر حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج ہوئی جلوۂ محبوب کی ایک جھلک دکھائی گئی حضرت موسیٰ تو محو دیدار ہو گئے۔ عاشق شیدا حسن دلربا کو دیکھ ایسے خود و ارفتہ ہوا کہ اپنی خبر نہ رہی اور پہاڑ تابش جمال کی تاب نہ لایا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔ پہاڑ کے سخت پتھروں نے عاشقانِ صادق کی

طرح یار کا جلوہ دیکھ کر جیب و گریباں تار تار کرنے کی بجائے اپنے دل و جگر کو پاش پاش کر ڈالا ؎

جسم خاک از عشق بر افلاک شد　　کوہ در رقص آمد و چالاک شد
عشق جان طور آمد عاشقا　　کوہ مست و خر موسیٰ صاعقا

طور سینا کے ریزے ریزے کو وصال محبوب کی لذتیں آج تک یاد ہوں گی۔ دریائے نیل بھی ابھی موسوی سطوت و جبروت کو نہ بھولا ہوگا جو پیکر تکبر اور خدائی جھوٹے مدعی فرعون کو غرق کر کے ظاہر فرمائی گئی تھی اور اس کا سپاہ و لشکر، خدم و حشم کام نہ آسکا تھا وہی مرد جوان مرد بکمال الصعلی کی ڈینگیں مارا کرتا تھا ذلت و عجز کی حالت میں امنت رب موسیٰ وھارون کے نعروں سے فریاد کر رہا تھا۔ اعجاز موسوی نے چشم زدن میں فرعونی شوکت کو خاک میں ملا دیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام دریائے نیل پر نافذ تھے جب بھی دریا میں ان کے نیاز مندوں کے لئے خشک سڑکیں بن جاتی تھیں اور ان کا دشمن ڈوب جاتا تھا۔ دولت کے مغرور قارون کو اس کی دولت کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا جاتا تھا۔ بنی اسرائیل کی درخواست پر آسمان سے غذائیں نازل کر کے ان کو تلاش معاش سے بے فکر کر دیا جاتا تھا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے بت پرستوں کے انبوہ میں صدائے حق بلند کی، نمرودی آتش کدہ آپ کی استقامت کی امتحان گاہ بنا۔ آپ کے صبر و ثبات نے دنیا کو متحیر کر دیا۔ کوسوں میں جلنے والی آگ فضل الٰہی سے گلزار ہو گئی۔ عشق الٰہی میں فرزند کی قربانی کے لئے آپ اور وہ فرزند ارجمند یہ تمنا آمادہ ہو گئے۔ مکہ مکرمہ کا مقام ایک بیابان تھا

جہاں نہ سبزہ تھا نہ پانی۔ اسباب زندگانی یکسر مفقود تھے۔ آپ نے یہاں اپنی ذریت کو آباد کیا اور خلق خدا کے قبلہ عبادت (کعبہ معظمہ) کی از سر نو اپنے دست مبارک سے تعمیر فرمائی۔ مکہ مکرمہ کے پہاڑوں کو حضرت ہاجرہ کا دوڑنا اور وہاں کی زمین کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام شدت تشنگی میں زمین پر پاؤں مارنا فراموش نہ ہوا ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات نے اندھوں کو بینا کوڑھیوں کو تندرست مردوں کو زندہ کرکے فلاسفہ کی عقلیں حیران کردیں۔

غرض دنیا میں لگاتار انبیاء علیہم السلام کا ورود ہوتا رہا اور ان کے فیضان صحبت و برکات تعلیم و اعلان حق کا فیض عام جاری رہا۔ ان مقدس ہادیوں کی صدا سے دشت و جبل گونج اٹھے اور کائنات میں خدا پرستی کے علم بلند ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ یہ مبارک زمانے ختم ہوئے۔ ارشاد ہدایت کی تمام مشعلیں دنیا کے مجلس خانہ سے یکے بعد دیگرے اٹھتی چلی گئیں۔ آسمان نبوت کے عالم افروز انجم روپوش ہوئے ظلمت غالب کیا بھیانک تاریکی عالم پر مسلط ہوئی۔ ایک کالی ڈراونی رات میں خلق خدا ٹکریں مارتی پھرتی تھی اس جہانگیر اندھیرے میں معبود کے طلب گار شیطان کے دام تزویر میں پھنسکر بتوں کے پرستار ہو گئے۔ کعبہ معظمہ جیسے مقدس معبد بتخانہ میں صدہا بت رکھے گئے اور دھڑلے سے بت پرستی ہونے لگی۔

حرام و حلال کا فرق و امتیاز اٹھ گیا۔ جور و ستم کی گرم بازاری ہوئی تھی، غارت، بے شرمی و بے حیائی کا دور دورہ ہوا۔ انسان درندہ صفت بلکہ درندوں سے بھی بدتر ہو گئے۔ دلوں پر وہ اندھیرا چھایا کہ سفیدی

کا ایک نقطہ بھی باقی نہ رہا۔ زمین کفر و شرک کی نجاست سے گندی ہو گئی اہل عرب نے بتوں کو معبود بنایا۔ اپنی لخت جگر بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا دین ٹھہرایا۔ زمین میں فساد انگیزی ان کی عادت اور خونریزی طبیعت بن گئی۔ تجارت کی بجائے لوٹ مار رائج ہوئی اہل فارس آتش پرستی میں گرفتار ہوئے۔ ماؤں تک کے ساتھ انھوں نے بدکاری روا رکھی۔ ترک شہر ویران کرتے، خلق خدا کو سخت ترین ایذائیں پہنچاتے اور بت پرستی کرتے تھے۔ اہل ہند مخلوق پرستی کے شیدا تھے۔ بیوہ شوہر کے ساتھ جلا دیتے تھے۔ یہود کتب الٰہی کی تحریف اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تکذیب میں مشغول تھے۔ نصاریٰ حلول و تثلیث کے باطل معتقدوں کے پابند۔ غرض دنیا کا ہر طبقہ اور روئے زمین کا ہر خطہ تاریک ہو رہا تھا۔ ہر طرف کفر و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ کعبہ معظمہ اور بیت المقدس کے در و دیوار اس غم میں خون در دل تھے۔ حرم شریف فریاد کر رہا تھا بیت اللہ ہمہ تن آنکھ بنکر اس مقدس آنے والے کی راہ تک رہا تھا جس کے قدم پاک کے ساتھ اس کی عزت وعظمت، حق کا ظہور خلق کی صلاح و درستی وابستہ تھی صفا و مروہ گردنیں اٹھائے ہوئے اس ہادی اعظم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رستہ دیکھ رہے تھے جس کی تشریف آوری کا مژدہ مسیح و خلیل ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام دیتے چلے آئے تھے۔ سرزمین حجاز کا ذرہ ذرہ محبوب حق کے قدموں سے پامال ہونے کی تمنا میں دل پر ارمان بنا ہوا تھا۔ زمزم کا دل جو ایک بحر جود و کرم کی یاد میں پانی پانی ہو رہا تھا۔ بیت المقدس کی آنکھیں اس مقتدائے عالم کا انتظار کر رہی تھیں جس

سے ورود سے اس کی دوبارہ آبادی متوقع تھی اور جو اس میں گروہ پاک
انبیاء کی امامت فرمانے والا تھا۔ لیلیٰ کا ہر سنگریزہ اس عالم نواز ربانی
انور کی قدم بوسی کا تمنائی تھا جس کی جلوہ افروزی کا غلغلہ ابتدائے عالم
سے تمام دنیا میں مچا ہوا تھا اور جس کے انتظار نے لاکھوں امیدواران
جمال کو مضطر و بے تاب بنا دیا تھا۔ ہاں موجودہ زمانہ کی شب تاریک
کی سیاہ کملی جس آفتاب صدق و صفا کی نور افشانی سے پارہ پارہ ہونے والی
تھی، آسمان و زمین اس کے منتظر تھے۔ وہ نورِ الٰہی جس کے صدقہ میں کونین
کو ہستی عطا ہوئی اور جس کا نام پاک عرش و جنت میں ہر جگہ مکتوب ہے، ہر
غرفہ ہر قصر پر حوروں کے سینوں پر طوبیٰ و سدرہ کے پتے پتے پر، ملائکہ کی آنکھوں
وہ محبوبِ حق جس کے صدقہ میں تمام عالم کرم الٰہی سے بہرہ اندوز

۱؎ حدیث:- حاکم اپنی صحیح میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے
ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضور انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی عرش پر
مکتوب دیکھا اور حضرت حق تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم سے فرمایا لولا محمد ما خلقتک
حبیب انور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آفرینش منظور نہ ہوتی تو اے آدم میں تجھ
پیدا نہ کرتا۔ مواہب میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ساق عرش پر جنت کے ہر
مقام پر، ہر قصر، ہر غرفہ پر، حوروں کے سینوں پر طوبیٰ و سدرہ کے پتوں پر حجابوں کے اطراف
پر، ملائکہ کی آنکھوں پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک اللہ تعالیٰ کے نام
پاک کے ساتھ لکھا ہوا دیکھا عرض کیا یا رب یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں ارشاد ہوا کہ یہ تمہارے فرزند ہیں وہ
فرزند کہ اگر وہ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا حضرت آدم نے عرض کی یا رب اس فرزند ارجمند کی
حرمت سے اس والد پر رحم فرما۔ ندا آئی کہ اے آدم اگر تم آسمان والوں اور تمام زمین والوں کی
مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفیع لاتے تو ہم وہ شفاعت قبول فرماتے

ہو اور اس کی شفاعت اہل سماوات و ارض کی کامیابی کا ذریعہ ہو وہ خلیفہ مطلق[1] جس پر ایمان لانا انبیاء سابق اور انکی امتوں پر لازم کیا گیا ہو وہ راحت القلوب جسکا نام نامی عرش الٰہی کے اضطراب کے لئے تسکین کا تعویذ ہو۔ وہ عزت و جاہ[2] کا سلطان جس کے اظہار شان کیلئے

---

[1] ابو الشیخ و حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ وحی فرمائی کہ تم حضور پر نور سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو ان پر ایمان لانیکا حکم دو اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا نہ جنت و نار کو میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا۔ وہ مضطرب رہا۔ میں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مکتوب فرمایا تو اسکو سکون ہوا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح بتایا ۱۲

[2] دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کی حضور فرماتے ہیں میرے پاس جبریل امین آئے انہوں عرض کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر آپ نہ ہوتے میں جنت کو پیدا نہ کرتا اگر آپ نہ ہوتے میں نار کو مخلوق نہ فرماتا۔ ابن عساکر نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت جبریل نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کا رب کریم آپ سے فرماتا ہے کہ میں نے ابراہیم کو خلیل بنایا تو آپ کو حبیب بنایا اور میں نے کوئی مخلوق اپنی بارگاہ میں تے اپنی بارگاہ میں کوئی مخلوق آپ سے گرامی تر پیدا نہیں کی اور میں نے دنیا اور دنیا والوں کو اس لئے پیدا کیا کہ انہیں آپ کی کرامت و منزلت سے واقف کر دوں جو آپکو میرے دربار میں حاصل ہے آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

دنیا بنائی گئی ہو۔ وہ حق کا نور رخشاں جو آدم علیہ السلام کی پیشانی پر آفتاب کی طرح چمکا ہو اور اسی کی وجہ سے ملائکہ سے حضرت آدم کو سجدہ کرایا گیا ہو۔ وہ نور پاک جو حضرت شیث کی پیشانی میں نمایاں ہوا وہ سید الطاہرین جس کے لئے حضرت آدم علیہ السلام نے یہ وصیت فرمائی کہ یہ نور نسلاً بعد نسل مطہرات کو تفویض کیا جائے (رواہ ابن عباس)۔ وہ آفتاب جہانتاب جس نے طوفان کے وقت حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی میں جگمگا کر کشتی والوں کی تسکین فرمائی اور جس وقت حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے ان کی جبین سے ظہور فرما کر آتش نمرود کو ٹھنڈا کیا وہ خدا پرستی کے آئین جاری فرمانے والا جس کے لبیک پکارنے کی آواز اس کے جد الیاس کی پشت سے سنی جاتی تھی وہ آسمان نبوت کا نیر اعظم جس کے نور کی روشنی اس کے آباؤ اجداد خزیمہ مدرکہ نزار معد عدنان عبد مناف ہاشم عبد المطلب وغیرہم کے ناصیوں اور جبینوں میں جگمگاتی تھی اور امم سابقہ کے علماء و احبار اس کو دیکھ آداب و تعظیم بجالاتے، دست بوسی کرتے اور اس تاجدار کی تشریف آوری کے مژدے سناتے حوائج و ضروریات میں اس نور پاک کی وساطت سے دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے تھے شجر و حجر تک اسکو پہچانتے اور اس پر سلام عرض کرتے تھے۔ عالم میں اس کی تشریف آوری جلوہ افروزی کی دھوم مچ رہی تھی۔ انبیاء علیہم السلام کی بشارتوں نے دنیا کو محو انتظار بنا دیا تھا۔ آثار و خوارق کے ظہور نے شوق کے ولولے تیز کر دیئے تھے احبار و رہبان پیہم خبریں دے رہے تھے۔ جہان میں ایک غلغلہ بلند تھا۔ ہر زبان پر یہی ذکر یہی تذکرہ تھا اور جس طرح آفتاب کے طلوع سے

پہلے صبح صادق نمودار ہو کر خورشید کی عالم آرائی کی خبر دیتی ہے۔ اسی طرح غیبی انوار نمودار ہو ہو کر آفتاب جہاں کے طلوع کا مژدہ دے رہے تھے، در و دیوار چمک اٹھے تھے، ہوائیں بدل گئی تھیں۔ زمین میں نئی زندگی کے آثار پیدا ہو چلے تھے۔ خشک سالی کی جگہ مرفہ الحالی سے لے لی تھی۔ خشک صحرا سرسبز و شاداب ہو گئے تھے۔ بھیڑ سیر اور دبلے فربہ نظر آرہے تھے، دنیا کی کایا پلٹ رہی تھی جہاں کا نقشہ تبدیل ہو رہا تھا۔

جب وہ ماہ چرخ نبوت اپنے منازل طے فرما کر منزل آخر میں پہنچا اور آباؤ اجداد کی پیشانیوں کو مطلع الانوار بنا کر والدہ ماجدہ کو تفویض ہوا یہ شب تھی کہ آسمانی انوار نے زمین کو عالم نور بنا دیا تھا۔ امنگوں کے سمندروں میں سرور کی موجیں اٹھ رہی تھیں ملائکہ رحمت کا نزول تھا۔ روحانیات ایک دوسرے کو مژدے دے رہے تھے۔ وحوش و طیور شادمانی کر رہے تھے۔ بے زبان جانوروں کی زبانیں فصاحت کے ساتھ کھل گئی تھیں۔ اور وہ سلطان کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد میں عجیب سرور انگیز ترانہ سنجی کر رہے تھے۔ اس شب میں کشور کشائے نبوت و رسالت کی شہنشاہانہ سطوت کا یہ ظہور ہوا کہ تمام روئے زمین کے سلاطین کے تخت اوندھے ہو گئے۔ تمام جہاں میں کوئی ایسا بتکدہ نہ تھا۔ جس کے بت آج کی شب منہ کے بل اٹھ نہ گر گئے ہوں۔ حضرت آمنہ خاتون نے اس نور پاک کی روشنی میں بصرہ و شام تک کی عمارتیں ملاحظہ فرمائیں اس سے معلوم ہوتا تھا کہ مبارک آنے والا اس عظمت و شان کا آنے والا ہے کہ اس کی تشریف آوری سے باطل کا تختہ الٹ جائیگا اور علوم کے سمندر دنیا میں موجزن ہو جائیں گے۔ جس کے نور کی جھلک سے ممالک بعیدہ صاف نظر آنے لگے۔ جب وہ

بے حجاب ظہور فرمائیگا یقیناً تمام عالم کو علوم و حکم سے معمور فرما دیگا۔ اس کی تجلی جس دل کو نصیب ہوگی وہ آئینہ سکندر و جام جم کے قصوں کو شرما دے گا سلاطین کے تختوں کا الٹ جانا اور تمام بتخانوں میں بتوں کا اوندھے منہ گر پڑنا ایسی بات نہ تھی جس سے دنیا کی آنکھیں نہ کھلتیں، عالم میں تہلکہ مچ گیا ایک طرف تو تاج و تخت والے حیرت میں مبتلا ہوئے انہیں فکر ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہے دوسری طرف بت پرستی کے معلموں اور سرداروں کی آنکھیں کھلیں اور ان کے سامنے ایک عجیب انداز کا درس، عبرت آیا کہ عمر بھر جن کو پوجتے اور معبود اعتقاد کرتے رہے۔ انکی اس ذلت و بیچارگی کا کیا سبب ہو ارباب حکومت و سلطنت نجومیوں اور کاہنوں کی طرف دوڑے اور علماء اہل کتاب کو تلاش کر کر کے انکے دروازے کھٹکھٹانے لگے۔ پوجاریوں نے بتوں کے واقعات کو قوم میں بصیرت پیدا ہونے کے اندیشہ سے جہاں تک ممکن ہو سکا چھپانے کی کوشش کی مگر خود اس راز کی جستجو میں بے قرار ہو کر جا بجا ٹکریں مارتے پھرتے نجومیوں اور کاہنوں نے کہا کہ یہ آخری پیغمبر کے ظہور کی نشانیاں ہیں جس کی تشریف آوری کا وقت بہت نزدیک آ گیا ہے۔ اس کا دین بت خانوں کو ویران اور بت پرستی کو باطل کرے گا حکومتیں اور سلطنتیں اس کے سامنے پست ہو جائینگی۔ کوئی قوت کوئی طاقت اس کے دین کو روک نہ سکے گی۔ علماء اہل کتاب یہ خبر سنتے ہی اچھل پڑے انہوں نے کہا کہ یہ اسی نور الٰہی کے ظہور کے آثار ہیں۔ جس کا کتب سابقہ میں ذکر ہے اور جس کے انتظار میں آرزومندان جمال نے گھڑیاں گن گن کر کاٹی ہیں۔ جس کے عالم افروز جلوے جہاں سے کفر و ضلالت کی تاریکی کو دفع کریں گے۔ وہ عدل و داد کے قوانین جاری کریگا۔ ظلم و ستم

اور ہر قسم کی بدکاری کو دور کریگا۔ زمین کو طاعت الٰہی سے بھر دیگا ہر بلندی پر اس کا نام پکارا جائیگا۔ روئے زمین کے چپہ چپہ پر اس کا دین پہنچ کر رہیگا۔ کوئی قوت اس کو روکنے میں کامیاب نہ ہوگی۔ بڑی بڑی سلطنتیں اس کی سطوت سے مٹ جائیں گی۔ جاہل قومیں عالم بنیں گی۔ وحشی اقوام تہذیب و اخلاق اور معرفت و پرہیزگاری کے خزانے حاصل کریں گی۔

تری و خشکی میں میدان و کہسار میں شہر و قریہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی خبر مشہور ہوئی ہر مجلس میں یہی چرچا تھا۔ انتظار کی ساعتیں کاٹنا دشوار ہو گیا۔ حمل کے ایام خوبی سے گزرے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کو کسی قسم کی تکلیف کسی طرح کا بار محسوس نہ ہوا۔ ابھی آپ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس ودیعت و امانت تھے کہ والد ماجد نے وفات پائی۔ ملائکہ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی یارب تیرا نبی یتیم ہو گیا۔ اس کے پدر مہربان کا سایہ اٹھ گیا۔ ارشاد الٰہی ہوا ہم خود اس کے حافظ و ناصر، ولی و نگہبان، حامی و کافی، معین و رازق ہیں تم اس پر درود پڑھو اور اس کے نام سے برکت حاصل کرو۔ اس ارشاد میں ملائکہ کو بتایا گیا کہ تمہارا خیال ہے کہ یتیم بےکس ہوتا ہے۔ مگر یہ حبیب یتیم ہو کر بیکس نہیں بیکسوں کا فریادرس ہے۔ عالم کی حاجت روائی کا سہرا اس کے سر ہے۔ ملائکہ مقربین تک کو اس کے نام پاک سے برکت حاصل کرنا چاہیئے

ولادت مبارکہ

اب ولادت با سعادت کا زمانہ قریب آیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعزہ واقارب کو جو اس بادشاہ عرش بارگاہ کی خدمت کا شرف پانے والے تھے۔

اور دوسرے اور اعیان و اشراف، علماء و احبار امراء و سلاطین کے خواب ہوئے جن میں اس مہر انوار کے طلوع کی خبریں دی گئیں۔ رہبان و احبار نے شب ولادت کی اطلاعیں دیں اور بتایا کہ آج ہی کی شب، شب ولادت ہوگی۔ علماء یہود نے وہ ستارہ پہچانا جو ام سابقہ کو اس سلطان ذی شان کے ظہور کی علامت بتایا گیا تھا۔ مکہ مکرمہ میں اہل کتاب کی جماعتیں کی جماعتیں رات بھر اس جستجو میں ہر گلی کوچہ کا چکر لگاتی رہیں تاکہ معلوم کریں کہ محبوب حق کس سعادت مند کے گھر کو اپنے عالم افروز جلوہ سے منور اور کس خطہ خاک و حصہ زمین کو اپنے قدم ناز سے بہرہ ور فرماتا ہے۔ آسمانی اور غیبی انوار نے آفاق کو بھر دیا۔ فرش زمین عرش بریں کی روشنیوں سے جگمگانے لگا۔ آسمانی ظاہر با شیدائے زمین ہوئے، فلک کے نور پیکر انجم و اختر اس قدر قریب ہوئے جس سے دیکھنے والوں کو خیال ہوا کہ گر ہی پڑیں گے۔ کارکنان عالم غیب نے تین علم نصب کئے ایک کعبہ معظمہ پر ایک مشرق میں ایک مغرب میں۔ تاکہ معلوم ہو کہ ختم رسالت کے تاجدار کی حکومت کعبہ شریف سے ظاہر ہو کر تمام عالم میں پہنچے گی اور مشرق و مغرب میں انہیں کا سکہ رائج انہیں کا علم بلند رہے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی خدمت کے لئے جنتی بی بیاں آئیں جن کے چہرے چاند سے زیادہ چمکتے تھے۔ وہ مصروف خدمت ہوئیں اور انہوں نے بہشتی شربت پیش کیا اور عرض کرتے لگیں بسم اللہ تشریف لائیے اے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت عبدالمطلب کو آثار و قرائن سے بھی معلوم تھا، کاہنوں نے بھی خبریں دی تھیں، خوابوں سے بھی پتہ چلتا تھا آج کی رات بخت کی بیداری اور طالع کی ارجمندی کی رات ہے وہ امیدوں کا ہجوم لیکر بیت اللہ شریف میں حاضر ہوئے اور کعبہ معظمہ کے

طواف میں مشغول ہو گئے۔ نور بھری رات کی خیر و برکت والی ساعتیں محبوب کی آمد پر قربان ہوتی چلی گئیں، صبح صادق کا سہانا اور دل لبھانے والا آیا خوش الحان طیور نے غایت سرور سے نغمہ سنجی شروع کی عطر بیز خوشبوؤں نے دماغ معطر کئے کعبہ معظمہ کے در و دیوار جنبش میں آئے۔ بت اوندھے منہ گرے شیاطین کے تخت الٹ گئے، ضلالت کی شب دیجور کا پردہ چاک ہوا، صدق و صفا کی صبح صادق نے جلوہ کیا۔ حق و ہدایت کے آفتاب عالمتاب نے بے نظیر جاہ و جلال بے مثل حسن و جمال کے ساتھ اپنی طلعت مبارکہ سے حجاب اٹھایا، طیب و طاہر، زکی و نظیف عالم کے سلطان، خدا کے محبوب، ہمارے آقا، سرور انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحن عالم میں قدم رکھا۔

ولو الحبیب و مثلہ لا یولد ولد الحبیب و خدہ یتورد

ولد الحبیب مطیبا و مکحلا فالنور من وجناتہ یتوقد

نخل قدش کہ از چمن جاں بر آمدہ شاخ گلے بصورت انساں بر آمدہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وبارک وسلم۔ مکہ مکرمہ کا ذرہ ذرہ معدن انوار بن گیا کعبہ شریف کے در و بام ایوان جلیل نظر آنے لگے حضرت عبد المطلب کو خبر دی گئی۔ سنتے ہی سجدہ میں گر پڑے۔ پھر آکر روئے منور کی زیارت کی، تمناؤں کے ساتھ گود میں لیا اور کعبہ مقدسہ میں لے جا کر دعا کی۔ سید انبیاء نے دنیا میں آتے ہی سجدہ کیا اور انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کی نظر انور جانب سما اٹھائی، زبان معجز بیان سے اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا فرمایا۔ دولت سرائے اقدس کا گوشہ گوشہ نور سے بھر گیا۔ اس وقت ایسا نور

ساطع ہوا کہ والدہ ماجدہ نے مشرق و مغرب کا معائنہ فرمایا اور بصرہ و شام کے وہ محل و بازار انکے سامنے ظاہر ہوئے۔ آپ کے چچا حضرت عباس اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں ؎

وانت لما ولدت اشرقت ال ۔۔۔ ارض وضاءت بنورک الافق
فنحن فی ذلک الضیاء وفی النور ۔۔۔ وسبل الرشاد نستبق

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں نے کعبہ مقدسہ میں دیکھا کہ حضور کی ولادت کے وقت بت سجدہ میں گر گئے اور کعبہ کی دیواروں سے یہ آوازیں آنے لگیں

ولد المصطفٰے المختار ۔۔۔ الذی تہلک بیدہ الکفار
ویطہر من عباد الاصنام ۔۔۔ ویامر بعبادۃ الملک العلام

کعبہ معظمہ آپ کی ولادت شریفہ سے تین روز تک جنبش میں رہا۔
نوشیرواں کے مکان میں زلزلہ آیا اور ایک آواز دہشتناک پیدا ہوئی اور چودہ کنگرے گر گئے۔ آتش خانہ فارس کی ہزار ہا سالہ آگ ایک دم بجھ گئی دریائے ساوی کا پانی خشک ہو گیا اور بہت عجائب و غرائب ظہور میں آئے

لمولدہ ایوان کسری تشققت ۔۔۔ مبانیہ والختلت علیہ شئونہ
لمولدہ خوت علے شرفاتہ ۔۔۔ فلا شرف للفرس یبقی حصینہ
لمولدہ نیران فارس اخمدت ۔۔۔ فنورہم اخمادہ کان حینہ
لمولدہ غاضت بحیرۃ ساوۃ ۔۔۔ واعقب ذالک المحو تشینہ
کان لم یکن بالامس ریا الناھل ۔۔۔ وورد العیون المستھام معینہ

محفل میلاد مبارک

سپاس گزاری انسان کی بہترین صفت ہے اور شکر الٰہی بجا لانا عین سعادت اور

اعدا پر حضرت کریم کارساز کی طرف سے مزید نعمت کا وعدہ لئن شکرتم لازیدنکم اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری یقیناً عظیم ترین نعم الٰہیہ قال اللہ تعالیٰ واذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ان سب سے بالاتر نعمت کہ پروردگار عالم نے اپنے بندوں پر اس کی منت رکھی لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیکم رسولا من انفسہم الآیہ اور نعمت کی تحدیث اور اس کا ذکر مامور بہ اما بنعمۃ ربک فحدث تو محفل میلاد شریف تحدیث نعمت الٰہیہ اور موجب برکت و رحمت ثابت ہوئی اور اس کے استحباب پر قرآن پاک کی آیات مذکورہ دال ہیں وقت ذکر ولادت قیام کرنا بے شک مستحب ہے کیونکہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور آپ کی تعظیم شرع میں مطلوب وتعزروہ وتوقروہ۔ ائمہ دین اس مجلس کو منعقد کرتے چلے آئے ہیں۔ سیرۃ حلبی میں ہے کہ حضرت امام سبکی یہاں مجمع کثیر علماء عصر کا تھا ایک نعت خوان نے یہ اشعار پڑھے

قلیل لمدح المصطفی الخط بالذہب ۔ علی ورق من خط احسن من کتب
وانتھض الاشراف عند سماعہ ۔ قیاما صفوفا او جثیا علی الرکب

یہ سنکر امام سبکی نے قیام کیا اور تمام مجلس انکے ساتھ کھڑی ہو گئی امام ابو شامہ استاد امام نووی نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں کیا خوب بدعت حسنہ ہے جو سالانہ حضور کے میلاد مبارک کے دن محفل میلاد قائم کرکے صدقات دے کر نیکیاں کرکے زینت و سرور کے اظہار کے ساتھ کی جاتی ہے اس میں فقراء پر احسان کرنے کے ساتھ ساتھ مجلس کرنے والے کے دل میں

حضور کی محبت و توقیر کا ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو پیدا کر کے جو بندوں پر احسان فرمایا اس کا یہ شخص شکر گزار ہے امام سخاوی نے فرمایا کہ مولود شریف کی محفلیں قرون ثلثہ کے بعد پیدا ہوئیں اور اس وقت سے ہر شہر و دیار اور تمام اقطار میں مسلمانوں کا مشغول رہیں کہ اس روز مسلمان مجلسیں منعقد کر کے طرح طرح کے تصدق کرتے ہیں مولود شریف پڑھواتے ہیں اور اس کی برکت سے فضل عظیم پاتے ہیں ملا ابن جوزی نے کہا کہ مولد شریف کی خاصیت یہ ہے کہ اس کی برکت سے سال بھر امن رہتی ہے اور مرادیں حاصل ہوتی ہیں۔ بادشاہوں میں سب سے پہلے یہ مجلس ملک ابو سعید صاحب اربل نے منعقد کی اور اسی کیلئے حافظ ابن وحیہ نے ایک کتاب التنویر فی مولد البشیر النذیر تالیف فرمائی۔ جس پر بادشاہ نے ہزار دینار انعام دیئے۔ یہ بادشاہ ربیع الاول میں میلاد شریف کی ایک عظیم الشان محفل منعقد کرتا تھا، خود عالم تھا عادل تھا، صاحب اخلاق حسن اور نہایت بزرگ شخص تھا۔ مدت دراز تک بادشاہ رہا۔ سبط ابن جوزی نے مراۃ الزمان میں کہا ہے کہ مجھے شاہ اربل کی محفلوں میں شریک ہونے والوں سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اہل محفل کی مہمانی کیلئے جو سامان کیا تھا اس کا اندازہ اس سے ہوتا تھا کہ پانچ ہزار راس بکری دس ہزار مرغ ایک لاکھ زبدیہ تیس ہزار طباق حلوہ ہوتا ہے اور مولود میں اکابر علماء و صوفیا حاضر ہوتے تھے۔ انہیں خلعتیں دی جاتی تھیں۔ اور اس مجلس پر تین لاکھ دینار خرچ کئے جاتے تھے۔ حافظ ابن حجر محدث نے محفل مولود مبارک کیلئے حدیث صحیحین سے اصل ثابت کا استخراج کیا وہ حدیث یہ ہے جو بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ

تشریف لائے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہود دسویں محرم کو روزہ رکھتے ہیں۔ وجہ دریافت کی تو یہودیوں نے کہا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی۔ ہم اسکے شکر میں روزہ رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء پر جو نعمتیں ہوئیں انکی یادگار قائم کرنا اور ان پر شکر الٰہی بجا لانے کا خوگر ہونا اور ان ایام میں حسنات و خیرات کرنا اس حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ یہود کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس نعمت پر شکر ادا کرنے کے تم سے ہم زیادہ مستحق ہیں۔ دوشنبہ کے روز ولادت مبارکہ کی خبر سن کر ابولہب کافر نے اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کر دیا کیونکہ اس نے حضور کی ولادت کی بشارت سنائی تھی۔ اتنی خوشی کرنے پر ابولہب کو باوجود اسکے کفر کے یہ جزا دی گئی کہ دوشنبہ کے روز اس کے عقاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے اور جن انگلیوں کے اشارے سے اس نے خبر لانے والی لونڈی کو آزاد کیا تھا۔ ان انگلیوں کے ذریعہ سے اس کو پانی پینے کے لئے ملتا ہے۔ اگرچہ وہ جہنمی ہے۔ تو جو مسلمان حسن عقیدت کیساتھ حضور کی ولادت کی خوشی منائیں انکو بارگاہِ الٰہی سے کیا کچھ نہ ملیگا۔ اسی وجہ سے تمام عالم میں میلاد شریف کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں اور مسلمان خوشیاں مناتے اور برکتیں حاصل کرتے ہیں لیکن وہابیوں کو اس سے بہت صدمہ ہوتا ہے اور وہ ناچوں اور تھیٹروں کو بھی اتنا برا نہیں جانتے جتنا کہ میلاد مبارکہ کی محافل متبرکہ کو برا سمجھتے ہیں۔

ولادت شریف کے وقت بھی شیاطین کے تخت الٹ گئے تھے اور حضور کی رونق افروزی کا وقت ان کی تباہی و بربادی کا وقت تھا۔ آج بھی اگر نجدیوں کے دماغ سے ذکر پاک سے رنجیدہ ہوں تو کچھ تعجب نہیں۔

دورِ حاضر میں سیدِ عالم کے معجزات کا ظہور

اس آفتاب حق و ہدایت کی تجلیوں پر قربان جس کی پر نور شعاعیں تیرہ سو برس کے بعد آج بھی جلوۂ بے مثالی دکھا رہی ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وبارک وسلم)۔ اس نیرِ اعظم رسالت کے صدقے جس کے معجزات کی روشنیاں صدیوں دور پڑی ہوئی مخلوق کی رہنمائی فرما رہی ہیں (علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلاۃ وسلام) صدیوں کے انقلاب اور لیالی و ایام کے دور سے دنیا میں بڑے بڑے عظیم الشان انقلاب ہوئے سلطنتیں پیدا ہوئیں، بڑھیں اور فنا ہو گئیں۔ قومیں ترقی کے میدانوں میں سبقت کے نیزے لے گئیں۔ ان کی شوکت و شان کے پھریرے اڑے۔ پرچم لہرائے اور آخر نیست و نابود ہو گئیں۔ سر بفلک عمارتوں کا نام و نشان نہ رہا، لق و دق صحرا آباد ہو گئے۔ شہر و آبادیاں ویران ہو کر سنسان جنگل بن گئیں سب کچھ ہوا اور بڑے بڑے آثار مٹ گئے اور دنیا نے صدہا پلٹے کھائے مگر اس حسن دل افروز کے فدا جس کی ملاحت میں فرق نہ آیا اس کعبۂ حسن و جمال پر نثار جس کے شیدائیوں کا دلولۂ نیاز مندی کم نہ ہوا، دنیا بدل گئی، تاریخوں میں واقعات و نقل کی حکایات بھی دفتر پارینہ بن گئے۔ مگر وہ حسن لازوال قابل ستائش ہے۔ جس کی ادائیں ہمیشہ دل نوازی کرتی رہیں۔ عہد نبوت کو تیرہ سو صدی سے زائد زمانہ ہو چکا لیکن آج بھی تاجدار نبوت و رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے معجزات باہرہ کا ظہور جو ہو رہا ہے۔ آنکھ والے دیکھتے ہیں اور ان کے ایمانوں کو قوت ہوتی ہے اور ید معاند تو عہد پاک میں بھی محروم ہی رہے۔

غیب کی خبریں:۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات باہرہ میں سے اخبار بالغیب بھی ایک معجزہ ہے۔ غیب کی بہت خبریں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی بیان فرمائیں جن کی تصدیق زمانہ اقدس دیکھنے والوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ اس کی نسبت حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

فان کان فی الیوم مقالۃ غائب ٭ فتصدیقہا فی ضحوۃ الیوم او غد

یعنی اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کوئی غیب کی خبر فرماتے ہیں تو اسی روز چڑھتے دن یا اگلے روز اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ اس معجزہ کا اس کثرت سے ہوا اور غیبی اخبار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک نے اس کثرت سے ظہور ہوا کہ کفار کے ذہنوں میں یہ بات راسخ ہو گئی کہ غیبی خبریں دینا منصب نبوت کا ایک خاص کام ہے اور اسی لئے وہ بار بار خدمت اقدس میں حاضر ہو ہو کر غیب کی باتیں دریافت کرتے تھے کبھی ان کے جواب میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ میرا کام صرف حلال وحرام کا بیان اور عربی عبارت کی تعلیم اور صفات الٰہی کے ذکر پر تمام ہو جاتا ہے۔ غیبی خبریں دینا کچھ ہمارے منصب کے لئے ضروری نہیں ہے بلکہ جب انہوں نے کوئی سوال کیا اس کا تشفی بخش جواب دیا گیا۔ ابوجہل سنگ ریزے ہاتھ میں چھپا کر لاتا ہے اور دریافت کرتا ہے کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ تو اس کا جواب دینے سے انکار نہیں فرمایا جاتا پتہ بتا دیا جاتا ہے کہ سنگریزے ہیں ان کی تعداد اتنی ہے۔ ان سے اپنی رسالت کی شہادت سنوادی جاتی ہیں اور بدر میں مرنے والوں کے نام اور ان کی موت کے مقام معین فرما دئے جاتے ہیں، زمین پر نشان لگا دیئے جاتے ہیں اور جن کے لئے جس جگہ

معین فرمائی وہ وہیں مرتا ہے۔ اس سے خطا نہیں کرتا۔ اسی طرح رات دن ہزارہا واقعات بیان فرمائے جاتے تھے جس سے دنیا کو رائے قائم کرنے کا موقع ملتا تھا کہ یہ زبان غیبی واقعات بیان فرماتی ہے اور کبھی خطا نہیں کرتی وہ اگر آخرت کے حالات بیان فرمائے تو ضرور قابل اطمینان ہیں۔ اس تسکین کے ساتھ سرکار ابد قرار نے اپنے زمانہ پاک ہی کی مخلوق کو مختص نہیں فرمایا بلکہ بعد میں آنے والوں کے لئے بہت سی خبریں ارشاد فرمادیں جو ہر عہد کے مسلمان اپنے اپنے وقت میں دیکھتے چلے آئے اس زمانہ کے متعلق بھی احادیث میں بکثرت خبریں ہیں جنکا ظہور بالکل اسی طرح ہو رہا ہے جس طرح ارشاد فرمایا ہے۔ اگر وہ تمام خبریں درج کی جائیں تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے اس وقت میں جس مدعا کے درپے ہوں اس سے تعلق رکھنے والی ایک خبر درج کرتا ہوں۔

امام احمد والبوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و بیہقی نے حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا الفین احدکم متکیا علی اریکتہ یاتیہ الامر من امری مما امرت بہ او نھیت عنہ فیقول لا ادری ما وجدنا فی کتاب اللہ اتبعناہ۔ اسی مضمون کی ایک دوسری حدیث ابوداؤد و دارمی ابن ماجہ نے مقدام ابن معدیکرب سے روایت کی۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وانما حرم رسول اللہ

کما امرہم اللہ الحدیث۔

ان دونوں حدیثوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس فرقہ کی خبر دی جو احادیث رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار کرے گا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس فرقہ کی ابتداء ایسے شخص سے ہوگی جو مالدار ہوگا متکبر و مغرور ہوگا اس خبر کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو متنبہ فرمایا کہ اس گمراہ کے کہنے میں نہ آئیں اور حدیث رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ چھوڑیں کہ حضور کی حدیث بھی وحی ہے۔

صدہا برس یہ حدیث روایت ہوتی رہی اور مسلمان سمجھتے رہے کہ آخر زمانہ میں کوئی ایسا وقت بھی آئیگا جبکہ کوئی مدعی اسلام یہ آواز بلند کرے کہ فقط قرآن پاک کو مانو حدیث کا اعتبار نہ کرو لیکن یہ خبر ہمارے زمانہ میں پوری ہوئی اور عبداللہ چکڑالوی نے اہل قرآن نامی ایک فرقہ نکالا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح خبر دی تھی بعینہ ویسا ہی ہوا کہ اس مغرور و متکبر نے احادیث کا انکار کیا اور اب اس کا فرقہ طرح طرح سے مسلمانوں کو غلطی میں ڈالنے اور احادیث سے منحرف کرنے کی فکریں کر رہا ہے۔ رسالہ نگار جو لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔ وہ بھی اسی فرقہ کا ایک آرگن ہے اور انہیں خیالات کا پھیلانا اس نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ اور اس فرقہ کے دوسرے لوگ بھی اخباروں اور رسالوں میں اسی قسم کے مضمون شائع کرکے مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں چنانچہ پانچویں اکتوبر ۱۹۲۹ء کے رسالہ تہذیب نسواں میں بھی اسی قسم کا مضمون شائع کیا گیا ہے۔ اس قسم کے مضامین خود حدیث شریف کی تصدیق اور حضور کے اخبار بالغیب کا ایک ظہور ہیں اور اس وجہ سے وہ اپنے بطلان کی خود دلیل ہیں مگر یہ رسالے مسلم

حلقوں، مسلم جماعتوں میں مسلم لائبریریوں میں، مسلم کلبوں میں، مسلم زنانہ مدارس میں جاتے ہیں۔ کم علم نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ان کو دیکھتے ہیں اس سے ان کے دین میں خلل آتے اور عقائد فاسد ہونے کا قوی اندیشہ ہے مسلمان ایسے رسالوں کی اشاعت یکدم بند کر دیں۔ خریداروں خریداری چھوڑ دیں مفت بھی نہ لیں۔ اپنی لائبریریوں کلبوں، مدرسوں میں نہ آنے دیں

علماء دین:۔ علماء دین بیدار ہوں اور اس فتنۂ عظیمہ کا ابتداء ہی سے سدباب کریں اپنی تقریروں سے، تحریروں سے مسلمانوں کو ایسے رسالہ کے مطالعہ سے روکیں، یہ ان کا اہم ترین فرض ہے۔

اس موقع پر سستی اور سہل انگاری سے کام نہ لیا جائے۔ علماء پر فرض ہے کہ وہ اپنی پوری جد وجہد سے اس فتنۂ عظیمہ کو روکنے میں صرف فرما دیں۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ایسے رسالوں، اخباروں اور تحریروں سے اجتناب کریں اور اپنے امکان تک دوسروں کو ان پر نظر ڈالنے سے روکیں اور جو بے دین اس قسم کی بے دینی پھیلا رہے ہیں انکے خلاف نفرت وحقارت کی صدائیں بلند کر کے ان کو ان کے شنائع افعال پر متنبہ کیا جائے۔ یہ ہوا پرست بندگان نفس کفار کی خواہشیں پوری کر کے دنیاء دنی کی ناپائیدار دولت اس کمینہ طریق عمل سے جمع کرنا چاہتے ہیں۔ خذلہم اللہ تعالٰی

احادیث کا انکار شریعت و قرآن کا انکار ہے۔ احادیث کریمہ، قرآن کریم کی تفسیر ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کلامی تفسیر کلام اللہ۔ میرا کلام کلام الٰہی کی تفسیر ہے۔ تو جب تفسیر کو چھوڑا جائے گا تو قرآن پاک کے صحیح مطالب تک رسائی کا کیا ذریعہ

ہے۔ اب اپنے ہوائے نفس کا اتباع رہ گیا اور احادیث کا انکار کرنے سے یہی مقصود بھی ہے۔ اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔
ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔ جو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے پاس لائیں اس کو اخذ کرو۔ قبول کرو اور جس سے وہ منع فرمائیں اس سے باز رہو۔ اس میں ارشادات رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبول کا صریح حکم ہے۔ احادیث کا انکار اس حکم قرآنی کی کھلی مخالفت ہے دوسری آیت میں ارشاد ہوا۔ ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحٰے (معصوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں فرماتے نہیں وہ مگر وحی جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام وحی الٰہی ہے اور حدیث کا انکار وحی خداوندی کا انکار ہے کہ شیطان کا کہنا بڑا عظیم الشان مکر ہے کہ وہ مسلمانوں کو وحی الٰہی سے محروم کرنے کے لئے احادیث بیگانہ بنانے کی کوشش کرے۔

تہذیب نسواں نام کا رسالہ جو بیشتر کم علم ناواقف عورتوں کے مطالعہ میں آتا ہے اس میں "جمع احادیث" کے عنوان سے ایسے گمراہی بھرے مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔ جن سے نادانوں کے عقائد خراب ہوں اور وہ دین کی دولت سے محروم ہو جائیں۔ یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ وہ تمام لوگ جو اس قسم کی کوششیں کرتے ہیں اور لوگوں کو احادیث کی طرف سے بدگمان بنانے کی سعی میں رہتے ہیں۔ وہ شریعت کے نظام درہم برہم کرنے والے یہود و نصاریٰ سے بڑھ کر دشمن اسلام ہیں انکو مسلمان سمجھ کر کوئی مغالطہ نہ کھائے

احادیث کریمہ:۔ واقعات کا ثبوت خبر پر موقوف ہے اس لئے دنیا

میں تاریخ اور اخبار کا وجود ہے اور ان پر کروڑوں روپیہ صرف کیا جاتا ہے
محض تخیل فاسد اور وہم باطل سے کشف واقعات نہیں ہو سکتا۔ اس سے
بڑھ کر جاہل کون ہوگا جو واقعات ثبوت تخیلات رویہ پر منحصر کرے۔ دنیا
میں جس قدر راویان وملل ہیں جس اقوام ہیں، جس قدر عقلاء ہیں تمام
اس میں کہ وہ کسی ملک کے ہوں کسی عہد وقرن کے ہوں، واقعات کا ثبوت
نقل وخبر سے چاہتے ہیں اور تاریخ واخبار کو اس مقصد کے لئے وسیلہ بناتے
ہیں ملکی مہمات خبروں پر مرتب ہوتے ہیں سلطنتوں کے نظام اسی پر منحصر
رہتے ہیں، مقدمات کے فیصلے قضایا کے تصفیے خبر ہی سے انجام پاتے ہیں۔
اگر آج دنیا سے شہادت کا اعتبار اٹھا دیا جائے اور نقل وخبر نامعتبر قرار
دے دی جائے تو دنیا کا نظام فاسد ہو جائے۔ جب انسانی ضروریات میں خبر
اس حد تک دخیل اور موثر ہے تو اس سے دست برداری کی صلاح دینے
والا عقل وانسانیت کا دشمن ہے۔ طبقہ عقلاء کے لئے ایسے شخص کی گفتگو
کی طرف التفات کرنا عار ہونا چاہئے۔ ان منکرین کو یہ عذر پیش کرنے کی
گنجائش نہیں ہے کہ وہ مطلقاً خبر وحکایت کے منکر نہیں ہیں اور شہادتیں
اور بیانات ان کے نزدیک یکسر نامعتبر نہیں ہیں بلکہ وہ صرف احادیث کے
منکر ہیں کیونکہ احادیث اخبار متعددہ ونقول معتبرہ کا فرد اکمل ہیں۔ دنیا
کی کونسی تاریخ ہے، عالم کا کونسا اخبار ہے جو اسلامی تاریخ (احادیث
صحیحہ) کے سامنے قابل ذکر بھی ہو۔ آج اگر ہم ایک صلائے عام دیں اور دنیا
کی قوموں کو قابل وثوق تاریخ پیش کرنے کی دعوت دیں، تو دنیا میں قوم
ہے جو سر اٹھا سکے کس کی حیثیت ہے کہ سامنے آسکے اور ہم جمیدو دفتی
اور اس کے جملہ ناقلین کے مفصل احوال انکا طریق زندگی، ان کا تقوے

وراست بازی ان کا صدق و دیانت ان کا تسلسل ہمارے سامنے پیش کر سکے اور اس طرح ایک ایک واقعہ کی جانچ کرا دے ایسا اعلان دیجئے تو دنیا کا کوئی اخبار، دنیا کی کوئی تاریخ سامنے نہیں آسکتی اور اپنے صدق و واقعات کی ذمہ داری نہیں کر سکتی اور سب کو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ان کے پاس توثیق خبر کے ایسے ذرائع موجود نہیں ہیں اور نقل و حکایت میں یہ اہتمام کبھی کسی قوم کسی ملت کسی سلطنت میں نہیں کیا گیا یہ فخر صرف اسلام کو حاصل ہے کہ اس کے اخبار احادیث صحیحہ سے مروی ہیں اور ہر خبر کے ساتھ اس کے راویوں کا سلسلہ محفوظ موجود ہے ہر راوی کے مفصل احوال معتبر ذرائع سے قلمبند ہیں۔ جانچ کرنے والوں نے اصلا رعایت سے کام نہیں لیا اور بے دریغ جانچ پڑتال کی۔ ایسے اخبار کا انکار کر دینے والا اور ان کو نا معتبر قرار دینے والا دنیا کی دوسری خبروں کے انکار کرنے والے سے بدرجہا بدتر ہے۔ اب نگار کا ایڈیٹر ہو یا تہذیب نسواں کا نامہ نگارہ جو کوئی بھی احادیث کا منکر ہے وہ اپنے لئے جگہ تلاش کرے۔ مجلس عقلاء میں تو ان کو باریابی نہیں ہو سکتی۔ ان صاحبوں کو یہ بھی تسلیم ہے کہ جمیع احادیث میں کمال اہتمام کیا گیا۔ انتہا درجہ کے پاک باز صداقت شعار راویوں نے کمال پرہیز گاری کے ساتھ حدیث کی خدمت کی پھر بھی احادیث کا انکار کر کے یہ لوگ اپنے لئے بہائم سے بدرجہا زیادہ پستی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ کون صاحب عقل ہو گا جو ایسی لغو اور لایعنی اس قدر لچر اور خلاف عقل باتوں کو سننے یا ان کی طرف توجہ کرنے میں اپنے اوقات کو ضائع کریگا احادیث کے انکار کے لئے ان لوگوں نے جو وجود قائم کئے ہیں وہ اپنی بے علمی ہے۔ جہاں اپنی نارسائی اور بے ادراکی سے دو خبروں میں تعارض

معلوم ہوا تو اس کی کوشش نہیں کہ اس علم کے جاننے والوں سے اپنا عقدہ حل کرالیں بلکہ اپنی اس نادانی کو تمسک اور دستاویز بنا کر احادیث کے انکار پر تل گئے۔ اگر ہر فہم نارسا کو اختیار دے دیا جائے کہ وہ جب کسی سلسلہ کے دو مضمونوں میں تطبیق سے عاجز ہو تو اس سلسلہ ہی کو ساقط الاعتبار ٹھہرا دیا جائے۔ ایسی حالت میں دنیا کا کوئی علم کوئی کتاب ساقط الاعتبار ہونے سے نہ بچے گی۔ فلسفہ کے صدہا مسائل ایک دوسرے سے ٹکراتے نظر آئیں گے۔ منطق کے مسائل باہم لڑتے رہیں گے۔ طب کے مباحث ایک دوسرے کے خلاف معلوم ہوں گے تو دنیا سے تمہارے علوم ہی کا خاتمہ کر دیجئے۔ ایسا کوئی دیوانہ ہی کر سکتا ہے۔ جبھی کہ سب سے افضل و اعلیٰ قرآن پاک ہے جنکو اس کا علم نہیں۔ ان کو قرآن پاک مضامین متخالف نظر آئیگا تو کیا اپنی فہم نارسا اور نادانی کی بنا پر یہ دشمنان عقل و دین کتاب الٰہی کا بھی انکار کریں گے اور حقیقۃً احادیث کا انکار قرآن پاک ہی کا انکار ہے ان لوگوں کا یہ دعوےٰ کہ وہ قرآن پاک کو تسلیم کرتے ہیں بالکل جھوٹا اور غلط ہے اس کا بیان اوپر ہو چکا ہے اور لطف یہ ہے کہ احادیث معتبرہ و سنن صحیحہ کے منکرین اپنے اپنے اعتراضوں کا مادہ انہیں احادیث سے تیار کرتے ہیں اور اپنے مقصد کی تائید میں انہیں روایتوں کا نام لیتے ہیں جنکے وہ بالکل منکر ہیں۔ یہ کہاں کی دانائی ہے کہ جو چیز آپ کو تسلیم نہیں جس کا آپ کو شمہ برابر اعتبار نہیں اسی پر آپ کا مدار کار ہے اسی پر آپ کے دعاوی کا انحصار ہے ع۔ یکے بر سر شاخ دین می برید

انہیں صاحبوں کی شان ہے اب آگے رہ جاتی ہے فہم قرآن اس کا دعوئی باطل۔ میں اعلان دیتا ہوں کہ کوئی چکڑالوی امتحان دینے کیلئے

تیار ہو جائے کہ اس کو فہم قرآن میسر ہے تو میں ایک دو آیت کے متعلق استفسار کروں تو اس کو پتہ چل جائیگا کہ فہم قرآن تو بہت دور ہے ابھی وہ طفل مکتب کے مرتبہ کو نہیں پہنچا مگر بات یہ ہے کہ دنیا پرستان دین فروش دشمنان اسلام کے خوش کرنے والے اور ان سے دنیوی نفع حاصل کرنے کی طمع میں ایسی ایسی خلاف عقل باتیں بھی گوارا کرتے ہیں، میں نے اصولی طور پر انکار کر دیا اور انشاء اللہ العزیز اس کے جواب میں کوئی معقول بات وہ ہرگز پیش نہ کر سکیں گے اور جب ان کا اصول حدیث کا نہ ماننا ہی باطل ہو گیا تو اس پر نماز وغیرہ کے انکار کی جس قدر تفریعات مرتب کی ہیں وہ سب باطل ہو گئیں والحمد للہ برادران اسلام نماز کا منکر شریعت کا منکر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر یقیناً قرآن اور خدا کا منکر ہے، وہ کافر ہے خارج از اسلام ہے ایمان کی رمق بھی اس میں نہیں۔ خدا اس کے فتنوں سے بچائے میں آئندہ ان جزئیات پر بھی بحث کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں جو ان اعداء عقل و دانش نے بے ہودہ لکھ ڈالی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ

نماز کا انکار:۔ دعویٰ اسلام اور نماز کا انکار یہ تو ایسی متضاد باتیں ہیں جن کا جمع ہونا متصور نہیں بشرطیکہ دعوے میں صداقت کا شائبہ بھی ملحوظ ہو۔ البتہ اگر مدعی کو صداقت سے، راستی سے بالکل سروکار نہیں تو وہ ہر ایک بات کا دعویٰ کر سکتا ہے اور ایسے باطل دعاوی ارباب عقل و دانش سننا بھی گوارا نہیں کرتے مگر کبھی نادانوں کی غلطی میں پڑنے کے اندیشہ سے ایسے امور سے بھی بحث کرنا پڑ جاتی ہے۔ نگار نامی ایک رسالہ لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے جس کے مدیر نیاز فتح پوری ہیں" ان جناب کا نام تو مسلمانوں کا سا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان ہی ظاہر کرتے ہیں لیکن اس دعوے کی حقیقت صرف دعوے

کے الفاظ پر ختم ہو جاتی ہے۔ ان کے قلم سے وہ مضامین نکلتے ہیں اور ان کا دماغ ایسے خیالات سے لبریز ہو جاتا ہے۔ جن کو اسلام سے مباینت کلی ہے کاش یہ اپنی بے قیدی کو اسلام کے نام کا پابند نہ کرتے تو بے علم مسلمان مغالطہ نہ کھاتے اور جب شریعت و اسلام کی کوئی پابندی ان کو گوارہ نہیں ہے تو ان کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ اپنے کو مسلمان کہیں، ان حضرات نے نماز کی فرضیت کا انکار کیا ہے اور کہتے ہیں کہ قرآن پاک سے نماز ثابت نہیں ہے اور خداوند کریم کی مقرر کی ہوئی عبادت رسم و حرکت کی پابند نہیں ہو سکتی اور قرآن پاک میں جہاں کہیں صلوٰۃ کا لفظ آیا ہے اس کے معنی نماز کے نہیں ہیں۔ یہ ایسی باطل باتیں ہیں جو کسی عاقل کی زبان و قلم سے ادا ہو تو صد ہزار حیرت و استعجاب کا موجب ہے۔ اول تو نماز کی فرضیت اور ثبوت میں کلام کرنا ہی دیوانگی سے کم نہیں، اگر نماز کے ثبوت میں کوئی بھی آیت نہ ہوتی کوئی حدیث نہ ہوتی جب بھی انکار ممکن نہیں تھا کیونکہ کسی چیز کا تواتر کے ساتھ منقول ہونا اور بے شمار بندگان خدا کا ہر قرن پر اس کا عامل رہنا ثبوت کی ایسی محکم دلیل ہے جس کے مقابلہ میں لب کشائی کی کوئی عاقل جرأت نہیں کر سکتا۔ ہمیں معلوم ہے کہ بغداد ایک شہر ہے اور خبر متواتر نے ہمیں اس کا یقین دلایا ہے تو کیا آج کوئی شخص بغداد کی شہریت کا منکر ہو اور لفظی بحث سے یقین دلانا چاہے کہ واقعہ میں بغداد کوئی شہر نہیں یہ لفظ باغ داد ہے۔ ہر باغ جس میں مقدمات فیصل کیے جائیں یا جو حاکم داد گر کی طرف منسوب ہو وہ بغداد ہے۔ بغداد ایک شہر قرار دے لینا بالکل غلط اور تنگ نظری ہے۔ اس قسم کی باتیں مہملات بے سر و پا ہوں گی۔ اور وہ خبر واثق جو شہر بغداد کی نسبت ہمیں حاصل ہے اس میں کوئی تردد اور اشتباہ راہ نہ پا سکے گا کیونکہ تواتر کی دلیل قطعی نے ہم کو بغداد کی شہریت

کی طرف سے ایسا مطمئن کر دیا ہے کہ منکر اپنی لفاظیوں سے اگر دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے تو ہمیں ہمارے یقین میں ادنیٰ سا ضعف بھی نہیں آسکتا بلکہ وہ جس قدر زیادہ تاکید اور جرات سے انکار کریگا اتنا ہی ہمکو اس کی جہالت و کوردلی کا یقین بڑھتا جائیگا۔ بغداد کی شہرت کا تواتر اتنا زبردست نہیں ہے جتنا نماز کی فرضیت کا کہ عہد پاک رسالت اور زمانہ نزول وحی سے آج تک نماز کی فرضیت اہم تک ایسے تواتر سے پہنچی ہے جو انقطاع سے بالکل پاک ہے ہر قرن میں کروڑوں بلکہ بے شمار انسان اس تواتر کے عامل وحامل رہے ہیں مسلمانوں میں اختلاف نہایت انتہا تک بھی پہنچے مگر نماز کی فرضیت نکیر و اختلاف سے بالاتر رہی ایسا زبردست تواتر جس کا حال کا شاہد ہو اس کا انکار کفر ہونے کے علاوہ شرافت انسانیت کی تذلیل و توہین ہے اور ایسا منکر معاذاللہ اس قابل نہیں کہ اس کو ذوی العقول میں شمار کیا جائے اس کی بصیرت کا نور اس قدر محو ہو چکا ہے کہ وہ بدیہیات یقینیہ کو محل کلام ومورد بحث قرار دیتا ہے۔

یہ ایک ہی دلیل اس کے بطلان کے لئے کافی ووافی ہے۔ لیکن اس طرف بھی ایک نظر ڈال لیجئے کہ قرآن کریم میں نماز کا ثبوت ہے یا نہیں۔ نماز کا انکار کرنے کے لئے یہ گم کردہ راہ احادیث کریمہ کے انکار پر مجبور ہوا جو قرآن کریم کی تفسیرات ہیں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ آیات الٰہیہ کی بہترین تفسیر احادیث رسول ہیں ان کو تسلیم کر کے نماز کا انکار بہت دشوار ہو جائیگا اس لئے اس نے انکار احادیث کے جرم عظیم کا ارتکاب کیا اور یہ انکار بدرجہا بدتر ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص کسی مضمون کا انکار کرنے کے لئے اس زبان کے تمام لغات کو نامعتبر قرار دے جس میں وہ مضمون ادا کیا گیا ہے اور لفظوں

کے اپنے حسب مدعا جو معنی چاہے گھڑ لئے ایسا کرنے سے ہر ایک عبارت کو کچھ کا کچھ کر سکتا ہے لیکن ایسا کرنے والا علم و عقل والی دنیا کی نگاہوں میں بہائم و سباع سے بدرجہا بدتر قرار پائے گا۔ قرآن کریم میں نماز کے لئے لفظ صلوٰۃ وارد ہے اور جا بجا وارد ہے اس کے انکار کے لئے یہ کہدینا کہ صلوٰۃ نماز کے معنی ہی میں نہیں ہے علم و عقل سے ایسی عداوت ہے جس کی مثال تلاش کرنی دشوار ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ دیوان حافظ میں حافظ جہاں کہیں آتا ہے وہاں اس سے خاص شخص مراد لینا بالکل غلطی ہے اور میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ حافظ کسی خاص شاعر کا تخلص ہے بلکہ حافظ ہر اس شخص کو کہتے ہیں جس کو قرآن پاک یاد ہو چنانچہ خود دیوان حافظ سے اس کی سند پیش کی جا سکتی ہے اس میں موجود ہے ع

حافظ ام در مدرسہ دردی کشم در میکدہ

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حافظ سے کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے۔ ایسے لغویات کو تسلیم کرنے کے لئے دنیا میں کوئی شخص تیار ہوگا اور یہ گفتگو لا یعنی کس شخص کو باور کرا سکے گی کہ حافظ کسی شاعر کا تخلص نہ تھا اور دیوان حافظ کے مصرعہ سے سند پکڑنا کیا مفید ہو سکیگا۔ اس سے بدرجہا زیادہ جہالت یہ ہے کہ کہدیا جائے کہ صلوٰۃ کے معنی نماز نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ بیان کی جائے کہ قرآن میں یہ لفظ کسی اور معنی میں بھی مستعمل ہوا ہے یہ بات وہ شخص کہے جو علم زبان سے بالکل بے بہرہ عربی ہی موقوف نہیں دنیا کی تمام زبانوں میں بکثرت ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جن کے کئی کئی معنی ہیں۔ کبھی لفظ مشترک ہوتا ہے۔ اور چند معانی کے لئے اس کی وضع ہوتی ہے۔ کبھی ایک معنی کے لئے حقیقتاً ہوتی ہے اور دوسرے کے

لئے مجاز کبھی ایک معنی میں حقیقت لغویہ اور حقیقت اصطلاحیہ کے طریقہ
پر مستعمل ہوتا ہے تو کسی لفظ کا احیاناً کسی دوسرے معنی میں استعمال ہونا
دوسرے معنی کے لئے اس کے موضوع نہ ہونے یا استعمال نہ کئے جانے کی
دلیل نہیں ہو سکتا۔ یہ کہہ دینا کہ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی
میں صلوٰۃ بمعنی نماز مستعمل نہیں ہوا تو سارے قرآن میں کہیں بھی اس کے
معنی نماز نہیں ہو سکتے ایسی خرمستی کی بات ہے کہ کوئی پڑھا لکھا اس کو
زبان پر لانا گوارا نہ کرے گا۔ یہ زبوں حالت اور فہم قرآن کا دعویٰ جس
آیت کو سند میں پیش کیا۔ اس میں قرینہ صارفہ موجود ہے جو معنی محتاج قرینہ
ہوں ان میں کسی لفظ کا مستعمل ہو جانا حقیقت اصطلاحیہ کے متروک ہو جانے
کی دلیل سمجھنا کہاں کا اصول زبان دانی ہے۔ لفظ اپنے حقیقی معنی پر خواہ
وہ حقیقت لغویہ یا شرعیہ بے قرینہ دلالت کرتا ہے اور دوسرے معنی میں
کبھی مستعمل ہو جاتا ہے حقیقت متروک ہو جانے کا حکم نرالی ہی زبان دانی
ہے۔ اسد کا لفظ شیر کے معنی میں حقیقت ہے۔ لیکن نیاز صاحب کہہ سکتے
ہیں کہ چونکہ وہ کبھی کبھی شجاع کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اس لئے اسد
کے معنی شیر ہونے کا انہیں انکار ہے۔ ان کے نزدیک خواہ یہ بات عاقلانہ نہ ہو
مگر اطفال مکتب کے نزدیک بھی ابن ہبنقہ کی حکایات سے زیادہ مضحکہ خیز ہیں
اس سلسلہ میں آپ نے آیت وما کان صلوتھم عند البیت الا مکاءً
وتصدیۃ۔ اپنے مدعائے باطل کی تائید کے لئے پیش کی ہے اگر فرض کر بھی
لیا جائے کہ اس ایک ہی آیت میں نہیں بلکہ اور دس جگہ بھی صلوٰۃ کا لفظ
نماز کے سوا کسی اور معنی میں آیا ہو تو یہ نماز کے معنی میں نہ آنے کا دلیل کب
ہو سکتا ہے۔ یہ کون سی برہان ہے۔ ان خرخشات پر دین برباد کیا ہے اور

یہ ثابت کرنا کہ اس آیت میں صلوٰۃ سیٹی اور تالی کے معنی میں ہے۔ باطل محض اور جنون خالص ہے۔ اردو جاننے والے بھی اتنا سمجھ لیتے ہیں کہ جس کے سمجھنے میں اس مدعی فہم قرآن کا دماغ نارسا رہا ایک
سے دریافت کرتا ہے کہ صاحبزادے کچھ لکھتے پڑھتے ہیں اس کے جواب میں کہتا ہے کہ انکا پڑھنا لکھنا تو ہاکی وفٹ بال رہ گیا ہے نیاز صاحب سنیں گے تو اس محاورہ کو سند بنالیں گے کہ لکھنا پڑھنا نوشت وخواند کے معنی میں کہیں آتا ہی نہیں چنانچہ ہاکی وفٹ بال کی نسبت یہ لفظ کہدینا اس کی دلیل ہے۔ یہ استدلال انہیں کے علم وفضل کے ساتھ خاص ہے۔ دنیا کا اور کوئی ہوشمند یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ آیت میں کفار کے حق میں یہ فرمایا تھا کہ کعبہ کے پاس ان کی نماز سیٹی و تالی رہ گئی ہے تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ اس کے معنی یہ تھے کہ بجائے نماز کے سیٹیاں اور تالیاں بجانے کی بے ہودہ حرکات میں مبتلا ہیں اور اس کو اپنے حق میں نافع اور موجب قرب سمجھتے ہیں یہ کفار کی شناعت حال کا بیان تھا کہ انہوں نے اس قدر حد سے تجاوز کیا کہ نماز کی جگہ تالیاں سیٹیاں بجانے لگے اور اسی کو عبادت ٹھہرانے لگے۔
پروردگار عالم اس پر گرفت فرماتا ہے یا تصدیق کرتا ہے کہ یہی نماز ہے کیا حواس درست نہیں ہیں یا دیدہ و دانستہ مغالطہ دینا ہے اس کو کون کہہ سکتا ہے کہ صلوٰۃ سیٹی و تالی کے معنی میں آگئی ایسے مہملات و اباطیل آپ کی چھتیں ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اور جب آپ کو یہ تسلیم ہے کہ یہ نماز بایں ہیئت زمانہ اقدس میں پڑھی جاتی تھی حضور بھی پڑھتے تھے صحابہ بھی پڑھتے تھے تو آپ خود بتائیے کہ صلوٰۃ کا لفظ اگر نماز کے معنی میں نہ ہو تو اس نماز کو کیا کہتے تھے ہو معلوم تو کوئی دوسرا لفظ بتایئے۔ قرآن میں دکھایئے

تی ہے اس سب دینی پر جس کے کسی پہلو میں بھی راستی کا شائبہ نہیں علاوہ بریں قرآن پاک میں لفظ صلوٰۃ کا جس جس طریقہ سے ادا سے استعمال ہوا ہے وہ یہ تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہوتا ہے کہ صلوٰۃ بمعنی نماز ہے۔ یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ۔ اذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ یراؤن الناس ولا یذکرون اللّٰہ۔ اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا۔ اذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض۔ اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق۔ لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ۔ فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون۔ فصل لربک وانحر۔

یہ آیات اور ان کے سوا بکثرت آیات ہیں جن میں کلام کا اسلوب صلوٰۃ بمعنی نماز ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ روز روشن میں آفتاب کے انکار کرنے سے زیادہ شنیع تر نیاز کا یہ قول ہے کہ قرآن پاک میں صلوٰۃ بمعنی نماز نہیں۔ اب آپ کا یہ قول کہ خدا کی بتائی ہوئی عبادت کسی رسم درواج یا ظاہری نقوش وحرکات کی پابند نہیں ہو سکتی خود آپ کی اپنی رائے ہے یا قرآن پاک میں کہیں بتایا گیا ہے۔ اگر قرآن پاک میں ہو تو آیت پڑھئے ورنہ بتایئے۔ خداوند عالم کی مقرر کی ہوئی عبادت کے لئے آپ کو قیود و پابندیاں تصنیف کرنے کا کیا حق حاصل ہے اور یہ کیا شان عبدیت ہے کہ معبود کو اپنے تخیل کا تابع بنانا چاہتے ہیں کتنا بڑا کفر ہے۔ نفس کا جب اس قدر استیلا ہو جائے تو انسان کس طرح راہ پا سکتا ہے۔ پھر جو اصول بھی آپ نے تراشا وہ اس قدر لغو اور رکیک۔ خدا کے بنائے ہوئے انسان جب جسم جہت حرکات و سکنات اوضاع

کے پابند اور مقید ہو سکتے ہوں تو ان کے لئے خدا کا تجویز فرمایا ہوا طریق عبادت بھی ان امور کا پابند ہو سکتا ہے۔ یا آپ نے بات کیا کہی اس کو عقل و دانائی سے کیا واسطہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہاتھ پاؤں آنکھ زبان اعضاء جوارح عطا فرمائے ہیں تو ان کے لئے کسی انداز خاص کے ساتھ عبادت مقرر فرما دینا اور ان کے حق میں ادائے عبدیت لازم کر دینا عین مقتضائے حکمت الٰہیہ ہے اس میں استبعاد کیا وحشت کیا ہے۔ طرفہ تر یہ کہ آپ کو یہ تسلیم بھی ہے کہ زمانۂ اقدس میں نماز پڑھی جاتی تھی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہ اس پر عامل تھے اور ظاہر ہے کہ اسی کو صلوٰۃ کہا جاتا تھا۔ پھر یہ کیا سودا ہے کہ قرآن پاک میں صلوٰۃ کا لفظ دیکھ کر اس کی تاکیدیں پڑھ کر اس کے احکام پا کر سب سے تغافل کی جائے اور نابینا و لایعقل بن کر کہہ دیا جائے کہ قرآن پاک میں صلوٰۃ سے یہ نماز مراد نہیں ہے۔ ایسی انسانیت کو ختم دینے والی بات کس طرح کہی گئی اتنی ظاہر البطلان تحریفوں کی بیہودہ نصاریٰ کو بھی جرأت نہ ہوئی تھی۔

عبادت: گذشتہ اشاعت میں نگار باطل فکار کے مغالطات کا پردہ فاش کیا گیا تھا اور نماز کے انکار میں جو بے سر و پا اور لایعنی گفتگو اس نے کی ہے اس کے بطلان کو واضح کر دیا گیا تھا۔ اس مرتبہ عبادت کا جو مفہوم نیاز صاحب نے تجویز کیا ہے۔ اس پر ایک محققانہ نظر ڈال کر بتا دینا ہے کہ بیانات کے پراگندہ خیالات ایک ماؤف الدماغ کی بڑ یا افیونی کی بکواس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے آپ نے عبادت کی نسبت لکھا ہے۔

ان تمام الفاظ (عبادت صلوٰۃ رکوع و سجود) کا مفہوم یہ ہے کہ انسان

اپنے اوپر کیفیت عبودیت پیدا کرے اور عبودیت نام ہے۔ قوانین فطرت

رموز قدرت اور سنن الٰہیہ پر کاربند ہونے کا اور اس دقت بے ہمتا کے برکات و نعایم پر شکر ادا کرتے ہوئے ان سے فائدہ اٹھانے کا علاوہ کو نہیج و ہیں کہنا اسی بنا پر ہے اور جن و انس کو عبادت ہی کے لئے پیدا کرنے کا یہی منشا ہے ورنہ صرف خدا کے نام کو انگلیوں پر شمار کرتے رہنا، محض جھک جانا یا سجدہ میں گر پڑنا بالکل فعل عبث ہے اور اس سے کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔

ملاحظہ کیجئے یہ کیسی مہمل اور لایعنی عبارت ہے جسکا مفہوم خود قائل کے ذہن میں بھی متعین نہیں معلوم ہوتا ہے کہ چند الفاظ کہیں گوش زد ہو گئے ہیں اور انکے معنی معلوم کئے بغیر ان کو ایک سلسلہ کلام میں ٹھونس دیا گیا ہے عبادت کے یہ معنی بتانا کہ اپنے اوپر تکیف عبودیت پیدا کیا جائے اور پھر یہ کہنا کہ خدا کا نام انگلیوں پر شمار کرتے رہنا محض جھک جانا سجدہ میں گر پڑنا بالکل فعل عبث ہے قول بالمتناقضین ہے۔ جس شخص کے ذہن میں تکیف عبودیت کی صورت حاصل ہو وہ رکوع سجدہ اور ذکر کو کس طرح فعل عبث کہہ سکتا ہے تکیف عبودیت کے معنی نیاز صاحب نے یہ لکھے ہیں کہ "وہ نام ہے قوانین فطرت رموز قدرت اور سنن الٰہیہ پر کاربند ہونے کا اور اس قوت بے ہمتا کے برکات و نعایم پر شکر کرتے ہوئے ان سے فائدہ اٹھانے کا" اول تو حضرت رب العزت عزوعلا تبارک و تعالیٰ کی ذات کو قوت سے تعبیر کرنا نیاز صاحب کے علم و لیاقت کی ایک سند ہے۔ اس سے قطع نظر کیجئے اور اصل مقصد کو لیجئے قوانین فطرت، رموز قدرت اور سنن الٰہیہ سے ان کی کیا مراد ہے یہی کہ قدرت نے پاؤں میں چلنے، ہاتھ میں پکڑنے مارنے، آنکھ میں دیکھنے

زبان میں چکھنے مزہ لینے، دانتوں میں چابنے، حلق میں نگل جانے کی لیاقت رکھی ہے، اسی طرح اور اعضاء میں ان کے کاموں کی، تو آپ کے نزدیک قوانین فطرت اور رموزِ قدرت کا اقتضاء یہ ہے کہ پاؤں چلے کوئی راہ ہو کچھ قید نہیں کیونکہ وہ چلنے ہی کے لئے بنایا گیا ہے۔ ہاتھ پکڑے اور مارے اور نفس کے حرص و غضب کا آر بیٹا رہے، اس لئے کہ وہ لینے اور مارنے ہی کے لئے بنایا گیا ہے۔ لہٰذا بغیر کسی ضابطہ کے وہ اس عمل میں مصروف رہے۔ کسی کا مال ہو حرام ہو یا حلال ہو لیتے ہے مطلب اور کوئی شخص ہو اسے واجب و ناواجب ہر طرح مار دیتے ہے کام، یہی انسان تہذیب و شائستگی کے احاطہ سے قدم باہر نکال کر رہزن و قزاق بن جائے تو آپ کے نزدیک وہ قوانین فطرت، رموزِ قدرت پر کاربند ہوا۔ دانت چابنے اور زبان چکھنے کے لئے ہے جو چیز سامنے آئے اس کو کھا جائے نگل جائے جائز و ناجائز کا خطرہ دل میں نہ لائے اب اس میں سور کا گوشت ہو یا گردن مروڑی مرغی یا غیر مذبوح مردار جانور یا نجس و ناپاک چیزیں یا شراب کچھ بھی ہو جب چابنے اور نگلنے کے لائق ہو نیاز صاحب کے نزدیک اصولِ فطرت پر عامل ہونے کے لئے بے امتیاز ایسی چیزوں کھانا اور پینا اور شکر گزاری کرنا اتنا ہی نہیں کہ جائز ہو بلکہ عبادت اور عبادت اسی میں منحصر ہے اسی طرح جو اعضا قوائے شہوانیہ کے محل بنائے گئے ہیں ان کو عمل میں لانا اور مباح و ممنوع کا امتیاز نہ کرنا یہ نیاز صاحب کے طبع زاد فلسفہ کے بنا پر عبادت ہے مطلب یہ ہے کہ انسان انسانیت کی منزلوں سے پیچھے ہٹ کر بہیمیت بلکہ شیطنت کے مقام میں پہنچ جائے اور حرص و ہوا میں ایام گزاری کرے۔ عالم نے

تہذیب شائستگی دینداری تقویٰ دیانت کا خاتمہ ہو جائے جس انداز پر نیاز صاحب کلام کر رہے ہیں یہی طرز سخن اختیار کیا جائے تو ناممکن ہے کہ زنا جیسے قبیح فعل کی حرمت ثابت ہو سکے بلکہ زنا بھی شکر گزاری کے ساتھ کیا جائے تو آپ کے اصول پر وہ عبادت ثابت ہوگا کیوں کہ وہ فعل خلاف فطرت نہیں ہے۔ اب رہی یہ بات کہ قرآن کریم میں اس سے نہی وارد ہوئی ہے تو جو شخص صلوٰۃ کے معنی سے انکار کر سکتا ہے اس کو زنا کے معنی سے انکار کرنا کیا دشوار۔ جس طرح اس نے صلوٰۃ کے معنی دل سے گھڑ لئے اس طرح زنا کے لئے بھی وہ ایک نئے معنی تجویز کر سکتا ہے۔ دین کا تو نیاز کو کیا الزام دیا جائے اس کا تو شائبہ بھی انہوں نے اپنے پاس نہیں رہنے دیا مگر انسانیت کو بھی ذبح کر ڈالا۔ مجھے معلوم نہیں کہ دنیا میں ان سے پہلے بھی اس دماغ کا کوئی شخص پیدا ہوا ہو۔ جس نے عبادت کے ایسے باطل معنی بتائے ہوں اور جو ایسے قبائح کو جائز رکھنا سنن الٰہیہ کی پابندی خیال کرتا ہو۔ اس شخص کی نظر حرص و ہوا کے احاطہ سے باہر نہیں پڑی اور وہ انسان کی زندگانی کا بہترین مقصد صرف اتنا سمجھتا ہے کہ دنیا میں چند روز کے لئے عیش کر لیا جائے چنانچہ آپ نے لکھا بھی ہے۔

ایک بے رحم قزاق جو قافلے کے قافلے تباہ کر کے متعدد بے گناہ جانوں کے خون سے اپنے ہاتھ کو رنگین کر کے فارغ ہوتا ہے کہ دفعۃً مغرب کی اذان ہوتی ہے وہ فوراً اپنے ہاتھ اور دامن سے خون کے دھبے دور کر کے نماز میں مشغول ہو جاتا ہے۔ دوسرا شخص جو تمام دن دھوپ میں تھوڑ شاقہ برداشت کر کے اپنے متعلقین کے لئے حلال روزی فراہم کرتا ہے

گاؤں کے بچوں بوڑھوں یتیموں بیواؤں کی خدمت کے لئے اپنی محنت، دولت، زندگی سب کچھ وقف کئے ہوئے ہے۔ لیکن وہ شام کو نماز پڑھنے کی بجائے ناقوس پھونکتا ہے مسجد میں جانے کی بجائے وہ مندر کا رخ کرتا ہے۔ اب ایک مسلمان مولوی سے ایک متعصب مدعی اسلام سے دریافت کیجئے وہ نہایت آزادی سے بلا پس وپیش کہہ دیگا کہ بہر حال اس قزاق کو نجات ملنی ہے کیونکہ وہ مسلمان ہے اور اس دوسرے کو آخر کار دوزخ میں جانا ہے کیونکہ اس نے بت پرستی کی اور اسلام کو قبول نہیں کیا۔ پھر اگر اسلام نام اسی وسعتِ نظر کا ہے۔ اگر صراط مستقیم اسی کو کہتے ہیں اگر وامر بالقسط کا یہی مفہوم ہے اگر دین محمدی کا یہی مدعا ہے تو میں مشورہ دوں گا کہ آپ بھی میرے ساتھ کافر ہو جائیے کیونکہ پھر تو خدا کفر ہی میں تلاش کرنے سے ملے گا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

کفر کا تو نیاز نے خود اقرار کر لیا اور کلمات ایسے گستاخانہ کہے کہ سمجھ دار کافر بھی اس انداز پر لب کشائی گوارا نہ کرتا۔ اس سے اس شخص کے ضمیر کا پتہ چلتا ہے اور دریافت ہوتا ہے کہ اس کا منتہائے نظر خورد و نوش اور جمع مال تک محدود ہے وہ خدا پرستی کی کوئی قدر وقیمت نہیں جانتا اور ایک آدمی کا اپنے کنبہ کے لئے سامان غذا بہم پہنچا لینا ذریعہ نجات کہ اس کے باوجود خداوند عالم کی عظمت کا انکار اور بت پرستی کی نعمت بھی اس کے نزدیک کوئی جرم نہیں رہتی۔ اسلام کے عدل و انصاف کا فیصلہ یہ ہے کہ قاتل کو اس کے قتل کی سزا ملے گی۔ دنیا میں حکومت اسلام جان کا بدلہ جان قرار دیتی ہے۔ النفس بالنفس اور آخرت میں قاتل کے لئے سخت تر عذاب ہے۔ مگر قاتل کا یہ جرم خدا پرستی کی نیکی کو برباد نہیں کر سکتا۔ اس لئے ایک

عالم دین کا ضرور یہ فتویٰ ہو گا کہ قاتل اپنے کردار کی پاداش پاکر اپنے جرم کا سخت ترین عذاب برداشت کرنے کے بعد اپنی ٹھیک ٹھکانے ہی پہنچے گا۔

کس قدر ظلم ہے کہ انسان کا خون تو جرم سمجھا جائے اور اس کے بہانے بے رحمی انتہا درجہ کا گناہ مانا جائے لیکن خالق عالم کی تکذیب زندگانی کا مقصد سوائے آسائش دنیا کے اور کچھ نہیں وہ خدا اور اس کی عظمت و فرماں برداری کی کوئی ادنیٰ قدر بھی نہیں کرتا اسی لئے اس شخص کے عرف و میں قوانین فطرت رموز قدرت اور سنن الٰہیہ کے معنی وہ ہی ہو سکتے ہیں جو ہم نے بیان کئے اور اس کا مقصد اس حد سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اس صورت میں تکیف عبدیت کے معنی بنانے کے علاق پر یہی ہونگے کہ انسان سرمستیوں اور شہوت رانیوں میں مستغرق رہے اور اس کی زندگی کا ہر ایک لمحہ بھی اور شہوانی حرکات میں گزرے اس خیال کا انسان افسانوں کی صف میں جگہ پانیکا مستحق نہیں ہے۔ تکیف عبدیت کے لفظ سے اس نے نہایت فاسد معنیٰ ارادہ کئے جس کا تحمل وہ لفظ کسی طرح نہیں کرتا اور وہی معنی ذہن میں ملحوظ رکھ کر ذکر رکوع اور سجدہ کو اس نے عبث بتایا کیونکہ اس سے کوئی لذت شہوانی حاصل نہیں ہوتی اور اس کے خیال میں مقصود زندگی یہی ہے اور جن افعال سے وہ پورا نہ ہو وہ اس کی رائے میں عبث ہیں افسوس کیسے برے معنی کو کتنے عمدہ لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ تکیف عبدیت بندہ پر ظاہر ہوتا یہ معنی رکھتا ہے کہ بندہ ہونے کے آثار اس کے افعال و حرکات سے اس کے اوضاع و اطوار سے ظاہر ہوں اور خدا شناسی و خدا پرستی کا جذبہ صادقہ جو دل میں ہے جوارح اس کے شاہد نظر آئیں یہ بات ایک انسان کو شریعت کی پابندی سے حاصل ہوتی ہے۔ ایک دہقان

وقت آنے پر اپنا کام چھوڑ دیتا ہے اور عبادت کے وقت یکسوئی کے ساتھ شان ادب سے بارگاہ الٰہی میں عرض نیاز کے لئے متوجہ ہو جاتا ہے اس کے اوضاع بتاتے ہیں کہ وہ ایک ایسی عظیم الشان ہستی کے آداب عظمت بجالانے کے لئے کھڑا ہوا ہے جس کے حضور پہنچ کر وہ تمام دنیا و مافیہا سے بے تعلق ہو جاتا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت کوئی قوت کوئی زور کوئی حسن کوئی جمال اس کو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتا۔ اسکے قلب میں اپنے معبود کی یہ عظمت ہے کہ کبھی وہ اس کے حضور جھک جاتا ہے کبھی پیشانی خاک پر رکھ دیتا ہے۔ زبان سے اس کی عظمت و ثنا بیان کرتا ہے۔ دل اس کی یاد اور اس کے عشق و محبت سے معمور ہوتا ہے۔ تمام کا نیاز اگرچہ اس حقیقت کے سمجھنے سے قاصر ہو اور اس کیلئے یہ فلسفہ کا دقیق تر مسئلہ ہو مگر خدا شناس دیہاتی بھی وجدانی طور پر اس لذت سے باخبر ہے اور ایک وقت کی نماز ادا کرنے کے بعد دوسرا وقت آنے تک اس کے قلب کو انشراح رہتا ہے اور اس کا دل عبادت کے مزے لیا کرتا ہے۔ دنیوی معاملات میں نماز اس کو برائیوں سے روکتی ہے۔ نیاز کی وہ فرضی مثال کہ ایک قزاق قتل و غارت کر کے وقت پر نماز پڑھتا ہے نہایت مستبعد ہے۔ نمازی آدمی بفضل الٰہی سے ایسے افعال میں بہت کم آلودہ ہوتے ہیں اور اگر نماز کا وقت آنے پر اس کو اپنے گذشتہ افعال پر ندامت ہوئی اور اس کے نفس نے اپنی خطا کا اعتراف کیا تو یہ بھی نماز کی ایک عظیم الشان برکت ہے۔ اب یہاں اختصار کے ساتھ یہ بھی بتا دیا جائے کہ افعال ظاہرہ کا نفس کے ساتھ کیا علاقہ ہے اور قلب پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اس سے واضح تر ہو جائے گا کہ نیاز کا

یہ قول کہ ذکر اور رکوع و سجود عبث ہیں، رموزِ فطرت و اصولِ قدرت سے ناواقفی پر مبنی ہے۔
نفس اور بدن نہایت قوی تعلق ہے اسی کو حیات سے تعبیر کرتے ہیں اسی کا اثر ہے کہ اعضاء نفس کے ارادوں پر حرکت میں آجاتے ہیں اور اس کے حسب منشا مصروفِ عمل رہتے ہیں تمام جوارح ایک سلطنت کے عمال کی طرح نفس کی حکومت تسلیم کرکے اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں مستعد و سرگرم رہتے ہیں جس طرح رعایا کو بادشاہ کی اطاعت ناگزیر ہوتی ہے اسی طرح بادشاہ بھی رعایا کے جذبات سے متاثر ہوتا ہے اور ان کی رعایت اس کے لئے ضروری ہوتی ہے ایسے ہی نفس بھی اعضا کے افعال سے متاثر ہوتا ہے اور جو افعال اعضا سے سرزد ہوتے رہتے ہیں ان کا ایک نقش نفس میں حاصل ہوتا ہے اسی کو تمرن اور اعتیاد کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ابتدا میں ایک انسان بری صحبتوں کی تاثیر اور بدکرداروں کے اغواء سے یا مجبوری سے چوری جیسے عیب کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس حالت میں نفس اس کو پسند نہیں کرتا بلکہ اس پر ملامت کرتا ہے اور وقوع کے بعد منفعل ہوتا ہے۔ لیکن چند مرتبہ ایسا فعل واقع ہونے کے بعد نفس میں خود چوری کا داعیہ ہو جاتا ہے اور اسی طرح جملہ حرکات شنیعہ و افعال رذیلہ جو اعضاء سے صادر ہوتے ہیں۔ ان سے نفس خوگر ہو جاتا ہے اور اس کا ذوق فاسد ہو جاتا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ پہاڑی اور خانہ بدوش انسان وحشیانہ زندگی کے خوگر ہو گئے اور انہیں مہذب اور شائستہ طریق زندگی ایک عذاب معلوم ہوتا ہے۔ انہیں رہنے کیلئے مکان پہننے کے لئے کپڑے کھانے کے لئے معقول غذا دیجاتی ہے تو یہ

چیزیں انہیں قید گراں کی طرح تکلیف دہ معلوم ہوتی ہیں اور وہ ان کو عقلا کو سمجھ کر بھاگتے ہیں تو اب ثابت ہو گیا کہ اعضا و جوارح کے افعال نفس پر گہرا اثر کرتے ہیں اور اس کے ملکات و اوصاف پر ان کا زبردست اثر پڑتا ہے جس طرح برے افعال نفس میں ذمائم صفات کا دخل ہوتا ہے ایسے ہی اچھے افعال سے محامد اوصاف کا حصول اور ذوق صحیح کا پیدا ہونا یقینی ہے۔ اب ذکر و رکوع و سجدہ کو دیکھئے محبت کا تقاضا ہے کہ محب کی زبان پر محبوب کا ذکر جمیل خوب ترین اوصاف کے ساتھ بکثرت آیا کرے اور اس کو اس ذکر سے راحت و لذت حاصل ہو۔ علیٰ ہذا جس کے ذکر کی کثرت کی جائے گی اور حمد و ستائش کے ساتھ اسکا ورد رکھا جائیگا ضرور اس کی محبت نفس میں راسخ ہو گی اور اس کی طرف میلان و شیفتگی پیدا ہو گی بندے کے لئے یہ کمال سعادت ہے کہ اس کا نفس حضرت قادر ذوالجلال جل مجدہ کی محبت میں وارفتہ ہوا اور اس کی توجہ کا مرکز حق تعالےٰ کی ذات و صفات ہو اور وہ اس کے ذکر میں لذت پائے اور اس کی یاد میں مصروف مشغول رہے اسی کو تکیف عبدیت کہتے ہیں کہ عبدیت کا کیف بندہ کے افعال میں ظاہر و نمایاں معلوم ہو۔ ذاکر زبان رابطہ نیاز کی شاہد ہو اور رکوع و سجود صدق عقیدت و نیاز مندی کا ترجمان۔ جو سر کسی کی طرف جھکے اس کی راہ میں جھکے اور جو گردن کسی کے لئے خم نہ ہو اس کی بارگاہ میں جبین سائی کرے تو بندہ کا یہ حال اس عظمت خداوندی کا اظہار ہے جو اس کے نفس میں مرکوز ہو چکی ہے۔ تکیف عبدیت کا منظر تو فقط اسلامی زندگی اور اسلامی عبادتوں میں نظر آتا ہے جو ان کو عبث کہتا ہے وہ عبدیت و کیف عبدیت دونوں سے بے خبر ہے اس لئے میں

نے عرض کیا کہ یہ الفاظ کہیں اس کے گوش زد ہو گئے ہیں اور انکے معانی
کے تصور سے بھی اس کا ذہن آشنا نہیں درس حقیقت سے وہ بمراحل دور
ہے اور اس کی نظر اس قدر سطحی ہے کہ وہ خورد و نوش اور بچوں کے کھلانے
پلانے میں عبادت کے معنی کو منحصر سمجھتا ہے اس کو اتنا ہوش نہیں آتا کہ
یہ باتیں بھی زندگی کے اغراض عامہ میں سے ہیں۔ انسان کی شرافت
میں انکو ذکر کرنا جہالت کے اسفل السافلین میں پہنچتا ہے۔ رکوع سجدہ
جس پر اعتراض کیا ہے اس میں نمازی کی وارفتگی اور صدق و اخلاص
کے نقشے دیکھ کر کفار میں حق پرستی کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں اور
اسی ذوق میں وہ اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر اسلام کے حلقہ بگوش بن
جاتے ہیں۔ بیانز نے کہا ہے کہ اس طریق عمل سے آپ دوسروں کو اپنی
طرف جذب نہیں کر سکتے۔ یہ نہایت ہی کوری و نابینائی ہے۔ اس کو
یہ نظر نہ آیا کہ اس مقدس طریق زندگانی نے کروڑوں بندگان خدا کو جذب
کر کے فرماں بردار اسلام بنا دیا کفار بت خانے اور کلیسا توڑ توڑ کر اسلام
کے قدموں میں آئے اور باطل پرستی کے قصر مٹا کر انہوں نے حق
پرستی کے معابد تعمیر کئے اور آج روزانہ ہزار ہا باطل پرست حریم اسلام
میں داخل ہوتے چلے جا رہے ہیں کفار نے اپنی تمام طاقتیں اسلام کے
مقابل صرف کر دی ہیں مگر اسلام کے شیدائی ان کے روکے نہیں رکتے
اور پروانہ وار اسلام کی دل نواز روشنی پر فدا ہو جاتے ہیں۔ کونسا
ملک ہے کونسا خطہ زمین ہے جہاں اسلام کی کشش کا زبردست
ہاتھ نہ پہنچا ہو اور کفرستانوں کے ایوان زلزلہ سے تھرتھرا نہ رہے ہوں
ہندوستان کے کفار اپنے تحفظ کے لئے کس قدر مضطرب ہیں۔ شدھی

اور سنگھٹن کی تحریکیں اور ان پر کروڑوں روپیہ صرف کرنے کے علاوہ ہر طرح کے دباؤ اثر اور قانونی حربوں سے کام لیا جاتا ہے۔ مگر ان کی جماعت ان کے قبضہ سے باہر ہے اور اسلام کی کشش ان کے بہترین افراد کو مسجد میں حاضر کرکے وحدہ لاشریک لہ کا ساجد بنا دیتی ہے۔ ان کے مبلغین کے پہلوؤں میں سے لا الہ الا اللہ کی صدائیں بلند کرنے والے اٹھتے ہیں اور مسجدوں میں جاکر سربسجود ہو جاتے ہیں۔ شدھی کے حامیوں نے اسلام کی سرعت رفتار کی جو رپورٹیں شائع کی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ قریب ترین عرصہ میں ہندوستان کے تمام باشندے اسلام کے فرماں بردار نظر آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

مدینہ طیبہ کی نورانی تجلیاں

مدینہ طیبہ کی خاک کا ذرہ ذرہ مشرقستان انوار ہے بے شمار مقبولان بارگاہ کروڑوں اولیاء اللہ اس کے ایک ایک ذرہ پر شیدا ہونے کے لیے عمریں آرزو میں گذار گئے۔ اور زندگی کا لمحہ لمحہ اس بلد پاک کی تمنا سے دیدار میں صرف فرما گئے۔ جدائی اور فراق نے جو بے چینی اور بے تابی ان میں پیدا کی وہ ان کی ہر سانس کے ساتھ آنے والی آہ سرد سے ظاہر تھی۔ لمحہ لمحہ مدینہ پاک کی یاد سے آباد تھا۔ زمانہ صحابہ سے لے کر ہمارے زمانہ تک ہر ملک وہر دیار ان عشاق سے بھرا ہوا ہے۔ جو دیار محبوب کی محبت میں محو ہیں مخصوص حضرات کا کیا ذکر کیا جائے۔ جامی اور محدث دہلوی کہاں۔ اس سر

زمین طاہرہ کے عشاق میں کروڑوں جامی اور محدث دہلوی ہیں جن کے کلام سے آج تک عشق و محبت کی خوشبوئیں آرہی ہیں اور انہوں نے عالم کو مہکا دیا ہے بہت سے وہ دل سوختہ بھی ہیں جن کی نظر دردلدار کی طرف لگی ہوئی ہے۔ دل ہوائے شوق سے کھنچا جا رہا ہے۔ صبر و قرار رخصت ہے ان سے پوچھئے کہ مدینہ کی یاد میں کیا مزہ ہے اور کس حبیب دلنواز کے عشق و محبت نے تمہیں وارفتہ بنا دیا ہے اس بحث پر اگر لبسیط کیا جائے اور عشاق کی زبان سے دیارِ محبوب کا تذکرہ سنایا جائے تو لذیذ ہو گا مزہ دیگا سوزِ نہاں اپنا اثر دکھائے گا۔ کچھ جذبات دلوں میں تاثیر کریں گے۔ یہ ضرور مگر میں چاہتا ہوں کہ مدینہ طیبہ کا تذکرہ عالم شہنشاہ کونین کے سرور، دارین کے تاجور، دلوں کے مرغوب، جانوں کے مطلوب، اللہ کے محبوب حضور پر نور سید انبیاء و مرسلین صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ کی زبان حق سے سناؤں اور احادیث کریمہ کی طرف حسبِ طلب بڑھاؤں۔ یہ تو سب یگانہ و بیگانہ جانتا ہے کہ مدینہ پاک کی عزت و عظمت، کرامت و شرافت حرمت و فضیلت تمام اقطار و بقاع سے زیادہ ہر شہر و دیار سے بڑھ کر کسی خطہ کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔ خطہائے ارض اور قطعہائے خاک تو کیا اس خاک پاک فخر افلاک سے ہمسری کا دعویٰ کر سکیں۔ آرام گاہ حبیب خدا ارض و سما تو کجا عرش معلے سے بھی مرتبہ میں بلند و بالا ہے امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۱:- ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قدم من سفر فنظر الی جدرات المدینۃ اوضع راحلتہ	حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے تو اپنی سواری کو تیز چلاتے اور اگر

وان کان علی دابۃ حرکہا بحبہا	کسی جانور پر تشریف فرما ہوتے تو مدینہ کی محبت میں اس کو تیز کرتے

بخاری کی یہ حدیث مدینہ طیبہ کی ایک عظیم الشان فضیلت کا اظہار کرتی ہے۔ کہ سید ابنیاء محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شہر پاک کے ساتھ وہ وہ محبت تھی کہ اس کے در دیوار پر نظر پڑتے ہی وہ محبوب اکرم اپنی سواری تیز کر دیتے تھے۔ مسلمانوں کی جان اس در و دیوار پر قربان۔ انہیں انس سے دوسری حدیث مروی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم طلع لہ احد فقال ھذا جبل یحبنا ونحبہ اللھم ان ابراھیم حرم مکۃ وانی احرم ما بین لابتیھا۔	حضور پر نور علیہ الصلوۃ والتسلیمات کے سامنے جب احد پہاڑ آیا تو فرمایا یہ پہاڑ ہمیں محبوب رکھتا ہے ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ یا رب حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم کیا اور میں اس جگہ کو حرم کرتا ہوں جو اطراف مدینہ کے درمیان ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس علیہ الصلوۃ والتسلیمات کو مدینہ طیبہ اور اس کے دشت و جبل کے ساتھ محبت تھی۔

امام احمد و ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استطاع ان یموت	حضور علیہ السلام نے فرمایا جس سے ہو سکے کہ مدینہ میں مرے پس

بالمدینۃ فلیمت بہا فانی اشفع لمن یموت بہا

چاہیے کہ وہ مدینہ میں مرے میں یقیناً اسکی شفاعت کروں گا جو یہاں مرے۔

یہی تو تمنائیں عشاق کو جان بازی نہیں جاں نثاری کے لیے مدینہ طیبہ لے جاتی ہیں اور جو نہیں پہنچ سکتے اسی حسرت میں دم توڑتے رہتے ہیں۔ ہای کاش میرے اس تن ناقص کو وہاں کی خاکِ پاک شرفِ جاں نثاری بخشے اور دولت شفاعت سے بہرہ یاب ہوں آمین ؎

میرے مدفن کو ملے ہے کوئے نبی کی زمین
آگئی قبضہ میں اقلیم مقدر کی زمین

بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے۔

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم اجعل بالمدینۃ ضعفی ما جعلت بمکۃ من البرکۃ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ یا رب مدینہ میں مکہ سے دونی برکت عطا فرما۔

بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی۔

قال من زارنی متعمدا کان فی جواری یوم القیمۃ ومن سکن المدینۃ وصبر علی بلائہا کنت لہ شہیدا او شفیعا یوم القیمۃ ومن مات فی احد الحرمین بعثہ اللہ من الآمنین یوم القیمۃ

حضور اقدس علیہ السلام نے فرمایا جس نے قصد کرکے میری زیارت کی وہ میرے جوار رحمت اور میری محافظت میں ہوگا۔ روز قیامت اور جس شخص نے مدینہ پاک میں سکونت کی اور وہاں کی تکالیف پر صبر کیا میں روز قیامت اس کا

شہید و شفیع ہونگا اور جو حرمین شریفین میں سے کسی ایک میں مرا اللہ تعالیٰ اس کو آمنین میں محشور فرمائے گا۔

اس حدیث میں زائر کے ساتھ قصداً کی تصریح صاف بتاتی ہے کہ اس بشارت کا مستحق وہ سعادت مند مخلص ہے جس کا مقصود سفر مدینہ سے زیارت سرکار ہو مگر وہابیہ جنہیں مخالفت حدیث کی عادت ہو گئی ہے اس پر مصر ہیں کہ مدینہ کا عازم زیارت کی نیت نہ کرے۔ نیز اس حدیث میں یہ بھی بشارت ہے کہ روز قیامت زائرین رسول کو آپ کے جوار رحمت و حفاظت میں پناہ ملیگی مگر وہابیہ نجدیہ حضور کے حفظ و پناہ سے گھبراتے ہیں ؎

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت امام علامہ علی نور الدین ابوالحسن بن عبداللہ سمہودی قدس سرہ خلاصۃ الوفا میں ابن عساکر سے بسند جید بروایت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں۔

ان بلالا رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقول له ما ھذہ الجفوۃ یا بلال اما آن لک ان تزورنی فانتبہ حزینا خائفا فرکب راحلته وقصد

حضرت بلال نے حضور انور علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں یہ کیا ستم ہے کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تو میری زیارت کے لئے حاضر ہو۔ حضرت بلال چونک

المدینة فاتی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجعل یبکی عندہ ویمرغ وجہہ علیہ فاقبل الحسن والحسین فجعل یضمھما ویقبلھما فقالا نشتھی نسمع اذانک الذی کنت تؤذن بہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد فعلی سطح المسجد ووقف موقفہ الذی کان یقف فیہ فلما ان قال اللہ اکبر ارتجت المدینة فلما قال اشھد ان لا الہ الا اللہ ازدادت رجتھا فلما قال اشھد ان محمدا رسول اللہ خرجت العواتق من خدورھن

پڑھے اور خائف وغمناک بیدار ہوئے اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ روضۂ طاہرہ پر حاضر ہو کر حضور کے سامنے رونے لگے اور اپنا چہرہ خاک پاک میں ملنے لگے۔ امام حسن وحسین آئے انہیں چپٹا کر بوسے دینے لگے صاحبزادگان والا شان نے فرمایا ہمارا جی چاہتا ہے کہ تمہاری وہی اذان سنیں جو تم حضور کی مسجد میں دیا کرتے تھے۔ حضرت بلال چھت پر چڑھے۔ اپنی جگہ کھڑے ہوئے اور جب انہوں نے اللہ اکبر کہا۔ مدینہ گونج اٹھا جب اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا شور مچ گیا جب اشہد ان محمدا رسول اللہ کہا پردہ نشینوں سے بھی صبر نہ ہو سکا۔

اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ آداب ہیں وہ اس طرح خاک میں لوٹتے اور اس شیفتگی کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں۔

امام سمہودی نے نقل فرمایا۔

وقد استفاض عن عمر بن عبد العزیز انہ کان یبرد

یعنی حضرت عمر عبد العزیز سے یہ خبر مشہور ہو گئی کہ وہ حضور پر

البریدین من الشام یقول سلم
لی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سلام عرض کرنے کے لئے شام سے
قاصد بھیجتے تھے۔

امام ابوبکر بن عمر بن عاصم نے اپنے مناسک میں فرمایا

وکان عمر بن عبد العزیز یبعث
بالرسول قاصدا من الشام
الی المدینۃ لیقرء علی النبی صلی
اللہ علیہ وسلم السلام ثم یرجع

عمر بن عبد العزیز حضور پر سلام
عرض کرنے کے لئے شام سے قاصد
بھیجتے تھے جو سلام عرض کر کے
لوٹ جاتا تھا۔

امام سمہودی نقل فرماتے ہیں
ان ابن عمر کان اذا قدم من
سفر اتی قبر النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فقال السلام علیک
یا رسول اللہ السلام علیک
یا ابابکر الصدیق السلام علیک
یا ابتاہ

یہ روایت صحیح ہے کہ جب حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے سفر سے
آتے روضۂ پاک پر حاضر ہو کر عرض
کرتے السلام علیک یا رسول اللہ
السلام علیک یا ابابکر الصدیق السلام
علیک یا ابتاہ (میرے والد)

عیدِ اضحیٰ

عاشقانِ الٰہی گھربار شہر و دیار عزیز و اقارب و دوست آشنا سب کو چھوڑ کر عاشقانہ جذبات کیساتھ بحر و بحر کے سفر کیلئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے ہیں دشت و جبل کے نشیب و فراز میں شام و سحر گزار رہے ہیں لمحہ لمحہ گن گن کر کٹ رہا ہے شوق کے ولولے دلکو بےچین کر رہے ہیں اور بُعدِ مسافت دشمن جاں معلوم ہوتا ہے خشکی و تری کے منازل و مراحل طے کرتے ہوئے در محبوب پر فدا ہونے کی تمنا میں طواف کرنے اور قربان ہونے کی آرزو میں بڑھے چلے جا رہے ہیں یار و اغیار پہنچانے آئے ہیں اسٹیشن پر ہجوم ہے۔ قلبِ فارغ سے ایک ایک کو رخصت کر رہے ہیں۔ جذبات شوق کے کلمات بے اختیار زبان پر آتے ہیں پہنچانے والے حسرت سے آنکھوں میں آنسو بھر لاتے ہیں۔ سیٹی ہوئی اور پہنچانے والونکے دل پر مفارقت کی چوٹ لگی۔ اپنی محرومی و ناکامی نے نقشہ کھینچا کوئی خانہ کعبہ میں بیت الحرام کے پردوں سے لپٹ کر دعاؤں کی درخواست کر رہا ہے کوئی سلطانِ مدینہ کے حضور میں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لمبی لمبی التجاؤں کا پیامی بنا رہا ہے۔ ہر ایک اپنی اپنی مراد اپنا اپنا پیام سنا رہا ہے کہ گاڑی چھوٹ گئی سب دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے جہاں تک گاڑی نظر آتی رہی حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا کئے رومال ہلا ہلا کر اشارے کرتے رہے۔ جب گاڑی نظر سے غائب ہوگئی با دلِ نخواستہ غمناک واپس ہوئے۔ عشاقِ الٰہی قطعاتِ ارض طے کرتے چلے جاتے ہیں کہیں گاڑی بدلتی ہے دوسری گاڑی میں بیٹھتے ہیں۔ کہیں ریل کا سلسلہ منقطع ہوتا ہے مسافر خانہ میں ٹھہرتے ہیں۔ ٹکٹ کی جستجو ہے۔ پاسپورٹ کی فکر ہے تکلیفیں اٹھاتے ہیں زحمتیں برداشت

کرتے ہیں اور اپنے نصیب پر فخر کرتے ہیں جہاز پر سوار ہوئے سطح آب پر نظر پڑی ایک عالم ہی دوسرا ہے جہاز چھوٹا ساحل دور ہوتا چلا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا ہی سے رخصت ہو گئے۔ ہر چہار طرف پانی ہی پانی ہے کبھی سر چکراتا ہے کبھی قے آتی ہے کھانا پینا ترک ہے مگر یہ سب کچھ محبوب کی یاد میں دلکش ساکن کے تمام ناز نعم فدا کرنے کے قابل ہے اس راہ میں جو کانٹا چبھتا ہے عاشق کو دنیا کی سلطنت اسکے مقابلہ میں ہیچ معلوم ہوتی ہے ؂

رہِ مدینہ کے نیز کانٹے نصیب والوں کو میسر: قدم انکو یاد لگی یہ خواہش چبھا ہوا نوک خار میں ہو

پانی ناپ تول سے ملتا ہے فقر تکلیف ہوتا ہے چھارے دیئے جاتے ہیں مگر شوق انگیز ولولے ہر ایک کلفت میں عجیب ہی لذت محسوس کرتے ہیں خدا کا شکر ہے نقوماہ کے بعد سمندر کا سفر طے ہوا۔ دیار محبوب کے آثار دور سے نظر آنے لگے جہاز ساحل پر پہنچا عرب کا ریگستان نظر آیا۔ جدہ سے ریگستان کا سفر شروع ہوا کوئی اونٹ پر سوار ہے کوئی دراز گوش پر کوئی شوق کے عالم میں پیادہ پا جا رہا ہے بیابان کی منزلیں پانی نایاب پیاس سے زبان پر کانٹے جم گئے ہیں ہونٹوں پر چپکی آگئی ہے مگر دل کے ولولے کہتے ہیں قدم عشق پیشتر بہتر خوش نصیبی سے وہ ساعت سعید میسر آئی کہ احرام پوش عاشقوں کا قافلہ مکہ مکرمہ میں پہنچا جنکے گرد آلود بال بے سلا لباس انکی وارفتگی کا پتہ دے رہا ہے صید و شکار حرام ہے اپنے اہل کے ساتھ قربت ممنوع ہے اللہ کے بندے اللہ کی یاد میں ہیں کعبہ مقدسہ کی زیارت ہوئی بیت اللہ کے گرد پھیر کر قربان ہونے لگے۔ خانہ کعبہ میں نمازیں پڑھیں، حجر اسود کو بوسے دیئے کبھی صفا و مروہ کے درمیان سعی کی جا رہی ہے۔ کبھی منا و مزدلفہ میں قیام ہے کبھی عرفات میں حاضر ہیں اور عجیب شان و شوکت کے ساتھ خطبہ ہو رہا ہے کبھی لا فتے جمار کر رہے ہیں۔ ارکان حج ادا کر کے قربانیوں

فارغ ہو کر رخصتی طواف کر کے کعبہ مقدسہ کے پردوں سے لپٹ لپٹ کر روتے ہیں دعائیں مانگتے ہیں اب خوش نصیب عاشقوں کا گروہ بیحد و پایاں سعادتیں اور برکتیں حاصل کرنے کے لئے مدینہ طیبہ کیطرف اپنے آقا کے حضور روانہ ہوا۔ عجیب برکت کے ایام ہیں حدیث شریف میں وارد ہوا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من ایام احب الی اللہ ان یتعبد لہ فیھا من عشر ذی الحجۃ یعدل صیام کل یوم منھا بصیام سنۃ وقیام کل لیلۃ منھا بقیام لیلۃ القدر (ترمذی)

حضور سید عالم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ کوئی زمانہ نہیں جسمیں عبادت کرنا اللہ کے نزدیک محبوب تر ہو۔ اس عشرہ کے ہر دن کے روزے ایک سال کے روزوں کی برابر ہیں اور شب کا قیام (عبادت) شب قدر کے قیام کے برابر ہے۔

حدیث۲: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت بیوم الاضحی عیدا جعلہ اللہ لھذہ الامۃ قال لہ رجل یا رسول اللہ ارایت ان لم اجد الا منیحۃ انثی افاضحی بھا قال لا ولکن خذ من شعرک واظفارک وتقص شاربک وتحلق عانتک فذالک من تمام اضحیتک عند اللہ (ابوداؤد ونسائی)

حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھکو روز اضحی کا حکم کیا گیا کہ میں اسکو عید بناؤں اللہ تعالیٰ نے اسکو اس امت کیلئے عید مقرر فرمایا ہے حضور سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا فرماتے ہیں آپ اگر میں منیحہ مادہ کے سوا اور کچھ نہ پاؤں کیا اسکو قربانی کروں فرمایا نہیں لیکن لے اپنے بال اور ناخن اور لبیں ترا شئں اور زیر ناف کے بال دور کر اللہ کے نزدیک یہ تیرے لئے پوری قربانی ہے۔

یعنی نادار ہونیکی حالت میں اسپر قربانی کا ثواب ملیگا۔ ملیحہ منح سے مشتق ہے اور منح عطا کو کہتے ہیں عرب میں عادت تھی کہ شیر دار اونٹنی وغیرہ محتاجوں کو دیتے تھے کہ وہ اسکے دودھ اور ان بچوں سے احتیاج کیوقت تک فائدہ اٹھائیں اور حاجت روائی کے بعد واپس کردیں اسکو منیحہ کہتے تھے انکے پاس اس قسم کا جانور تھا انہوں نے اسکی قربانی کی اجازت چاہی حضور نے اسلئے منع فرمادیا کہ انکے پاس اسکے سوا اور کوئی چیز نہ تھی جس سے نفع حاصل کرسکیں۔

حدیث:۔ قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ ماھذہ الاضاحی قال سنۃ ابیکم ابراھیم علیہ السلام قالوا فما لنا فیھا یا رسول اللہ قال بکل شعرۃ حسنۃ قالوا فالصوف یا رسول اللہ قال بکل شعرۃ من الصوف حسنۃ (رواہ احمد)

اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانیاں کیا ہیں فرمایا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت عرض کیا ہمیں اسمیں کیا ثواب ہے فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی یعنی گلے کے بکری کے بال ہوتے ہیں انکے ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملیگی۔ عرض کیا صحابہ نے پس اون یعنی دنبہ اور بھیڑ اور اونٹ کی کے اون ہوتی ہے حضور نے فرمایا کہ انکے ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔ رواہ الامام احمد

حدیث:۔ ان اللہ یباھی الملٰئکۃ عشیۃ عرفۃ یقول انظروا الی عبادی اتونی شعثا غبرا (احمد)

بیشک اللہ عزوجل فخر کرتا ہے اپنے ملائکہ پر شام عرفہ کو اہل عرفہ کے ساتھ فرماتا ہے دیکھو میرے بندوں کی طرف کہ میرے پاس سر گرد آلودہ حاضر ہوئے ہیں۔

حدیث:۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حفظ لسانہ

حضور اکرم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے کان اور زبان اور نظر کو

وسمعه وبصره يوم عرفة غفر له من عرفة الى عرفة (بيهقی)

حدیث: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من احيى الليالى الاربع وجبت له ليلة التروية وليلة عرفة وليلة النحر وليلة الفطر (ابن عساکر)

عرفہ محفوظ رکھا اسکے لئے ایک عرفہ سے دوسرے عرفہ تک سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا جس نے چار شب بیداری کی اسکے لئے جنت یا مغفرت واجب ہوئی ذی الحجہ کی آٹھویں شب عرفہ کی شب عید اضحیٰ کی شب عید الفطر کی شب

قربانی کا بیان

مذہب حنفی میں ہر مسلمان مقیم غنی یعنی مالک نصاب پر قربانی واجب ہے خواہ نصاب نامی ہو یا نہ ہو اور بقدر نصاب خواہ روپیہ ہو یا زیور یا اور کچھ اسباب زائد از حاجت بشرطیکہ یہ مال دین میں مستغرق نہ ہو۔ حدیث شریف میں وارد ہوا۔

حدیث: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ما عمل ابن آدم من عمل يوم النحر احب الى الله من اهراق الدم وانه ليأتى يوم القيامة بقرونها واشعارها واظلافها وان الدم ليقع من الله بمكان قبل ان يقع بالارض فطيبوا بها انفسا (ترمذی ابن ماجہ)

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا نہیں کیا ابن آدم نے کوئی عمل روز نحر (عید قربان) محبوب تر اللہ کیطرف خون بہانے سے اور بیشک وہ (مذبوح جانور) آئیگا روز قیامت اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کیساتھ اور بیشک قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے بارگاہ الٰہی میں قبول ہوتا ہے پس خوش کرو اسکے ساتھ نفسوں کو۔

زین العرب نے کہا معنی یہ ہیں کہ افضل عبادات میں عید کے دن قربانی کا خون بہانا ہے اور وہ روز قیامت ویسی ہی آئیگی جیسی دنیا میں تھی بغیر کسی نقصان

اور کسی کمی سے کہ تاکہ قربانی کرنیوالے کے ہر عضو کا بدلہ ہو۔ اور پل صراط پر اسکی سواری ہو۔ یا یہ معنی ہیں کہ قربانی میزانِ عمل میں وزن اور گراں کریگی۔

اولاد وغیرہم کی جانب سے قربانی واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ نصاب چاندی کا ۵۲½ تولہ اور سونے کا ۷½ تولہ ہے اور نصاب پر سال گذر لینا قربانی کیلئے شرط نہیں قربانی کا وقت شہری کے لئے بعد نماز عید ہے قبل نماز جائز نہیں اور بیرونی کے لئے دسویں کی صبح صادق سے ہے اور اسکا آخیر وقت سب کیلئے بارھویں کے غروب آفتاب تک ہے اسکے بعد قربانی قضا ہو جائیگی اور قربانی کے جانور کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہوگی۔ تین دنوں میں پہلا دن سب سے افضل پھر دوسرا دن پھر تیسرا دن۔ درمیان کی دو رات میں بھی جائز ہے مگر مکروہ۔ قربانی کا جانور اونٹ گائے بھینس بکری بھیڑ دنبہ ہے۔ اسکے سوا دوسرے کسی جانور کی قربانی جائز نہیں۔ نر مادہ کا ایک حکم ہے اور پھر خصی کی قربانی افضل ہے۔

قربانی کا جانور تندرست سالم الاعضاء ہونا ضروری ہے۔ بیمار، لاغر جو مذبح تک نہ پہنچ سکے یا لنگڑا، اندھا، کانا، کان، ناک، دم، سینگ، تھن کوئی عضو تہائی سے زیادہ کٹا ہو۔ جس کے کان یا دانت سرے سے پیدا ہی نہ ہوئے ہوں یا بکری کا ایک، گائے بھینس کے دو تھن نہ ہوں یا علاج سے خشک کر دیئے گئے ہوں کہ دودھ نہ اتر سکے۔ قربانی کرنا درست نہیں۔ اونٹ، گائے، بھینس میں سات آدمی تک شریک ہو سکتے ہیں۔ شرکت کے جانور میں خریدتے وقت نیت شرکت کرنا چاہئے۔ بغیر نیت خریدنا پھر شرکت کر لینا مکروہ ہے۔ پانچ برس کامل کا اونٹ دو سال کی گائے بھینس ایک سال کامل کی بکری بھیڑ دور سے دیکھنے سے سال بھر والوں میں مل جانیوالا ششماہہ دنبہ قربانی کے کام میں آسکے گا۔ اس سے کم عمر کی قربانی جائز نہیں۔ اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا افضل ہے۔ حضور انور

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دست اقدس سے قربانی فرمائی۔ بخاری ومسلم کی حدیث ہے ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکبشین املحین اقرنین ذبحھما بیدہ وسمی وکبر قال رایتہ واضعا قدمہ علی صفاحھما ویقول بسم اللہ واللہ اکبر حضور اقدس علیہ السلام نے قربانی فرمائی دو ابلق فربہ سینگوں والے اپنے ہاتھوں سے ذبح کئے۔ اپنے دست اقدس سے اور بسم اللہ پڑھی اور تکبیر فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا حضور کو کہ آپ اپنا قدم مبارک انکے پہلو پر رکھے ہوئے ہیں اور فرماتے ہیں بسم اللہ واللہ اکبر۔

خود بخوبی نہ ہو سکے تو دوسرے کو اجازت ہونا ضروری ہے اور سنت ہے کہ اپنے سامنے قربانی کرائے۔ جانور بھوکا پیاسا ذبح نہ کیا جائے۔ نہ اس کے سامنے چھری تیز کریں نہ ایک کو دوسرے کے سامنے ذبح کریں جب تک سرد نہ ہو جائے نہ کھال اتاریں نہ کوئی عضو توڑیں کاٹیں۔ ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھنا بہتر ہے انی وجھت وجھی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین ۝ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین ۝ لا شریک لہ وبذالک امرت وانا من المشرکین جانور کو بائیں پہلو پر قبلہ رو لٹائیں اور داہنا پاؤں اسکے شانے پر رکھیں اور اللھم لک ومنک بسم اللہ واللہ اکبر کہکر تیز چھری سے جلد ذبح کریں مگر نہ ایسا کہ چھری گردن کے مہرے تک پہنچ جائے جانور پکڑنے والا بھی تکبیر کہتا جائے۔ ذبح اگر اپنی طرف سے ہو اللھم تقبل منی کما تقبلت من خلیلک ابراھیم وحبیبک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم اور دوسرے کی جانب سے بجائے منی کے من کے بعد اس شخص کا نام لے مستحب ہے کہ گوشت کے تین حصے برابر کئے جائیں دو حصے اپنا اور اپنے اعزا و احباب

کے لئے اور ایک پورا فقراء پر تقسیم کر دے اور اگر سب کھالے یا بانٹ دے یا سب فقراء کو دیدے تو اس میں بھی حرج نہیں فقیروں کا حصہ اگر تول کر پورا تہائی لیں تو بہتر ہے ورنہ تخمیناً اتنا ہو کہ ثلث سے کم نہ رہے۔ فقیر کہ صاحب نصاب نہیں اسپر قربانی واجب نہیں مگر قربانی کی نیت سے جانور خرید لینا خاص اس جانور کی قربانی اسپر واجب کر دیتا ہے بخلاف مالک نصاب جسپر خود قربانی واجب ہے اسپر خریدنے سے بعینہٖ وہی جانور قربانی کرنا واجب نہیں ہوتا اختیار رہتا ہے خواہ اسے ذبح کرے یا اور کو مگر نہ بدلنا اسے بھی بہتر ہے یا بدلے تو بہتر سے بدلے بعینہٖ کھال اپنے صرف میں لانا یا اسکے بدلے کی کوئی باقی رہنے کی شے جائے نماز برتن وغیرہ مول لینا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ کھال کسی مسجد یا مدرسہ یا کفن موتیٰ میں دیدی جائے کہ انکے مہتمم اسے بیچ کر لگائیں مگر کھال اپنے لئے داموں کو فروخت کرنا حرام ہے نہ اب یہ دام کفن موتیٰ یا تعمیر مسجد و مدرسہ میں لگائے جا سکیں بلکہ انکا خاص تصدق کرنا مساکین کو دینا واجب ہوگا کہ جب اپنے صرف کی نیت سے بیچی تو یہ گناہ ہوا اور یہ دام خبیث ہوئے اور خبیث کی راہ تصدق ہے خوب یاد رکھو کہ جسطرح کھال کی قیمت اپنے صرف میں لانا حرام ہے قیمت قربانی یا اجرت قصاب میں اسکا کوئی حصہ بھی حرام ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص قربانی کی کھال بیچکر اپنے صرف میں لائے یا اجرت قصاب یا قیمت قربانی میں مجرا کرے اسکی قربانی بارگاہِ قبول سے محروم ہے غرض ہر حال میں افضل و اولیٰ جلود اضحیہ (قربانی کی کھالوں) کا امور خیر میں لگانا باعث ثواب جزیل و رضائے رب جلیل ہے۔

نماز کی ترکیب

نیت کرتا ہوں میں دو رکعت نماز واجب عید الاضحیٰ مع چھ تکبیروں کے واسطے اللہ جل جلالہٗ کے منہ میرا طرف کعبہ شریف کے۔ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لو اور ربوراسبحنک اللھم پڑھکر امام کے ساتھ کان کی لوتک ہاتھ اٹھانا اور راللہ اکبر کہکر ہاتھ چھوڑدو پھر اسی طرح تین تکبیریں کہو ہر دو تکبیر میں قدرے سکوت سے فاصلہ ہو اسی طرح تین مرتبہ کہو تو ہاتھ باندھ لو جب امام قرات شروع کرے مقتدی چپکے سنیں دوسری رکعت میں بعد قرات ہاتھ اٹھاکر تین تکبیریں کہیں سابق ہاتھ چھوڑے رہیں پھر چوتھی مرتبہ تکبیر کہکر معاً رکوع میں جائیں باقی نماز حسب دستور بعد نماز امام خطبہ پڑھے لوگ اپنی اپنی جگہ چپکے سنیں بعد خطبہ و دعا اگر حسب معمول مصافحہ و معانقہ کریں تو بلا کراہت جائز ہے جبکہ محل فتنہ نہ ہو جیسے امرد خوبصورت کو اس سے احتراز چاہیئے اور جو مسلمان مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھائے یا معانقہ کے لئے ہاتھ پھیلائے اور یہ انکار کرے تو سخت معیوب و مذموم مکروہ ممنوع ہے کہ مسلمانوں کی دل شکنی و ایذا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلماً فقد اذانی جس نے مسلمان کو ایذا دی مجھے ایذا دی ومن اذانی فقد اذی اللہ اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ (السواد الاعظم مراد آباد ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۸ ہجری)

عیدِ اضحیٰ

جشن وطرب فرح وسرور کے ایام واوقات دنیا کی ہر ایک قوم کے لیے معین ہیں مگر کہیں تو کسی بادشاہ کی دنیوی کامیابی اسکی فتح یا ایک مدت دراز تک فرمانروائی کرنیکی خوشی میں جشن منایا گیا تھا۔ مستعد اخلاص کیش جان نثاروں کو فتح وظفر کے بعد خلعتیں دینے اور انعام تقسیم کرنے کیلئے ایک شاندار جلسہ کیا گیا تھا انکے بعد آنیوالوں نے اب تک وہ یادگار قائم رکھی اگرچہ وہ بادشاہ سلطنت نیست ونابود ہوگئی اور وہ حاکمانہ اقتدار غلامی کی رسوائی سے مبدل ہوگیا لیکن فتح ونصرت کے گیت گگئے اور ہزار ہا برس کے پیش آئے ہوئے ایک معمولی واقعہ کا سانگ بنانے کے لئے آج تک کروروں انسان سال بھر اس دن کا انتظار کرتے ہیں اور اس اپنا مقدس مذہبی تہوار سمجھتے ہیں ان تہواروں میں لیلا رچائی جاتی ہے سانگ کھیلے جاتے ہیں لہو ولعب اور عیش وعشرت کی گرم بازاری ہوتی ہے۔ مجھے ان تہواروں کے نام لینے کی ضرورت نہیں ہندوستان کے رہنے والے ایسے تہواروں سے خوب واقف ہیں۔ دوسری قسم کے وہ تہوار ہیں جنکی بنیاد وقت کی پوجا اور موسم کی پرستش پر رکھی گئی ہے ایک موسم کے استقبال کے لئے کروروں انسان اپنی وضع لباس ہئیت افعال آداب میں عظیم الشان تبدیلیاں کر ڈالتے ہیں کہیں چراغ روشن کرکے کروروں من تیل پھونک دیا جاتا ہے جوئے شراب اور اسی قسم کے افعال کا دور دورہ ہوتا ہے کہیں آنیوالے موسم کا استقبال لاکھوں من آگ جلا

جلا کر اور دھول اڑا کر کیا جاتا ہے۔ رنگ پھینک پھینک کر لباس اور صورتیں وحشتناک بنادی جاتی ہیں مردوں اور عورتوں کے ہجوم نکلتے ہیں اور عیش وعشرت کو مخصوص حصصہائے ملک میں بڑی خوشی سے بے حجاب کردیا جاتا ہے غرض اسی طرح کے جشن وجلوس عیش وعشرت کے لیل ونہار سرمستی اور وارفتگی کے اوقات تہوار کہے جاتے ہیں ان اوقات میں لذات وشہوات کے عمیق سمندروں میں غرق ہوتے ہیں اور وہ ہزار ہا برس کے پرانے کسی ایک واقعہ سے جو اس بعید زمانہ میں کسی ایک شخص کو پیش آیا ہو اور اسکا کوئی اثر ونشان باقی نہ رہا ہو اور اس قوم کا اوج وعروج ایک کہانی رہ گیا ہو۔ اپنے فرح وسرور میں جان ڈالتے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ یہ سرور ذاتی سرور نہیں ہے جو اپنی ذاتی امنگوں اور اپنے قلبی ولولوں سے پیدا ہوا ہو بلکہ وہ پرائے جذبات پہ سرود وسرائی ہے جسطرح بے قید لوگوں کی شادی باجے بجاتے ہیں اور گویئے گاتے ہیں یہ گانا اور بجانا دوسروں کے جذبات کی ہواداری ہوتی ہے اور انکا اپنا دل ایک مزدوری سے زیادہ کوئی سرور وکیفیت اس سے حاصل نہیں کرسکتا یہی کیفیت ان تہواروں کی بھی ہے بلکہ اتنا فرق ہے کہ وہ زندہ اور موجود شخص کے واقعی جذبات اور سچی امنگوں کو اپنے نقل سرور و طرب سے ظاہر کرتا ہے اور یہ مردہ اور زمانہ کے پامال کئے ہوئے اشخاص کے پرانے دقیانوسی ولولوں کی نغمہ سرائی کرتے ہیں نہ خود صاحب جذبہ ہیں نہ صاحب جذبہ کے ساتھی فنا شدہ قوم کے مردہ جذبات عیش وعشرت اور حدود لذت وشہوت کے اندر محدود ہیں اور ان کی بنا جن جذبات پر رکھی گئی ہے وہ بھی سب جسمانی لذات وخواہشات کے احاطہ کے مقید

ہیں ابتدا ہی سے انتہا تک روحانیت کی تجلی کہیں نہیں اور انسان کے خود اپنے ذاتی جذبات کی تربیت و اصلاح سے یہ تمام تہوار عاری ہیں۔

ہندوستان میں قربانی کا قدیم رواج

کہیں کہیں اب بھی اور زمانہ قدیم میں بالعموم ان تہواروں کیساتھ مختلف جانوروں کی قربانی بھی شامل تھی تاریخوں سے اور ہندوستانی اقوام کی مذہبی کتابوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے اور اتنی زبردست قوت کے ساتھ کہ معقول طریقہ پر اسکا انکار ناممکن ہے حتیٰ کہ ویدوں میں ہندوستان کے قدیم باشندوں کو قربانی نہ کرنے پر ملامت کی ہے مورخین کا خیال یہاں تک ہے کہ ہندوستان میں علم ہئیت اور علم تشریح وغیرہ کی ضرورت ہی قربانی کی وجہ سے ہوئی (دیکھو مختصر تاریخ اہل ہند لیکن یہ قربانی بھی اسی حیثیت کی ہے جو حیثیت تہواروں کی ہے یعنی پرانے اقبال مند لوگ جن کو اس ملک کے دیوتا کہتے ہیں انکے اقبال کی تہنیت قربانی سے ادا کیجاتی ہیں اور وہ قربانیاں اپنے ان پیشرو لوگوں کی عزت و معبودیت کی عملی تصدیق کے طور پر پیش کیجاتی ہیں۔

اس بیان سے اتنا صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ اس ملک کے تہوار اوقات کو عیش و عشرت اور لذات و شہوات میں مصروف کرتے ہیں ان کی بنا گزرے ہوئے لوگوں کے مردہ جذبات کی کہانی دہرانے یا موسم کی پوجا کرنے پر ہوتی ہے۔

ان تہواروں کی بنیاد ذاتی جذبوں پر نہیں ہوتی۔ یہ تمام تہوار روحانیت کے فیوض و برکات سے خالی ہیں

اسلامی تہوار

اب میں آپ کو اسلامی تہواروں پر ایک اجمالی نظر ڈالنے کی دعوت دوں گا آپ کو غور کرنا ہو گا کہ دنیا کے تہواروں کو اسلامی تہواروں سے کچھ بھی مناسبت ہے عید ہو یا بقر عید یا شب برات۔ اسلامی شریعت نے اس کو ہر مسلمان کیلئے سرور بنایا ہے ان تہواروں میں مسلمانوں کی حیثیت شادی کے نقال کی سی نہیں ہوتی جو پرائے جذبہ پر اچھلتا کودتا ہو بلکہ وہ ایک مہینہ کامل روزہ دار رہکر نفس کی اصلاح کر کے طاعتوں اور عبادتوں میں مشغول رہکر روحانیت کو جسمانیت پر قوی اور غالب کر لیتا ہے اور دعوت روحانی سے جذبات نفسانی اور شہوانی کو مقہور و پامال کر ڈالتا ہے تب اس روحانی کامیابی پر اس کے لئے ایک روحانی سرور کا وقت آتا ہے اسکو عید کہتے ہیں۔ اس عید میں وہ شہوت پرستانہ عیش و عشرت کیلئے اپنی ہستی کو پیش نہیں کرتا بلکہ روحانی کامیابی پر اپنے پروردگار حقیقی محبوب مالک الملک قادر مطلق کی شکر گزاری کیلئے سر نیاز جھکاتا ہے ناصیہ ارادت سے بارگاہ صمدیت میں جبین سائی کرتا ہے اتنی مدت کی ریاضت سے اگر نفس کو اپنی پاک بازی اور ریاضت پر کچھ عجب و ناز پیدا ہو تو اس کو دوگانہ شکر سے دور کر دیتا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ میں نے مہینہ بھر کے روزے راتوں کا قیام لذائذ کا ترک قرآن کریم کی تلاوت نفس کو اسکے خواہشات سے روکنا ایسا عظیم الشان مجاہدہ میری ہمت و قوت کا ثمرہ نہیں ہے اے کریم کارساز یہ سب تیرے توفیق و کرم سے میسر آیا اور طاعت و بندگی کی منزل میں یہ کامیابی حاصل ہونیکا شکر تیری درگاہ میں رکھے ہوئے پیشانی ادا کر رہا ہے۔ یہ دن روحانیت

کی ترقی قلب کی صفا نفس کی جلا اور انسان کی حقیقی سعادت کا دن ہوتا ہے نہ یہاں پرائے دلوں پر سرود بے ہنگام ہے نہ اپنے نفس کو شہوات کے دریا میں غرق کیا جاتا ہے نہ کسی وقت کی پرستش ہے نہ کسی گذرے ہوئے شخص کی دینوی کامیابی کی غیر مہذب مبارکباد ہے اسلام کے تمام خدا شناسوں کی روحانی کامیابیوں کے روحانی سرور کا نام ہے جسکو وہ اپنے مالک وخالق کی طاعت وعبادت سے ادا کرتے ہیں اور انکی سب سے بڑی خوشی دینی خاک میں رکھا ہوا سر ہوتا ہے جو اپنی زبان حال وقال سے حضرت قادر صمد جل جلالہ کی وحدت وکبریائی کا خطبہ پڑھتا ہے۔

دوسری عید بطالبان خدا وعاشقان کبریا کی ایک بڑی ریاضت حج ہے جس میں وہ اپنے محبوب وطن اور عزیز رفقا پیارے احباب اور سارے اہل وعیال اور مالوف مسکن سب کو چھوڑ کر ایک طویل اور دشوار گذار سفر راہ خدا میں اختیار کرتے ہیں وہ تمام چیزیں جو نفس کو محبوب ہیں اور جن سے انسانی خواہشات کا قوی رابطہ ہے طالب حق مردانگی سے ان سبکو ٹھکرا کر محبوب حقیقی کی رضا جوئی کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے پھر اگر بادشاہ بھی ہو تو شاہانہ شکوہ وجلال کیساتھ نہیں بلکہ فقیر خستہ حال کی شان میں اپنے پیکر جسمانی کو بندگی وعبدیت کا نقشہ بنا کر لیجاتا ہے کفن کی طرح ایک چادر لپٹی ہوئی ہے اور بس امیر ہو یا غریب بادشاہ ہو یا فقیر سب احرام پوش ہیں اور یاد الٰہی کی محویت کا یہ عالم کہ بدن کی زیب وزینت سے قطع تعلق ہے قدم قدم پر نفسانی خواہشات ذبح ہوتی چلی جاتی ہیں اسطرح خانہ کعبہ پہنچتا ہے سعی وطواف کے مجاہدوں سے خوگر آسائش نفس کو تاؤ دیکر اسکی ظلمانیت دور کرتا ہے اور لمحہ لمحہ طاعت وعبادت الٰہی میں گذارتا ہے جان مال آسائش راہ الٰہی میں خرچ کر ڈالتا ہے ایک

ایک اجتماع عام میں جہاں دنیا میں ہر ملک و وضع کے لوگ مختلف صورتیں اور مختلف عادتیں مختلف وضع مختلف لباس مختلف زبان مختلف بول چال رکھنے والے ایک ہی وضع ایک ہی شان ایک ہی لباس میں حاضر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا خطبہ سنتا ہے ۔ اگرچہ اس بیت اللہ کا طواف صفا و مروہ کی سعی حج بیت اللہ اس سے پہلے بھی بزرگوں نے ادا کی ہوں لیکن یہ فقط انہیں کے جذبات اخلاص کا ترجمان نہیں ہے خود اپنے گھر سے اپنا جذبہ لے کر چلا ہے اپنے نفس کو راہ خدا میں ترک مرغوبات کی اصلاح سے شائستہ بنا چکا ہے اسلئے وہ پرائی امنگوں کا بے ذوق معنی یا نقال نہیں ہے اگرچہ اہل اللہ کی ریاضت اور انکے اخلاص و طاعت کی نقل محض بھی روحانی ترقی کے لئے بہترین ذریعہ ہو سکتی تھی لیکن یہاں مجاہدات کی دشوار گذار منزلیں خود اس نے اپنے نفس سے طے کرائی ہیں اور جذبات خدا طلبی میں اسکا نفس محض ناقل و حاکی نہیں ہے ۔ ان مراتب کو ادا کرنے کے بعد اور جانی مالی خواہشات سعادت کی ایک اعلیٰ منزل ہے جسکی کامیابی پر روحانی فرحت و سرور بالکل بجا ہے اسلئے مناسک کو ادا کر کے پھر اسکے لئے ایک فرح و سرور کا دن ہوتا ہے جسے عید اضحیٰ کہتے ہیں اس دن بھی وہ نفسانی اور شہوانی لذائذ کی طرف ملتفت نہیں ہوتا بلکہ روحانی نعمت کی شکر گزاری میں سر نیاز خاک پر رکھ کر طاعت الٰہی بجا لاتا ہے اس عید کو بھی دوگانہ ادا کرتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا خطبہ پڑھتا ہے اور چونکہ روحانی و جسمانی عبادت ادا کرنیکی توفیق ملی ہے اور اپنے مال و متاع کو قربان کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے اس لئے خاص اللہ کے لئے اپنے ایسے مال کی قربانی کرتا ہے جو جان نثاری کا ترجمان اور بذل نفس کا حاکی ہو سکے ۔

قربانی اور مسلمانوں کا طریق عمل

مذکورہ بالا بیان سے خوب واضح ہو چکا ہے کہ عید اور تمام اسلامی تہوار عبادات ریاضت اور ادائے شکر الٰہی کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان اوقات میں مسلمانوں کے قلوب اغیار کے خیال سے فارغ و خالی ہو کر اپنے رب عزوجل کی یاد میں مشغول ہوتے ہیں عشق الٰہی کے جذبات انہیں فرصت نہیں دیتے کہ وہ کسی دوسری طرف نظر ڈالیں۔

دوسری قوموں کی طرح مسلمانوں کے تہوار عیش و عشرت کا مظاہرہ نہیں ہیں جس میں انہیں دوسروں کی طرف نظر ڈالنے اور جنگ جوئی کرنیکی ضرورت پیش آئے۔ یہی وجہ ہے مسلمان بالعموم ہر مقام پر ہمیشہ اپنے تہوار کے زمانہ میں صرف اپنی عبادات میں مصروف رہتے ہیں اور کوئی چھیڑ چھاڑ یا جنگ و جدل وہ اپنے لطف عبادت کیلئے مخل جانتے ہیں اور کبھی اپنی طرف سے بر سر پیکار نہیں ہوتے۔

قربانی:۔ ایک مسلمان نعمت الٰہی کے شکر میں بجالاتا ہے اس میں اخلاص اور محض رضائے حق اسکا مقصد ہوتا ہے کسی کو چڑانے کا خیال بھی وہ اپنے اخلاص کے لئے مضر اعتقاد کرتا ہے اور فتنہ و فساد جو بدترین چیز ہے اور جس کو مسلمان ہر وقت برا جانتا ہے اسکو اس وقت اور زیادہ برا سمجھتا ہے۔ افسوس ہندو اکثریت جو مسلمانوں کو نیست و نابود کر ڈالنے کا عزم بالجزم کر چکی ہے وہ مسلمانوں کو اسوقت اپنے مشاغل طاعت و بندگی میں نہایت مصروف دیکھکر موقع سمجھتی ہے کہ ان پر حملے کرے اور انہیں جانی مالی ہر طرح کے نقصان پہنچائے مسلمان کتنا بھی امن و عافیت کا لحاظ

رکھیں مگر سنگدل جفاکار انکی امن پسندی سے غلط فائدے اٹھاتے ہیں۔ اور ظلم وستم کے پہاڑ توڑ ڈالتے ہیں انکی منتظم جماعتیں پہلے سے آمادہ جنگ موقع کی منتظر رہتی ہے وہ ایک دم مسلمانوں پر بلائے بیدرماں کیطرح ٹوٹ پڑتی ہے۔ ایک جماعت حکام کے پاس دوڑ جاتی ہے وہ مظلوم مسلمانوں کو ظالم وفتنہ انگیز بتاکر انہیں قانونی شکنجے میں کسنے کی تدبیریں کرتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمان ہی پٹتے ہیں مسلمان ہی مارے جاتے ہیں مسلمان ہی لٹتے ہیں مسلمانوں ہی کے گھر اور مسجدیں جلائی جاتی ہیں اور مسلمان ہی ماخوذ ہوتے ہیں وہی گرفتار کئے جاتے ہیں انہیں کو لمبی لمبی سزائیں ہوتی ہیں۔

کیا مسلمان قربانی چھوڑ دیں گے

ہندوؤں کو اس سے تو مطمئن ہو جانا چاہئے کہ اگر ان کے ظلم وستم سے (خدانخواستہ) ہندوستان کے تمام مسلمان ذبح کر ڈالے جائیں تو بھی وہ اپنے آخر لمحہ زندگی تک اپنے دین مذہب اور اپنے فرائض کو چھوڑنے والے نہیں۔ جان کا خوف مال کا خطرہ انہیں ان کے فرائض کی ادا سے نہیں روک سکتا۔ انکا اعتقاد ہے کہ راستبازی اور نیکوکاری حق کی حمایت اور دین کی پابندی میں موت آنا بیدینی کی ذلیل زندگی سے کروڑوں درجہ بہتر ہے۔ جس کو وہ اپنے لئے عالم تصور میں بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ اسلئے ہندوؤں کے قتل وغارت سے قربانی تو بند نہیں ہو سکتی۔ وہ مسلمانوں کا جائز حق ہے اور اسکو وہ اپنے حدود میں باحتیاط انجام دیتے ہیں۔ ہندو انکا اسکے درپے ہونا شدید ظلم اور انتہا درجہ کی ناانصافی ہے۔

یہ کسقدر حیرت انگیز بات ہے کہ مسلمان تو جیو ہتیا کے جرم سے گردن زدنی قرار پائیں اور کروروں ہندو اسی فعل کے مرتکب ہوں تو ان کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔

ہندوؤں میں یہ جذبہ کس نے پیدا کیا

ایک سوال ہوتا ہے کہ مسلم کشی کا یہ جذبہ ہندوؤں میں کس نے پیدا کیا اور یہ سوال نہایت برمحل و باموقع ہے اسکا جواب ظاہر ہے کہ یہ جذبہ گذرے ہوئے زمانہ کے ہندو مسلم اتحاد نے پیدا کیا ہے خلافت کمیٹی کے عہد بیقیدی میں جس کے علم بلند کئے گئے تھے اور مسلم نما لیڈر مسلمانوں سے پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ ہندوؤں سے ہمارا اتحاد ہے گاؤ کشی بند کرو نقلی اور جعلی مولانا جو اس زمانہ میں چندہ کی بدولت بہت سے پیدا ہو گئے تھے اس مضمون پر بڑی گرم اور خونخوار تقریریں کرتے تھے ع

اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

لیڈروں اور مقرروں کی تقریروں نے ہندوؤں میں ایک جوش پیدا کر دیا وہ نمائشی اتحاد تو چندروز بھی نہ ٹھہرا اسکے یہ زہریلے اثرات اب تک باقی ہیں۔

مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے

بھارت موجودہ مسلمانوں کو اپنے حق کی حفاظت میں اپنی قدیم امن پسندانہ روش کے ساتھ مضبوطی سے قائم رہنا چاہیئے۔ اور جو لوگ مسلمانوں کی سربراہی کیلئے آگے بڑھا کرتے ہیں لیڈری کے مدعی ہیں

پیشوائی کے دعویدار ہیں اور وہ حضرات جو مسلمانوں سے ووٹ حاصل کر کے ایوان حکومت میں عزت کی کرسی حاصل کرتے ہیں انہیں مسلمانوں کی حفاظت جان و مال و امن و عافیت کیلئے ایک باقاعدہ مستقل سعی کرنا چاہئے مگر ان اصحاب کی بیدردی دشمن کے جفاکارانہ حملوں سے کم نہیں ہے مسلمان لٹتے ہیں، مارے جاتے ہیں مگر ان سرمستان بادہ عشرت کو خبر نہیں ہوتی یہ مسلمانوں کی حمایت میں لب کشائی کرنے کی جرأت نہیں رکھتے اگر ہندوؤں کی قوت سے اسقدر مرعوب ہو گئے ہیں تو انہیں مسلمانوں کیطرف سے پیشوائی اور نمائندگی کے لئے آگے بڑھنا نہیں چاہئے اور آئندہ مسلمان بھی ایسے ناکارہ اور معطل لوگوں کو آگے نہ بڑھائیں جو وقت ضرورت بالکل ان کے کام نہیں آسکتے۔

ہمیں گورنمنٹ سے یہ کہہ دینا ہے کہ جب اس نے مذہبی آزادی دینے کا اعلان کیا ہے تو وہ ذمہ دار ہے کہ ہم اسکے عہد حکومت میں اپنے دینی امور بآزادی ادا کر سکیں اور کوئی ہماری عبادت کے ادا میں مخل نہ ہو سکے ہم امن رکھتے اور امن چاہتے ہیں۔ مگر فسادیوں کی فساد انگیزی سے محفوظ رہنے میں گورنمنٹ کو ہماری اعانت کرنا چاہیئے۔ یا ہم کو وہ رقبہ بتا دیا جائے جہاں ہم بود و باش کر کے ستم گاروں کی دراز دستیوں سے محفوظ رہ سکیں۔ (السواد الاعظم مراد آباد۔ ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ ہجری)

سالِ نو

سال گذشتہ کے تمام گورے کالے اندھیرے اجالے نئے نرالے روپ دکھانے والے اوقات منقضی ہو گئے طرح طرح کے لیل و نہار ایام خزاں اور موسم بہار اپنی اپنی شان و شوکت دکھا کر رخصت ہو گئے شام و سحر کے ظلمانی و نورانی پیکر اپنی اداؤں کے ساتھ گذر گئے شب و روز کے سیاہ و سفید ادوار کا دراز عرصہ نیلی پیلی آنکھیں دکھا کر چلتا ہوا۔ عیش و راحت کے ایام شادی و کامرانی کے دن جشن و عشرت کی راتیں چشم زدن میں تمام ہو گئیں حسرت و ارمان کے اوقات اختر شماری و انتظار کی ساعات ہجر و فراق کی گھڑیاں جو کاٹے نہ کٹتی تھیں انکا بھی خاتمہ ہو گیا رنج و غم کے کڑوے اور تلخ دن مصائب و افکار کے سخت و ناگوار زمانے شدائد و تکالیف کے جاں سوز لمحے بیکسی و بے بسی کے دردانگیز لحظے اسیری و بیماری رنجوری و بیچارگی کے مایوس کن ہنگامے بھی آخر ہوئے ؎ نہ رات وصل کی باقی رہی نہ شام فراق ٭ مراد ہی نے وفا کی نہ بے مراد ہی سے۔ اوقات مہمان مستعجل کی طرح آئے اور چلے گئے صبح کا سہانا سماں فرحت انگیزیاں کر کے روانہ ہوا تو چاشت نے اپنے عروج و ترقی کا دبدبہ دکھایا مگر وہ بھی نہ ٹھہر سکا نصف النہار (دوپہر) نے اپنے کمال کی روشنی و گرمی دکھائی اور رحلت کر گیا سہ پہر نے پھر اعتدال کیطرف توجہ کی حرارت کم ہوئی گرمی دھیمی پڑی لیکن یہ حالت بھی باقی نہ رہ سکی۔ شام تاریکیوں کا لشکر لیکر اور اس نے دن کی نورانی افواج پر غلبہ حاصل کیا ہی تھا کہ شب دیجور نے اپنی بھیانک اندھیری سے اس کو مغلوب کیا سحر نے اسکا بھی گریبان چاک کیا۔

اِنَّمَا الدُّنْیَا کَظِلٍّ زَائِلٍ — اَوْ کَضَیْفٍ بَاتَ لَیْلًا فَارْتَحَلْ
دنیا سایہ رواں کی مثل ہے — یا اس مہمان کیطرح جو ایک رات رہا اور
اَوْ کَنَوْمٍ قَدْ یَرَاہُ النَّائِمُ — اَوْ کَبَرْقٍ لَاحَ فِیْ اُفُقِ الْاَمَلِ
یا خواب کیطرح جو سونیوالا دیکھتا ہے — یا بجلی کیطرح جو افق امل میں کوند گئی

بہر لحظہ بہر ساعت بہر دم
دگرگوں می شود احوال عالم

موسم سرما کس کروفر سے آیا اس نے زمانہ میں اپنے احکام نافذ کئے سلطان دلدادگوا اسکے حکم کی تعمیل کرنا پڑی وردیاں بدل دیں غذائیں تبدیل کرا دیں برف خلانے بند کرا کے چاہ خانے جاری کرا دیئے۔ پانی کو برف بن جانے پر مامور کیا ہوا کو سرد ہونے کا حکم دیا لیکن اسکی سلطنت کو قیام نصیب نہ ہوا۔ آخر کار کمبل کشمیری لحاف توشک ساتھ لیکر بھاگنا ہی پڑا موسم خزاں نے جابر بادشاہ کی طرح دست تطاول دراز کیا حسینان چمن کے تن زیب نظر فریب لباس چھین کر ننگا کر دیا چمنستانوں میں خاک اڑا کر سنسان بنا دیا آخر اسکا دور بھی ختم ہوا۔ بہار کا زمانہ خسروانہ داد ہش کے ساتھ جوان ہمت اکرم خصال نیک مزاجوں کی طرح سرگرم جود و سخا ہوا اجڑے چمن آباد ہو گئے۔ گلستانوں کو زیب و زینت کا حکم دیا لٹے ہوئے اور غارت شدہ حسینان گلشن کو خلعت ہائے فاخرہ عطا فرمائے۔ زرد چہرہ مصیبت زدوں کو سرسبز و شاداب کیا۔ دست اجل نے اسکو بھی نہ چھوڑا۔ گرماں کی (تابستاں) سلطنت کا زمانہ اور اسکی حکومت کی گرم بازاری کا یہ عالم کہ دن میں دوپہر کے وقت مکانوں سے باہر نکلنے کی ممانعت ہے اگر خلاف حکم کوئی نکلے تو باد سموم کے گرم طمانچہ سے اسکی گوشمالی کی جائے

سرما کے تمام احکام منسوخ کر ڈالے۔ جسنے آباد کرنیکا فرمان نافذ کیا فرنی اور دستی پنکھوں کا رواج دیا۔ ہر بن مو سے پسینہ کی ندیاں بہادیں۔ خوراک و پوشاک میں تبدیلیاں کر ڈالیں دن میں باہر نکلنے والوں کو چھتریاں لیکر نکلنے پر مجبور کیا۔ درخت جھلس ڈالے دریا خشک کر ڈالے زمین گرم کر کے خاک اڑائی آندھیاں چلائیں۔ یہ قاہرہ سطوت بھی آخر ہوئی تابستان کی بادشاہت بھی گئی برسات کا دور آیا۔ آسمانی دلربا ؤں کے چہرے نقاب پوش ہوئے۔ آفتاب عالمتاب نے چادر ابر میں گھونگھٹ کیا فلک نے اپنا فیروزی چہرہ چھپایا۔ کالی کالی گھٹائیں آئیں بجلیاں چمکیں صاعقے گرے بادل برسے سطح زمین پر پانی کا فرش ہوا دریاؤں میں طغیانیاں آئیں عمارتیں منہدم ہوئیں زمین سبز پوش ہوئی جنگل ہرے بھرے ہوگئے۔ یہ مہمان بھی ہمارے ساتھ قیام نہ کر سکا آخر ایک دن ہم سے جدا ہو گیا اسطرح تمام سعد و نحس ایام نیک و بد اوقات رنج و مسرت کے ساعات جنپر گذشتہ سال کی مدت مشتمل تھی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔ ہمیں انکی جدائی کا اتنا ہی قلق ہونا چاہیئے تھا جتنا ایک رفیق کی مفارقت کا ہوتا ہے مگر غضب تو یہ ہے کہ ؎

آپ جاتے ہیں تو اسمیں مرا دعوی کیا ہی ؛ لیچلے ساتھ کہو کیوں دل شیدا میرا

یہ اوقات گئے لیکن تنہا نہ گئے ہماری عمر کا ایک حصہ اپنے ساتھ لے گئے ہماری حیات کا ایک جزو کم کر گئے لیل و نہار کی تبدیلیوں کے ساتھ ہم میں تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ بے شعور بچے ذی شعور ہوئے۔ ذی شعور مراہق ہوئے مراہق بلوغ کو پہنچے بالغ جوان ہوئے جوان کہول ہوئے۔ کہول شیخ (بوڑھے) ہوگئے۔

جنکی غذا ماں کے دودھ میں منحصر تھی انکے دانت نکلے اور اب وہ چاب

کھانے لگے جو اٹھ نہ سکتے تھے دوڑنے لگے جو اشارہ تک نہ جانتے تھے باتیں کرنے لگے۔

جنکے چہرے دن کی مثل صاف تھے انکے رخ پر شام کی طرح سبزہ آشکار ہوا جنکے صفحات رخسار کی سرخی کے گرد شبرنگ جدول تھی۔ ان کے بعد کے صفحے زرد ہوئے جدول سفید ہوگئی۔ جسطرح شب کی تاریکی سحر کی سفیدی سے مبدل ہوجایا کرتی ہے۔ شباب کی سیاہی پیری کی سفیدی سے بدل گئی۔ اسطرح سال کے تغیرات کے ساتھ ہم میں بھی تغیر ہوئے اور سال کی رخصت کے ساتھ ہماری حیات کا ایک حصہ بھی رخصت ہوگیا۔

سال گذرنے پر دفاتر میں سال تمام کے نقشہ بنائے جاتے ہیں جن میں گذرے ہوئے سال کی کارگذاریاں درج ہوتی ہیں۔

تجار اور زمیندار اپنی کتابیں اور بہیاں تبدیل کرتے ہیں اور پچھلے سال کے نفع نقصان کا حساب کرتے ہیں۔ اگر نفع نظر آتا ہے تو خوش ہوتے ہیں اور آیندہ اس سے زیادہ نفع حاصل کرنیکی تدبیریں کرتے ہیں اور اس طرف اپنی توجہ پہلے سے زیادہ صرف کرتے ہیں۔

اگر نقصان معلوم ہوتا ہے تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور اس کی تلافی کی فکروں میں سرگرم اور مستعد ہو جاتے ہیں۔

آج سال ہم سے رخصت ہو رہا ہے ہمیں بھی حساب کرنا ہے کہ ہم نے متاع زندگی کو کس جنس سے بدلا اور ہم کو اس تجارت میں نفع ہوا یا ٹوٹا ہماری عمر کے کتنے اوقات طاعت و عبادت اور مرضیٔ الٰہی میں صرف ہوئے کتنے بیکار گئے اگر ہم کو اس سال کے عرصہ میں اعمال صالحہ اور عبادات و طاعات کا کافی سرمایہ بہم پہنچا ہے تو ہم کو خوش ہونا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرکے آئندہ

اس سے زیادہ نفع حاصل کرنیکی اور اس دولت کو بڑھانیکی تدبیر کرنا چاہیئے۔

اور اگر بدقسمتی سے ہمارے اوقات کی پونجی بیکار ضائع ہوئی یا اس کا اکثر حصہ غفلت میں گزر کر لٹ گیا تو ہم کو رنجیدہ ہونا چاہیئے اور سچے دل سے ندامت کے ساتھ آنسو بہاتے ہوئے توبہ کر کے آئندہ زندگی کو کامیاب بنانے اور طاعت و عبادت اور مرضیات الٰہی میں صرف کرنیکی سرگرم سعی کرنا چاہیئے۔

اور دوسروں کی تجارت کے نفع پر نظر کر کے رشک کرنا اور اپنے آپ کو اعمال صالحہ کے لئے مستعد بنانا لازم ہے۔

ہم کو دیکھنا ہے اس طویل عرصہ میں خداوند عالم کی کتنی بیشمار نعمتیں ہم کو ملیں اور ہم نے انکی قدر نہ کی۔

ہم کو جانچنا ہے کہ کتنے فرائض ہم سے ترک ہوئے۔

ہم کو غور کرنا ہے کہ انکی ادا کی کیا سبیل ہے۔

ہم کو مستعد ہو کر جلد سے جلد انکو ادا کرنا اور آئندہ فرض کی ادا میں سرگرم رہنا لازم ہے۔

اسلامی سال

اسلام میں عربی سال معتبر ہے جسکا حساب قمری مہینوں سے ہوتا ہے اللہ تبارک وتعالٰے نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ھو الذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نورا وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب۔

وہی ذات پاک ہے جس نے شمس کو ضیا اور قمر کو نور بنایا اور اس کے منازل مقدر کئے تاکہ تم سالوں کے عدد و حساب معلوم کرو۔

اس آیت شریفہ نے قمر کی تقدیر منازل کے ساتھ سنین و حساب کی علت قرار دی ہے اور یہ جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ سال کا تعلق ماہتاب کی سیر کے ساتھ ہو۔

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا۔ یسئلونک عن الاھلۃ ھی مواقیت للناس والحج

آپ سے چاند کو پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں کے اور حج کے لئے۔

تیسری آیت میں ارشاد فرمایا ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتب اللہ یوم خلق السموات والارض منھا اربعۃ حرم۔ بیشک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان و زمین بنائے ان میں سے چار حرمت ہیں

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اسلام میں قمری مہینے معتبر ہیں حج اور روزے اور عید اور تمام امور و احکام میں انہیں کا اعتبار ہے ہر مہینہ چاند سے چاند تک ہوتا ہے مہینے کی مدت کبھی تیس دن ہوتی ہے اور کبھی انتیس دن۔ قمری سال تین سو چپن دن کا ہوتا ہے۔ شمسی سال جو آفتاب کے دورہ تام سے عبارت ہے ۳۶۵¼ دن کا ہوتا ہے۔ قمری سال شمسی سے دس دن کم ہوتا ہے آسمان بارہ حصوں میں منقسم ہے۔ ہر ایک کو برج کہتے ہیں اور ہر ایک کا جداگانہ نام ہے حمل[۱] ثور[۲] جوزا[۳] سرطان[۴] اسد[۵] سنبلہ[۶] میزان[۷] عقرب[۸] قوس[۹] جدی[۱۰] دلو[۱۱] حوت[۱۲] آفتاب ان تمام برجوں میں ایک سال

کے عرصہ میں سیر کرتا ہے اور ماہتاب کا دورہ ہر مہینے پورا ہو جاتا ہے جب مرکز آفتاب راس حمل کے نقطے میں حلول کرتا ہے تو شمسی سال کی ابتدا ہوتی ہے اور اسوقت نباتات میں قوت نشو و نما ظاہر ہوتی ہے اور موسم گرمی سردی میں اعتدال کی طرف مائل ہوتا ہے سرما کی شدت ہٹ جاتی ہے چونکہ قمری سال شمسی سال سے چھوٹا ہوتا ہے اس سبب سے قمری مہینے مختلف فصلوں میں دورہ کرتے ہیں کبھی رمضان گرمی میں آتا ہے کبھی جاڑے میں۔

جبکہ اسلام میں قمری سال معتبر ہے اور مسلمانوں کے تمام احکام کا حساب و شمار اس سے کیا جاتا ہے تو اپنے مکاتبات و حسابات میں قمری ہی تاریخیں لکھنا چاہیئے اگر ضرورت ہو تو انکی مطابقت شمسی تاریخ سے لکھدیجائے قمری حساب چھوڑ کر شمسی تاریخوں کا عادی ہو جانا غلطی ہے۔

محرم الحرام

قمری سال کی ابتدا محرم الحرام سے ہوتی ہے اسکی حرمت تو اسکے نام ہی سے ظاہر ہے اور یہ اشہر حرم میں سے ہے جنکی نسبت قرآن پاک میں ارشاد ہوا منھا اربعۃ حرم یعنی ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے (رجب، ذوالقعد، ذوالحجہ، محرم) حرام ہیں یعنی ان میں قتال حرام ہے عرب زمانہ جاہلیت میں ان مہینوں کی بہت تعظیم کرتے تھے حتی کہ اگر وہ اپنے باپ یا بیٹے کے قاتل پر قابو پالیتے تو بھی ان مہینوں میں اس سے تعرض روا نہ رکھتے محرم کے آتے ہی لڑائیاں موقوف ہو جاتیں اور جنگ کی آگ سرد ہو جایا کرتی تھی ہمیں بھی قرآن پاک نے حکم دیا فلا

تظلموا فیہن انفسکم ان مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو ممنوعات ومحرمات سے باز رہو۔ جمہور اس پر ہیں کہ ان مہینوں میں قتال کی حرمات منسوخ ہے اور ظلم سے ارتکاب معاصی مراد ہے کیونکہ اسکا سخت گناہ ہے ہر چند کہ ظلم ومعصیت ہر وقت میں حرام اور ممنوع ہے لیکن ان مہینوں میں وہ حرمت اور بھی اغلظ اور سخت تر ہے کیونکہ بدی جب برکت والے ایام میں کی جائے تو ضرور سخت تر ہونا چاہئے اسلئے کہ ایک تو ان ایام کی برکت سے محرومی دوسرے انکی بیحرمتی یہ گناہ پر مزید باتیں ہیں۔

زمانہ کے اجزاء گو کہ باہم متشابہ اور حقیقت میں یکساں ہیں لیکن کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالےٰ ان میں بعض کو مزید حرمت کے ساتھ امتیاز عطا فرمائے جیسا کہ جمعہ اور عرفہ کا دن اور شب قدر اور شب برات کہ ان کو ایک خصوصیت وامتیاز حاصل ہے اور جسطرح کہ ماہ رمضان دوسرے مہینوں پر اور فرض نمازوں کے اوقات دوسرے وقتوں پر فضیلت رکھتے ہیں اسی طرح تمام اماکن وبلدان قطعات ارض اور حصہ زمین ہونیکی حیثیت سے باہم مشابہ ہیں لیکن بعض کو ان میں سے وہ فضیلت حاصل ہے جو دوسروں کو نہیں مدینہ منورہ مکہ مکرمہ دوسرے تمام بلاد پر شرف وفضیلت رکھتے ہیں مسجد حرام اور دوسرے اماکن سے افضل ہے اور اللہ تعالیٰ نے انکو تعظیم واحترام کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے گناہ اگرچہ ہر مکان میں حرام وقبیح ہے لیکن ان امکنہ مقدسہ میں سب سے زیادہ قبیح تر اور شنیع تر ہے اور اسکی حرمت اشد واغلظ ہے جو بدیاں وہاں کی جائیں انکی سزائیں زیادہ ہیں جسطرح کہ وہاں کی نیکیوں کا ثواب مضاعف ہے اسی طرح ان ایام میں نیکیوں کا ثواب زیادہ اور بدیوں کی سزائیں

سخت تر ہیں تو ان اوقات کا دوسرے اوقات سے بزرگ تر ہونا عجیب نہ رہا اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے فضیلت دیتا ہے انسانوں میں سے بعض کو بعض سے افضل کیا ہمارے آقا علیہ التحیۃ والثناء کی امت کو دوسری امتوں پر فضیلت عطا فرمائی انبیاء میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہمارے آقا کو سب پر افضل کیا فالحمد للہ علی ذلک۔ بعض ایام کو بعض پر فضیلت دینے کی جو حکمتیں ہیں ان کو تو اللہ ہی خوب جانتا ہے مگر اتنا ہم بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات کو فضیلت عطا فرمانے اور ان میں ثواب طاعت زیادہ کر دینے سے ان اوقات میں قلوب کو طاعت کی طرف میلان اور روح کو حصول قرب کا شوق اور بندوں کو حسنات کی طرف رغبت زیادہ ہو جاتی ہے اور اسطرح نفس کی ظلمانیت دور ہو کر اسکو عبادات کی طرف میل پیدا ہوتا ہے جسطرح سوداگر موسموں پر نظر رکھتے ہیں اور موافق زمانوں میں جبکہ ان کو زیادہ نفع ہونیکی امیدیں ہوتی ہیں کاروبار میں پوری جدوجہد صرف کرتے ہیں پھر ان کو لطف تجارت حاصل ہوتا ہے تو ہمیشہ کیلئے تجارت کی طرف ان کی توجہ تام ہو جاتی ہے اسی طرح ایام برکت میں عبادات وطاعت میں مشغول ہو کر انسان اس کی لذت سے واقف ہو جاتا ہے پھر اعمال صالحہ کے ساتھ اس کے نفس کو انس حاصل ہوتا ہے۔

الحاصل محرم الحرام اشہر حرم میں سے اور برکت والا مہینہ ہے۔ اسکو شہر اللہ اور شہر الانبیاء اور راس السنہ بھی کہتے ہیں اس مہینہ کی دسویں تاریخ جسکو عاشورا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو نجات دی اور فرعون اور اسکی قوم کو غرق فرمایا۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدم المدینۃ فوجد الیہود صیاما یوم عاشوراء فقال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ھذا الیوم الذی تصومونہ فقالوا ھذا الیوم عظیم انجی اللہ فیہ موسیٰ وقومہ وغرق فرعون وقومہ فصامہ موسیٰ شکراً فنحن نصومہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنحن احق واولی بموسیٰ منکم فصامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامر بصیامہ

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ رونق افروز ہوئے تو روز عاشورا تھا یہود کو روزہ دار پایا انسے فرمایا یہ کیا دن ہے جسکا تم روزہ رکھتے ہو انہوں نے عرض کیا یہ عظمت والا دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور انکی قوم کو نجات دی فرعون اور اسکی قوم کو غرق کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکر کا روزہ رکھا ہم وہی روزہ رکھتے ہیں حضور نے فرمایا کہ ہم تمہاری بہ نسبت حضرت موسیٰ کے ساتھ زیادہ احق اور اولیٰ ہیں پس حضور نے اس دن روزہ رکھا اور اس روزہ کا حکم فرمایا

نسائی شریف میں بروایت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارد ہے۔

حدیث: اربع لم تکن یدعھن النبی صلی اللہ علیہ وسلم صیام عاشوراء والعشر وثلثۃ ایام من کل شھر ورکعتان قبل الفجر

چار چیزیں ہیں جنہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نہ چھوڑتے تھے عاشورا کا روزہ اور عشرہ اولیٰ ذی الحجہ (میں سے نو دن کا) روزہ اور ہر مہینے سے تین دن کے روزے اور دو رکعتیں (سنت) قبل فجر۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں یہ الفاظ وارد ہیں۔

حدیث :- وصیام یوم عاشورا احتسب علی اللّٰہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ

اور روز عاشورا میں امید کرتا کہ گذشتہ سال (کے گناہوں) کا کفارہ فرمائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روز عاشورا کی برکت سے اللہ تعالیٰ ایک سال کے گناہ صغیرہ معاف فرمائے گا۔

مسلم شریف میں ایک حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

حدیث :- حین صام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عاشورا وامر بصیامہ قالوا یا رسول اللّٰہ انہ یوم یعظمہ الیہود والنصاریٰ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لئن بقیت الیٰ قابل لاصومن التاسع

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورا کے دن روزہ رکھا اور اس روزہ کا حکم فرمایا یہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہ دن ہے کہ یہود و نصاریٰ اسکی تعظیم کرتے ہیں حضور نے فرمایا اگر میں سال آئندہ باقی رہا تو نویں محرم کا روزہ بھی ضرور رکھونگا

اگرچہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سال آئندہ سے قبل ہی اس عالم سے پردہ فرمایا اور روزہ رکھنے کا موقع نہ ملا مگر عزم و ارادہ کے ظاہر فرمانے سے ہی نویں محرم کے روزہ کی سنیت بھی ظاہر ہو گئی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کسی مبارک دن کی یادگار قائم کرنا اور جس دن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے کسی بندے پر کوئی انعام ظاہر ہوا ہو اس دن شکر الٰہی بجالانا رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت

سے ثابت ہے حتی کہ اگر اس میں کفار و مشرکین کے ساتھ مشابہت کا احتمال ہو تو اس فعل کو ترک نہ کیا جائیگا بلکہ اس فعل کو جاری رکھکر کوئی صورت مخالفت پیدا کی جائے گی جیسا کہ حضور انور نے باوجود صحابہ کی عرض کے ترک صوم کا ارادہ نہ فرمایا بلکہ اسکے ساتھ ایک اور روزہ ملا لینے کا ارادہ ظاہر فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جو ذیل میں مذکور ہے اسکی موید ہے۔

حدیث:۔ صوموا التاسع والعاشر وخالفوا الیھود — نویں اور دسویں کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نجات کا دن تو معظم بنایا جائے اس کا روزہ تو دوسری امت کیلئے بھی سنت ہے۔ اور اسطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غلبہ کے روز کی یادگار قیامت تک قائم رہے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت معراج کے روز و شب کی یادگاریں قائم کرنا اور اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا شکر بجالانا بدعت ہو جائے کسقدر ناانصافی اور حدیث کی تعلیم سے بے خبری ہے۔

اس حدیث نے بہت صاف فیصلہ دیدیا کہ ہر دینی نصرت اور نعمت الٰہیہ اور دینی کارناموں کی یادگار قائم کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضور نے دسویں محرم کا روزہ رکھا اور صحابہ کو امر فرمایا اور یہ مضمون بکثرت احادیث میں وارد ہے۔

مسلم شریف میں ایک حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

حدیث:۔ افضل الصیام بعد رمضان شھر اللہ المحرم — حضور نے فرمایا رمضان کے بعد بہترین روزے محرم کے ہیں

چونکہ محرم اور بالخصوص اسکا عشرہ اور عشرہ میں عاشورا یعنی دسویں

تاریخ مبارک اوقات میں سے ہے جن میں اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال نیک کا ثواب مضاعف عطا فرماتا ہے اسلئے احادیث میں اس وقت نیک اعمال میں مشغول رہنے پر زور دیا گیا ہے۔ روزہ کے متعلق احادیث آپ ملاحظہ فرما چکے اب صدقہ اور انفاق کی نسبت حدیث ملاحظہ کیجئے۔ گو کہ مذکورہ بالا کلیہ سے اسکا حکم بھی نہ معلوم ہوا مگر خاص اس باب میں جو حدیث وارد ہے وہ بھی پیش کرتا ہوں۔

بیہقی نے حضرت ابن مسعود ابوہریرہ وابوسعید وجابر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا

حدیث ۱۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وسع علی عیالہ فی النفقۃ یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ سائر سنتہ قال سفیان انا قد جربناہ فوجدناہ کذلک	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عاشورا کے دن اپنے کنبہ والوں پر خرچ کرنے میں وسعت کی اللہ تعالیٰ اسپر تمام سال وسعت فرمائیگا۔ سفیان نے کہا کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا پس اسکو ایسا ہی پایا

اور صدہا برس سے مسلمان اس کا تجربہ کر رہے ہیں محرم کی دسویں تاریخ کھانے میں وسعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سال بھر انکو فراخی میں رکھتا ہے۔ گو کہ بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف بتایا مگر فضیلت عمل ثابت کرنے کیلئے ضعیف حدیث کافی ہے۔ علاوہ بریں اس حدیث کے تمام طرق ضعیف نہیں ہیں۔ بعضے طرق صحیح ہیں بلکہ بعضے شرط مسلم پر ہیں۔ ذکرہ فی المرقاۃ

ہمارے ملک کا رواج ہے کہ کھچڑا پکاتے ہیں اور خوب فراخی او فراخدلی

کے ساتھ کھلاتے ہیں یہ اسی حدیث سے ماخوذ ہے۔ در مختار میں ہے۔

وفی یوم عاشورا یکرہ کحلھم	اور روز عاشورا سرمہ لگانا مکروہ ہے اور
ولا باس بالمعتاد خلطا ولوجرا	جو عادت ورواج میں ملا کر پکایا جاتا ہے

اس کا مضائقہ نہیں اور اجر زیادہ دیا جائیگا۔

ردالمحتار شرح درمختار میں ہے۔

واعلم ان الکحل مطلقا سنۃ سید	جاننا چاہیئے کہ سرمہ لگانا مطلقاً سید المرسلین
المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و	صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے لیکن
اما کونہ سنۃ فی یوم عاشورا	اسکا روز عاشورا سنت ہونا کہا تو گیا
نقد قیل بہ الا انہ صار علامۃ	ہے مگر یہ شیعوں کی علامت ہو گئی اس
للشیعۃ وجب ترکہ وقیل انہ	لئے اسکا ترک واجب ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ
یکرہ لان یزید وابن زیاد	مکروہ ہے کیونکہ یزید و ابن زیاد نے امام حسین
اکتحلا بدم الحسین رضی اللہ	رضی اللہ عنہ کے خون کا سرمہ لگایا تھا بعض کہتے
عنہ وقیل بالاثمد لتقر علیھما	ہیں اثمد اسیاہ پتھر جسکو سرمہ کہتے ہیں) کا سرمہ لگایا
بقتلہ۔	تھا تا کہ انکی آنکھیں امام کے قتل سے ٹھنڈی ہوں

اسی شامی میں لاباس کے تحت فرماتے ہیں۔

(قولہ ولا باس) نقل فی القنیۃ	کھچڑے کے متعلق فرماتے ہیں۔
عن الوبری انہ لم یرد فیہ اثر	قنیہ میں وبری سے نقل کیا گیا ہے کہ
قوی ولا باس بہ وربما یثاب	اسمیں کوئی اثر قوی وارد نہیں ہوا
قال الشارح والذی فی حفظی	اور اسمیں کوئی مضائقہ نہیں یعنی یہ جائز
کذا یثاب بالتوسعۃ علی عیالہ	ہے اور بسا اوقات ثواب دیا جاتا ہے
المندوب الیھا فی الحدیث لقولہ	شارح نے کہا جو کچھ میری یاد میں ہے

من وسّع الله عليه سائر سنته فاخذ الناس منه ان وسّعوا باستعمال انواع من الحبوب وهو مما يصدق عليه التوسعة وقد رأيت لبعض العلماء كلاما حاصله انه لا يقتصر فيه على التوسعة بنوع واحد بل يعم في المأكل والملابس وغير ذلك

یہ ہے کہ وہ اپنے عیال پر توسع کرینگے وجہی ثواب دیا جاتا ہے جسکا استحباب حدیث میں حضور کے اس قول سے ثابت ہے کہ جسنے اپنے عیال پر روز عاشورا توسع کیا اللہ تعالیٰ اسپر تمام سال فراخی کریگا یہیں لوگوں نے اقسام غلہ کے استعمال سے توسع شروع کیا اور اسپر توسع صادق آتا ہے اور میں نے بعض علما کا عمدہ کلام دیکھا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ کسی ایک قسم کے توسع پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ یہ توسع خوراک پوشاک وغیرہ شربت کی سبیلیں لگانا صدقے دینا شہدا کی ارواح کو ایصال کرنا یہ سب جائز و مستحب ہیں کہ یہ داخل توسع بھی ہیں اور اس سے اموات کو نفع بھی ہے شرح عقائد میں ہے

وفي دعاء الاحياء للاموات وصدقتهم اي صدقة الاحياء عنهم اي عن الاموات خلافا للمعتزلة

اور زندوں کی دعا میں مردوں کے لئے اور زندوں کے صدقہ میں مردوں کی جانب سے مردوں کے لئے نفع ہے اس مسئلہ میں معتزلہ جو ایک گمراہ فرقہ ہے مخالف ہے۔

اس مسئلہ کے ثبوت میں قرآن و حدیث کے بکثرت دلائل موجود ہیں جنکے ذکر کا یہ محل نہیں یہ ثابت ہو چکا کہ ان ایام مبارکہ میں معاصی و سیئات نہت تستنیع اور نہایت قبیح ہیں انکی سزائیں بھی بہت زیادہ اور سخت ہیں۔

ان ناعاقبت اندیشوں کی عقل پر افسوس جو ان محترم اوقات کو لہو ولعب اور فسق و فجور میں ضائع کر کے ایسی نعمت سے محروم ہوتے ہیں۔ بر صغیر میں تعزیہ بنانے اور اسکے گشت کرانیکی بیجا رسم عالمگیر ہو گئی ہے جسکے ساتھ اور بہت

سے خرافات و منہیات ہوتے ہیں حوروں اور براق کی تصویریں بنائی جاتی ہیں
باجے بجائے جاتے ہیں ماتم کئے جاتے ہیں سینے اور سر پیٹے جاتے ہیں سانگ
کھیلے جاتے ہیں رشاپ بھرے جاتے ہیں بنیٹیاں گھمائی جاتی ہیں اکھاڑے
جمائے جاتے ہیں نوحے پڑھے جاتے ہیں ملمع کاری کے سوگ کئے جاتے ہیں اور کیا
کیا بلائیں ہوتی ہیں یہ سب ناجائز و حرام اور غضب الٰہی کے موجب ہیں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو
یہ حرکات چھڑائے اسوقت کی قدر جانیں اور عبادات و طاعت چھوڑ کر ان معاصی میں مبتلا نہ رہیں
کربلائے معلی کے صحیح نقشے مکانوں میں بہ نیت تبرک رکھنا اور انکی زیارت کرنا
جائز ہے لیکن اپنی عقل سے اختراعات کرنا اور ذیروح کی تصویریں بنانا ناجائز اور
حرام ہے ذکر شہادت کی مجالس جائز ہیں اور ان دردانگیز واقعات سے دل بھر آئے
آنکھوں سے اشک کا طوفان جاری ہو بے اختیار رقت طاری ہو جائے تو یہ رونا
بھی رحمت اور ایمان کی علامت ہے شیعوں کی مجلسوں میں شرکت بھی جائز نہیں کہ انکی
مجلسیں تبرا اور مقبولان بارگاہ کی جناب میں بے ادبی سے خالی نہیں ہوتیں عوام
سنی اس قدر واقفیت نہیں رکھتے کہ انکی حرکات سے باخبر ہو جائیں وہ کنایہ کنایہ
میں سب کچھ بک جاتے ہیں اور انکو پتہ بھی نہیں چلتا بلکہ اگر وہ صراحت سے بھی کہہ
گذریں تو انہیں خبر نہ ہو ہمارے عام سنی برادران کی مذہبی معلومات کا تو یہ حال
ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کے نام تک سے بے خبر ہیں آپ سوال کر دیکھئے کہ حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم شریف کیا ہے اور ابن ابی قحافہ کون صاحب
ہیں پھر دیکھئے کتنے بتا سکتے ہیں ایسی حالت میں حضرت ابوبکر صدیق کو ابن
ابی قحافہ کہکر کوئی کچھ بک جائے تو انہیں کیا معلوم ہو۔ الحاصل شیعوں کی
مجالس سے احتراز لازم ہے۔

سنیوں کی مجالس میں بھی بہت سی باتیں قابل لحاظ ہیں اول یہ کہ واقعات

شہادت کا صحیح بیان ہو - اکثر شہادت ناموں میں کتب شیعہ سے مضامین اخذ کئے گئے ہیں - دوئم یہ کہ مبالغوں سے اجتناب کیا جائے - ایسا اوقات مبالغہ گناہ میں مبتلا کرتا ہے - اہل بیت کی حرمت کے خلاف جو غلط باتیں شیعوں نے گھڑلی ہیں اور رلانے کی نیت سے ان میں رنگ آمیزیاں کی ہیں ان سب سے پرہیز ضروری ہے مثلاً اہل بیت کی نسبت جزع و فزع بے صبری ناشکیبی سر پیٹنے بال نوچنے منہ پر طمانچے مارنے کپڑے پھاڑنے کے اہتمامات اسی طرح اپنے ملک کے جاہلانہ رسم و رواج کو ان پاک سرشتوں کی طرف نسبت کرنا یہ سب باتیں قابل ترک ہیں - کپڑے رنگ کر امام کا فقیر بننا اور در بدر بھیک مانگتے پھرنا عجب لغویت ہے - ذکر شہادت کی کتابوں میں شاہ عبدالعزیز صاحب کی سر الشہادتین اور مولانا حسن رضا خاں صاحب رحمتہ اللہ علیہما کی آئینہ قیامت سب سے بہتر ہیں - خواجہ حسن نظامی دہلوی کا محرم نامہ اغلاط سے پر اور مفاسد سے لبریز ہے مذہب اہل سنت کے مخالف ہے اسکو دیکھنا پڑھنا جائز نہیں واقعات شیعوں سے لینا تو مذہب اہل سنت کے ساتھ کھلی عداوت ہے مگر تاریخوں کے ہر بیان پر جزم کر لینا بھی غلطی ہے - مورخ واقعات کی صحت کا ذمہ دار نہیں ہوتا - اسکی مورخانہ حیثیت کا اقتضا یہی ہے کہ ایک امر کے متعلق جس قدر باتیں کہی گئی ہوں اور جتنے اقوال مل سکیں سب جمع کر دے عام اس سے کہ وہ صحیح ہوں یا غلط مورخوں نے صحت و غلطی کی جانچ اور کھوٹے کھرے کا پرکھنا اپنے ذمہ نہیں لیا ہے لہذا جو باتیں احادیث سے ثابت ہیں انکے مقابلہ میں تاریخی واقعات کا پیش کرنا عبث ہے - (السواد الاعظم مراد آباد - ماہ محرم الحرام ۱۳۴۵ ہجری)

سالِ نو

الحمد للہ نیا سال آیا، ماہ محرم سنہ ۱۳۵۰ھ کا ہلال نمودار ہوا۔ یہ سال چودہویں صدی کے نصف اول کا آخر سال ہے اور اسی کے خاتمہ پر معلوم ہوگا کہ چودھویں صدی کے مسلمان کیسے رہے۔ تیرہویں صدی کے حوادث عبرت انگیز سے انہوں نے کیا سبق لیا؟ ان میں کس قدر بیدار ہوئی حمایت دین و اعلائے کلمہ حق میں انہوں نے کیا کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ علما و مشائخ میں سے کیسے کیسے عالی قدر حضرات ان میں پیدا ہوئے اور کتنے برگزیدہ حامیان دین اس زمانہ میں پیدا ہوئے۔ دینداری نے کتنی ترقی کی اور صلاح و پرہیزگاری کا رواج کتنا زیادہ ہوا ملک میں ان کی شوکت و عزت کا کیا حال رہا دنیا میں ان کے اعتبار و اعتماد نے کہاں تک سکہ جمایا، دولت و ثروت میں کیا افزونی ہوئی۔ ہمیں اپنے حالات پر کامل غور کر کے فیصلہ کرنا ہے کہ موجودہ صدی کے نصف عرصہ میں ہمارے طریق عمل اور اصول زندگی کیسے رہے ہے تاکہ ہم بقیہ نصف کے لئے اپنا ایسا دستور زندگی تجویز کر سکیں جو ہمارے لئے نافع ہو اور اگر گذشتہ زمانہ میں ہم نے کسی غلطی کا ارتکاب کیا ہے اور اپنے کسی طریق عمل سے نقصان اٹھایا ہے تو آیندہ کیلئے اسکی اصلاح کر لیں۔

گذشتہ صدی کے مسلمانوں کا دین

سب سے پہلے ہمیں اپنی دینی حالت پر نظر ڈالنی ہے، کیونکہ ہر حیثیت سے دین ہمارے لئے ہر چیز پر مقدم اور سب سے زیادہ ضروری ہے۔ دین ہی کی وجہ سے ہم مسلمان کہلاتے ہیں۔ معاذ اللہ اگر یہ نہ ہو تو کوئی حال ہو وہ مسلمانوں کا حال نہیں، اور اس کو مسلمانوں کی ترقی یا تنزل نہیں کہا جاسکتا۔ مسلمانوں کی ترقی وہی ہو سکتی ہے جو مسلمان رہ کر حاصل کی جائے

اس لئے سب سے پہلے اسی پر نظر ڈالنا ہے کہ نعمت دین کی ہم نے کیسی قدر کی اور ہم اپنے پہلوں سے اس میں کہاں تک سبقت لے گئے۔

پچھلی صدی کے مسلمان بالعموم راسخ العقیدہ تھے، ان کے کان دین کے خلاف ایک ادنیٰ سی بات سننے کی تاب نہ رکھتے تھے۔ ہر عزیز سے عزیز اور پیارے سے پیارا شخص اگر دین کے متعلق کوئی تردد کا کلمہ بھی زبان سے نکالتا تو وہ اس کے دشمن ہو جاتے تھے، اور اسکا پاس بیٹھنا اور اس کی صورت دیکھنا گوارا نہ کرتے تھے۔ ان میں دینی غیرت و حمیت تھی۔ کیسی ہی ضد ہو کیسے ہی اشتعال کا وقت ہو، کیسا ہی جوش غضب ہو خدا و رسول کا نام سنا دین کا کوئی حکم کان میں پڑا یا کسی عالم صالح یا درویش کی شکل دیکھی اور سر جھک گیا، انفعال سے پسینہ آگیا غیض و غضب کے طوفان خیز سمندر میں سکون کا عالم ہو گیا، استغفار پڑھنے لگے، جاہل عالموں سے، بدنیکوں سے، چھوٹے بڑوں سے شرماتے تھے، کسی کو اعلان کے ساتھ گناہ کرنے کی جراءت نہ ہوتی تھی علماء و مشائخ کی وہ کمال عزت کرتے تھے، حافظوں اور نیکوں کا ان کے دل میں احترام تھا حاجیوں کی زیارت موجب ثواب جانتے تھے، اہل اللہ کی خدمت سعادت سمجھتے تھے۔ عالم کی زبان سے نکلا ہوا کلمہ ان کے لئے ناقابل انکار سند ہوتا تھا۔ ان کی بحثیں ایک عالم کے قول پر ختم ہو جاتی تھیں جب کسی امر میں انہیں بتا دیا جاتا تھا کہ علماء ایسا فرماتے ہیں اسی دم وہ ضد چھوڑ دیتے تھے۔ علماء کی زیارت انکی خدمت انکی مجلس کی حاضری بہترین نعمت خیال کرتے تھے۔ ان کے اقوال و افعال کے اتباع کا شوق رکھتے تھے۔ وضع و اطوار میں سیرت و صورت میں عادات و خصلت میں علماء کی پیروی اور تقلید انہیں پسند تھی۔ علماء کی نصیحت ان کے نزدیک بہت قیمتی تھی۔ بچوں کو وہ خدا اور رسول کا ذکر سناتے اور دعا و درود

کلمادی بناتے تھے۔ سچائی و دیانتداری انکا عام طریقہ تھا، دھوکہ فریب جس کو آجکل پالیسی کہتے ہیں انکے نزدیک بدترین عیب تھا کفار و فجار سے انہیں نفرت تھی ذکر الٰہی کی مجلسوں سے انہیں انس تھا۔ میلاد شریف کی محافل متبرکہ حسن عقیدت کیساتھ منعقد کرتے تھے، مسجدیں کثرت سے بناتے اور انکا احترام کرتے تھے، مساجد میں دنیا کی بات کرنا برا جانتے تھے۔ شراب خوری و قمار بازی اور حرام چیزوں کو بہت ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھتے، غذائیں سادہ لیکن حلال و غیر مشتبہ کھاتے، لباس معمولی مگر پاک پہنتے، بڑوں کی تعظیم چھوٹوں کی محبت ان کی خصلت تھی، والدین کی فرماں برداری، ہمسایوں اور اہل محلہ کے ساتھ ہمدردی اور نیک برتاؤ مسلمانوں کی رفاقت و خیر خواہی ضروری سمجھتے تھے، عورتوں کیلئے پردہ فرض اور اپنی عزت جانتے تھے، اپنی عورتوں کا نام تک بتانا عار سمجھتے تھے، امور خیر کے جاری رکھنے کے لئے جائیدادیں وقف کرتے تھے۔ اکابر علماء اور ماہرین فنون انہیں موجود تھے۔

گذشتہ زمانہ کی دینداری کا غیر قوموں پر اثر

دوسری اقوام پر مسلمانوں کی دینداری کا یہ اثر تھا کہ وہ انکے دین کا احترام کرنیکے لئے مجبور تھے۔ ممکن نہ تھا کہ ہندو کسی مسجد کے سامنے باجہ بجا سکتے یا شور بچا سکتے ہندوؤں کے محلوں میں جو مسجدیں تھیں نمازوں کے اوقات پر ان محلوں کے ہندو زور سے بات کرنے سے احتیاط کرتے تھے۔ اگر جنگل یا میدان یا راستہ میں کوئی رہرو مسلمان نماز پڑھتا تھا تو کیا امکان تھا کہ ہندو اسکے سامنے سے گذر جائے۔ قربانی یا ذبیحہ گاؤ کے روکنے کا لفظ ہندو کی زبان پر نہ آسکتا تھا، رمضان مبارک میں دن کے وقت علی الاعلان ہندو کھانے پینے سے پرہیز کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ انکا یہ فعل مسلمانوں کی دل آزاری کا باعث ہوگا۔ گورنمنٹ ہر بازار

میں ہر مقام پر کھلا بکتا تھا۔

گذشتہ صدی کے مسلمانونکی زندگی کا دنیوی رخ

دنیوی حیثیت میں بھی وہ ہمسایہ قوموں پر امتیاز رکھتے تھے۔ زمینداری تقریباً کل کی مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی۔ اپنا کام آپ کرنے میں انہیں عار نہ تھی، نخوت و غرور اور تکبر کو وہ ناپسند کرتے تھے، دولتمند ہو کر بھی غریبوں کیساتھ شرکت اور محبت و ہمدردی کا برتاؤ انکا طریقہ تھا امراء اور رؤساء مسجد میں حاضر ہونا غریب مسلمانوں کی خبر گیری اور انکے کاموں میں شرکت کرنا لازمی سمجھتے تھے۔ اسراف و فضول خرچی عیب سمجھی جاتی تھی قرض لینا انکے نزدیک عار تھا، بیکاری و کاہلی سے انہیں نفرت تھی اہل مذہب کیساتھ نہایت محبت رکھتے تھے غیر کے مقابلہ میں انکا ساتھ دینا اور ہر طرح کی اعانت کرنا فرض جانتے تھے، اپنی قوم کے غریبوں کا دوسری قوموں کے سامنے ہاتھ پھیلانا انہیں گوارا نہ تھا، انکی حاجتوں میں حسب مقدرت دستگیری کرتے رہتے، عام طور پر مدیون و مقروض نہ تھے۔ سود دینا حرام جانتے تھے اور آجکل کی طرح سود دینے پر جری نہ تھے۔ نوکری کی حیثیت بھی اچھی رکھتے تھے۔ کچہریوں اور دفتروں میں انکی تعداد زیادہ تھی، پولیس اور فوج میں بھی نمایاں معلوم ہوتے تھے، حکومت میں انہیں زیادہ دخل تھا اور حکومت انکی عزت کرتی تھی، اس زمانہ میں فارسی زیادہ رواج تھا، بکثرت مسلمان ذی علم نظر آتے تھے، تہذیب و شائستگی میں وہ ہندوستان کے تمام باشندوں پر فائق تھے، قوی و زور آور تھے، شجاع و بہادر تھے، ریاضتیں اور جسمانی ورزشیں کرنے کے عادی تھے، سپہ گری اور فنون حرب سے واقف تھے، ہتھیار ہر وقت ساتھ رکھتے تھے، کبھی خالی ہاتھ نہ رہتے کم از کم لاٹھی ضرور ساتھ ہوتی تھی، پانی میں تیرنا گھوڑے پر سوار

ہوتا ہر شخص جانتا تھا' اکثر خاندانوں میں شادی کے وقت دولہا کی قابلیتوں کیساتھ یہ بھی دریافت کیا جاتا تھا کہ وہ گھوڑے کی سواری کا خوب مشاق ہے یا نہیں، صنعت وحرفت انہیں میں تھی اور ہندوستان کی اقوام میں ہر قوم پر ہر اعتبار سے یہی فائق تھے۔ انکی دیانت و راست بازی شہرۂ آفاق یہ ضرب المثل تھا کہ یہ بات مسلمان نے کہی ہے۔ اسلئے ضرور ہی ہے' دوسرے لوگ اپنی امانتیں ان کے پاس رکھتے تھے، کوئی رسید اور پرچہ نہ لیتے تھے اور وہ امانت ان کے پاس اسطرح محفوظ رہتی تھی کہ دیکھنے والا تعجب کرتا تھا' تندرستی انکی اچھی تھی' اولاد بکثرت ہوتی تھی' اور اسکا باعث یہ تھا کہ ورزشیں کرتے اور اپنی قوت محفوظ رکھتے تھے۔ نسلی قویٰ کے بے محل خرچ کرنیسے پرہیز کرتے تھے۔ اسوجہ سے انکی عمریں زیادہ ہوتی تھیں اور بڑھاپے میں آجکل کے جوانوں سے وہ زیادہ قوی و توانا ہوتے تھے۔

موجودہ صدی کے مسلمانوں کی دینی حالت

چاہیئے تو تھا کہ گذشتہ صدی کے مسلمانوں سے موجودہ صدی کے مسلمان ہر حالتمیں فائق ہوں کیونکہ زمانہ ترقی کر رہا ہے اور پچھلی نسلیں پہلوں سے بہتر ہوتی چلی جاتی ہیں مگر افسوس مسلمان اسکے خلاف ہر حیثیت سے پستی ہی میں گرتے چلے گئے، ترقی کے شور تو بہت مچائے، ترقی ترقی کے راگ تو بہت گائے مگر راہ عمل وہ اختیار کی کہ تباہ ہوتے چلے گئے' اور روزانہ حالت ابتر ہوتی گئی۔ حریت و آزادی کے دو لفظ ان کے ہاتھ آگئے اور اسکا مفہوم وہ قرار دیا جو غلامی بلکہ غلامی سے بھی بدتر ہے' اس لئے حریت حریت کا شور برپا کر کے غلامی کی راہ چل پڑے اور غلاموں سے بدتر ہو کر رہ گئے' بزرگوں نے جو کچھ چھوڑا تھا وہ سب ضائع کر دیا۔ اور ابھی تک اسی حریت کا نشہ چڑھا ہوا ہے۔ حریت کے معنی تو یہ ہیں کہ آدمی اپنے مذہبی و اخلاقی

فرائض و اعمال میں بیجا پابندیوں سے محفوظ رہے اور اپنی دینی ضروریات میں اس کو موانع کی الجھن پیش نہ آئے لیکن حریت کے علمبرداروں نے حریت کے معنی بیقیدی سمجھے اور وہ اپنے آپکو دین و ملت اور تہذیب و انسانیت کے قوانین سے باہر نکال لینے اور خارج کردینے کو حریت و آزادی کہنے لگے، پھر جو کچھ انہوں نے کیا اس کا انجام تباہی و بربادی کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا

موجودہ صدی کے مسلمانوں کا دین

اس حریت و آزادی کے غلط مفہوم نے پہلے انہیں مذہبی و دینی برکات سے محروم کیا، شریعت طاہرہ کے آئین و قوانین جو اعلیٰ ترین حکمت ہیں جب انکو حریت مظنونہ کے خلاف نظر آئے تو انہیں دائرہ شرع سے قدم باہر نکلنے کی فکر ہوئی، اور سمجھے کہ ترقی کا مدار حریت پر ہے اور حریت یہی ہے کہ دین کی پابندیاں ترک کر دی جائیں، پھر کیا تھا پہلے تو داڑھی رخصت ہوئی پھر مونچھیں حد سے بڑھیں کبھی دونوں کو منڈا کر زنانی صورت بنائی، حریت و بیقیدی کی ابتدا اپنے چہرے سے شروع کی تاکہ بے غیرتی کی عادت ہو جائے، تو اور پابندیوں کے اٹھانے میں کوئی رکاوٹ نہ رہے، نادانوں سے پوچھے کہ داڑھی منڈی تو آپ کیا بڑھے کونسا مرتبہ زیادہ ہو گیا، ترقی کی کونسی منزل طے ہوئی۔ وہ کیا چیز تھی جو داڑھی منڈانے سے ہاتھ آگئی، بجز اسکے کہ دنیا کے اہل نظر کو معلوم ہو گیا کہ اب فرزندانِ اسلام میں جذبۂ ملت باقی نہیں رہا احترام شرع انکے دل سے نکل گیا ہے، وہ خود شریعت طاہرہ کی مخالفت بالاعلان کرنے لگے۔ ایسی حالت میں اگر کفار کی طرف سے دین میں کوئی مخالفت کیجائیگی تو یہ کچھ نہ کر سکیں گے۔ ان کے پاس اب وہ جذبہ ہی باقی نہیں ہے۔ ایک طرف تو کفار جری ہو گئے دوسری طرف دنیا سے آپکا اعتبار گیا کہ اب تو انکی داڑھی

منڈاگئی یہ جوجوکوتک کریں تعجب نہیں اب دنیا کو آپ کے تقوے و پرہیزگاری کا اعتماد ہے نہ راست بازی و دیانتداری کا۔ معلوم نہیں کہ داڑھی منڈانے والوں نے کیا نفع سمجھا۔ ہمسایہ قومیں آپ سے کہیں آگے بڑھ گئیں اور سکھ قوم بہت ترقی کر گئی مگر اسکو ترقی کیلئے داڑھی منڈانا ضروری معلوم نہ ہوا اسکے داڑھی اور سر کے لمبے لمبے بال اسکو ترقی سے نہ روک سکے اور آپ سے منزلوں آگے نکل گئے، اور آپ داڑھی منڈاتے ہی رہ گئے۔ داڑھی کے ساتھ ساتھ آپکی ساری دولتوں کا صفایا ہو گیا، نہ پیسہ رہا نہ جاگیر نہ اثر نہ اعتبار یہ ترقی ہوئی۔ اب رہا حریت کا سوال تو دریافت کیجئے داڑھی منڈانے سے آپکو کونسی آزادی مل گئی، کس جیل سے رہا ہوئے، کونسی بندش آپ پر سے اٹھی، بجز اسکے کہ ملت طاہرہ کے دستور اور مسلمانوں کے شعار کو صدمہ پہنچایا، حریت تو یہ ہوتی کہ اسلامی امور کی راہ میں جو حائل ہو اسکو اٹھا دیا جائے نہ یہ کہ خود دین کے احکام ہی کو نیست و نابود کیا جائے۔ افسوس اس فہم پر اسی پر بس نہیں مسجد میں جانے اور خالق عالم کے حضور جبہ سائی کرنے سے شرم آنے لگی، رمضان مبارک میں علی الاعلان کھانے لگے، کفار کیساتھ میزوں پر کھانا فخر سمجھا، اور حرام وحلال کا خیال تک نہ رہا، جانگیا پہننے لگے، ستر کھلا ہوا ہے گھٹنے نمودار ہیں اور پرواہ نہیں، پھر اسی وضع سے زنانہ مکان میں آتے جاتے ہیں، باپ بھائی میں بڑے چھوٹے کسی کی شرم نہیں، شریعت طاہرہ نے گھٹنے کھولنا حرام کیا مگر ان فرزندان مسلمین کو کفار کی اس بیحیائی کے اختیار کرنے پر فخر ہے نکٹائی جو مسیحیت کی علامت ہے گلے میں لگی ہوئی ہے، عیسائیوں کی طرح ننگا سر لئے جا بجا پھرتے ہیں، عورتوں کو پردہ سے نکالنے اور نامحرموں کے سامنے آنے بلکہ ان سے ہاتھ ملانے اور بے تکلفی برتنے کو اچھا سمجھتے ہیں سر پر ہیٹ لگاتے ہیں کیا کیا خرافات ہیں اور انکا نام آزادی رکھا ہے، اسے آزادی نہ کہئے بے قیدی و بے

مہاری کھٹے اس بے اصول زندگی پر آپکو ترقی کی امید ہے، یہ چیزیں قوم اور قومیت کو مٹانیوالی ہیں، اس سے ترقی ہوگی تو یورپیت کو یا الغرابیت کو بے تہذیبی اور وحشت کو نہ کہ اسلام و مسلمین کو، پھر پوچھے کہ یہ حرکات کر کے آپ کچھ بڑھ گئے دولت زیادہ ہوگئی یا مال کثیر جمع ہوگیا، کیا ثمرہ مرتب ہوا کس لحاظ سے آپ ان باتوں کو ترقی کہتے ہیں پچھلے لوگوں میں علماء کا ادب تھا انکی تعظیم کرتے تھے۔ انکی نصیحت سے فائدہ اٹھاتے تھے، نئے لوگ علماء سے عداوت رکھتے ہیں، اپنی مجلسوں میں انکا تمسخر اڑا کر اپنی قوم کی بے عزتی کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے ترقی کی کیا ترقی کے یہی معنی ہیں کہ تمہاری زبان قابو سے باہر ہو جائے، اور تم مستحق تعظیم بزرگوں کی اہانت کے درپے ہو جاؤ، اس سے جماعت میں تفرقہ پیدا ہوگا، دیندار طبقہ تم سے بیزار ہوگا، تمہارے کلمات انکے سینے پر نوک نشتر کا کام کریں، یہی ترقی ہے کہ جہل سے اپنے جماعتی نظام کو درہم برہم کر ڈالو، اور اپنے ناعاقبت اندیشانہ افعال و حرکات سے اغیار کو اپنے بزرگوں پر ہنسواؤ، ان کی خوبیوں کو عیب بتاؤ، انکی نصیحتوں پر عمل کر کے فائدہ اٹھانے کی بجائے ان سے استہزاء کرو، کیا کوئی غیر مسلم تمہاری ان حرکات کو دیکھ کر مسلمانوں کی عزت کریگا۔ تم نے اپنی اور اپنے ہم مذہبوں کی بے آبروئی کرنے پر کمر باندھ لی۔ کفار کیلئے آپکے پاس جھکنے والا سر ہے مدح کرنیوالی زبان ہے، ثنا و ستائش کے الفاظ ہیں ہر بات میں انکی موافقت ہے خواہ وہ کتنے ہی اسلام و مسلمین کی مخالفت میں سرگرم ہوں، آپکی دوستی و ہمنوائی میں فرق نہیں آتا، مسلمان اور ہندو کے مقابلہ میں اکثر یہ مدعیانِ ترقی ہندو کا ساتھ دیتے ہیں اور مسلمانوں کے اتلاف حق کا باعث ہوتے ہیں۔ شیدائیان حریت و نقالان یورپیت کے اس ناقص طرز عمل کا اثر مسلمانوں کے دوسرے طبقوں پر بھی پڑتا ہے، اور وہ راست سے منحرف ہوتے جاتے ہیں۔ دینداری کا چرچا سابق کی نسبت بہت کم ہوگیا ہے اور

بدینی کا سیلاب روز بروز زور پر ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اسی کے نتائج میں سے ہے کہ پہلے زمانہ میں ہندوستان میں صرف دو فرقے سنی، شیعہ موجود تھے، مگر آج صدہا فرقے پیدا ہو گئے، اور ہر ایک فرقہ مسلمانوں کے درپے آزار اور مستعد جنگ ہے، اگر مسلمانوں کو دینداری کا خیال ہوتا تو کوئی شخص نیا فرقہ ایجاد کرنے کی جرات نہ کرتا اور کرتا بھی تو سب اسکو حقارت کی نظر سے دیکھتے میل جول ترک کرتے تو وہ اختلاف اس شخص کی ذات تک محدود رہتا، مسلمانوں سے لڑنے کیلئے لاکھوں تعداد اسکے پاس بہم نہ پہنچتی۔ مگر اس سب بے پروائی کا یہ نتیجہ ہے کہ روزانہ نئے نئے فرقے پیدا ہو کر مسلمانوں کو کمزور اور ضعیف کرتے چلے جاتے ہیں۔

موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کا غیر قوموں پر اثر

پہلے مسلمانوں کا دوسری اقوام پر رعب تھا۔ اس زمانہ کے مسلمانوں نے اپنے طرز عمل سے انہیں مسلمانوں پر جری کر دیا۔ اب یہ حالت ہے کہ آئے دن ہندو مساجد کی بے حرمتی کرنے پر تلے رہتے ہیں، کہیں مسجدوں کے سامنے باجہ بجاتے اور شور مچاتے ہیں اور نماز میں خلل اندازی کرتے ہیں، کہیں مسجدوں میں آگ لگاتے اور انکو مسمار کرتے ہیں، کہیں قربانی پر مسلمانوں کے خون بہاتے ہیں، ہر طرح کے جور و تعدی کی گرم بازاری ہے مگر ملت فروش نام کے مسلمان اس پر بھی انہیں کا دم بھرتے ہیں، اور ستم یہ کہ مظلوم مسلمانوں کو مورد الزام بتاتے ہیں، تاکہ ہندو خوش ہوں، اور ہندوؤں کی یہ حالت ہے کہ جو مسلمان ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہے، موقع پا کر وہ اس سے بھی درگذر نہیں کرتے۔ ہندو لیڈر اپنی قوم کو اکساتے اور ابھارتے رہتے ہیں، بارہا ہندو کہہ چکے ہیں کہ مسلمان یا ہندوستان سے چلے جائیں یا ہمارے غلام بنکر رہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے حق میں ہندو پریس

نہایت دریدہ دہنی اور بیباکی سے دل آزار الفاظ لکھنے کا عادی ہے۔ روزانہ بدرچے غیظ وغضب کے شعلہ بنکر نکلتے ہیں اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف اشتعال دلاتے ہیں۔ مسلمانوں کے پیشواؤں کو گالیاں چھاپی جاتی ہیں۔ حضور پرنور سرور انبیاء سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانتیں کی جاتی ہیں، قربانی بند کرنیکی ہندوؤں کو دن رات فکر ہے، ذبیحۂ گاؤ کے موقوف کر دینے کی تدبیروں میں وہ مصروف ہیں۔ اردو زبان کو وہ مٹا رہے ہیں، بعض مقامات پر اذانوں پر بھی فسادات ہوئے۔ ہندوؤں کی یہ تمام حرکات اس صدی کے مسلمانوں کی بیدینی اور بے غیرتی کا نتیجہ ہیں، جو باوجود ان تمام حالات کے ہندو پرستی کے جذبہ میں سرشار ہیں، اور ہندو بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ہندوانہ لباس ہندوانہ وضع، ایسے لوگوں کو بھی اطمینان رکھنا چاہیئے کہ ان کی جانیں بھی ہندوؤں کے دست جفا سے محفوظ نہ رہیں گی اور ان کی خوشامد وہندو پرستی ان کے کام نہ آئے گی۔ غرض اس صدی کے مسلمانوں کے طریق عمل نے مسلمانوں کو اس پستی میں پہنچا دیا کہ ہندوستان میں رہنا دشوار ہے

موجودہ صدی کے مسلمانوں کی دنیوی حالت

اب یہ بھی دیکھنا ہے کہ دین سے بے اعتنائی برت کر موجودہ صدی کے مسلمانوں نے دنیوی ثروت کس قدر حاصل کر لی اور وہ دنیا جس کے عشق میں دین سے بغاوت گوارا کی تھی، ان کے پاس کتنی آگئی، اور پچاس سال ترقی کی کوششیں کر کے انہوں نے کتنی ترقی کر لی۔ اس کا حال ظاہر ہے کہ باپ دادا کی چھوڑی ہوئی جاگیریں اور جائیدادیں سب ہاتھ سے نکل گئیں، اور پچاسواں حصہ بھی باقی نہ رہا، جو بڑی بڑی جاگیروں کے مالک اور بڑے زمیندار تھے اب انہیں رہنے کے لیئے ایک جھونپڑا بھی میسر نہیں ہے۔ خانہ بدوشوں

کی طرح آج کہیں کل کہیں کرایہ کے مکانوں میں مارے مارے پھرتے ہیں تمام املاک قبضہ سے نکل گئیں، اور ہندوؤں کے پاس پہنچ گئیں، یہی ترقی ہے، اسی کا نام حریت ہے۔ اسی کو آزادی کہتے ہیں کہ پیسہ پاس نہ رہے، نان شبینہ کے محتاج ہو جائیں۔ عادتیں اس قدر خراب ہوگئیں کہ باہمی محبت وہمدردی بھول گئے مسلمانوں کی خبر گیری اور دریافت حال کجا ان سے سیدھے منہ بات نہیں کرتے ان کی آبرو کے خواہاں رہتے ہیں۔ مسجد میں حاضر ہونا تو بہت سے ایسے کم نصیب ہیں، جنہیں عمر بھر میسر نہ آیا ہوگا۔ فضول خرچی حد سے گذر گئی، آمدنی نہیں ہے مگر مصارف بڑھے جاتے ہیں اور بیجا مصارف اس ناداری میں بھی ہزار ہا روپیہ تھیٹروں، سینماؤں کھیل تماشوں اور رقص وسرود میں خرچ کر دیا جاتا ہے، قرض لیتے ہیں گھر رہن رکھتے ہیں، اور حرام میں روپیہ خرچ کر کے دنیا وآخرت کے خسارہ کا سامان کرتے ہیں۔ اس صدی کے مسلمان عام طور پر مقروض ومدیون اور ہندوؤں کی بندشوں میں بندھے ہوئے ہیں۔ سود دینے میں عار نہیں، اب کام چلانے کیلئے عام طریقہ ہی سودی روپیہ لینا رہ گیا ہے، اور سود کی یہ گرم بازاری نہ معلوم کس حد تک پہنچائے گی۔ ملازمتوں میں بھی ان کے ہندو دوست انہیں موقع نہیں ملنے دیتے اور جہاں ہزار کوششوں سے مصیبتیں اٹھا کر کوئی مسلمان پہنچ گیا، تمام ہندو عملہ اس کا دشمن ہے اور ہر وقت اسکو نقصان پہنچانے کی فکر میں لگا ہوا ہے، شراب، کوکین اور نشہ کی عادتوں نے صحت وتندرستی بھی خراب کر دی ہے۔ اچھے خصائل اور نیک عادات جو ان کا طرۂ امتیاز تھے ان سے جدا ہو گئے ہیں اور جو لوگ ابھی تک پرانی وضع اور پرانے خیال کے موجود ہیں انہیں نئی نسل حقارت کی نظر سے دیکھتی اور بیوقوف سمجھتی ہے۔

صحبتیں خراب، مطالعہ کیلئے کتابیں مخرب اخلاق، مشاغل تباہ کن، افعال ناقص، اسکی بدولت تندرستی بھی خراب ہوئی اور اب پیدا ہونے والی نسل کی بھی وہ کثرت نہ رہی جس نے ہندوؤں کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اس صدی کے طرز عمل سے جو نتائج پیدا ہوئے اس کا یہ ایک مختصر نقشہ ہے جو اس مقصد کے لیے سامنے لایا گیا ہے کہ ہر مسلمان اس پر غور کرے کہ موجودہ صدی میں جو ہمارا طرز عمل رہا وہ نہایت مضر ہوا، اب ہمیں اس سے سبق لینا چاہیئے۔ اور پچھلے مسلمانوں کے قدم بقدم چلکر اپنے آپ کو ان مصائب و آفات سے بچانا چاہیئے، اور دین اسلام پر اس سرعت سے جھک پڑنا چاہیے کہ بہت تھوڑے عرصہ میں ہماری حالت کم سے کم تیرہویں صدی کے مسلمانوں کی مثل ہو جائے۔

اگر دانشمندی بیداری اور مستعدی سے کام لیا جائے۔ تو پچاسواں سال پورا ہونے تک ہمارے حالات میں عظیم تبدیلی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ (السواد الاعظم مراد آباد۔ ماہ محرم الحرام ۱۳۵۰ھ ہجری)

سوانح کربلا مع تذکرہ خلفائے راشدہ

ماہ محرم کے خیرات و حسنات

ماہ محرم سال کا پہلا مہینہ ہے۔ اسلامی سال اسی مہینہ سے شروع ہوتا ہے مسلمانوں کی زندگی کے لئے سال بھر کے لئے پھر ایک نیا عہد آتا ہے۔ گذرے ہوئے سال میں جو افراط و تفریط یا فرو گذاشتیں ہوئی ہوں اور ذخیرہ آخرت بہم پہنچانے میں جو کوتاہی ہو گئی ہو نئے سال سے مسلمانوں کو اس کی تلافی کی فکر ہونا چاہئے۔ زندگی کے اوقات غنیمت سمجھ کر اپنے امکان و مقدور تک نیکیوں کا سرمایہ جمع کرنا چاہئے زندگی کے گذرے ہوئے کارنامے کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا چاہئے کہ ہم سے کیا کیا غلطیاں سرزد ہوئیں تاکہ آئندہ کے لئے ان سے احتیاط رہے اور اگر ممکن ہو سکے اور کوئی صورت تلافی مافات کی نظر آئے تو عمل میں لانا چاہئے اور آنیوالے سال کا استقبال نیکیوں سے کیا جائے مسلمان کو یہی تعلیم دی گئی ہے اور اسلام کا یہی درس ہے کہ مسلمان ہر ایک وقت اللہ کی طاعت و عبادت میں مشغول گذارے اور ہر نئے عہد میں نیکیاں اسکے ساتھ ہوں دنیا کے تمام لوگ اور عالم کی ساری قومیں وقت کا احترام کرتی ہیں لیکن طریقے مختلف ہیں۔ امراء و سلاطین کے یہاں وقتی تغیرات کا نوبتوں اور توپوں کی آوازوں سے خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ رات کی تاریکی کے بعد جب صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے تو نوبتیں بجنی شروع ہو جاتی ہیں پھر جب دن کی گرمی اور روشنی حد کمال کو پہنچتی ہے اور آفتاب ڈھلنے کا وقت آتا ہے تو پھر نوبتیں بجتی ہیں توپیں چلتی ہیں اسکے بعد جب دن کی عمر آخر ہوتی ہے اور آفتاب کی زردی سکرات موت کی طرح دن کے خاتمہ کی خبر دیتی ہے رات کی آمد آمد ہوتی ہے اس وقت پھر نقاروں پر چوبیں پڑتی ہیں اسی طرح موسمی تغیرات کے موقعوں پر جشن منائے جاتے ہیں توپیں سر کی جاتی

کوئی گھنٹے اور گھڑیاں بجاتا ہے کوئی اور کسی طریقہ سے اس وقت کا احترام کرتا ہے ہولی دیوالی بسنت وغیرہ بھی موسموں کے استقبال کے طریقے ہیں اور انہیں جس شان سے استقبال کیا جاتا ہے ہندوستان کے باشندے تو اس سے خوب واقف ہیں خاکیں اڑتی ہیں رنگ کھیلے جاتے ہیں انسانوں کی صورتیں بھیانک اور ڈراونی بنا دی جاتی ہیں روشنی کیجاتی ہیں دیوالی کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ غرض ہر قوم تغیرات اوقات کے لئے اپنے حسب لیاقت کچھ نہ کچھ کرتی ہے لیکن جو کچھ کرتے ہیں یہ اضاعت وقت و مال کے سوا اور کوئی مفید نتیجہ نہیں رکھتا انسان کھیل میں مشغول ہو گئے لہو ولعب میں وقت گنوا دیئے خاک اڑا کر انسانیت کو برباد کیا یا وحشیانہ افعال کر کے بہیمیت کا ثبوت دیا تو یہ کوئی کار آمد بات نہیں بلکہ افسوسناک اور لائق عبرت بات ہے اسلام نے دنیا سے وحشت بے تہذیبی بدمستی بہیمی حرکات اور غفلت پیدا کرنے والے افعال و کردار سے اپنے عقیدت کیشوں کو روکا اور ہر وقتی تغیر کے ساتھ انکو یاد خدا طاعت و عبادات خیرات و حسنات کی طرف مشغول کیا مسلمان کے سامنے آخرت کا نقشہ ایسا نصب العین کر دیا کہ وہ کسی حال میں اس سے غافل نہ ہو اور مسلمان کی پاک زندگی کا لمحہ لمحہ یاد الٰہی سے منور رہے اور بندے کی روحانیت مادی تاریکیوں سے بے نور نہ ہونے پائے ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے صحن عالم میں قدم رکھتا ہے۔ آنکھ کھولنے اور ہر بات سننے سے پہلے طہارت کے بعد سب سے اول اسکے کانوں میں کلمات حق پہنچائے جاتے ہیں توحید رسالت کے شہادتیں اور عبادت کی دعوت اس نئے مہمان کو آتے ہی دی جاتی ہے اور اس طریق عمل سے مسلمانوں کو سکھایا جاتا ہے کہ مسلمان کا فرزند اپنی حیات کے ابتدائی انفاس سے اللہ و رسول جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور ان کی یاد کے ساتھ دنیا میں لیا گیا ہے

اور آغوش دایہ و پستان مادر سے آشنا ہونے سے قبل بھی اسکو اسکے دین اور اسکے پروردگار کی یاد دلائی گئی ہے جو کام اتنا اہم ہے جو مقصد اتنا ضروری ہے وہ زندگانی کے اور دوسرے اوقات میں کسطرح فراموش کیا جا سکے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس بچہ کی تربیت یادالٰہی کے ساتھ ہو اور قدم قدم پر اسکو دین کے درس دیئے جائیں کبھی عقیقہ ہوتا ہے وہاں اس مولود کی آمد کی خوشی میں شکر الٰہی بجالانے کے لئے قربانی دی جاتی اور دوست احباب اور اہل حاجت کو علیٰ حسب حیثیت و مقدرت ضیافتیں دی جاتی ہیں، کبھی بسم اللہ کی تقریب ہوتی ہے بچپن کی عمر میں ہوش کے وقت کا اور تعلیمی زندگی کے آغاز کا یاد الٰہی اور دعوت احباب سے استقبال کیا جاتا ہے ہر مقام پر توجہ الی اللہ کی رعایت ملحوظ ہے کہیں بھی لغویات اور لہو ولعب کی طرف دین و شریعت نے مشغول نہیں رکھا اسی طرح زندگی کے آنیوالے تمام اوقات کو نیکیوں کے لئے محرک اور یادگار بنایا جاتا ہے حتیٰ کہ دن بھر کام کر کے شب کو بستر پر آئے اور آرام کرنیکی نیت کرے تو وقت خواب جو راحت اور غفلت کا وقت ہوگا اس کا استقبال بھی روح کو زندہ کرنے والی نعمتوں سے کیا جائے تعلیم یہ دی جاتی ہے سونے سے پہلے استغفار پڑھے آیت الکرسی پڑھے شہادتین پڑھے درود شریف پڑھے پڑھتے پڑھتے سو جائے سوتے سے آنکھ کھلے تو زبان پر کلمہ جاری ہو جو زندگی اس کی عادی بنائی گئی ہوگی اور جو شخص تمام عمر اسکا خوگر رہا ہوگا امید ہے کہ وہ خواب موت کا استقبال بھی اسی طرح ذکر حق کے ساتھ کرے اور اس خواب گراں کے بعد جب دوسری زندگی کے لئے اٹھایا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ کلمہ پڑھتا ہوا ہی اٹھے۔ غرض ہر آنیوالا وقت اور زمانہ کا ہر ایک اہمیت رکھنے والا انقلاب مسلمان کے لئے طاعت و یاد

الٰہی کا محرک بنایا گیا ہے چاند کو گرہن لگے یا سورج کو۔ مسلمان کو عبادت الٰہی
میں مصروف ہونے اور پروردگار کی بندگی بجالانے نماز پڑھنے کا حکم ہے اوقات
کے تجدد میں سال نو اہمیت رکھنے والی چیز ہے اسکا استقبال بھی مسلمان طاعات
و عبادات خیرات و حسنات و ذکر حق و مقبولان بارگاہ حق سے کرلگا اسلئے
مسلمانوں کا معمول ہے ان ایام میں روزے رکھتے ہیں بکثرت خیراتیں دیتے
ہیں راہ خدا میں مال صرف کرتے ہیں اہلبیت رسالت و نبوت نے ان ایام میں
دین حق و عشق الٰہی میں جانیں قربان کیں خون بہائے گھر لٹائے اپنے
نونہال نثار کیئے یہ انکے حوصلہ کی بلندی اور انکے پایہ کی برتری ہے عند
ذکر الصالحین تتنزل الرحمۃ۔ نیکوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل
ہوتی ہے مسلمان ان ایام میں شہدائے کربلا کا ان کے ایثار و اخلاص کا ان
کی اولوالعزمی و ثابت قدمی کا انکی حق کوشی ناحق کشی کا ذکر کرتے ہیں،
شہادت کی مجلسیں منعقد ہوتی ہیں۔ اہل بیت کی حمایت ملت کا عجیب و
غریب منظر دکھایا جاتا ہے یہ مجالس درحقیقت ذکر الٰہی کی مجالس ہیں جو
اعلیٰ موعظت و تذکیر پر مشتمل ہیں ان مجالس میں شامل ہونے سے قلوب
میں رقت اور اعمال صالحہ کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ حق کی حمایت کے جذبات
دلوں میں جاگزیں ہوتے ہیں۔ ایسی مجالس کا منعقد کرنا باعث اجر و ثواب
ہے کیونکہ عظمت و تذکیر کی مجالس مجالس ذکر ہیں اور ذکر کی مجالس کے
لیئے شرع مطہر میں حکم فرمایا گیا ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا مررتم
بریاض الجنۃ فارتعوا قالو وما ریاض الجنۃ یا رسول اللہ قال
حلق الذکر۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنتی
باغوں پر تمہارا گذر ہو تو میوہ چینی کرو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ جنتی

باغوں سے کیا مراد ہے فرمایا ذکر کے حلقے۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ ذکر کی مجالس جنت کے باغ ہیں بکثرت احادیث اس باب میں وارد ہیں حتی کہ وارد ہوا ھم قوم لا یشقی جلیسھم یعنی ذکر کی مجلس والے ایسی قوم ہیں کہ انکے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں کیا جاتا مجلس پاک دربار رسالت میں بارہا شہدا کی شہادت کے بیان ہوئے اس سے بھی اس مجلس کا استحباب واستحسان ثابت ہوتا ہے۔ درحقیقت ذکر شہادت اعلاء کلمہ حق اور حمایت دین وملت کا بیان ہے۔ وہابیہ کو ان مجالس کی مخالفت میں بڑی کد ہے وہ ان مجلسوں سے نہایت جھجکتے ہیں برا مانتے ہیں اور انہیں ان مجالس سے بہت تکلیف ہوتی ہے اگر یزید زندہ ہوتا اور وہ حضرت امام اور انکے خاندان کی شجاعت وبسالت حقانیت وللہیت کے یہ تذکرے سنتا تو اسکو بھی اتنا ہی ناگوار ہو سکتا تھا جتنا وہابیوں کو ناگوار گزرتا ہے اور مجلس شہادت امامین سے چڑ یا جانا برا ماننا اس قوم سے کچھ قابل تعجب نہیں ہے جو حضرات امامین کے جد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکر کی محفل کے دشمن ہیں جب حضور ہی کا ذکر نہ سن سکیں اس سے جل مریں تو حضور کے فرزندوں کے ذکر سے کیوں نہ بھڑکیں کیوں نہ برافروختہ ہوں مگر قرآن کریم ذکر الٰہی کی محفلوں سے جلنے والوں کے لئے یہ ارشاد فرماتا ہے اذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین لا یومنون بالاٰخرۃ واذا ذکر الذین من دونہ اذا ھم یستبشرون ذکر خدا ورسول ومحبوبان حق کی مجالس ومحافل سے تو وہابیہ کو بہت تکلیف ہوتی ہے مگر گاندھی کے ذکر کی محفلیں ناگوار نہیں معلوم ہوتی ہیں اس کے نعرے بھی منظور ہندوؤں کو مساجد میں بلا بلا کر بلند مقاموں پر بٹھانا اور انکی تعظیم وتوقیر کرنا یہ سب کچھ گوارا یہ باتیں ان کے لئے بدعت نہیں

لیکن سنی خدا و رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے راحت پاتا ہے اس سے اسکے دل کو چین آتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب - اب اگر وہابی سے کہیے کہ مجالس ذکر شہادت کو کس طرح تو نے بدعت کہہ دیا کیا ذکر صالحین بدعت ہوتا ہے قرآن پاک میں صالحین کا ذکر نہیں آیا دشمنان حق کے ساتھ ان کے مقابلوں کا بیان نہیں ہوا - راہ خدا میں جان دینے والوں کا مرتبہ قرآن کریم نے نہیں بتایا، مجلس مبارک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ بیان نہیں ہوئے پھر کیسے بدعت ہو گئے کیا بدعت اس چیز کا نام ہے جو قرآن میں بھی ہو مجلس رسول میں بھی ہو صلی اللہ علیہ وسلم ا- ذرا ہوش وخرد سے کام لو یہ کہئے وہابی متحیر ہو جائیگا اور ناچار اسکو بھی کہنا پڑیگا کہ ذکر شہادت کا تو انکار نہیں ہے اس میں جو نظمیں آواز ملا کر پڑھی جاتی ہیں یہ بدعت ہے کہو اس میں بھی تو پوچھنا ہے کیا شریعت میں آواز ملا کر نظم پڑھنے کی مطلقاً کوئی ممانعت وارد ہوئی ہے ہو تو لا نہیں تو کیا اپنے دل سے حکم لگاتا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا غزوۂ خندق میں آواز ملا کر اشعار پڑھنا احادیث کی کتابوں میں مروی ہے اگر وہابی کو حدیث کی خبر نہ ہو تو اپنے گرو کی تقویت الایمان ہی دیکھ لے جسمیں لکھا ہے

مشکوٰۃ کے باب النکاح میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ ربیع نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم آئے پھر گھر میں داخل ہوئے جب بنا دی ہوئی تھی میری، پھر بیٹھے میری مسند پر جیسا تو بیٹھا ہے میرے پاس سو وہیں شروع کیا کچھ لڑکیوں ہماری نے کہ دف بجانے لگیں اور مذکور کرنے لگیں ان لوگوں کا کہ مارے گئے تھے ہمارے بدر میں تقویۃ الایمان ص۳ مطبوعہ مرکنٹائل پریس۔

اس سے تو لڑکیوں تک کا آوازیں ملا کر مرثیہ گانا دف پر بھی جائز ثابت ہوا۔ کہاں ہیں وہابی صاحب گھر کی تو خبر لیں گریبان میں تو منہ ڈالیں وہ کس منہ سے

واقعات شہادت کی نظموں کو آوازیں ملاکر پڑھنے سے منع کرتے اور بدعت بتاتے ہیں وہابیوں کو یہ سنائیے تو کہیں گے کہ یہ تو نہیں تقسیم شیرینی میں حجت ہے وہ بدعت ہے چاہے دنیا بھر کا مال ہضم کر جائیں قسم قسم کی غذائیں اور طرح طرح کی مٹھائیاں جن کا خیر القرون میں نام و نشان بھی نہ تھا ڈکار جائیں مگر مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے وقت اگر بتاشے بھی بانٹ دیئے گئے تو وہابی صاحب کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی کیوں جناب تقسیم کیوں بدعت ہے کیا زمانہ اقدس میں تقسیم نہیں ہوئی وہاں تو اموال تقسیم ہوتے تھے ضیافتیں کیجاتی تھیں اور کسی دینی ذکر کے بعد تقسیم سنت فاروقی ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد ختم سورہ بقرہ اونٹ ذبح فرما کر طعام کثیر پکوا کر اصحاب کو کھلایا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز پارہ اول ص۲۷ میں تحریر فرماتے ہیں " در روز ختم شتر ے راکشتہ طعام وافر پختہ بیاران حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خورانیدند"۔ اس سے ثابت ہوا کہ ذکر محمود کے بعد اطعام ضیافت احباب بقدر حیثیت حضرت خلیفہ دوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے۔ اب خواہ یہ تقسیم و اطعام بعد ختم قرآن ہو یا بعد ذکر میلاد و وعظ یا بعد مجلس ذکر شہادت یا بعد جلسہ رجبی یا بعد فاتحہ و قل کہ یہ سب ذکر محمود ہیں بات یہ ہے کہ وہابیہ کو روایات پر نظر نہیں اور اپنے قصور علم کا اندازہ و اعتراف نہیں۔

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند   در جہل مرکب ابد الدھر بماند

خود علم نہیں احوال صحابہ کی خبر نہیں عدم علم کو علم عدم قرار دیتے اور امور ثابتہ کو بدعت ٹھہراتے ہیں اللہ اس جہل سے مسلمانوں کو پناہ میں رکھے۔

ہاں کیا چیز ممنوع ہے مجالس روافض کی شرکت ان کے مرثیوں کا پڑھنا ان کے بیانوں کا سننا غلط اور توہین آمیز حکایتیں جو روافض وغیرہ کی بنائی

ہوئی ہیں۔ ان کو سنتا سناتا اور وہابیوں کے ان وعظوں میں شریک ہوتا جن
میں مجالس متبرکہ پر روافض کی طرح تبرا کیا جاتا ہے اور امور خیر کو بدعت بتا کر
خلق کو نیکیوں سے روکنے کی کوشش کی جاتی ہے غرض اہل سنت پر دونوں
سے بچنا لازم ہے۔ رافضی سے بھی اور وہابی خارجی سے بھی یہ دونوں گمراہ اور
افراط و تفریط میں مبتلا اعاذنا اللہ تعالیٰ من شرورہم۔

کھچڑا شربت سبیلیں لنگر وغیرہ

ان ایام متبرکہ میں مسلمان بالعموم حسنات و خیرات کی طرف بہت مائل رہتے
اور چونکہ اسی عشرہ میں بمقام کربلا اہلبیت رسالت کی شہادتیں واقع ہوئیں
اس لئے ان ایام میں ان کے ایصال ثواب کے لئے بکثرت خیرات کی جاتی ہے۔
پانی شربت کی سبیلیں لگائی جاتی ہیں۔ مساکین کو کھانے کھلائے جاتے ہیں۔ قسم
قسم کے اطعمہ تقسیم کئے جاتے ہیں جس کو لنگر کہتے ہیں کھچڑہ پکتا ہے اور حضرات
اماموں اور انکے ہمراہیوں کی فاتحہ دیکر ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ ایصال ثواب
کی شریعت میں تعلیم دی گئی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
اقدس میں بھی اموات کے لئے ایصال ثواب کیا گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے حسب ارشاد حضور اپنی والدہ صاحبہ کے ایصال ثواب کے لئے کنواں
بنوایا اور کہا۔ ھذہ لام سعد یہ حضرت سعد کی والدہ کے لئے ہے اس سے
یہ بھی معلوم ہوا کہ پانی سے ایصال ثواب کرنا جائز بلکہ سنت ہے اور یہ بھی
معلوم ہوا کہ ایصال ثواب کے لئے جو چیز ہو اسکو میت کی طرف منسوب کرنا یہ
بھی شرع میں جائز اور حضور نے اسکا حکم فرمایا۔ تو امام حسین کی سبیل اور شہداء
کربلا کا کھچڑہ اور اہل بیت کی نیاز سب بتصریح حدیث جائز ہوئیں۔ اس

حدیث کو وہابیہ کے گروگھنٹال مولوی اسمٰعیل نے صراط مستقیم ص۶۳ میں بایں الفاظ لکھا ہے۔ فمودہ چاہ بکن وبگو کہ ایں برائے مادر سعد است۔ اسمیں صاف تصریح ہے کہ صدقہ کی چیز کو میت کی طرف منسوب کرنا بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہے۔ اس سے وہابیہ کا وہ خیال باطل ہو گیا کہ غیر خدا کا نام لینے سے چیز حرام ہو جاتی ہے سبیل بھی پانی ہی کا انتظام اور پیاسوں کی امداد ہے۔ اس لئے کنوئیں کے حکم میں ہے اسکو منع کرنا اور ناجائز بتانا نفس وہوا کا حکم اور حدیث کی مخالفت ہے وہابیہ ایسی ہی چیزوں کو بدعت کہتے ہیں جنکا احادیث میں حکم ہوتا ہے۔ ایصال ثواب عبادت بدنی ومالی دونوں کا ہوتا ہے تصدق عبادت مالی ہے خواہ کسی چیز کا ہو اس میں پلاؤ ہو خواہ کھچڑہ یا مٹھائی یا اور کوئی چیز شرح عقائد میں یہ مسئلہ صاف طور پر ذکر کیا گیا اور خود وہابیہ کے گرو مولوی اسمٰعیل نے صراط مستقیم ص۶۳ میں لکھا ہے "بر ہمیں قیاس باید کرد مسئلہ عبادات را ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود ثواب آں بروح کسے از گذشتگان برساند یعنی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تمام عبادات کو قیاس کرنا چاہیے جو عبادت کہ مسلمان سے ادا ہو اسکا ثواب گذرے ہوئے لوگوں میں سے کسی کی روح کو پہنچائے۔ صراط مستقیم کے اس صفحہ میں یہ بھی ہے "پس در خوبی ایں قدر امر از امور مرسومہ فاتحہ ہا و اعراس ونذر و نیاز اموات شک وشبہ نیست"۔

اب تو مسئلہ ہی صاف ہو گیا خود فاتحہ مروجہ اور عرس اور نذر حسب رواج ومعمولات جائز بتائیں عرس میں تعیین یوم بھی ہوتی ہے یہی مرسوم آتا ہے تو اب انکار و اصرار محض لایعنی و باطل ہے اتنا عذر وہابیوں کو اور رہ جاتا ہے کہ یہ کھانا فقط فقیروں اور مسکینوں ہی کو نہیں دیا جاتا مالدار لوگ بھی

اس میں کھا لیتے ہیں اس لئے اس کو منع کیا جاتا ہے۔ یہ عذر بھی باطل ہے کیونکہ صدقات نافلہ کا اغنیاء پر صرف کرنا شریعت میں ممنوع نہیں ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فتاویٰ عزیزیہ صلا میں تحریر فرماتے ہیں کہ "اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء راہم خوردن ازان جائز ست" اور خاص نیاز امامین کے حق میں انہی شاہ صاحب نے اپنے فتاویٰ کے صلا پر فرمایا "طعامیکہ ثواب آن نیاز حضرت امامین نمایند بر آں فاتحہ و قل و درود خواندن تبرک میشود خوردن بسیار خوب است" یعنی نیاز امامین کا کھانا جس پر فاتحہ و قل و درود پڑھتے ہیں تبرک ہو جاتا ہے۔ اسکا کھانا بہت خوب ہے۔ شاہ صاحب نے بہت خوب فرمایا اور حق فرمایا یہ ایمان کی بات ہے کہ آیات قرآن کریم کی تلاوت یقیناً باعث برکت ہے وہابی گمراہ کی بد دماغی ہے جو یہ کہے کہ قرآن پاک کے پڑھنے سے وہ کھانا نجس و ناپاک یا ممنوع و ناجائز ہو جاتا ہے اور اس طرح پڑھنا بدعت ہے مسئلہ تو بحمدہٖ تعالیٰ خوب واضح ہو گیا اور طالب حق کے لئے کوئی شک و تردد کا موقع باقی نہیں رہا مگر اتنی بات اور بھی قابل لحاظ ہے اور انشاء اللہ العزیز ذہن میں رکھی تو مسلمانوں کے لئے نافع ہوگی کہ حضرات سیدین جلیلین شہیدین کریمین اور انکے اہل بیت کے ساتھ نیاز اخلاص محبت و عقیدت کمال ایمان کی علامت اور حب رسول کی دلیل ہے انکی جانبازی کا چرچا کرنا اور ان کے مخلصانہ ایثار و قربانی کی یاد تازہ کرتے رہنا اور انکی جناب میں ہدایا بطریق ایصال ثواب پیش کرنا تقاضائے جذبۂ ایمان ہے کون کہتا ہے کہ جنہوں نے راہ حق میں اس ذوق و شوق کے ساتھ جانیں دیں انکا ذکر بھی مت کرو یہ وہی کہہ سکتا ہے جسکے سینے میں ستمگر کا دل ہو یا وہ باطن میں خارجی ہو پھر یہ

زمانہ خیرات و برکات کا خاص زمانہ ہے دسویں محرم کو کھانے کھلانے میں توسیع کا حدیث شریف میں حکم دیا گیا اور اس پر برکت کا وعدہ فرمایا گیا ارشاد ہوا من وسع علی عیالہ یوم عاشورا وسع اللہ علیہ سائر سنتہ جو دسویں محرم کو اپنے عیال پر وسعت و فراخی کرے اللہ تعالیٰ تمام سال اسکی روزی میں وسعت فرمائیگا اسلئے علماء نے کھچڑہ جو چند قسم کے غلوں اور گوشت کی ایک مرکب غذا ہے اور جس کو حلیم بھی کہتے ہیں تجویز فرمایا تاکہ ہر قسم کے غلوں اور ماکل کی سال بھر وسعت رہے۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اسکو تجربہ کیا اور ایسا ہی پایا جب کبھی دسویں محرم کو فراخدلی کے ساتھ اپنے اہل و اقارب اعزہ و احباب کی دعوتیں کی گئیں وسعت کے ساتھ کھلایا گیا اس سال بڑی برکت رہی در مختار جو فقہ سنی کا معتبر فتاوی ہے اس میں کھچڑہ کو جائز بتایا گیا ہے فرمایا لاباس بالمعتاد خلطا و بوجہ اعرف حدیث میں ارشاد فقہ میں بھی تصریح جواز تو وہابی جی نے اسکو کہاں سے ناجائز بتایا۔ گھر سے دین کی باتوں میں اپنی رائے لگاتے ہیں اور حدیث کے احکام کو مٹاتے ہیں یہ ہے اصل بدعت اور وہ خود ہیں اصل بدعتی۔

دسویں محرم کا روزہ

ان ایام کے معمولات میں سے روزہ بھی ہے بکثرت مسلمان دسویں کو اور بعض نویں اور دسویں دونوں کو روزہ رکھتے ہیں حدیث شریف میں اس روزہ کی بہت فضیلتیں وارد ہیں مسلم شریف میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا افضل الصیام بعد رمضان

شهر الله المحرم وافضل الصلاة بعد الفريضة صلوات الليل یعنی رمضان کے بعد ماہ الہی محرم کے روزوں کو فضیلت ہے اور نماز فرض کے بعد نماز شب افضل ہے۔ حدیث شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حین صام رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم عاشوراء وامر بصيامه قالوا يا رسول الله انه يوم يعظمه اليهود والنصارى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لئن بقيت الى قابل لاصومن التاسع۔ جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دسویں محرم کا روزہ رکھا اور اس دن کے روزہ کا حکم فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اس دن کو یہود و نصاریٰ معظم جانتے ہیں۔ حضور نے فرمایا اگر میں سال آیندہ تک رہا تو نویں دن کا بھی روزہ رکھوں گا۔ اس حدیث سے نویں تاریخ کا روزہ بھی سنت ثابت ہوا اس لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا صوموا التاسع والعاشر وخالفوا اليهود نویں اور دسویں دونوں کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو (کذا فی المرقاۃ شرح المشکوۃ)

بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک اور حدیث مروی ہے ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قدم المدينة فوجد اليهود صياما يوم عاشوراء فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم ما هذا اليوم الذي تصومونه فقالوا هذا يوم عظيم انجى الله فيه موسى وقومه وغرق فرعون وقومه فصامه موسى شكرا فنحن نصومه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فنحن احق واولى بموسى منكم فصامه رسول الله صلى الله عليه وسلم وامر بصيامه۔

یعنی حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہود کو دسویں محرم کو روزہ دار پایا۔ ان سے فرمایا کیا دن ہے جس کا تم روزہ رکھتے ہو انہوں نے عرض کیا یہ عظمت والا دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور انکی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اسکی قوم کو غرق کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکر الٰہی کا روزہ رکھا اس لئے ہم اس دن روزہ رکھتے ہیں حضور نے فرمایا کہ ہم حضرت موسیٰ کے لئے تم سے زیادہ احق و اولیٰ ہیں۔

پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دسویں محرم کا روزہ رکھا اور اس دن کے روزہ کا حکم فرمایا۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دسویں اور نویں محرم کا روزہ مسنون ہے۔ یہود و نصاریٰ اس دن کو معظم سمجھتے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہود و نصاریٰ کی مخالفت بہت پسند تھی اور اسکا آپ حکم فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہوا خالفوا الیھود والنصاریٰ یہاں بھی انکی اسطرح مخالفت کی گئی کہ وہ صرف دسویں محرم ایک دن کا روزہ رکھتے تھے حضور نے اسکے ساتھ ایک دن یعنی نویں محرم ملانے کا قصد ظاہر فرمایا مگر وہ دن کو معظم جانتے تھے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فتح کی خوشی میں شکراً روزہ رکھتے تھے اور اس روزہ کا التزام کرتے تھے اس روزہ کو خاص اسی معین تاریخ میں ادا کرتے تھے ہر سال اس طریقہ کو جاری رکھتے تھے۔ ان باتوں میں سے کسی ایک بات کی حضور نے مخالفت بلکہ یہ فرمایا کہ نحن احق و اولیٰ بموسیٰ منکم یعنی تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشی میں روزہ رکھتے ہو تو اس میں ہم تم سے زیادہ احق و اولیٰ ہیں۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ہمارا مقصد روزہ رکھنے

سے تمہاری موافقت نہیں بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موافقت مقصود ہے
اس حدیث نے بہت سے مسائل صاف کر دیئے ایک یہ کہ انبیاء علیہم الصلاۃ
والسلام کی خوشی کی یادگار قائم کرنا حضور نے پسند فرمایا خود بھی کیا اور اس کا
مسلمانوں کو حکم بھی فرمایا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت سے
اور زیادہ کونسی خوشی ہے جس کی یادگار حضور کے نیاز مند اخلاص کیش
امتی قائم کریں حضور تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تمام انبیاء سے افضل اور
سب کے سردار ہو کر انکی خوشی میں شرکت فرمائیں یادگار منائیں اور ہم نیاز
مند امتی ہو کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خوشی میں
کچھ نہ کریں کوئی یادگار قائم نہ کریں تحدیث نعمت الٰہی کی مجلس بھی بدعت ہو
یہ دعویٰ کسی مخالف حدیث وسنت وہابی ہی کا ہو سکتا ہے انبیاء علیہم الصلاۃ
والسلام کی خوشی کی یادگاریں قائم کرنا اور سال بسال کرتے رہنا اس حدیث
نے سنت کر دیا اسکے ساتھ ہی تعیین یوم کا مسئلہ بھی حل ہو گیا جس کو
وہابی اپنے مرض قلب کا ایک حیلہ بنایا کرتے ہیں حضور نے یہ نہ فرمایا کہ
یہود و نصاریٰ دسویں محرم کو روزہ رکھتے ہیں مسلمان کبھی محرم میں روزہ
رکھ لیا کریں کبھی صفر میں کبھی ربیع الاول میں کبھی کسی اور مہینہ میں کبھی
دسویں کو کبھی گیارہویں کو ایک دن معین نہ کریں کیونکہ وہابی اس سے چڑتے
ہیں۔ حضور نے ان چڑنے والوں کی ناک خاک میں ملادی اور اس
تاریخ معین پر روزہ کا حکم دیا جو خاص فتح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
تھی وہابی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کس کی سنت
پر عمل کرتا ہے جو ان امور میں تعیین کو ناجائز بتاتا ہے۔ التزام کا حیلہ جو
وہابی نکال لیا کرتے ہیں اسکا بھی خطرہ باقی نہ رہا حضور نے اس دن کے

روزہ کا حکم فرمایا اور صحابہ کرام اور ان کے بعد اکابر امت برابر روزے رکھتے رہے حتیٰ کہ آج تک جاری ہیں۔
ایک حیلہ وہابیہ کا اور یہ ہے کہ وہ امور خیر کو ہمیشہ افعال کفار سے تشبیہ دیا کرتے ہیں اور اسکو تشبہ بکفار بتا کر منع کرتے ہیں مولود شریف کو تو معاذ اللہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کنہیا کے جنم سے تشبیہ دیتے ہیں اور اسکا کوئی معتقد اہوگا اور اسکے ساتھ وہ ایسی عقیدت رکھتے ہونگے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک کی محفل کو اسکے جنم کے سانگ سے تشبیہ دینا انکے ایمان کو گوارا ہوا۔ اہل ایمان کے رونگٹے یہ سنکر کھڑے ہوجاتے ہیں اور روح کانپ جاتی ہیں کہاں حضور پرنور کا پاک ذکر کہاں اہل دنیا اور انہیں بھی کفار تیجے اور چالیسویں کو بھی فعل ہنود سے تشبیہ دیتے ہیں مگر یہ تشبیہ اہل سنت کے افعال خیر ہی کیلئے خاص ہے اپنے آپ مسجد میں گھنٹی بجاتے ہیں تو گرجا اور مندر کی گھنٹی یاد نہیں آتی۔ بات بات میں نصاریٰ کی تقلیدیں ہوتی ہیں مدرسوں کے نظم میں امتحانوں کے طریق میں پرچوں کے جواب لکھانے میں سارٹیفیکیٹ دیتے ہیں مگر یہ سب ہضم ہے اپنے آپ جو تشبیہ بالکفار کریں وہ سب روا اور ہمیں ان کے افعال سے کیا مطلب ہمارے نزدیک تو ان کے افعال و اقوال سب ہی ان پر وبال ہیں ہمیں تو دیکھنا یہ ہے کہ بخاری و مسلم کی یہ صحیح حدیث بتا رہی ہے کہ یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشی میں روزہ رکھتے تھے حضور نے اس روزہ کا حکم فرمایا اور تشبہ بالیہود قرار نہ دیا تو معلوم ہوا کہ امور خیر میں جب نیت پاک صاف ہو اور تشبہ بالکفار مقصود نہ ہو تو اگرچہ وہ فعل کفار کرتے بھی ہوں مسلمان کیلئے ممنوع و ناجائز نہ ہوگا بلکہ وہ اپنی نیت پر اجر و ثواب پائیگا وہابیت کی بنا حدیث کی مخالفت ہی پر ہے یا بے علمی پر چلنے چلے امور خیر کے روکنے کیلئے وہابیہ نے تلاش کئے سب حدیث شریف نے رد کر دیئے بہر حال تیجے اور دسویں کے دو قول لئے ہوئے مسلمانوں میں

جانداروں کی تصویریں اور لہو و لعب

اوقات متبرکہ میں جیسے نیکی زیادہ اجر و ثواب کا موجب ہوتی ہے ایسے ہی بدی بھی زیادہ خسران اور ملامت کا موجب ہوتی ہے جہاں نیک دل لوگ خیرات و مبرات میں مشغول رہتے ہیں اہل ہوی اپنے حرص و ہوس اور لغویات میں مبارک اوقات کو ضائع کر دیتے ہیں محرم کے ایام میں تعزیہ داری کے ساتھ ساتھ لہو و لعب اور تصویر سازی میں بھی بعض لوگ مشغول ہوتے ہیں دلدلیں اور حوریں اور گھوڑے اور آدمی کی تصویریں بناتے ہیں بعض بعض مقامات پر انسان اور ریچھ کے روپ بھرتے ہیں اور مبارک اوقات کو لہو و لعب اور فسق و فجور میں ضائع کر دیتے ہیں اتنا ہی نہیں کہ اس وقت میں کسب خیر اور حسن عمل سے محروم رہے بلکہ کبائر میں غرق ہو کر انہوں نے اپنے نامۂ اعمال کو بدیوں سے بھر دیا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان امور سے روکنے کی پوری کوشش کریں اور اس قسم کے تماشہ کرنے اور سانگ کھیلنے والوں کو اخلاقی طور پر ایسا عبرت ناک سبق دیں کہ وہ آئندہ ایسے اعمال و افعال کے لئے جرات و ہمت نہ کریں یہ لوگ اپنی جہالت سے وہ افعال کرتے ہیں جو دین و ملت کیلئے ننگ و عار ہیں اور اس سے دنیا کے لوگ مسلمانوں کی نسبت بری رائے قائم کرتے اور خراب نتیجے نکال لیتے ہیں اور درحقیقت یہ شرمناک افعال جہالت کی دستاویز ہیں جو لوگ ان لغویات میں مبتلا ہیں نہ انہیں اپنے فرائض معلوم ہیں نہ دین و ملت کے احکام سے کچھ خبر رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ انکو ہدایت کرے اور ان وافعال و کردار سے بچائے۔ آمین۔ (السواد الاعظم مراد آباد۔ ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ ہجری)

فضل شہادت

شہادت کے متعلق یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام کمالات البشریہ کے جامع ہیں آپ کے لئے فضیلت شہادت جو کمالات میں سے ہے ثابت ہے یا نہیں اور اگر ثابت ہے تو کس طرح آیا امامین کریمین حسنین جمیلین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت حضور کی شہادت قرار دی گئی اور ان فرزندان ذی شان کو حضور کے اس کمال کے لئے واسطہ بتایا گیا ہندوستان کے ایک بڑے مشہور فاضل نے لکھا ہے کہ حضور کیلئے یہ کمال بواسطہ ان صاحبزادوں کے حاصل ہے چونکہ شہادت منصب نبوت کے شایان نہ تھی اس لئے ان حضرات کو وسیلہ بنایا گیا اسکا جواب یہ ہے کہ گرچہ یہ بات کسی جلیل فاضل نے کہی ہو یا کسی عالی مرتبت بزرگ کے قلم سے نکلی ہو لیکن اس کیلئے ثبوت درکار ہے اور جن حضرات نے یہ تحریر فرمایا ہے انہوں نے اس مدعا پر کوئی ایسی دلیل نہیں تحریر فرمائی جو شرعاً قابل قبول ہوتی نہ کوئی نقل معتبر انکے پاس موجود ہے اول تو یہی تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ رتبہ شہادت حضور پر نور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت نہیں ہے کیونکہ جب شہادت کی دو قسمیں بتائی جاتی ہیں سری اور جہری اور زہر خورانی کو سری قرار دیا گیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس مرتبہ کے حصول کے لئے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واسطہ قرار دیا جائے اور ان کو زہر دیا جانا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کمال شہادت کے حصول کا ذریعہ قرار دیا جائے باوجود یکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک یہودیہ عورت نے بکری کے گوشت میں زہر دیا تھا اسوقت تو بطور معجزہ اسکا اثر ظاہر نہ ہوا لیکن وقتاً فوقتاً اس کی تکلیف ظاہر ہوتی رہی یہانتک کہ مرض آخر میں ام

المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ میں نے خیبر میں (زہر آلود) کھانا کھایا تھا اسکی تکلیف میں ہمیشہ پاتا رہا اور یہ وہ وقت ہے کہ اس زہر سے دل کی رگیں کٹنے کی تکلیف پاتا ہوں یہ حدیث امام بخاری نے روایت کی الفاظ مبارک حدیث شریف کے یہ ہیں عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی مرضہ الذی مات فیہ یا عائشۃ ما ازال اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر وھذا اوان وجدت انقطاع ابہری من ذالک السم۔ جب وقت وفات شریف زہر حرکت میں آیا اور اس نے اپنا اثر دکھایا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسکی تاثیر کا یہ بیان فرمایا کہ وہ دل کی رگیں کاٹے ڈالتا ہے تو اب شہادت سرہیہ کے حصول وثبوت میں کیا تردد رہ گیا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف جلد رابع باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔ ظاہراً حکمت الٰہی عز اسمہ اقتضاء آں کرد کہ اثر آں زہر را در وقت موت ظاہر گرداند از برائے حصول مرتبہ شہادت چنانکہ می گویند کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باثر زہر مار مرد کہ در غار ہجرت گزیدہ بود۔ یعنی حکمت الٰہیہ کا اقتضا تھا کہ اس زہر کا اثر وقت وفات شریف ظاہر فرمایا تاکہ حضور کیلئے مرتبہ شہادت ثابت ہو جیسا کہ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات اس سانپ کے زہر کی تاثیر سے واقع ہوئی جس نے غار ہجرت میں آپ کے کاٹا تھا تو جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کو خود زہر دیا گیا اور وقت وفات شریف اسکا ایسا زبردست اثر ظاہر ہوا اور علماء و محدثین نے بھی اسکو حصول رتبہ شہادت قرار دیا تو کیا وجہ ہے کہ حضور کیلئے بذات خاص اس مرتبہ کے حصول کا انکار کیا جائے اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی وساطت

سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے اس مرتبہ کو ثابت کیا جائے اور حصول کمال میں سید انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے غیر نبی کیطرف احتیاج ثابت کیجائے باوجودیکہ شریعت نے نہیں بتایا کہ حضور کی رفعت مرتبت وحصول کمال کسی دوسرے پر موقوف ہے یا شہادت وغیرہ کمالات میں اولاد نائب ہوا کرتی ہے اسیطرح شہادت جہریہ کے اثبات میں حضرت امام حسین علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو واسطہ بنانا اور اسمیں حضور کا نائب ٹھہرانا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے اگر شہادت کے وہ معنی مراد لیئے جائیں جو فقہائے کرام نے اجراء احکام جنائز کیلئے معتبر فرمائے تو اس وساطت سے بھی وہ معنی صادق نہیں آتے اور اگر شہادت سے اسکے عام معنی راہ خدا میں مصیبت وبلا وجور وجفا پر راہ تسلیم ورضا اختیار فرمانا اور اسمیں ثابت قدمی دکھلانا مراد ہو تو یہ رتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے اس قدر اتم طریقہ پر حاصل ہے جسکی نظیر ومثال دنیا میں تلاش کرنی متعذر ہے تمام عمر شریف ہی اعدا کے جور وجفا برداشت فرماتے اور وہ ظلم وستم جنکے تصور سے بھی دل کانپ جاتا ہے۔ دینکی تبلیغ اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے کیا کیا مصائب سرور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش نہ آئے اور کیسے صدمے اس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے برداشت نہ فرمائے اپنی طرف سے صبر ورضا کیساتھ جان پیش کر دینا بھی قربانی ہے اب اس جان کو لے یا اپنی کریمی سے زندہ رکھے یہ مولیٰ کا اختیار ہے بندہ جو کچھ کر سکتا تھا کر گذرا تو اب وہ فضیلت سے کیوں محروم ہو کریم شان کرم سے یہ امید نہیں اسلئے جو لوگ جہاد میں جاتے ہیں اپنی جان پیش کرتے ہیں صبر واستقلال کیساتھ راہ خدا میں ثابت قدم رہتے ہیں اگر وہ زندہ واپس آجائیں تو بھی اجر شہادت سے محروم نہیں وہ تو وہ جو دشمنان خدا کے مقابلہ میں میدان میں نہ گئے مگر بنایا کہ کسی مجاہد کیلئے سامان بہم پہنچایا یا پیچھے گھر رکھا اسکے اہل کی نگاہداشت کرتے رہے وہ بھی فضل الٰہی سے مجاہدین میں داخل ہوں بخاری ومسلم میں حضرت زید ابن خالد رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے مروی من جھز غازیا فی سبیل اللہ فقد غزی ومن خلف غازیا فی اھلہ فقد غزی یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے راہ خدا میں کسی غازی کے لئے اسباب تیار کیا اسنے بیشک جہاد کیا اور جس شخص نے کسی غازی کے اہل و عیال کی نگہداشت کی اور انکے ضروریات کی ذمہ داری کی اسنے بھی جہاد کیا حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسکی شرح میں فرماتے ہیں کہ "حکم آن دارد کہ غازی ست و شریک در ثواب غزا" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غازیوں کو سامان عطا فرمایا اسکو کون شمار کرسکتا ہے کتنے غزووں میں شرکت فرمائی امام مسلم حضرت سہیل ابن حنیف انصاری بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سأل اللہ الشھادۃ بصدق بلغہ اللہ منازل الشھداء وان مات علی فراشہ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صدق کیساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت طلب کرے اللہ تعالیٰ اسکو شہداء کے مراتب ومنازل تک پہنچاتا ہے اگرچہ وہ اپنے بستر ہی پر مرے یہ تو جہاد کیلئے صدق نیت رکھنے والوں کا بیان ہے حدیث شریف میں تو ان لوگوں کیلئے بھی اجر شہادت ثابت فرمایا گیا ہے جو طاعون کے ایام میں مرضی الٰہی پر صابر رہے چنانچہ حدیث جابر میں ارشاد فرمایا والصابر فیہ لہ اجر شھید اور طاعون میں صبر کرنیوالوں کو بھی شہید کا اجر ملتا ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں "کہ ظاہر حدیث در آنست کہ صابر در طاعون را اجر شہید است اگرچہ نمیرد" یعنی طاعون میں صبر کرنیوالے کو شہید کا اجر ملیگا خواہ وہ نہ مرے جو صبر و رضا کے ساتھ راہ خدا میں ثابت قدم رہا وہ کیوں داخل شہدا نہ ہو یہی وجہ ہے کہ حضرت اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی قربانی مقبول اور قابل مدح ہے باوجودیکہ وہ فضل الٰہی سے صحیح و سالم رہے کیونکہ انہوں نے تو صبر و رضا کے ساتھ اپنی جان ہی پیش کردی قال یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین فلما اسلما وتلہ للجبین ۔ (السواد الاعظم مراد آباد۔ شوال و ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ)

لیلۃ الاسرا

لاکھ عیدیں بھی فدا جس پہ وہ ہے اگلی شب
آج کی شب ہے شہِ دیں کی معراجی شب

فلک حقہ باز اپنے نیلے تھیلے سے ہمیشہ گورے کالے سیاہ سفید تصویریں نکالا کرتا ہے، جن کو لیل و نہار شب و روز رات دن کہا کرتے ہیں۔ اس سلسلہ کا دلربا نظارہ دنیا کو اپنا مفتون بنائے ہوئے ہے، لیکن کبھی کبھی جشن و عشرت کی راتیں عیش و طرب کے دن اپنی نرالی سج دھج کے سامنے چشم تمنا کو محو حیرت بنا دیا کرتی ہیں۔ زمانہ کے ادوار میں ایسے روز و شب کی بھی کمی نہیں ہے بے شمار راتیں ہیں جو عیش و طرب کے ہیبلے ساز و سامان سے جگمگا رہی ہیں، بہت سے دن ہیں جو فرح و سرور کے مطلع و سرمایہ پر نازاں ہیں لیکن جس طرح آفتاب کا جہاں منور کن جمال کواکب کے دعاوئے حسن کی زباں درازیوں کو خاموش کر دیتا ہے اور جس طرح جلوۂ صباحت یوسفی مصر کے مغرورانِ زیبائی اور دلربایانِ نخوت شعار و سرمستانِ خود نمائی کو شرمندہ کر دیتا ہے اور جس طرح عربی ملاحت کے حضور کنعانی صباحت کو سرِ ناز خم کرنا پڑتا ہے۔ ایسے ہی کائنات کے سلسلہ لیل و نہار کی تمام زیب و زینت والے اوقات حبیب و محبوب کی شب وصال یعنی لیلۃ المعراج کے حضور سر بگریباں ہیں۔ عہد نبوت کے حق نما وقائع اور شاندار معجزات بفضلہ تعالیٰ اس قدر کثیر ہیں کہ مجلدات کبار بھی ان کو حاوی نہیں ہو سکتے اور بڑے بڑے دفتروں میں

ان کا احصا متعذر نظر آتا ہے لیکن بعض وقائع اپنے ساتھ کچھ ایسی دل آویز تجلیاں رکھتے ہیں کہ ضبط کتابت آنے سے پہلے ہی ان کے صدق و حقانیت کے نقوش صفحات قلوب میں زینت بخش ہو جاتے ہیں۔ انہیں میں سے وہ واقعہ عظیمہ ہے جس کو عین اس وقت اس تمام مجموعہ لیل و نہار کی ورق گردانی کرے تو اس کو اس تمام مجموعہ میں ایک ایسا مرقعہ بھی ہاتھ نہ آئے گا جو شب اسریٰ کے نقشہ رنگین کا مقابل ہو سکے، رجب المرجب کی ستائیسویں شب محبوب رب العالمین نازمیں ؎

مست از می شبینہ نہ من زخواب ناز　　　با آفتاب دست و گریبان برآمدہ

ملائکہ کا رسول صدر المنتہیٰ کا مسند نشین فرشتوں کا سردار حضرت جبریل امین خدمت اقدس میں براق لے کر حاضر ہے سلطان دارین کی بارگاہ میں خالق کونین کا پیامی حسن ادب کے ساتھ پیغام دعوت عرض کر رہا ہے مژدہ معراج سناتا ہے۔ حضرت کلیم اللہ نے کوہ طور پر حاضر ہو کر دیدار کی آرزو کی تھی تو کہیں لن ترانی جواب ملا تھا۔ سید انبیاء آرام میں ہیں اس وقت وصال کا مژدہ روح افزا پہنچایا جاتا ہے۔ نرگس حق بیں سرمہ خواب سے کھلی تھیں نیند کا عالم تھا آنکھ لگی تھی کس سے لگی تھی، جس سے دل لگا تھا، اس سے لگی تھی، رسول امین نے بیدار کیا، کھلی تو حق کی طرف کھلی، ان آنکھوں کے قربان لگیں تو حق سے لگیں، اور کھلیں تو حق کی طرف کھلیں۔ حبیب مکرم نے عالم بالا کا عزم کیا ہے، جنت سے طلائے مرصع طشت اور آب تسنیم حاضر کیا گیا ہے، قلب مبارک کو اس طشت میں غسل دیا گیا اور نور و سکینہ سے لبریز کر کے سینہ پاک میں محفوظ کیا گیا اللہ اللہ کیا اہتمام ہیں حضور براق برق رفتار پر جلوہ گر ہوئے رفقین

ملائکہ منے دکھائیں تھائیں۔ معصوموں کی جماعت ہالہ کی طرح اس ماہ منیر کے گرد و پیش چلی۔ شہنشاہ کونین سواری پر رونق افروز ہیں فرشتوں کا پاک گروہ خدمت میں ہے۔ سواری کی سرعت سیر کا یہ عالم کہ جہاں تک نظر جاتی ہے وہ ایک قدم میں طے ہوتا ہے۔ مکہ مکرمہ سے چل کر آن کی آن میں بیت المقدس پہنچے۔ جہاں مدتوں سے آرزو مندان دیدار (حضرات انبیاء و مرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم وسلامہ علیہم) تمنا دلئے منتظر تھے۔ براق اس حلقہ میں باندھا گیا جس میں انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) کی سواریاں باندھی جاتی تھیں۔ اب حضور امام ہوئے اور تمام کشور کشایان نبوت نے مقتدی ہو کر حضور کے ساتھ نماز ادا کی (اسے نہے نصیب) عجب منظر ہے سید انبیاء امام ہیں اور سارے انبیاء مقتدی۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم اجمعین)۔ یہاں شیر و شراب کے جام پیش ہوئے حضور نے دودھ کو قبول فرمایا، شراب کو ہاتھ نہ لگایا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا اصبت الفطرۃ پھر سواری چلی، پھر اسی شوکت وحشم کے ساتھ جلوس اٹھا، دم کے دم میں آسمان پر پہنچے۔ جبریل امین نے دروازہ کھلوایا۔ دربان نے دریافت کیا من انت تم کون ہو کہا جبریل، پھر پوچھا من معک آپ کے ساتھ کون ہیں جبریل علیہ السلام نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کا نام نامی بتایا پھر کہا بتا غایت شوق سے دربان ہے، کیا حضور بلائے گئے ہیں؟ جبریل نے بشارت سنائی اس نے دروازہ کھولا ملائکہ کی آنکھیں دید جمال سے منور ہوئیں نورانی دل سرور کی لذت سے مسرور ہو گئے۔ اسی طرح حضور

منازل طے کرتے اور ہر آسمان کے ملائکہ اور انبیاء کو اپنی دولت دیدار
سے نوازتے انکی تحیت و تسلیم کی نذریں قبول سدرۃ المنتہی تک پہنچے جبریل
علیہ السلام بادب اجازت چاہی اور معذرت کی ست اگر یکسر موئے برتر
پریم رافروغ تجلی بسوزد پرم۔ حضور رفرف پر آگے بڑھے پردہ ہائے نور
طے کرتے ہوئے مقام قرب تک پہنچے۔ جمیل حقیقی نے جمال بے کیف سے حضور
کو نوازا وہ دولتیں عنایت فرمائیں۔ جو حضور سے قبل کسی کو نہ ہوئی تھیں
وہ اسرار مرحمت فرمائے جن پر دوسرا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا۔ حضور دنی
فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی کی منزلت پر فائز ہوئے۔ فاوحی
الی عبدہ ما اوحی کے اکرام سے نوازے گئے۔ جنتوں کی سیریں کرائی
گئیں نمازیں فرض ہوئیں۔ امت نوازی کے قربان تخفیف کی درخواستیں
عرض کیں قبول ہوئیں۔ حضور واپس تشریف لائے تو زنجیر حجرہ مبارک کی
ہنوز حرکت میں تھی۔ بستر اقدس گرم تھا (صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ واصحابہ وسلم)

فلسفی تاریکیاں

فلسفی تاریکیاں جو اوہام باطلہ سے پیدا ہوتی ہیں
حقیقت بینی سے محروم ہیں۔ قدرت الٰہیہ کے کرشمہ جو روزمرہ بے حد
و بے شمار نگاہوں کے سامنے آتے رہتے ہیں عقل کو حیران کرتے ہیں۔ اگر
دقائق حکمت صانعہ تک رسائی کرنے میں عقل تیرہ کوتاہی کرے تو
یہ اس کا قصور ہے۔ ضعف البصر اگر دور کی چیز یا باریک نقش و نگار نہ دیکھ سکے تو
وہ نقش و نگار غلط اور باطل نہیں ہو سکتے ایسی آنکھ کیلئے عینک یا علاج درکار
ہے۔ اگر عقل حقائق کے ادراک سے عاجز ہو تو اسکے لئے ایمانی عینک کی ضرورت
ہے۔ جو منکر وہم کے اعتراضات خود باطل ہیں جنہیں اللہ تعالی ایمانی انوار عنایت
فرمائے وہ سنتے ہی کامل تصدیق فرمایا کرتے ہیں۔ اللھم صلی علی حبیبک المصطفیٰ اجمعین

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہر آن نئی شان ہے اندازیاں کی　　　　یہ شان ہے معراج رسول دوجہاں کی

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی اول سے آخر تک آیات الٰہیہ اور عجائبات قدرت و غرائب حکمت کے رموز پر در اسرار و آثار سے مملو و لبریز ہے۔ اس صاحب اسرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر حال دمعراج کمال کا قدرۃ علیا ہے علیہ من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا جس کی رفتار و گفتار میں نشست و برخاست میں قدرت الٰہیہ کے عجیب و غریب کرشمے نظر آتے ہوں اسکی معراج کی بلندی تک فکر رسا کا کیا منہ عقل و خرد کا کیا حوصلہ کہ بار یاب ہو سکے ؎

تا بآن منزل عالی نتوانیم رسید　　　　ہاں مگر پیش نہد لطف شما گامی چند

وہی شان کرم پر آئیں واماندوں کی دستگیری فرمائیں عالم اسرار کی کچھ خبر دیں وصل محبوب کا ذکر سنائیں تو ہم جیسے قاصرین و عاجزین بھی بہرہ یاب ہوں

امام مسلم ابن حجاج قشیری صاحب صحیح مسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث طویل روایت کرتے ہیں جس میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج شریف کا تذکرہ خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا ذکر معراج کے لئے اس سے بڑھ کر اور کونسا بیان قابل اطمینان ہو سکتا ہے خود حضور کا ارشاد صحابہ کبار میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی صحاح احادیث کی معتبر و مستند کتاب صحیح مسلم شریف میں موجود روایت کا لحاظ رکھنے والے اس احادیث کو غایت اعتبار کی نظر سے دیکھتے ہیں اس

حدیث میں ارشاد فرمایا "میرے پاس براق لایا گیا براق ایک جاندار سواری ہے قد و قامت میں گھوڑے سے کچھ کم، اسکی چمک دمک کی وجہ سے اس کا نام براق ہے اس کی تیز رفتاری یہ عالم ہے کہ منتہائے نظر پہ پڑتا ہے یعنی جہانتک نظر جاسکتی ہے اور جس قدر مسافت کو آنکھ دیکھ سکتی ہے اس کو براق ایک قدم میں طے کرتا ہے۔ حضور نے فرمایا میں اس پر سوار ہوکر بیت المقدس پہنچا وہاں میں نے اس کو اس حلقہ میں باندھ دیا جس میں انبیاء اپنی سواریوں کو باندھتے تھے۔ پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور میں نے وہاں دو رکعتیں ادا کیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ میں نے جماعت انبیا کی امامت فرمائی پھر کہنے والے نے کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ مالک ہیں جنت کے خازن ان سے سلام علیک کیجئے میں ان کی طرف متوجہ ہوا۔ انہوں نے مجھے سلام عرض کیا نیز حدیث ابوہریرہ میں ہے کہ حضور نے ملائکہ کی بھی امامت فرمائی دونوں حدیثوں کو ملانے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضور نے جماعت ملائکہ اور انبیاء دونوں کی امامت فرمائی۔ جب نماز ہو چکی تو ملائکہ نے حضرت جبریل سے حضور کی نسبت دریافت کیا۔ حضرت جبریل نے فرمایا۔ یہ ہیں محمد رسول اللہ خاتم النبیین انھوں نے دریافت کیا تھا تم ان کی طرف بھیجے گئے تھے حضرت جبریل نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے ثنا و تعظیم و تحیت و دعا کے کلمات عرض کئے پھر ارواح انبیاء سے ملاقات ہوئی انہوں نے اپنے رب کی ثنا کی یہاں حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ حضرت داؤد حضرت سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام حاضر تھے۔ حضور نے فرمایا آپ سب حضرات نے اپنے رب کی ثنا فرمائی اب میں اپنے رب کی ثنا عرض کرتا ہوں۔

مجمع انبیاء و ملائکہ میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خطبہ

اس خدا کی تعریف جس نے مجھ کو رحمۃ للعالمین بنا کر تمام جہان کے لوگوں کے لئے بشیر و نذیر رسول بنایا اور مجھ پر وہ فرقان نازل کیا جس میں ہر شے کا بیان واضح ہے اور میری امت کو تمام امتوں میں بہتر کیا اور میری امت کو امتِ وسط بنایا اور میری امت کو ایسا بنایا کہ وہی اول ہیں اور وہی آخر اور میرے لئے میرا شرح صدر فرمایا اور مجھ سے میرا بوجھ اتارا اور میرے لئے میرا ذکر بلند فرمایا اور مجھ کو فاتح و خاتم بنایا۔

سبحان اللہ کیا عجیب وقت ہوگا کیا سماں ہوگا کیا لطف ہوگا، کیا کیف ہوا کیا حال ہوگا۔ جس وقت انبیاء و ملائکہ کا کثیر مجمع بیت المقدس میں ہو اور حضرات انبیاء و مرسلین نے اس مبارک مجمع اور اس مقدس مقام میں حضرت رب العزت عزو علا تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنا میں اپنی حق بیان زبانیں کھولی ہوں اور یکے بعد دیگرے ہر ایک نے اپنی شان کے لائق نفیس و جلیل خطبے ارشاد کئے ہوں ان سب کے بعد ان سب کے سید و سرور نورِ مجسم روحِ مجسم شافع محشر ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وبارک وسلم نے ملائکہ مقربین اور حضرات انبیاء و مرسلین کے پر عزت و تمکین مجمع میں یہ خطبۂ جلیلہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے احسان و کرم اور اپنے خصائص و کمالات کا اظہار فرمایا ہوگا وہ لطف اندازہ سے باہر ہے اگر کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے تو اس سے کہ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والثناء کے بعد تمام انبیاء میں جو سب سے افضل ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب خطبہ

پکار تھے یہاں افضلکم محمد کہ اے گروہ انبیاء و مرسلین اور اے ملائکہ مقربین ان خصائص و کمالات کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے افضل ہیں۔ مجمع انبیاء میں حضرت خلیل علیہ صلوۃ الجلیل کا یہ آوازہ ان کے کس فرحت و طرب کس بہجت و انبساط کس سرور و جوش محبت کا پتہ دیتا ہے اور اس مجمع میں حضور پر نور کی فضیلت و شہادت کیسی شاندار شہادت ہے

اہل کمال کے مجمع میں کمال کا دعوی ہو اور وہ سب گردنیں جھکا دیں اور الکاسر عار اعتراف کی زبان سے فضل و شرف کی شہادت دے سبحان اللہ یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ حضرت جبریل امین نے ملائکہ کو حضور کا تعارف کرایا تو اس میں حضور کے وصف خاتم النبیین کا ذکر کیا اور حضور انور علیہ الصلوۃ والتسلیمات نے اپنے خطبہ مبارکہ میں اللہ رب العزت تبارک و تعالی کے مخصوص احسانات و انعامات کا ذکر فرمایا تو اس میں ان نعمتوں کا ذکر فرمایا حضور کو تمام عالم کے لئے رحمت بنانا، حضور کو کافۃ الناس کے لئے رسول بشیر و نذیر کرنا، آپ پر ایسا فرمان نازل فرمانا جو ہر شے کا بیان واضح ہو، آپ کی امت کو بہترین امت اور امت وسط بنانا اور انہیں کو اول و آخر کرنا، آپ کا شرح صدر، آپ سے وضع وزر یعنی بار اٹھا دینا، آپ کا رفع ذکر، آپ کا فاتح و خاتم ہونا۔ یہ آپ کے مخصوص اوصاف و کمالات اور اللہ تبارک و تعالی کے وہ احسانات ہیں جن سے حضور نے مجمع انبیاء و ملائکہ میں اللہ تعالی کی ثنا فرمائی اور انبیاء نے تسلیم فرمایا اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے ان کمالات کو حضور کی افضلیت کی دلیل ٹھہرایا۔

مسلمان تو ان کمالات پر ایمان لاتے اور اللہ تبارک و تعالی کا شکر ادا کرتے اور اس آقا کے صاحب کمال پر جانیں فدا کرتے ہیں لیکن وہ بہت بد

نصیب ہیں جنکا دل ان کمالات سے پھٹتا ہے اور طرح طرح حیلے بہانے نکال کر روسیاہ اور گمراہ ہوتے ہیں۔ گمراہ فرقوں کو ختم نبوت میں بھی کلام ہے۔ وہابی اور قادیانی دونوں اس کے معنی بدلنے کے درپے ہیں اور وہابی تو حضور کے کسی وصف کو دیکھ نہیں سکتے۔ حضور کی رفعت ذکر انہیں شاق، رحمۃ للعالمین ہونا انہیں ناگوار، شرح صدر کے ثمرات اور قرآن کے تبیان لکل شئی ہونے میں انہیں عذر۔ اللہ ہدایت فرمائے۔

حضور مسجد اقصیٰ سے باہر تشریف لائے جبریل امین شہد و شراب کے جام و ساغر لیکر حاضر ہوئے حضور نے دودھ کو قبول فرمایا جبریل نے عرض کیا اصبت الفطرۃ پھر آسمان کی طرف چلے جبریل نے دروازہ کھلوایا۔ دربانوں نے دریافت کیا تم کون ہو۔ کہا جبریل۔ کہا ساتھ کون ہیں کہا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دریافت کیا تم ان کی طرف بھیجے گئے تھے۔ جبریل نے کہا بیشک میں ان کی طرف بھیجا گیا تھا دربان نے دروازہ کھولدیا یہاں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام موجود تھے انھوں نے مرحبا۔ خوش آمدید عرض کر کے دعائیں دیں۔ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے یہ وقت کیسے سرور و شادمانی کا وقت تھا کہ جس کا نام نامی نفخ روح کے وقت قوائم عرش پر نام الٰہی کے ساتھ پڑھا۔ جس کے وسیلہ سے دعا کر کے کامیابی حاصل کی تھی۔ آج اس گل دائم بہار کے دیدار سے آنکھیں منور ہوئیں۔ حضرت آدم کے دل مبارک میں ولولے اور محبت پدری کا جوش بیان میں نہیں آسکتا پھر دوسرے آسمان کی طرف روانہ ہوئے اور اسی طرح وہاں دروازہ کھلوایا گیا وہاں دو خالہ زاد بھائی حضرت عیسیٰ و یحییٰ دیدار کی تمنائیں

لیے حاضر تھے انہوں نے خوش آمدید و مرحبا عرض کیا اور دعاؤں میں مشغول ہو گئے کہ نیاز مندوں کا وظیفہ ہے اپنے آقا و نبی کیلئے مصروف دعا رہنا۔ پھر آسمان سوم پر روانہ ہوئے اسی طرح وہاں دروازہ کھلوایا گیا تو مجسمۂ حسن جمال حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام آرزو مند جمال اقدس تھے دیکھتے ہی مرحبا و خوش آمدید عرض کر کے مشغول دعا ہوئے۔ سواری آگے بڑھی آسمان چہارم کا دروازہ کھلوایا گیا وہاں حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شرف لقا سے نوازا انہوں نے مرحبا عرض کی دعائیں دیں پھر آسمان پنجم پر پہنچے۔ دروازہ کھلا حضرت ہارون علیہ السلام مراسم تحیت و تکریم بجا لائے۔ پھر سرکار آسمان ششم پر جلوہ افروز ہوئے۔ دروازہ کھولا گیا یہاں شوکت و سطوت کے بادشاہ قہر و جبروت کے فرمانروا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام شوق زیارت میں محو تھے آداب و تعظیم کیا اور تحیت و تسلیم کے بعد دعاؤں میں مصروف ہوئے سواری آگے چلی۔ آسمان ہفتم پر رونق افزا ہوئے یہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ بیت المعمور سے تکیہ لگائے موجود تھے۔ بیت المعمور آسمان ہفتم پر فرشتوں کا قبلہ ہے۔ روزانہ اس کی زیارت کے لئے نئے ستر ہزار فرشتے حاضر ہوتے ہیں جنہیں دوبارہ لوٹنا نصیب نہیں ہوتا۔

یہاں سے سدرۃ المنتہیٰ پہنچے یہ ایک درخت ہے جسکے پتے اور پھل نہایت بڑے ہیں اور اسرار الٰہیہ کے رنگا رنگ انوار اس پر چھائے ہوئے ہیں جنکی صفت بیان کرنا مخلوق کے امکان سے باہر ہے اللہ تعالیٰ نے جو چاہا حضور کو وحی فرمایا محبوب و محب میں راز کی باتیں ہوئیں۔ حضور فرماتے ہیں مجھ پر ہر شب و روز میں پچاس وقت کی نمازیں فرض کی گئیں

میں حضرت موسیٰ کی طرف آیا تو انہوں نے دریافت کیا کہ آپ کی امت
پر کیا فرض ہوا حضور نے فرمایا پچاس نمازیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے فرمایا پھر اپنے رب کی طرف رجوع کرکے تخفیف کی درخواست فرمائیے
کیونکہ آپ کی امت اتنی طاقت نہیں رکھتی میں بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا
ہوں حضور فرماتے ہیں میں نے رب عزوجل کی طرف رجوع کرکے تخفیف
کی درخواست کی پانچ معاف کی گئیں پھر میں حضرت موسیٰ کی طرف واپس
ہوا اور میں نے پانچ کی معافی کی خبر دی انہوں نے عرض کیا آپکی امت
اسکی بھی طاقت نہیں رکھتی پھر اپنے رب کی طرف رجوع کرکے تخفیف کا
سوال فرمائیے۔ اسی طرح ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت رب العزت نے ارشاد
فرمایا یا محبوب! ہر روز میں یہ پانچ نمازیں ہیں ہر نماز کا دس گنا ثواب تو یہ پچاس
نمازیں ہوئیں اور جو کوئی کسی نیکی کا ارادہ کریگا تو بے کئے اس کیلئے ایک نیکی لکھ دی
جائیگی۔ اور اگر نیکی کر لیگا تو دس۔ اور جو بدی کا ارادہ کریگا تو بے کئے اس کیلئے
کچھ نہ لکھی جائیگی اور بدی کے صادر ہونے پر ایک ہی بدی لکھی جائیگی حضور نے فرمایا پھر
میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف واپس ہوا انہیں خبر دی انہوں نے عرض کیا
کہ آپ پھر رب کی طرف رجوع کیجئے اور تخفیف کا سوال کیجئے حضور فرماتے ہیں میں نے
فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف اتنی مرتبہ رجوع کی کہ اب مجھے شرم آتی ہے۔

واقعۂ معراج کے متعلق بکثرت احادیث وارد ہیں اور ان میں بہت
تفاصیل ہیں اور ہر ہر مقام پر عجیب نکتے ہیں مگر یہاں سادگی کے ساتھ صرف
ایک حدیث کے بیان پر اکتفا کیا گیا۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر
خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ
اجمعین۔

آسمانی سیر

سیر و سیاحت کے واقعات بالعموم قلمبند کئے جاتے ہیں اور اہل ذوق ان کو دلچسپی کے ساتھ دیکھتے اور پڑھتے ہیں۔ اسلئے سفرنامے لکھنے کا ایک عام دستور ہو گیا ہے ان سفرناموں سے علاوہ دلچسپی اور وسعت معلومات کے علاوہ اور بھی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن خطہ زمین کی سیر کوئی امر عجیب نہیں نہ اس سے اس مسافر کے لئے کوئی منزلت یا عزت ثابت ہوتی ہے۔ ایک شخص اٹھا اور جنگلوں پہاڑوں دریاؤں آبادیوں ویرانیوں میں گشت کر آیا اس کا یہ کام نہ عام طاقت انسانی سے بالاتر ہے نہ اس سفر کو اس کیلئے قرب حق کی دلیل بنایا جا سکتا ہے لیکن کرہ ارض سے تجاوز کر کے احاطہ کرنے والے آسمانوں سے گزرنا اور حد بشری کا تمام فضائیں طے کر کے عالم سماوات میں سیر فرمانا یہ ایسی عجیب بات ہے جو عالم نقل و حکایت میں بھی صرف ایک ہی ذات کے لئے ثابت ہے۔ علاوہ اس کے یہ سیر عقل کو حیرت میں ڈالنے والے عجائب پر مشتمل ہے اور قدرت الٰہیہ کے بدیع و رفیع مدارج و مراتب کا اظہار کرتی ہے۔ خلق کے لئے فیض ربانی کا فتح باب اور انسانی عزت کے لئے انتہائی عزت کا تاج افتخار ہے جو اس کو بواسطہ ایک فرد کامل کے حاصل ہوا۔

قرب کے بھی مدارج و مراتب ہیں ان میں یہ سب سے اعلیٰ و بالا ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم کی شان محبوبیت کبریٰ نمودار ہو رہی ہے۔

پیاری رات عزت و کرامت شرف و منزلت والی رات محب و محبوب
کے وصال کی رات جمال و جلال کے اتصال کی رات راز دار رات پیاری
رات عالم پر اسکا خیمہ نصب ہے طنابیں کھنچی ہوئی ہیں آفتاب کو غروب
کئے عرصہ گزر چکا ہے وقت ٹھنڈا ہو چکا خوشبودار ہواؤں نے عالم مہکا
دیا قدسی انوار نے رات کو دن سے زیادہ نورانی بنادیا ملائکہ مقربین میں
سے ایک رسول محترم روح امین مامور کئے گئے روحانیوں کا سردار خدمت
کے لئے کمربستہ ہوا۔ رب العالمین کی طرف سے ایلچی بناکر محبوب مطلوب
کی خدمت میں مع براق بھیجا گیا یہ وحی کا حامل ملائکہ کا محترم رسول جامع
جمال جلال ازلی و محاضرت کمال عز ابدی کی بشارت لیکر شبا شب آستان
رحمت نشان حبیب ذی شان رفیع المکان پر حاضر ہوا۔ آئین ادب سے
سلام عرض کیا پیام پہنچایا محب و محبوب کو محبوب و محب کے وصال کا
مژدہ سنایا براق پیش کیا عز و شان کے ساتھ سوار کیا۔ بساط بسیط
اسری بعبدہ لیلا کے دست قدرت سے طے ہوا اور چشم قضا و
قدر نے اشتونی یہ استقامت نفسی کی نظر سے ملاحظہ فرمایا ملکوت اعلی
اور سموات کے تمام عالم لنریہ من آیتنا میں آپ کے لئے پیش کئے گئے
کونین کے محذرات اور مکمن کے سرائر و مستورات دارین کے امور مخفیین
کے علوم مجلس لقد رای من آیت ربہ الکبری میں آپکے حضور میں لائے
گئے رؤسا رسل آپ کے سلامی ہوئے جب کہ آپ افق اعلی میں جلوہ نما
تھے امراء انبیاء آسمانوں کے دروازوں پر آپ کی تشریف آوری کے
انتظار میں حاضر رہنے پر مامور ہوئے۔ ملائکہ کے ملوک و سلاطین دربان
ہو کر سدرۃ المنتہی تک خدمت میں دوڑتے رہے۔ قدسیوں کے سرداروں

نے درخواست کی کہ انکی آنکھوں کو مشاہدہ طلعت اور ان کے دلوں کو ملاحظہ جمال سے نوازیں فیض بر سر کرم ہوا کریم بندہ نواز نے اخلاص مندوں کی التجا پذیرا فرمائی۔ انوار کی بہار دنیا اپنے اشراق سے آسمانوں پر کے حدود زوال اور سدرۃ المنتہیٰ پر چھا گئی جمال جمیل اور جلال جلیل نے نور بکھیر دیں صفیع اعلیٰ کی ساکنوں کی آنکھیں جھپکا دیں سرادق اسنیٰ والوں کی گردنیں ہیبت سے جھک گئیں اور صوامع نور کے رہنے والوں کے سر نیچے ہو گئے۔ آپ کے کمال مجد کو دیکھنے کے لئے کروبیین و روحانیین کی آنکھیں اٹھیں ملائکہ مقربین صف بستہ مودب کھڑے رہے حظائر قدس تسبیح کرنے والوں کی طربناک صداؤں سے گونج اٹھے عالم تنزیہ متواجدین کے انفاس پر ہوگئے عرش و کرسی دیدار کی مسرت میں جھومنے لگے۔ خوش منظر جنتیں تشریف آوری کی خوشی میں مزین کی گئیں آسمانوں کے ایوان جلوۂ محبوب کی نرالی چمک سے جگمگا اٹھے عالم بالا کو افتخار ہوا چشم مختار کیلئے اسرار کھولے گئے اور صاحب انوار کے لئے حجب واستار اٹھا دیئے گئے جبریل امین نے وما منا الا له مقام معلوم تک حق خدمت انجام دیکر عرض کیا کہ حبیب قرب الٰہی اور لقاء محبوب مبارک اب آگے آپکا مقام خاص ہے۔ یہاں سے آگے بڑھنے میں کسی کی تاب و مجال نہیں، حضور منازل نور میں آگے بڑھے رسولوں کے سردار جبریل اپنے مقام پر رہ گئے۔ انبیاء علیہم السلام حرمت میں قدم خدمت پر مستعد رہے اور ملائکہ معارج جلال میں پائے اجلال پر قائم عشاق مقامات اشواق میں واپس کے منتظر کہ حبیب کریم کی ذات مبارک سے نسیم محبوب کے لطف اٹھائیں۔ حضور اس مقام پر پہنچے کہ صفحۂ لوح اعظم پر اقلام وحی کی

آواز سننے میں آتی تھی، اب رف رف نور پر افق اعلیٰ کی طرف سیر فرمائی
اور شوق کی بازوؤں سے مقام دنیٰ تک پہنچ کر قرب خاص حاصل
ہوا۔ کریم مہمان نواز نے مہمان سراپا ناز کو ریاض قاب قوسین
میں اتارا۔ مقام اختصاص میں آپکے لئے فرش دنو او ادنیٰ بچھایا گیا۔
حضرت رفیع اعلیٰ عزوجلا تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خطاب کریم بہ
تحیۃ وتکریم ہوا۔ السلام علیک ایہا النبی فرمایا گیا۔ حبیب اکرم نے
اکرام کے ساتھ اس سلام کو قبول کیا۔ حضرت جلیل قدوس نے حبیب
کے قلب مبارک کو منبسط فرمایا۔ مخاطبات شریفہ ہوئے دل اسرار منزل
خزینہ بنا فاوحی الی عبدہ ما اوحی کے رازوں کو محفوظ کیا اور
لقد رآہ نزلۃ اخریٰ کے ظہور سے کشف فرمایا گیا۔ حضور نے
جواب سلام کا ارادہ کیا۔ قضا وقدر نے آپ کا دہن اقدس کھولا اور
بحر علم الٰہی سے ایک قطرہ ٹپکایا جس سے علم اولین وآخرین حاصل ہوا
حضور کے خلق عظیم وجود عمیم نے زبان کھولی عرض کیا یہ درگاہ کرم دربار
نعم معدن رحمت الوان فضل بساط فتوت منبع خیرات ہے مکارم کے طریق
میں نیاز مندوں کو بھول جانا شایان نہیں اور موافقت کے آئین میں
اخلاص مندوں کو فراموش کرنا مستحسن نہیں حضور نے اپنے عواطف
مراحم کے ساتھ توجہ فرمائی اور ان کی طرف اپنے عنان بر واحسان کو
پھیرا اور اپنے شرف وعزت دعوت وبرکت میں انکا ایک حصہ رکھا
اور انھیں وہاں یاد فرمایا جہاں یاد کرنے والے کو خود فراموشی ہوتی
ہے۔ فرد وحید کے ساتھ مقام انفراد اور مناجات میں غلاموں کو فراموش
نہ کیا اور فرمایا السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین عجیب

جلیل جل جلالہ نے ندا فرمائی۔ اے سید سادات امام اہل مکرمات آپ ہی کے لئے ہے۔ اولاً آخراً اور آپ ہی کے لئے خاتم ہیں باطناً و ظاہراً اور مروت وفا فتوت وصفا آپ ہی کے ساتھ کیا خاص ہے۔ کیا ہم نے آپ کا سینہ نہ کھول دیا کیا ہم نے آپ سے وہ بار دور نہ کیا جس نے آپکی پشت کو شکستہ کر دیا تھا کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند نہ کیا۔ کیا ہم نے آپکو احمر و اسود کی طرف رسول نہ بنایا۔ کیا ہم نے آپ کو علیین میں مجد امجد کے حلل عطا نہ فرمائے۔ کیا ہم نے عیسیٰ کو رسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مبشر اور مژدہ رساں نہ بنایا اور نبی کہتے ہیں رب اشرح لی صدری یا خدایا میرا سینہ کھول اور تم سے فرمایا جاتا ہے الم نشرح لک صدرک کیا ہم نے تمہارے لئے تمہارا سینہ نہ کھول دیا وہ کہتے ہیں رب ارنی یا رب مجھے اپنا دیدار دکھا اور تم سے کہا جاتا ہے الم تر الی ربک کیا تم نے نہیں دیکھا اپنے رب کی طرف۔ تم دنیا میں اپنی امت پر شہید ہو اور آخر میں وہی ہو گا جو تم چاہو تو جب آپ تمہید شریعت سے فارغ ہوں تو مومنین کے لئے استغفار میں مشغول ہو جائیے اور اپنی امت کے حق میں اپنے رب کی طرف رغبت کیجئے۔ غرض محب و محبوب میں خوب راز و نیاز ہوئے ادھر جو عرض کرنا تھا حسن ادب کے ساتھ سب کچھ عرض کیا۔ ادھر سے عنایت کرم کے ساتھ بے نہایت نوازشیں ہوئیں قلب مبارک کو بیت حکمت زبان اقدس کو محل فصاحت عنصر لطیف کو معدن بلاغت ذکر شریف کو منبع اعجاز بنایا گیا اور ارشاد الٰہی ہوا کہ آپ جب سفر اسریٰ سے واپس ہوں تو میرے بندوں کو خبردار کیجئے کہ میں غفور و رحیم ہوں اور میری مخلوق کو آگاہ فرمایئے کہ میں قریب ہوں، داعی کی

دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرے صاحب رسالت نے زبان فصیح سے محامد عرض کرکے فرمایا یارب میں تیری ثنا کی طاقت نہیں رکھتا تیری شان عالی ایسی ہی ہے جیسی تونے خود ظاہر فرمائی پھر حضور نے اہل عالم کی طرف سعادت فرمائی (دعا) ملائکہ نے آپکے قدم نگاہوں میں بیٹھایا یعنی رعدم امین آپکی قدومنزلت کے غاشیہ بردار اور آپکی تعظیم قدر کے لئے صفوف ملائکہ میں طرق خوان ہوئے۔ حضرت آدم نے آپ کی جلالت کے علم بلند کئے حضرت ابراہیم نے آپکی مصاحبت کے پھریرے اڑائے غرض وہ حبیب انور وصال محبوب کی دولت سے بہرہ ور اور تاج عزو کرامت سے مشرف ہوکر اپنی دولت سرا میں رونق افروز ہوئے۔ والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالٰی علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحبہ اجمعین

وصل حبیب

ملکوت السموات والارض کی سیر

نبوت کا بارھواں سال رجب کی ستائیسویں تاریخ دوشنبہ کی شب شعب ابی طالب میں امہانی بنت ابی طالب کی دولت سرا فخر انام ہی ہوئی ہے کعبہ مقدسہ جو دنیا کی سب سے پہلی بنا اور سب سے پہلا عبادت خانہ اور تمام عالم کا قبلہ ہے روزانہ ملائکہ اسکی زیارت کو آیا کرتے ہیں اور دنیا کے حاجتمند ارمان بھرے دل لیکر اسکے پردوں میں لپٹ لپٹ کر بارگاہ الٰہی میں اپنی التجائیں غرض

لگا کرتے ہیں۔ تمام جہان کے خدا پرست اپنی عبادتوں میں اسی بیت الحرام
کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ بیت المحرم جس کی تعمیر حضرت خلیل اللہ کے مبارک
ہاتھوں سے ہوئی ہے اور جس کے لئے گارا لانے کا کام حضرت اسمعیل ذبیح
اللہ انجام دیتے ہیں وہ مقدس عمارت جسکا طواف مقربین بارگاہ کی اعلی
تمنا ہے۔ آج اس میں نرالی زیب و زینت ہے اس کی نورانیت کے جلوے
اور انوار کی تابشیں آسمانوں تک پہنچ رہی ہیں۔ اسکے پہلو میں امہانی
کا مکان ہے اور آج کی شب اللہ کا حبیب عالم کا ہادی اس میں جلوہ افروز
ہے۔ اس کے دلکش حسن کی نورانی شعاعیں کعبہ مقدسہ کے در و بام پر
جلوہ افروزی فرما رہی ہیں نصف شب گزر چکی۔ دنیا مصروف خواب ہے
حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعد عشاء آرام فرمایا ہے۔ امہانی
بھی سو چکی ہیں۔ عالم ملائکہ میں دھومیں مچ رہی ہیں روحانیات کو خبر
ہے کہ آج ہی کی شب لیلۃ الاسرا (شب معراج) ہے۔ آسمان سے ملائکہ
اتر رہے ہیں۔ جبریل و میکائیل علیہما السلام بہشتی براق لیکر آئے۔ براق
دروازہ پر حاضر ہے جبریل امین نے امہانی کی دولت سرا میں داخل ہو کر قبلہ
گاہ ناز کو حسن ادب کے ساتھ بیدار کیا چشم حق نما کھولی جبریل امین کو نئے
ساز و سامان کے ساتھ نرالے انداز خدمت میں مستعد و کمر بستہ ملاحظہ فرمایا۔
اور پھر خواب شیریں سے ہم آغوش ہو گئے۔ راتوں بیدار رہ کر گنہگاروں کی
مغفرت کے لئے دریا بہانے والی آنکھیں خدا جانے کس لطف میں خواب
سے سرمست ہیں۔ آج کی خواب میں کیا لذت اور کس طرح کی بیخودگی ہے کہ
جبریل امین نے بیدار کیا اور پھر آنکھ لگ گئی۔ ملائکہ کی جماعتیں کی جماعتیں
آستانہ عالیہ پر جمع ہیں چلنے اور شرف خدمت گزاری کی تمنائیں دلوں میں

لئے منتظر ہیں۔ جبریل امین نے کچھ دیر انتظار کر کے پھر ادب و احترام کے ساتھ سلطان کونین کو بیدار کیا۔ پھر چشم دل نواز کھلی نظر جاں پرور اٹھی جبریل کے قدسی پیکر کو ایک نگاہ کرم سے نواز اور پھر آنکھ لگ گئی۔ اس محبوبانہ ناز کے دلربا انداز پر کونین کی جانیں قربان قدسی آستانہ پر حاضر ہیں۔ سردار ملائکہ خدمت پر کمربستہ ہے بار بار ادب کے عنوانوں سے شاہ عرش پایہ گاہ کو بیدار کرتا ہے اور نیند قدموں پہ لوٹ جاتی ہے نورانی نرگس پر قربان ہو جاتی ہے مامور معذور ہے اور اپنے مالک و مولیٰ کے تعمیل حکم پر مجبور۔ جنتیں نئی زیبا و زینت کے ساتھ آراستہ ہو چکی ہیں۔ سمٰوات میں تشریف آوری کا غلغلہ بلند ہو چکا ہے، آسمانی نور پیکر تمنائے دیدار میں سرشار ہیں۔ ناچار ملکوتیوں کا سردار پھر اس محبوب ذی وقار کو شاہانہ آداب کے انتہائی رعایت و لحاظ کے ساتھ بیدار کرتا ہے۔ پھر جمیل جہاں پرور نے آنکھ کھولی، قدسی پیامبر کی قسمت کھلی ایک نظر سے اس کی طرف ملاحظہ فرمایا جبریل امین نے بے توقف و بے درنگ بارگاہ حضرت رب العزت عز و علا تبارک و تعالیٰ کی طرف سے پیام طلب پہنچا کر کعبہ مقدسہ میں رونق افروز ہونے کی التجا کی۔ سرور انبیاء نے شرف قبول سے سرفراز فرمایا۔ قدم ناز اٹھا اور رحمت مجسم کعبہ مقدسہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ نورانی رخساروں کی تابشوں سے کعبہ مقدسہ جلوہ گاہ محبوب بنا۔ کعبہ مقدسہ میں پھر کعبہ جاں نے آرام کیا۔ جبریل و میکائیل اس سرور انور نور مصور صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم کے قریب لائے اور وہاں شق صدر کی خدمت انجام دی اور قلب مبارک کو سنہری طشت میں آب زمزم کے ساتھ غسل دے کر حکمت و ایمان سے لبریز کر کے سینہ مبارک [illegible] رکھا اور سینہ شریف کو ہموار کر دیا۔ شق صدر مبارک عجیب شان

کے ساتھ تھا نہ کسی آلہ کا استعمال کیا گیا نہ خون کا ایک قطرہ نکلا نہ کسی طرح کا الم نہ تکلیف محسوس ہوئی۔ یہ شق صدر سیر عالم ملکوت و قرب الٰہی و دیدار حضرت حق کے مقامات رفیعہ کے لیئے وضو کی طرح ایک [illegible] خشک و ملحدان فلسفہ کو تو یہ سنکر اختلاج قلب ہو جاتا ہے [illegible] کوتاہ اندیش و فکر نارسا شق صدر و قلب کو علت موت سمجھتی ہے [illegible] مومن کامل الایمان جسکو حکمت الٰہیہ سے بہرہ ہے اور کارخانۂ قدرت میں اسکو کچھ نظر حاصل ہے وہ جانتا ہے کہ اسباب عادیہ سبب کے تحت قدرت و اختیار ہیں خلق موت و حیات اس کے قبضہ میں ہے یہ اسباب اس کے موجب مستقل نہیں قلب شریف کو سونے کے طشت میں غسل دینا معزز مہمان کی توقیر و تکریم ہے۔ یہ خدشہ کہ حضور کی شریعت میں سونا حرام ہے کچھ قابل التفات نہیں کیونکہ یہ حرمت دار دنیا میں ہے نہ کہ دار آخرت میں۔ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا ھو لھم فی الدنیا ولنا فی الاخرۃ اور عالم معراج عالم آخرت سے ہے علاوہ بریں حضور نے سونے کا استعمال نہ فرمایا استعمال کیا تو ملائکہ نے کیا اور تحریم ان کے حق میں نہیں۔ اس سب سے قطع نظر کیجیئے تو ابھی تک سونا حرام ہی نہ ہوا تھا۔ اس کی حرمت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی حکمت و ایمان سے دل کے لبریز کرنیکا مطلب یہ ہے کہ وہ نورانی جواہر بھر دیئے گئے جن سے کمال حکمت و ایمان کی تحصیل ہو اور قادر مطلق کی قدرت کاملہ سے کچھ بعید نہیں کہ وہ معانی کو مجسم کرے اور ایمان و حکمت کو جواہر محسوسہ کا لباس عطا فرمائے۔

قلب مبارک کو آب زمزم سے غسل دیا گیا۔ زمزم دنیا میں عجیب پانی ہے اطبا کا اتفاق ہے کہ پانی غذا نہیں ہوتا مگر آب زمزم میں تغذیہ ہے۔ تقویت قلب کی ایک خاصیت قاہرہ قدرت نے اس پانی کو عطا فرمائی ہے۔ اس غسل

ہیں یہ حکمت تھی کہ قلب مبارک قوی ہو اور مشاہدہ عالم ملکوت قلب نازک کے لئے موجب دہشت و دحشت نہ ہو سکے۔ علماء نے یہیں سے ثابت کیا ہے کہ آب زمزم آب کوثر سے افضل ہے کہ غسل قلب مبارک کیلئے وہی مقبول ہوا۔ اب جبریل براق لائے یہ ایک سواری ہے بلندی میں متوسط گھوڑے کے قریب قریب سمجھئے اسکی تیز رفتاری کا یہ عالم کہ منتہائے نظر پر قدم رکھتا ہے۔ بلندی پر چڑھے تو اس کے اگلے پاؤں چھوٹے ہو جائیں اور پچھلے حسب ضرورت بلند کہ سوار کے لئے اس کی نشستگاہ ہموار رہے۔ نشیب میں اترے تو اس کے برعکس اگلے پاؤں بڑھ جائیں پچھلے کوتاہ ہو جائیں۔ ابلق چمکدار رنگ حسین و جمیل زمین اور ہوا میں برابر چلے پہلے تو اسیران عقل خام اس پر بہت چمکتے رہے کہ کوئی چار پایا ہوا میں اڑ جائے یہ کسطرح ہو سکتا ہے کوتاہ اندیش مقدرات الٰہیہ کو اپنی فکر ناقص کے تنگ دائرہ میں احاطہ کرنیکی کوشش کیا کرتے ہیں مگر اب جو زپلین اور ایروپلین ہوا میں اڑنے لگے تو ان تیرہ دماغوں کو کچھ شرمندگی ہوئی۔ عجیب منظر ہے محب نے محبوب کو بلایا ہے۔ طالب نے مطلوب کو یاد کیا ہے۔ مالک و مولیٰ نے اپنے بندہ مصطفےٰ کو طلب کیا ہے۔ کس تعظیم و تکریم کے ساتھ۔ کس انعام و اکرام کے ساتھ آستانہ معلی پر سواری بھیجی گئی ہے بہشتی براق حاضر کیا گیا ہے۔ اخص خواص صاحب خصائص محرم و انیس مجلس خاص کو شب کی تنہائی اور خلو[illegible]ت میں چشم اغیار سے پنہاں بلانے کے لئے بھیجا ہے[illegible] تو اس کا ارادہ فرمایا۔ براق نے شوخی کی، سرکشی و شرارت سے نہیں بلکہ ناز و افتخار سے اسے بھی پتہ تھا کہ آج اس کا بخت رسا بیدار ہوا عزت و کرامت کی ساعت آئی محبوب کبریائی سواری میں رہنے کا شرف ملا۔ جوش طرب میں

پھولا گیا [illegible] ادی دھن میں مست ہوا جبریل امین نے فرمایا کہ براق ہوش [illegible] معراج کو کس کی سواری کی عزت سے نوازا جاتا ہے حضور کا نام پاک سنکر براق کو پسینہ آگیا۔ ادب و فروتنی سے زمین پر بیٹھ گیا۔ سید انبیاء سوار ہوئے جبریل امین نے براق تھامی میکائیل نے باگ ہاتھ میں لی ملائکہ کا انبوہ ساتھ ہوا۔ مرحبا مرحبا کے غلغلہ سے گنبد نیل گوں گونج اٹھا۔ دور زمان اور چشم فلک نے جو نہ دیکھا تھا وہ جلوہ آج مشاہدہ کیا۔ محبوب کی سواری چلی۔ زمین نخلستان پر گذر ہوا دو رکعت نماز پڑھی اس مقام پر پہنچے جہاں عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی جائے ولادت ہے یہاں بھی تاجدار کونین نے سواری سے اتر کر نماز ادا فرمائی۔ اس سے انبیاء کے مولد اور انکی یادگاروں کے احترام کا پتہ چلتا ہے اور ایسے مقامات متبرکہ میں پہنچ کر طاعت الٰہی میں مشغول ہونے کی سنت معلوم ہوتی ہے پھر شاہ عالم سوار ہوئے۔ پھر موکب اقدس بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوا راہ ایک جماعت پر گذر ہے جنہوں نے اسطرح سلام عرض کیا السلام علیک یا اول السلام علیک یا آخر السلام علیک یا حاشر۔ حضور نے جواب سلام عطا فرمایا۔ جبریل امین نے عرض کیا یہ مقدس جماعت انبیاء کی تھی۔ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ سلام عرض کر رہے تھے۔ جلوس آگے بڑھا جسوقت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر اطہر پہ گذر ہوا ملاحظہ فرمایا کہ وہ اپنی قبر میں مصروف نماز ہیں وہیں سے فرمایا اشہد انک رسول اللہ معلوم ہوا کہ انبیاء زندہ ہیں۔ اپنی قبروں میں عبادت کرتے ہیں۔ گذرنے والوں کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر انور کیلئے خاکی پردے حجاب نہیں ہو سکے سر راہ جاتے ہوئے قبر کے اندر کا حال ملاحظہ فرماتے ہیں

بیت المقدس میں سواری پہنچی باب المسجد کے حلقہ میں براق باندھا گیا جس
کو اب باب محمد کہتے ہیں۔ حضور مسجد میں تشریف لائے اور دو رکعت نماز ادا
فرمائی۔ مدت سے بیت المقدس کے در و دیوار اور ہر پتھر کا دل انبیاء علیہم
الصلوٰۃ والسلام کے دیدار کی حسرت و ارمان میں موم کی طرح پگھل رہا ہوگا
آج شب کیا آئی دولت دارین لائی۔ بیت المقدس بقعہ نور بنا ملائکہ و
انبیاء کا اجتماع ہوا۔ تمام نورانی و روحانی بابرکت نفوس کا قافلہ سالار کونین
کا شہریار دارین کا تاجدار سید ابرار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز
ہوا بیت المقدس کا نصیب کھلا انبیاء نے نماز کیلئے صف باندھی۔ امام رسل
علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے امامت کی استدعا کی۔ اللہ کا حبیب آگے بڑھا
انبیاء و ملائکہ کی مقدس جماعت نے آپکی اقتداء میں نماز پڑھی۔ حضرت آدم
علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاء
کرام تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی حضور پر صلاۃ پڑھی اور سب نے
آپکے فضل و شرف کا اعتراف و اقرار کیا۔ مدتوں کے بعد آج وہ دن آیا کہ بیت
المقدس میں انبیاء علیہم السلام خطبے پڑھ رہے ہیں اور یہ تو پہلا ہی موقعہ ہے
کہ انبیاء و ملائکہ کا اتنا عظیم الشان اجتماع ہے اور یہ خطبے پڑھے جا رہے ہیں
تمام انبیاء کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا۔ پروردگار
عالم کی حمد و ثنا کی اپنے فضائل و خصائص اپنا فاتح و خاتم ہونا بیان فرمایا
اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کیا۔ اس سے فراغ کے بعد سید المومنین صلی اللہ
علیہ وسلم مسجد اقصیٰ سے باہر تشریف لائے۔ جبریل امین نے شیر و شراب
کے ساغر پیش کیے۔ ابھی تک شراب حرام نہ ہوئی تھی اور نہ وہ یہ شراب
دنیا تھی۔ حضور نے دودھ قبول فرمایا اور جبریل امین حضور کے اس

انتخاب پر حضور کی ثنا کی پھریرے اٹھائے پھریرے لہرائے (پھیلیں) دنیا ملائکہ کی صف بستہ مؤدب جما حتیں اور ان سب کے درمیان دونوں جہاں کا سلطان خطۂ خاک سے جانب افلاک عازم ہوا۔ آن کی آن میں آسمانوں پر پہنچے۔ آسمانوں کے دروازے کھلوائے ہر مقام پر وہاں کے انبیاء و ملائکہ نے بکمال اعزاز و آداب مراسم تسلیم و تحیۃ ادا کئے۔ آج افلاک پر نرالی دھوم دھام ہے۔ عجیب تزک و احتشام سے خطۂ خاک سے ایک نور پاک آتا ہے افلاک و ساکنان افلاک کو اپنی نورانیت سے نوازتا ہے۔ عالم بالا کی بلند مرتبہ مخلوق اس کی خدمت کے لئے کمر بستہ اور دیدار کی تمنا میں از خود رفتہ ہے اسکے جمال افلاک افروز کو دیکھ کر ملائکہ سماوات پیکر حیرت بن رہے ہیں مرحبا و خوش آمدید کے غلغلوں سے افلاک گونج رہے ہیں۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سرعت کے ساتھ سیر کرتے انبیاء و ملائکہ کے سلام لیتے آسمانوں سے گزرتے چلے جا رہے ہیں تا آنکہ سدرۃ المنتہیٰ پہنچے یہیں تک مخلوق کے علوم و اعمال پہنچتے ہیں۔ اور یہیں سے امر و احکام نازل ہوتے ہیں اور یہاں پہنچ کر ملائکہ ٹھہر جاتے ہیں۔ اس مقام سے تجاوز کرنے کی کسی کو مجال نہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ ایک درخت ہے جس کو رنگا رنگ انوار نے احاطہ کیا ہے۔ یہاں بھی حضور کی خدمت میں شیر و شراب پیش ہوئے اور حضور نے شیر قبول فرمایا اور یہاں بھی حضور نے نماز ادا کی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت فرمائی اب حضور کو بیت المعمور دکھایا گیا بیت المعمور کعبہ مقدسہ کے بالکل مقابل ہے۔ اور ملائکہ کا کعبہ ہے جس کا وہ طواف کرتے ہیں۔ روزانہ نئے ستر ہزار فرشتے اس کی زیارت کے لئے آتے ہیں جنہیں دوبارہ پھر اس کی زیارت نصیب نہیں ہوتی۔ یہاں

حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے ملاقات ہوئی۔ آمد کی خبر پاکر آرزوئے دید کی تمنا دل میں لئے بیت المعمور سے تکیہ لگائے تشریف فرما تھے۔ پھر حضور کو بہشتوں کی سیر کرائی گئی۔ بہشتی نوریکر خورشید منظر جمال اقدس کی زیارت سے متمتع ہوئے پھر اس شہنشاہ عرش پائیگاہ دوزخ کا معائنہ فرمایا۔ آیت الہیہ کے ملاحظہ کے بعد حضور اس مقام قرب میں پہنچے جہاں کسی انس وملک کو رسائی نہ تھی۔ سابقی رہ گئے۔ ہنوز ستر حجاب نوری ہیں۔ ہر حجاب پانچ سو برس کی راہ القطاع تام ہے محض تنہائی ہے رحمت الہی کی اعانت وامداد سے محبوب مطلوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بے حیرت و دہشت وہ حجابات طے کئے۔ حضرت عزت سے ندا آئی ادن یا خیر البریہ۔ ادن یا احمد۔ ادن یا محمد۔ اے بہترین کائنات قریب آ۔ اے احمد قریب آ۔ اے محمد قریب آ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ حضور فرماتے ہیں مجھے پروردگار عالم نے اپنے قرب سے نوازا اور وہ قرب اتم حاصل ہوا۔ جس کو دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ میں بیان فرمایا اور علم اولین و آخرین عطا فرمایا۔ محب و محبوب میں راز و نیاز کی باتیں ہوئیں فاوحی الی عبدہ ما اوحی تمام علوم و معارف کے دروازے کھول دیئے گئے اور وہ نعمتیں حد و بیش عطا ہوئیں جو احاطہ بیان سے باہر ہیں۔ حضور نے احوال امت عرض کیا اور ان کے حق میں زبان شفاعت کھولی ارشاد ہوا ہم ان پہ اپنی رحمتیں نازل فرماتے ہیں انکے گناہوں کو بخشتے ہیں دعائیں قبول فرماتے ہیں۔ سائلین کو مرادیں دیتے ہیں۔ متوکلین کی کفایت کرتے ہیں اور آخرت میں آپ کو ان سب کا شفیع بنائیں گے الفاظ اس مقام کے وصف بیان کی گنجائش نہیں رکھتے عز و کرامت کے خلعت ہائے فاخرہ سے

سے فیضیاب ہو کر سرور اکبر حبیب داور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی دولت سرائے اقدس میں پہنچے۔ صبح کو واقعہ معراج بیان فرمایا کفار نے تکذیب کی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصدیق کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیت المقدس کے حالات دریافت کیے گئے۔ حضور نے تمام بتائے۔ راہ میں جو قافلے ملاحظہ فرمائے تھے انکی خبریں دیں ان کے اونٹوں کے نقصان بتائے قافلے کے آگے چلنے والے اونٹ کا رنگ اور اس کے سوار کا پتہ دیا۔ انکے مکہ مکرمہ پہنچنے کا وقت بتایا قوم نے اس دن انتظار کیا اور اسی دن قافلہ پہنچا دشمنان خدا ذلیل ہوئے۔ واقعہ معراج میں ہزار ہا حقائق و حکم اور بہت تفصیلات ہیں جن سے بخوف اختصار قلم روکا گیا۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

لقاء حبیب

ہستی کی دولت سرائے میں نفیس اور دلکش نعمتوں کی شمار نہیں اور ہر نعمت میں دلربائی۔ ایک دل کیلئے کروڑوں جذب بے انتہا کششیں ہر نعمت دل کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور حضرت دل اس کے مبتلا ہوتے ہیں شیدا بنتے ہیں اور اس کو اپنا کر لینا چاہتے ہیں اور پھر صبر نہیں قرار نہیں ایک بڑی سے بڑی نعمت پا کر قناعت ہو جائے۔ یہ نہیں جبتک ایک چیز کی طلب تھی اس کی تمنائیں کرتے تھے۔ حصول کے دن گنتے تھے۔ میسر آئی تو اب دل دوسری طرف کھینچنے لگا۔ بے زری میں مال کی خواہش ہوتی ہے اور دل اس کے لئے دیوانہ بنا رہتا ہے۔ امید اور یاس کی صورتیں عالم تصور

میں خوشی اور غم کے نقشے پیش کرتی رہتی ہے کبھی امیدیں بن جاتی ہیں کبھی ٹوٹ جاتی ہیں اور دولت کا ہاتھ آنا بہت ہی بعید نہایت ہی دشوار نظر آتا ہے لیکن مقدر نے یاوری کی اور کوئی خزانہ آ گیا تو اب حضرتِ دل جاہ کی طرف مائل ہوئے یا حکومت کا شوق پیدا ہوا غرض کوئی دولت ملے کوئی نعمت میسر کرے انہیں قرار نہیں آتا انکی پیاس نہیں بجھتی ہاں مگر ایک چیز ایسی ہے کہ جب اس کی طلب کے شعلے دل میں پیدا ہوں اور قلب کو بے چین کر دیں پھر وہ خوش نصیبی سے میسر آ جائے تو وہ اس طرح دل میں گھر کرتی کہ دوسری کسی چیز کی طلب یا خواہش کے لئے قلب کی بے نہایت وسعت میں گنجائش باقی نہیں رہتی اور حضرتِ دل اسی کے ہو رہتے ہیں اس سے انہیں کامل تسلی حاصل ہوتی ہے۔ یہ ایک نعمت ہے دوسری کوئی نعمت اس کے مرتبہ کی نہیں یہ نعمت لقاءِ حبیب ہے کہ حبیب کو جب حبیب مل جائے تو مراد حاصل ہے اور دل اس طرح اس مراد سے ہم آغوش ہوتا ہے کہ اس کو کسی دوسری چیز کی طرف التفات نہیں رہتا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک میں محبوبِ حقیقی کے دیدار کا ولولہ تھا عاشق کے دل میں صبر کہاں اور جو عاشق صادق ہو اس سے ضبط کس طرح ہو سکے۔ دل میں چھپنے والی تمنائیں زبان پر آئیں آرزو نے دیدار التجا کے پیرایہ میں لب تک پہنچی وارفتگی نے سب سے چھڑایا آبادی و عمران سے قدم نکالا جنگلوں اور پہاڑوں کی تنہائیوں میں پہنچے۔ دنیا و مافیہا نظر میں غبار کی طرح کھٹکنے لگی۔ لقاءِ حبیب کی تمنا نے تمام ماسوا کو نظر سے گرا دیا اور شوقِ دید نے رب ارنی انظر الیک کا وظیفہ شروع کیا۔ دل کے ارمان طلب کی آواز بن کر سنسان جنگل میں گونجنے لگے۔ والہانہ التجا کی صدائیں نے عالم بالا والوں

تک کے دل گرما دینے تمنائیں تو سب کے دلوں میں ہیں مگر ایسی اخلاص
بھری تمنا ایسا صادق ولولہ ایسا بلند حوصلہ ایسی کامل وارفتگی ہوتی تو
دوسرے بھی یہ عرضداشت پیش کرتے وادی پاک حضرت موسیٰ علیٰ
نبینا علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی عقیدتمندانہ صدا حق تک پہنچی شجرۂ جبریہ
رعب جلال کی ایک کیفیت خاص طاری ہوگئی کلیم اللہ کی پیہم طلب اور
مسلسل التجاؤں کے جواب میں شان ناز نے لن ترانی فرمایا یہ جملہ
بھی عجیب تھا جس نے عاشق کے دل میں بیکلی بھی لی اور مرہم بھی بچھکی
طلب لقا کو جواب انکاری دینا تو محبوب کی شان ناز سے کچھ بعید نہیں مگر
طالب دیکھا جاتا ہے۔ اگر اس کی طلب اور اس کا صدق کامل ہے تو انکاری
جواب اس کی جان نازک سے کس طرح برداشت کیا جائیگا۔ اس لیئے
انکار بھی ہے مگر اس شان میں کہ تم نہ دیکھ سکو گے یہ نہیں فرماتے کہ ہم
سے یہ امید نہ رکھو ہم بہرہ مند نہ کریں گے کہ اس سے عاشق صادق کو قطعاً
مایوسی ہو جاتی۔ محبوب نے صدق طلب کی حرمت فرمائی اور ارشاد کیا تو یہ
کیا کہ تم نہ دیکھ سکو گے۔ یہی سبب ہوا کہ طلب جاری رہی۔ جسکے معنی یہ
تھے کہ میرا حوصلہ نہیں ہے تو تیرا کرم سب کچھ کر سکتا ہے ؎

تو چوں ساقی شوی دردے تنگ ظرفے نمی ماند
بقدر بحر باشد وسعت آغوش ساحل ہا

الحاصل ادھر سے طلب اپنی عرض کرتی رہی ادھر سے جواب لن
ترانی رہا آخر صفاتی تجلی کے ایک پرتو سے نوازا مگر وہ محبوب جو حضرت
موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات جیسے صادق طالب و پیکر عشق
کی ارمان بھری التجاؤں کے جواب میں لن ترانی فرماتا ہے اور صفاتی

تجلی کی ایک جھلک سے بہرہ مند فرمانے سے قبل اس مقام کے آداب کی یوں
طرح تلقین فرماتا ہے فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طویٰ
پاپوش اتاریئے دیکھئے آپ طویٰ کے پاک میدان میں ہیں۔ حضرت موسیٰ علیٰ
نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی وارفتگی بھی عذر خواہ نہ ہو سکی اور جمال محبوب
کے خیر مقدم کیلئے آداب کی انتہائی رعایت ضروری ہوئی وہی محبوب عرفانی ذات
دات کے آستانہ پر براق بھیجتا ہے۔ تم موسیٰ نہیں جو التجا کرنے کیلئے آبادی
چھوڑ کر جنگل میں جاؤ اور پہاڑوں کے دل ہلا دینے والی صداؤں سے عرض
نیاز کرو تم وہ محبوب ہو کہ خواب ناز میں آرام کرو تو قدسیوں کا سردار براق
لیکر آستانہ پر حاضر ہو وہ محبوب جسکی طرف سے موسیٰ کو لن ترانی کا جواب
ملے وہ آپ کو خود بلائے جو حضرت موسیٰ سے فاخلع نعلیک فرمائے وہ آپ
کے لئے سواری بھیجے۔ بحر و بر اور ملکوت سماوات و ارض کے تمام کارخانے بند
کر دیئے جائیں اور روانگی محبوب کی دھوم مچے۔ بیت المقدس میں انبیاء و ملائکہ
کی جماعتیں منتظر ہوں آسمانوں پر فلک نشیں باادب محو انتظار ہیں جنھیں
آراستہ کیا جائے عالم میں نرالی زیب و زینت ہو۔ قدسیوں کا گروہ محبوب
سراپا ناز کو براق پر سوار کرکے لے چلے اور بیت المقدس میں امام بنا کر تمام
انبیاء و ملائکہ پر اس کی فضیلت و سیادت اور شان و شوکت کا اظہار
فرمائے۔ پھر یہ سواری عالم بالا کو چلے۔ آسمانوں کے دروازے کھلیں،
مقربین سلام عرض کریں دیدار سے بہرہ ور ہوں یہاں تک عروج ہو کہ
جبریل امین کے منازل کی انتہا ہو جائے اور کوئی ملک مقرب بھی وہاں سے
آگے بڑھنے کی مجال نہ رکھے۔ بہشتی براق کو بھی یارا نہ ہو۔ اب رفرف النوری
بستر اہر کے اپنے اور منازل طے ہوتے چلے جائیں۔ قرب خاص میں پہنچیں

تولون متوالی فرمانے والا محبوب خطاب فرماتے ادن مِنی یا احمد قریب آیئے اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر مرتبہ حضور قریب تر ہوتے جائیں۔ اب یہاں نہ مکان ہے نہ مکانی بعد نہ مکانی قرب۔ قرب ذات کے مدارج طے ہو رہے ہیں اور ہر مرتبہ کے ارشاد میں رفعت شان مصطفیٰ منزلوں بڑھ جاتی ہے۔ جب وہ فرماتا ہے ادن یا محمد تو کمالات منازل قرب اس قدر ترقی کر جاتے ہیں کہ اپنا سابق حال اس کی نسبت سے دور تر نظر آنے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ قرب بیان کی حد سے گزرا اور نقل و حکایت کو تعبیر کی مجال باقی نہ رہی۔ راز دنیاز ہوئے۔ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ لقائے حبیب کے لطف اٹھائے۔ امت کی شفاعت کی علوم عطا ہوئے، ملکوت سماوات وارض دکھائے گئے۔ جنت و نار کی سیر فرمائی، شان حبیب اہل سماوات اور ساکنین جنت و نار کو دکھائی گئی پھر اس عزت و احترام کے ساتھ مکہ مکرمہ میں دولت سرائے اقدس پر رونق افروز فرمایا۔ والحمد للہ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ وخیر خلقہٖ محمد و آلہٖ و صحابہٖ اجمعین

حیات صدر الافاضل

صدر الافاضل، استاذ العلماء حضرت مولانا حکیم حافظ سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہٗ کی سوانح حیات پر یہ کتاب سب سے پہلے ۱۹۵۹ء میں شائع ہوئی تھی جو کہ ہاتھوں ہاتھ ختم ہو گئی، اب اسے دوبارہ نظر ثانی اور بہت سے اضافہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ اس میں آں موصوف کی پوری زندگی، سیاسی، علمی اور مذہبی حالات کے سوا آپ کا مجموعۂ کلام بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ گویا کہ یہ علماء اہلسنت کی سو سالہ تاریخ حیات کا مستند و معتمد خزانہ ہے۔ آخر میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس بنارس اور اجمیر شریف کے خطبات بھی شامل کر دیئے گئے ہیں۔ قیمت صرف تین روپے

شب برات

اقطاع و بقاع اور قریٰ و بلدان مفازہ و عمرانی وغیرہ اجزاء مکانی کی طرح آنات و ساعات لیالی و ایام شہور و اعوام وغیرہ اجزاء زمان میں بھی بالذات کوئی فضل و شرف اور ترجیح و تفاضل نہیں ہے۔ مکانات کے اجزاء کی طرح زمانے کے اجزاء بھی جمیعاً باہم دگر متشابہ اور ذوات میں متشارک۔ بعض کا بعض پر امتیاز اور مزید قدر و شرف کے ساتھ اختصاص نامقصود۔ البتہ عوارض و واقعات بکرم الٰہی باعث شرف ہوتے ہیں۔ اور اس طرح کا شرف و عظمت جیسا امکنہ کو حاصل ہوتا ہے، ازمنہ کے لئے بھی ثابت ہے۔ عرفات مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ بیت المقدس وغیرہا کے حق میں احادیث شرافت و عظمت بکثرت وارد ہیں اور ان امکنہ کو جو عظمت و بزرگی حاصل ہے، دوسرے امکنہ کو اس سے کوئی نسبت نہیں۔ اسی طرح اجزاء زمان میں بعض کو بعض پر فضل و شرف حاصل ہے گو بالذات نہ ہو جیسا کہ رمضان مبارک و عشرہ ذی الحجہ وغیرہا ایام کے حق میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔

شب برات برکت والے اوقات میں سے ایک مبارک وقت ہے اسکو شب مبارکہ اور شب رحمت بھی کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا انا انزلنٰہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین فیہا یفرق کل امر حکیم۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت مبارکہ میں لیلہ مبارکہ سے شب برات ہے۔

شب برات شعبان کی پندرہویں شب ہے۔ شعبان نہایت مبارک

مہینہ ہے۔ شیخ مغربی قدس سرہ نے فرمایا کہ مہینوں میں افضل رمضان مبارک ہے۔ جس میں قرآن پاک نازل کیا گیا۔ پھر ربیع الاول جو حضور اقدس حبیب الرحمن صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کا مہینہ ہے جسکی مسرت وابتہاج نے طرب وانبساط سے عالم کو معمور فرمادیا اور جس کی روائح طیبہ اور جاں فزا نسیموں نے دلوں کے شگوفے کھلا دیئے۔ اسکے بعد رجب جو اشہر حرام کا ایک فرد اور معراج مبارک کا مہینہ ہے جس میں طالب ومطلوب محب ومحبوب کا وصل اور انعام واکرام بخشش ونوازش کا ظہور ہوا۔ اس کو شہر اللہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد افضل ترین مشہور ماہ مبارک شعبان ہے اس کو شہر حبیب الرحمن کہتے ہیں۔ اس میں اعمال وآجال تقسیم کئے جاتے ہیں۔ رحمت ومغفرت کی مغرباتی ہے۔ یہ مہینہ رجب ورمضان دو مبارک مہینوں کے درمیان واقع ہے۔ اسکو دو مبارک ہمسایوں کے قرب کا شرف جوار بھی حاصل ہے جیسا کہ شنبہ وپنجشنبہ کو قرب جمعہ ہے۔ چنانچہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بَارَكَ اللّٰهُ فِي السَّبْتِ وَالْخَمِيْسِ۔ اس ماہ مبارک کی پندرہویں شب مواہب لدنیہ اور اختصاصات ربانیہ کے ساتھ معروف ومشہور ہے۔ اس کی کثرت خیر وبرکت کے باعث اس کا نام لیلہ مبارکہ ہے اور اس کے برکات میں سب سے نفیس ترین برکت حضرت حق سبحانہ وتعالی کا جمال ہے جو عرش سے سریٰ تک اپنے وسعت کرم اور عموم فیض سے ہر ذرہ کو نوازتا ہے۔

جمال محیاها العین قریرة　　　　وشاهدی عیدی بکل بصرای به

کما کل ایام اللقاء یوم جمعة　　　　وکل اللیالی لیلة القدر ان دنت

لیلۃ القدر ہے عاشق کیلئے وصل کی رات　　　　عید کا روز ہے دید رخ محبوب کا دن

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ترمذی وابن ماجہ نے

روایت کی۔

ان اللّٰہ تعالیٰ ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی سماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب۔

بیشک اللہ تعالیٰ رب العزت عز و علا شعبان کی پندرھویں شب اپنے صفات نزول و رحمت کے ساتھ آسمان دنیا کی طرف نزول کرم و اجلال فرما کر قبیلہ بنی کلب کے بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ مغفرت فرماتا ہے

اس ماہ کی فضیلت دوسری روایت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا۔

اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلہا وصوموا یومہا فان اللّٰہ تعالیٰ ینزل فیہا لغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا من مستغفر فاغفر لہ الا مسترزق فارزقہ الا مبتلی فاعافیہ الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر

شب برات جب آئے شب میں جاگو اور مصروف عبادت رہو اور دن میں (اٹھا شعبان کو) روزہ رکھو اللہ تعالیٰ اس شب غروب آفتاب کے وقت سے آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے ایا کوئی مغفرت چاہنے والا ہے جسے میں بخشوں کیا کوئی روزی مانگنے والا ہے جس کو میں روزی دوں۔ کیا کوئی مبتلا ہے جسے میں عافیت عنایت فرماؤں اسی طرح طلوع فجر تک اپنے حاجتمندوں کو اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے۔

رحمت کے دروازے کھلے ہیں۔ کرم کا دریا موجزن ہے۔ بندہ نوازی کا بہانہ ہے خطائر قدس میں ملائکہ کا اجتماع تمام شب اجابت دعا کے لئے دعوت عام ہے سائل پکارے جارہے ہیں اہل حاجات سے انکی حاجتیں پوچھی جارہی ہیں عطایا تقسیم ہو رہے ہیں۔ سعیدوں کو ثواب عاصیوں کو غفران۔ مجبوں کو

کرامت عطا ہو رہی ہے آسمان کے در کھلے ہوئے ہیں ساکنان جنت لگر
پر جلوہ آرا ہیں انبیاء و شہداء کی ارواح علیین میں پر طرب ہیں۔ نسیم رحمت
شاہد ازل کی طرف سے اخلاص مندان صداقت شعار کے دلوں کو تازہ کر
رہی ہے حضرت حق تبارک و تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے۔

عجبا لمن امن بی کیف یتکل علی غیری۔

اس شخص پر تعجب جو مجھ پر ایمان لایا غیر کے ساتھ کسطرح مشغول ہے

از تعجب ہر زماں ہر شبے گوید کلبے عجب

ہر کہ زلف یار دارد چنگ در دل چوں

اس میں خاصان خدا کو علوم الٰہیہ عطا کئے جاتے ہیں زمزم شریف کا پانی بڑھ جاتا
ہے ہر امر کا فیصلہ صادر ہوتا ہے۔ بندوں کی عمر رزق سال بھر کے تمام امور ملائکہ
کو تفویض کئے جاتے ہیں۔ ارزاق کا نسخہ حضرت میکائیل کو زلازل صواعق
خسف اور جنگ کا نسخہ حضرت جبریل کو اعمال کا نسخہ حضرت اسماعیل کو جو آسمان
دنیا پر ایک فرشتے ہیں اور مصائب کا نسخہ ملک الموت کو تفویض کیا جاتا ہے
عام حوادث خیر و شر محسن و منن نصرت و ہزیمت وصل فصل وفاق خلاف
قبض بسط قحط سالی و فراخ حالی جو سال آئندہ میں ہونے والے ہیں۔ بس
اس شب میں ہر محکمہ سے تعلق رکھنے والے ملائکہ کو تفویض کر دیئے جاتے ہیں
اس شب میں بیدار اور مشغول عبادت رہنا اور دن میں روزہ رکھنا ح
نے ارشاد فرمایا بروایت مجاہد حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے حضور نے فر
جس شخص نے اس شب سو رکعتیں پڑھیں۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک
مرتبہ اور قل ھو اللہ دس مرتبہ اللہ تعالیٰ اسکی ہر حاجت کو پورا فرمائیگا۔ مسل
اس شب کے برکات سے بہرہ اندوز ہوں اور اس مبارک وقت کو جو سال
ملتا ہے۔ طاعات و عبادات و دعا و استغفار میں گزاریں۔ حرمین طیبین کی

اور تجدیدان ستم شعار کی بربادی ، اسلام کی الفت مسلمانوں کی فلاح کے لئے
دعائیں کریں ۔
آتش بازی میں مال اور وقت ضائع کرکے اس نعمت کو ہاتھ سے نہ کھوئیں
اور ایسے مبارک وقت کو اس لغویت میں نہ گنوائیں ۔ حضرت ام المومنین عائشہ
رضی اللہ عنہا کی حدیث میں حضور کے اس شب بقیع تشریف لے جانے کا بھی
تذکرہ ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شب اموات کو ایصال ثواب
کرنا مسنون ہے ۔ جو لوگ قبرستان جا سکتے ہیں وہاں جاکر زیارت قبور کی
سنت ادا کریں اور اس وقت اجابت میں اپنے عزیز و اقارب کو دعا مغفرت
سے فراموش نہ کریں ہر نیکی کا ثواب زیادہ ہے ۔ گھر رہنے والے صدقہ دیکر
در قرآن پاک کی تلاوت کرکے اموات کو ثواب پہنچائیں ۔ راہ خدا میں
بہترین چیز دی جاتی ہے اور یہی حدیث شریف میں بھی ارشاد ہے اس
لئے برصغیر میں دستور ہے کہ لذیذ غذا اور نفیس حلوا تیار کرکے راہ خدا
میں دیتے اور اپنے بزرگوں اور عزیزوں کو پہنچاتے ہیں ۔ یہ عمل خیر
موجب برکت ہے اور احادیث سے ثابت ہے کہ جو لوگ اپنے مردوں کو
ایصال ثواب کرتے ہیں مردے خوش ہوتے ہیں اور انکے لئے دعائے خیر کرتے
ہیں ۔ حدیث شریف میں آیا کہ اس شب میں سب کی مغفرت کی جاتی
ہے ۔ بجز اس کے جو کسی مسلمان کی طرف سے دنیوی وجہ سے کینہ رکھے اسلئے مناسب
ہے کہ شب برات کو غروب آفتاب سے قبل مسلمان دنیوی عداوتیں ترک
کردیں اور اپنے عزیز و اقارب دوست احباب میں پھر کر ان سے معافی
چاہیں اور خود انہیں معاف کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ رحمت سے بے غبار و رنجش
پائیں ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علےٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔

شب برات

شب برات نہایت برکت والی رات ہے۔ اللہ سبحانہ ارشاد فرماتا ہے حٰمٓ ۝ وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ ۝ فِیْہَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ ۝ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ ۝ یعنی قسم اس روشن کتاب کی بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا بے شک ہم ڈرسنانے والے ہیں۔ اس (رات) میں بانٹ دیا جاتا ہے، ہر حکمت والا کام ہمارے پاس کے حکم سے بے شک ہم بھیجنے والے ہیں یعنی جملہ احکام ارزاق و آجال اور حوادث تمام سال کے اس شب مبارک میں تقسیم کئے جاتے ہیں اور ہر کام کے ملائکہ کو ان کی تعمیل پر متعین کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں مروی ہے۔ عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ھل تدرین ما فی ھذہ اللیلۃ یعنی لیلۃ النصف من شعبان قالت ما فیہا یا رسول اللہ فقال فیہا ان یکتب کل مولود من بنی آدم فی ھذہ السنۃ وفیہا ان یکتب کل ھالک من بنی آدم فی ھذہ السنۃ

وفیہا ترفع اعمالہم وفیہا تنزل ارزاقہم فقالت یا رسول
اللہ ما من احد یدخل الجنۃ الا برحمۃ اللہ تعالیٰ ثلثا قلت
ولا انت یا رسول اللہ فوضع یدہ علی ہامتہ فقال ولا
انا الا ان یتغمدنی اللہ منہ برحمۃ یقولہا ثلث مرات رواہ
البیہقی فی الدعوات الکبیر)

خلاصہ مطلب یہ کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا سے فرمایا کیا تم جانتی ہو اس شب کیا ہوتا ہے انہوں نے عرض
کیا اے رسول خدا کیا ہوتا ہے فرمایا اس شب میں اس سال کا ہر پیدا ہونے والا
اور ہر مرنے والا لکھا جاتا ہے۔ اور بنی آدم کے عمل (آسمان کی طرف) اٹھائے
جاتے ہیں اور انکے رزق اتارے جاتے ہیں حضرت عائشہ نے عرض کیا اے
رسول خدا کوئی بہشت میں داخل نہ ہوگا مگر خدا کی رحمت سے فرمایا کوئی داخل
نہ ہوگا جنت میں مگر خدا کی رحمت سے حضور نے یہ تین مرتبہ فرمایا حضرت عائشہ
فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اور نہ آپ اے رسول خدا حضور نے اپنا دست
اقدس سر مبارک پر رکھکر فرمایا نہ میں مگر یہ کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں
ڈھک لے اس شب میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت ومغفرت کے ساتھ نزول
فرماتا ہے۔ ترمذی وابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
فقال ان اللہ تعالیٰ ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء
الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب۔ یعنی حضور نے فرمایا کہ اللہ
تعالیٰ نصف شعبان کی شب کو آسمان دنیا کی طرف اپنے رحمت وکرم کے
ساتھ نزول فرماتا ہے پس قبیلہ بنی کلب کی بکریوں سے بھی زیادہ شمار
کے گناہ بخشتا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے ابن ماجہ میں یہ الفاظ مروی

فتغفر لجمیع خلقہ الا لمشرك او مشاحن۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمام مخلوق
کی مغفرت فرماتا ہے سوائے مشرک اور کینہ ور کے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی
اللہ عنہ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کانت
لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلہا وصوموا یومہا فان اللہ تعالیٰ
ینزل فیہا لغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا من مستغفر
فاغفر لہ الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر۔ یعنی شب برات ہو تو اس رات
قیام کرو یعنی نماز پڑھو اور اگلے دن کا روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شب
غروب آفتاب کے وقت سے آسمان دنیا کی طرف تجلی اجلال فرماتا ہے
اور فرماتا ہے کیا ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں، کیا
کیا ہے کوئی روزی مانگنے والا کہ میں اس کو روزی دوں، کیا ہے کوئی
گرفتار بلا کہ میں اس کو عافیت عنایت فرماؤں کیا ہے کوئی ایسا اور ایسا
اسی قسم کی ندائیں طلوع فجر تک ہوتی رہتی ہیں۔ ان احادیث پر نظر کرنے
سے اس شب مبارک کی برکات معلوم ہوتی ہیں بندوں کو چاہئے کہ
اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہیں
بندوں کے حقوق جو ان پر آتے ہوں جس طرح ہو اپنے ذمہ سے اتاریں
کینہ، بغض، حسد، عداوت دنیوی دل سے دور کریں، آپس میں ایک
دوسرے سے مکدر رنجشوں اور کدورتوں کو مٹا دیں۔ رات عبادت
الٰہی میں گذاریں۔ اپنے مطالب کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں۔
پندرہویں شعبان کو روزہ رکھیں۔ نیکیاں جس قدر ہو سکیں زیادہ
کریں خواہ بدنی ہوں یا مالی۔ اپنی اموات کو ایصال ثواب کریں قبرستانوں
میں جائیں مردوں کو ثواب پہنچائیں۔ یہ سنت ہے اور حدیث شریف میں

وارد ہے کہ حضور اس سبب بقیع (قبرستان) تشریف لے گئے اسی لئے برصغیر میں اور دوسرے بلاد میں علی العموم مروج ہے کہ شب برات کو اموات کو صدقہ اور ذکر کا ثواب پہنچاتے ہیں اور انکی فاتحہ دلاتے ہیں اس شب کی اصل حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی حدیث ہے اور اس کا انکار جہالت ونادانی منکرین حلوے کا حیلہ کرتے ہیں حلوہ ایک طیب و حلال چیز ہے لذیذ ومرغوب چیز ہے مسلمانوں کو جو چیز اچھی معلوم ہو خدا کی راہ میں دے اسپر کیا اعتراض نہیں ممکن کہ مخالفین حلوے کی حرمت یا کراہیت پر کوئی دلیل قائم کرسکیں۔ خدا کا خوف کریں اور حلال چیزوں کو حرام بتانے سے باز رہیں یا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ اے ایمان والو! نہ حرام کرو ان پاک چیزوں کو جن اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال فرمایا اور نہ تجاوز کرو حد سے بے شک اللہ تعالیٰ تجاوز کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔ تمام عالم کے مسلمانوں کا ایک فعل پر متفق ہونا علماء و صلحا کے دراز زمانوں اور قرنوں سے کسی کام کرتے آنا خود اس کے مستحسن ہونے کی دلیل ہے حدیث شریف میں ہے مَارَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ جس چیز کو مسلمان اچھا اللہ کے نزدیک اچھا ہے ایسے برکت کے وقت کو لہو ولعب اور ناجائز کاموں میں صرف کرنا انتہا درجہ کی محرومی اور بدنصیبی ہے افسوس ہمارے ملک میں آتشبازی کی عادتیں جاری ہیں اور لوگ اس برکت والی رات ان کاموں میں صرف کرتے ہیں مال اور وقت کی اضاعت لہو ولعب میں اشتغال دوسروں کی ایذا، طاعت الٰہی سے محرومی، کیسی کیسی برائیاں ہیں جنمیں آتشبازی کی وجہ سے انسان مبتلا ہوتا ہے، مسلمان ان حرکات ناجائز سے توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کیطرف متوجہ رہیں وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

رویت ہلال

شعبان کی ۲۹ کو چاند کی تلاش واجب علی الکفایہ ہے اگر چاند دیکھ لیں روزہ رکھیں ورنہ شعبان کے تیس دن پورے کریں ابوداؤد ترمذی کی حدیث ہے۔

حدیث:۔ صوموا الرویۃ وافطروا الرویۃ فان غم علیکم الہلال فاکملوا عدت شعبان ثلثین یوما

یعنی حضور نے فرمایا روزہ رکھو چاند دیکھ کر اگر ابر و غبار کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرے۔

منجموں کے قول اور لوگوں کے قیاس و تجربہ اور جنتریوں کی تحریریں سب چاند کے باب میں نامعتبر ہیں۔ جس دن کی رمضانیت میں شک ہو۔ اس دن کا روزہ بایں نیت رکھنا کہ اگر یہ دن رمضان ہے تو روزہ رمضان کا ورنہ نفل کا اس طرح کا روزہ مکروہ ہے۔ لیکن جو لوگ ہر مہینہ کے آخر میں نفل روزے رکھنے کے عادی ہیں یا خالص نفل کی نیت کرتے ہیں تو وہ رہیں ان کو نیت نفل روزہ رکھنا جائز ہے۔ مفتی کو بھی اس دن بہ نیت نفل روزہ رکھنا چاہیئے عوام دوپہر تک انتظار کریں اگر کہیں سے خبر آجائے روزہ رکھیں ورنہ افطار کر لیں جس شخص نے تنہا چاند دیکھا وہ روزہ رکھے اگر امام اسکی شہادت نہ قبول کرے جب آسمان پر ابر و غبار ہو امام رویت ہلال رمضان میں ایک آدمی کی شہادت قبول کرے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اور عید کے چاند کے لئے کم از کم دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے۔ (السواد الاعظم مراد آباد۔ ماہ رمضان المبارک۔ ۱۳۴۵ھ ہجری)

رمضانِ مبارک

عزیز مہمان ہے یا محترم میزبان

کارخانۂ عالم میں کارساز قدرت کے عجائب صنعت وغرائب حکمت کا جو بیدار دلوں نے معائنہ کیا ہے اور مجموعہ کائنات کے لبریز حکمت صفحات کا جن اہل بصیرت کو مطالعہ نصیب ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ صانع نادر طراز نے ہر نقش ہستی کو کچھ خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں۔ امکنہ و مقامات ازمنہ و ساعات بھی اس قانون حکمت کے احاطہ سے باہر نہیں ہیں۔ مشاہدات مکانی خواص کی شہادت دیتے ہیں تجربیات زمانی خصائص کے واصف ہیں۔ قطب شمالی سے قرب رکھنے والے بلاد کی برودت خط استواء کے نیچے واقع ہوتے والے شہروں کی حرارت اقالیم کے مزاجوں کا تفاوت وہاں کے باشندوں کی شکل و صورت، قد و قامت رنگ ہیئت، عادت، خصلت، ضعف قوت، اغذیہ و اشربہ وغیرہ کے اختلافات پیداوار کے فرق ناقابل انکار حقیقت ہیں۔ وہی انسان ترکستان میں کیسا گورا چٹا سرخ و سفید بلند قامت قوی ہیکل خوبرو ہوتا ہے وہی زنجبار میں کالا بھجنگا پستہ قد کمرو درشت خو نظر آتا ہے اسی طرح ازمنہ و اوقات کی خصوصیتیں بھی عجیب مناظر سامنے لاتی ہیں۔ موسم گرما و سرما میں ربیع و خریف میں صبح و شام میں لیل و نہار میں کس قدر اختلافات ہیں۔ ان اوقات سے ہمارے احوال میں جو تغیر و تبدل ہوتے رہتے ہیں محتاج ثبوت نہیں زمین سے جمنے والے ایک درخت کو ایام بہار میں جو نشو و نما سبزی و شادابی نزہت و طراوت حاصل ہے خزاں میں کہاں گاؤں کا ایک کاشتکار بھی دانہ

بکھیرنے اور بیج ڈالنے کے وقت کو پہچانتا ہے۔ سمندر کا جزر و مد بھی اوقات کی تاثیر کو گواہی دیتا ہے۔

دورِ ترقی آجکل کا زمانہ جس کو دورِ ترقی کہتے ہیں مادیت کی تاریکی و تراکم ظلمات کا عہد تاریک ہے جسطرح نابینا اجسام کی سختی و نرمی، سردی و گرمی، طول و عرض تو ٹٹول اور چھو کر معلوم کر لیتے ہیں مگر نظر فریب رنگ اور دل آویز حسن و خوبی منظر سے بالکل ناآشنا و بے خبر رہتے ہیں اسی طرح عہد حاضر کے مدعیان ترقی جو مادیت کے تیرہ و تار گرداب میں غرق ہو چکے ہیں روحانیت کے بصیرت نواز انوار سے قطعًا ناآشنا اور مطلقًا بے خبر ہیں وہ مادیات محسوسہ کو تو حواس کے ذریعہ سے معلوم کر لیتے ہیں اور شب و روز اسی کی الٹ پھیر میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں لیکن ان کی مردہ بصیرت روحانیت کی روشنی کے ادراک سے محروم ہے۔ اسی وجہ سے بہت سی حقیقتوں کے انکشاف تک ان کو رسائی میسر نہیں ہوتی۔ جب ازمنہ کے خواص و تاثیرات محسوسات میں بھی روزانہ مشاہدہ کئے جاتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک عاقل اعمال و عبادات اور ان کے فضائل و برکات میں زمانی خصوصیتوں کے تصور سے بھی گھبرا اٹھے اور اسکو حیرت و استعجاب دامنگیر ہو جائے اور یہاں تک نوبت پہنچے کہ خواص ازمنہ جیسے بے شمار مرتبے تجربہ میں آئے ہوئے امور کے انکار کا مرتکب ہو جائے۔ جس عہد میں انسانی قابلیتوں کی یہ حالت ہو اس کو عہد ترقی سمجھنا ایسی ہی غلطی ہے جیسی ایک سونے والا خواب میں اپنے آپ کو بیدار سمجھنے میں کرتا ہے ؎

لاف دانش گر زند پیوستہ نادان دور نیست ٭ خفتہ دائم خویش را بیدار بیند بخواب

چونکہ عاقل متیقظ ازمنہ اوقات کی تاثیرات و خصوصیات کو بدیہی و یقینی طور

ہر جانتا ہے اس لئے اسکو یہ سنکر کوئی تردد نہیں ہوتا کہ رمضان شریف کے مبارک ایام ولیالی میں خیرات وحسنات طاعات وعبادات کو دوسرے ایام کی بہ نسبت بہت زیادہ شرف وبرکت ملتی ہے اور اجر وثواب فزوں تر ہوتا ہے جسطرح موسم بہار میں قدرت کی فیاضی نباتات بہ خصوصیت کے ساتھ اظہار کرم فرمائی ہے اور خزاں کی تمام راہیں مسدود کرکے چمنستانوں کو ان ایام میں دغدغہ ویرانی سے مامون کردیتی ہے۔ اسی طرح رمضان مبارک میں اعمال صالحہ وافعال حسنہ اور اہل خیر وصلاح کو مزید قرب وثواب ورحمت وبرکت اور فضل وشرف کے ساتھ سرفراز فرماتی ہے اور غارتگران اعمال وشیاطین مفسدہ پرواز کو مقید کرکے خطرۂ ہلاکت وبربادی سے امن وعافیت بخشتی ہے۔

بخاری ومسلم میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا۔

اذا دخل رمضان فتحت الجنۃ وغلقت ابواب جھنم وسلسلت الشیاطین۔ یعنی جب رمضان مبارک آتا ہے جنتوں کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں شیاطین کو مقید کردیا جاتا ہے۔ اس مضمون کی بہت احادیث وارد ہیں بعض روایات میں فتحت ابواب السموات بعض میں ابواب الرحمۃ اور ترمذی کی ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں فلم یغلق منھا باب وینادی مناد یا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر اقصر۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رمضان مبارک میں رحمت وکرم کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں اور طلبگاران کرم کے لئے کوئی دربند نہیں ہوتا جستجو پیشگان خیر وثواب کو صلائے عام دی جاتی ہے اور منادی غیب ندائیں کرتا ہے کہ امیدواران ثواب آئیں اور گنہگار گناہ سے باز رہیں۔ جیسے موسم ربیع میں سبزہ زاروں کو آب وہوا ئے موافق ملتی ہے

اور سموم و باد مخالف کے زہریلے اثر اور تباہ کاریوں سے ان کو محفوظ رکھا جاتا ہے ایسے ہی رمضان مبارک میں خدا شناسوں اور دینداروں کے لئے رحمت و کرم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور انکو برباد کرنے والے دشمن (شیاطین) کو قید کر دیا جاتا ہے۔ جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور جسطرح موسم ربیع میں سبزہ کو بہت زیادہ سرسبزی و شادابی اور روز افزوں نشو و نما دی جاتی ہے۔ اسی طرح رمضان مبارک میں مومنین کے طاعات و حسنات اور اجر و ثواب میں بے اندازہ زیادتی کیجاتی ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالھا الی سبعمائۃ ضعف قال اللہ تعالیٰ الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شھوتہ وطعامہ من اجلی۔ یعنی بنی آدم کے اعمال براہ کرم و بندہ نوازی بڑھائے جاتے ہیں۔ ایک نیکی دہ چند سے ہفت صد چند (سات سو گنی) تک سوائے روزے کے کہ پروردگار عالم فرماتا ہے۔ کہ روزہ کا اجر و ثواب بے اندازہ و بے حساب ہے کیونکہ وہ خاص میرے لئے ہے اور میں خود اسکی جزا عطا فرماؤنگا۔ بندہ میرے لئے اپنی خواہشات و خوراک کو ترک کرتا ہے۔

حضور پر نور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ و فرحۃ عند لقاء ربہ روزہ دار کے دو فرحتیں ہیں ایک فرحت وقت افطار کہ وہ بفضل الٰہی ادائے فرض سے عہدہ برآ ہوا اور نفس اور اسکی خواہشات طاعت الٰہی میں مخل نہ ہو سکے۔ دوسری اپنے پروردگار کی ملاقات کے وقت جب وہ جزا و ثواب سے نوازا جائیگا۔ اس میں

ایک اشارہ ہے بشارت سے لبریز اور ایک مژدہ ہے طرب انگیز کہ روزہ دار محبوب حقیقی کے دیدار سے بہرہ ور ہوگا۔ فرح و سرور کی جان اس وعدہ پر قربان کہ وہ محبوب فرمائے۔ دوسری فرحت کا مزہ میری ملاقات کے وقت معلوم ہوگا۔ پہلی فرحت تو رضائے رحمٰن ہے دوسری لقاءِ جمیل منان۔ سالک کو بترتیب منازل طے کرائے جاتے ہیں۔ غیبت سے شہود کی طرف ترقی دیجاتی ہے۔ اول مقام رضا ہے اور دوسرا لقاء والحمد للّٰہ علی ما انعم علینا من سوابغ نعمہ وسوابغ کرمہ لہ الحمد ولہ المنۃ وھو ذوالفضل العظیم

پھر ملاقات کی بھی یہ شان نہیں کہ ع دیداری نمائی و پرہیز می کنی ایک جھلک دکھادی اور تڑپا دیا۔ نیم بسمل بنایا اور تڑپتا چھوڑ دیا۔ یہ بھی نہیں کہ سامنا ہوا اور نظر احتقار سے دیکھ کر شرما دیا۔ دربار میں بار تو دیا مگر التفات نہ کیا۔ ملاقات اس کرم و بندہ نوازی کے ساتھ کہ طلبگار کی دلجوئی بھی ہے وہ اپنے حال سے شرمانہ جائے ارشاد فرماتے ہیں۔ لخلوف فم الصائم اطیب عند اللّٰہ من ریح المسک روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک سے زیادہ پیاری ہے اس عاشق پروری کے صدقے۔ بندہ نوازی کے قربان رمضان شریف کیسی کیسی نعمتیں کیسی کیسی دولتیں رکھتا ہے کیسے اعلیٰ منازل قرب و وصال کے مژدے دیتا ہے

اس ماہ مبارک کی شان سرورِ عالی شان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بر سر منبر بیان فرمائی اور ماہ مبارک ماہ عظیم ماہ صبر ماہ مواساۃ کا لقب دیا۔ اور فرمایا یہ وہ مبارک مہینہ ہے کہ اس میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے۔ اس مہینہ میں روزہ دار کو افطار کرانا گناہوں کی مغفرت اور دوزخ سے

عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے اور اس سے روزہ کا ثواب ملتا ہے۔ اس مہینہ کے لئے سال بھر جنتیں آراستہ کی جاتی ہیں۔

یہ خیر و برکت والا رمضان ہمارا مہمان ہے یا میزبان جب ہم اس کی نعمتوں دولتوں اور اس کے سر و سامان عطایا مواہب پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑا مہمان نواز کریم میزبان ہے جو بے مثال کرم و نوال ساتھ ہماری مہمانداری فرماتا ہے اور جب ہم اس تک پہنچتے ہیں ہمیں برکات و حسنات سے مالا مال کر دیتا ہے۔ اس کی نعمتوں کا سرمایہ اتنا وسیع ہے کہ ہم ان سب کو حاصل کرنے سے بھی قاصر رہ جاتے ہیں اور جس وقت ہم اپنے انتظار کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارا عزیز و پیارا مہمان ہے جس کے آنے کے دن ہم نے گن گن کر گزارے ہیں اور سال بھر کی تمناؤں کے بعد اسکو پایا ہے۔ اب یہ فیصلہ کس طرح کیا جائے کہ وہ میزبان ہے یا مہمان اور ہم ایام و شہور کی منزلیں قطع کر کے اس تک پہنچے ہیں اور بچپن و جوانی کی راہوں سے گزر گزر کر اس کی ملاقات سے مشرف ہوتے ہیں یا وہ ایک عرصہ معہود کے بعد ہم پر کرم نے تشریف لایا کرتا ہے۔ عجب حیرت ہے یہ معلوم کرنا دشوار ہے کہ ہم جاتے ہیں یا وہ آتے ہیں۔ اب ہادی عالم رہنمائے اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار سے دریافت کیجئے تب عقدہ حل ہو کہ کون مہمان ہے کون میزبان۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اتاکم رمضان شہر مبارک تمہارے پاس ماہ مبارک رمضان تشریف لایا ان ھذا الشھر قد حضرکم بیشک یہ ماہ مبارک تم میں رونق افروز ہوا۔ احادیث کریمہ نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ مہمان مکرم رمضان ہے اور ہم میزبان۔ اگر برکات و سعادات حاصل کرنے کے لئے ہمیں سال بھر کی محنتیں اٹھانا پڑتیں اور قطع منازل و مراحل کی مشقتوں کے بعد ہم اسکے

در دولت تک پہنچے پھر ہمیں وہ نوازتا جب بھی اس کا کرم تھا مگر اس کرم بے غایت کی کیا نہایت کہ ہمیں خود ہمارے مطلب کے لئے بھی تکلیف سفر نہ دی اور دینی و دنیوی نعمتوں کے ذخائر عظیمہ لیکر اس مہمان میزبان نواز نے کرم فرمایا

اب ہمیں ایسے عزیز مہمان کی کس خلوص سے میزبانی کرنا چاہئے اور کتنی بڑی نالائقی ہوگی اگر اس مہمان کی قدر و منزلت خاطر مدارات میں کوئی کمی ہوئی۔ کیسی بدنصیبی ہوگی اگر وہ سراپا کرم مہمان ہماری ناقدری سے ناخوش نا راض واپس ہوا اور ہم اس کی کریمانہ عطا پاشیوں سے سرمایۂ سعادت حاصل نہ کر سکے وہ برکات تقسیم فرماتا رہا اور ہم لہو و لعب میں مصروف رہے اسکی طرف متوجہ ہی نہ ہوئے۔ وہ بلاتا رہا مگر ہم نے اسکی طرف رخ نہ کیا خدا نہ کرے کہ ایسا ہو ہمیں اسکی مہمانداری کے لئے اتم خلوص کے ساتھ تیار ہونا چاہئے اور اسکے مبارک وقت کا ایک ایک لمحہ اسکی خدمت میں صرف کردینا چاہئے

مہمان محترم کا استقبال

میزبان کے فرائض مہمانداری میں سب سے پہلا فرض صاحب احترام مہمان کا استقبال اور جب شاندار استقبال کیا جائیگا اس سے میزبان کی لیاقت ادب شناسی شائستگی اور حسن نیت و اخلاص کا اظہار ہوگا۔ محبوب کی آمد مشتاقان دیدار کے دلوں میں پہلے ہی سے تمنائیں پیدا کردیتی ہے اور جذبات آرزو استقبال کو جیسا شاندار بنا دیتے ہیں دوسرے اسباب سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ رمضان مبارک کے جلوؤں کی تمنا اہل ایمان کے دلوں میں تمام سال پیدا رہتی ہے اور جتنا زمانہ قریب آتا جاتا ہے۔ تمنا کے سمندر لہریں زبردست ہوتی چلی جاتی ہیں۔ رجب مرجب سے تو انتظار کرنے والے ہر ہلال کی تحقیق کرتے ہیں تاکہ اپنے محبوب رمضان کے نزول کے وقت میں کسی قسم کا

اشتباہ پیدا نہ ہو شعبان کا پورا مہینہ انتظار میں گزرتا ہے۔ رمضان شریف کی یاد میں ایک ایک دن گن گن کر کاٹا جاتا ہے انتیسویں تاریخ دینداروں کے ولولوں کی انتہائی ترقی کا دن ہوتا ہے۔ جماعتیں کی جماعتیں غروب آفتاب سے پہلے ہی ورود رمضان کی بشارت لانے والے ہلال کی طلب میں شہروں سے نکلکر جنگلوں اور بلند مقاموں میں منتظر کھڑے رہتے ہیں اور جہاں آفتاب غروب ہوا اور ہلال رمضان کی ابرو کے دیکھو نمودار ہوئی دھوم مچ گئی انگلیاں اٹھنے لگیں جیسے نظر آتا گیا وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور شکر و دعا میں رطب اللسان ہوا۔ زمانہ اقدس سے آج تک ماہ رمضان کا اسی شان سے استقبال کیا جاتا ہے ابوداؤد کی حدیث میں ہے عن ابن عمر قال تراءی الناس الھلال فاخبرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی رایتہ فصام وامر الناس بصیامہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ لوگوں نے چاند دیکھا میں نے حضور انور کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے حضور نے روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ کا حکم فرمایا۔ انتیسویں شعبان کو چاند کی جستجو واجب ہے اگر نظر آئے تو رمضان شروع ہو گیا اور اگر ابر و غبار ہو ابر و غبار ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کئے جائیں۔ جنتریوں اور نجومیوں کی خبر کا کچھ اعتبار نہیں۔ چاند دیکھتے وقت اشارہ کرنا مکروہ ہے اگر آسمان صاف نہ ہو مطلع پر ابر و غبار ہو تو ایک ہی شخص عاقل بالغ مسلم عادل کی شہادت معتبر ہے کیونکہ محبوب کی آمد کا مژدہ لانے والے کو محب نظر اعتبار سے دیکھا کرتا ہے جب تک کہ اس کے ساتھ کذب کے علامات نہ ہوں اسلئے ایک ہی شخص کی خبر بشرطیکہ عادل ہو ہلال رمضان کے لئے معتبر ہے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت ایک ہی شخص کی یہ شہادت بھی معتبر ہے

کہ اس کے سامنے فلاں شخص نے رویت ہلال رمضان کی شہادت دی ہے۔ اس شہادت میں لفظ شہادت و دعویٰ و حکم حاکم کچھ شرط نہیں۔ سننے والے پر روزہ لازم ہو جاتا ہے چاند کے دیکھنے والے سے اسکی ہیئت و شان کے متعلق سوالات کرنا کل غیر ضروری ہیں جو شخص چاند دیکھے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اسی شب میں شہادت دے گاؤں میں اگر کوئی شخص تنہا چاند دیکھے تو اسے اپنے موضع کی مسجد میں شہادت دینا چاہیئے اور لوگوں کو اس پر اعتبار کر کے روزہ رکھنا چاہیئے بشرطیکہ وہ شخص عادل ہو۔ اگر کسی شخص نے رمضان کا چاند دیکھا اور اسکی شہادت کو قبول نہ کیا تو اس پر خود روزہ لازم ہے اور اگر وہ افطار کریگا تو اس پر قضا لازم آئے گی پھر اگر عید کے چاند کے وقت بھی ابر رہا اور انتیس کو چاند نظر نہ آیا مگر اس شخص کے روزے تیس پورے ہو چکے جس کی شہادت مقبول نہ کی گئی تو بھی یہ افطار نہ کرے امام کا اتباع اس پر لازم ہے۔ یہ تمام احکام اس صورت میں ہیں جبکہ مطلع صاف نہ ہو ابر و غبار ہو اور اگر یہ کچھ نہیں ہے مطلع صاف ہے تو ایسی حالت میں ثبوت ہلال کے لئے ایسی جماعت کثیرہ کی شہادت درکار ہے جس کی خبر پر اطمینان ہو عید کا چاند بھی انتیس رمضان کو تلاش کیا جائے اگر کوئی شخص تنہا چاند دیکھ لے وہ افطار نہ کرے اور اگر اس نے روزہ نہ رکھا تو قضا لازم آئے گی جس شخص نے عید کا چاند دیکھ کر شہادت دی اور اسکی شہادت قبول نہ کی گئی تو اس پر بھی روزہ لازم ہے نہ رکھے گا قضا لازم ہوگی اور اگر امام یا قاضی تنہا عید کا چاند دیکھے تو لوگوں کو عیدگاہ جانیکا حکم نہ دے نہ افطار کرے اگر آسمان صاف ہو تو عید کے چاند میں مثل رمضان کے جماعت کثیرہ کی شہادت معتبر ہے

اور اگر آسمان پر ابر غبار ہو تو ہلال عید کے لئے دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں کی شہادت درکار ہے اور اس شہادت میں مشاہد کا حیز ہونا اور لفظ شہادت کے ساتھ گواہی دینا ضروری ہے اور جب دو مرد عید کے چاند کی ایسے موضع میں خبر دیں جو شہر نہیں ہے اور اس میں کوئی والی اور قاضی بھی نہیں ہے تو اگر آسمان پر ابر ہو تو لوگوں کو افطار کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ خبر دینے والے عادل یعنی غیر فاسق ہوں اگر رمضان کا روزہ ایک شخص کی شہادت پر رکھا اور تیس دن پورے ہونے کے بعد بھی عید کا چاند ابر ہونے کی وجہ سے نظر نہ آیا تو افطار کریں اور اگر آسمان صاف تھا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت یہی ہے کہ افطار کریں اور غایۃ البیان میں اسی قول کو اصح بتایا ہے۔ اگر انتیس رمضان کو چند آدمی گواہی دیں کہ انہوں نے رمضان کا چاند شہر والوں سے ایک روز پہلے دیکھا تھا تو اگر وہ اسی شہر کے رہنے والے ہیں تو انکی شہادت قبول نہ کی جائے کیونکہ ان پر چاند دیکھتے ہی شہادت دینا واجب تھا اس کے ترک کا ان پر الزام ہے اور وہ اگر کسی دور دراز مقام سے آئے ہیں تو ان کی شہادت جائز ہے اختلاف مطالع معتبر نہیں اگر اہل مغرب رمضان کا چاند دیکھیں تو مشرق والوں پر شہادت پاکر روزہ واجب ہو جاتا ہے اور اگر ایک جماعت نے آکر یہ شہادت دی کہ فلاں شہر کے لوگوں نے تم سے ایک روز قبل رمضان کا چاند دیکھا اور روزے رکھے ان کے حساب سے آج رمضان کی تیس تاریخ ہے اس حالت میں اگر یہاں چاند نہ دیکھا جائے تو دوسرے روز عید کرنا جائز نہیں نہ اس شب کی تراویح ترک کی جائے گی کیونکہ انہوں نے خود چاند دیکھنے کی شہادت نہیں دی اور نہ دوسروں کی شہادت کی

شہادت بلکہ دوسروں کی رویت کی حکایت کی ہے البتہ اگر وہ یہ شہادت دیں کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس دو شخصوں نے فلاں شب میں رویت ہلال کی شہادت دی اور قاضی نے ان دونوں کی شہادت پر حکم جاری کر دیا تو جائز ہوگا کہ اس شہر کا قاضی ان کی شہادت پر حکم کر دے۔

یوم شک کا روزہ اگر شعبان کی ۲۹ تاریخ کو ابر رہا اور اس وجہ سے چاند نہ دیکھا گیا شبہ رہا کہ چاند ہوا یا نہیں اس حالت میں بایں نیت روزہ رکھنا کہ اگر کل رمضان ہے تو روزہ رمضان کا ورنہ نفل کا یہ مکروہ ہے ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ وغیرہ میں بروایت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے من صام یوم الذی یشک فیہ فقد عصیٰ ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم یعنی جس شخص نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی البتہ جو شخص ہر مہینہ کی آخر تاریخوں میں یا ماہ شعبان کی آخر تاریخوں میں روزے رکھنے کا عادی ہو وہ بہ نیت نفل روزہ رکھے اور ایسے ہی وہ لوگ جو خالص نیت نفل پر قادر ہوں اور ان کے دل میں رمضان کا خطرہ بھی نہ گذرے۔ ان کے لئے بھی اس دن نفل روزہ جائز ہے پھر اگر ثابت ہو جائیگا کہ چاند ہو گیا تھا تو یہ روزہ رمضان ہی کا ہو جائے گا۔ یوم شک کا حکم یہ ہے کہ اس روز صبح سے دوپہر تک لوگ کچھ کھائیں پئیں نہیں، انتظار کریں کہ کہیں سے چاند کی خبر آجائے تو روزہ کی نیت کر لیں ورنہ بعد زوال کھائیں پئیں۔ یہ تو رمضان کا استقبال ہوا اور چاند نظر آنے کے بعد وہ مکرم مہمان تشریف فرما ہو جائے تو اسکا اکرام یہ ہے کہ ہم دن میں روزہ دار رہیں اور رات کو تراویح اور قرآن پاک کے سننے میں مشغول عبادت اور اسکے اکثر ایام بالخصوص عشرہ آخر میں اعتکاف کریں۔

روزہ روزہ سے مراد یہ ہے کہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک جو اسکا اہل ہو کھانا پینا اور جماع ترک کر دے۔ احادیث میں روزہ کی بہت فضیلتیں وارد ہیں حضور نے فرمایا الصوم نصف الصبر یعنی روزہ نصف صبر ہے کہ صبر کے لئے اگر کوئی اندازہ مقرر کیا جائے تو اس میں نصف کا مرتبہ رکھے گا اور قرآن پاک میں وارد ہوا انما یوفی الصبرون اجرھم بغیر حساب کہ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر مرحمت فرمایا جائیگا اس سے معلوم ہوا کہ روزہ دار جو صبر کا حظ وافر رکھتا ہے اور صابرین میں ممتاز مرتبہ اسکو حاصل ہے۔ اسکا اجر و ثواب تقدیر و حساب سے فزوں تر ہے والحمد للہ رب العالمین روزہ داروں کے لئے جنت میں ایک خاص دروازہ مقرر ہے جسکا نام ہے ریان اس دروازہ سے سوائے روزہ داروں کے کوئی دوسرا داخل نہ ہوگا حضور نے فرمایا لکل شی باب و باب العبادۃ الصوم ہر چیز کا ایک دروازہ ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ ایک اور حدیث میں وارد ہے نوم الصائم عبادۃ روزہ دار کی نیند بھی عبادت ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ رب العزۃ تبارک و تعالیٰ اپنے ملائکہ سے فرمائیگا اے میرے ملائکہ میرے بندوں کو دیکھو اس نے میرے لئے اپنی خواہشوں اور لذتوں اور خورد و نوش کو ترک کیا۔ عبادتیں سب اللہ ہی کے لئے ہیں۔ لیکن حضرت حق تبارک و تعالیٰ کا روزہ کو اپنی ذات کریم کی طرف نسبت فرمانا اس کی تشریف و عظمت کیلئے ہے روزہ ایک مخفی اور پوشیدہ عبادت ہے جس کو سرائر کا جاننے والا جانتا ہے اور دوسری طاعات کی طرح روزہ میں کچھ افعال ظاہرہ ایسے نہیں ہیں جو خلق کی نظر کے سامنے ہوں جیسے نماز کے افعال ہر شخص دیکھتا ہے اور دیکھ کر جانتا ہے کہ یہ بندہ طاعت الٰہی میں مشغول ہے اسی طرح حج ایسے ہی زکوۃ خواہ وہ چھپا کر ہی دی جائے

مگر جس کو دی جائیگی وہ تو واقف ہو گا لیکن روزہ عمل باطن ہے۔ صبر مجرد ہے اور ایک راز کی عبادت ہے ریا اور دکھاوٹ کا موقع اس میں نہیں ہے علاوہ بریں روزہ میں نفس و شیطان کی سرکوبی ہے کیونکہ شیطان کا وسیلہ اور اسکے بہکانیکا آلہ شہوات ہیں اور وہ کھانے پینے سے قوت پاتی ہیں اسلئے حدیث شریف میں حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان الشیطان لیجری من ابن آدم مجری الدم فضیقوا مجاریہ بالجوع شیطان آدمی میں خون کی گذرگاہوں میں نفوذ کرتا ہے تم اسکے رستوں کو بھوک سے بند کردو معلوم ہوا کہ بھوک سے جو کسر شہوات ہوتا ہے اس سے شیطان کے آلات شیطنت کند اور ناکارہ ہو جاتے ہیں ایک اور حدیث شریف میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے کس پاکیزہ انداز سے اس مضمون کو ادا فرمایا ہے ارواحنا فداہ فرماتے ہیں قال صلی اللہ علیہ وسلم بعائشہ رضی اللہ عنہا ادیمی قرع باب الجنۃ قالت بماذا قال صلی اللہ علیہ وسلم بالجوع حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تم ہمیشہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹاتی رہو عرض کیا کس چیز سے یا رسول اللہ فرمایا بھوک سے۔ سبحان اللہ یہ بھوک اور پیاس اور ترک لذائذ اصلاح نفس و قہر شیطان کیلئے کیسا عجیب نسخہ اور کیسا بہترین علاج ہے نفس مادیت کے لوازم سے انقطاع کر کے تجرد کی طرف مائل ہوتا ہے اور مستعد ہوتا ہے کہ ربانی انوار اس میں منجلی ہوں اور کدورات مادیہ سے فطرت انسانیہ کا آئینہ مجلیٰ و مصفیٰ ہو کر جمال حق کا تجلی گاہ بنے اس کے علاوہ پیاپے مسلسل غیر منقطع نعمتوں کی بارش جو رب العزت تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہوتی رہی ہے اور ہر آن میں بے شمار نعمتیں بندے کو پہنچتی ہیں اور وہ غفلت

مخمورانہ زندگی بسر کرتا ہے اور جب دنیا میں مصروف رہ کر منعم حقیقی اور اس کی نعمتوں کو فراموش کر دیتا ہے اور قدر نعمت نہ معلوم ہو کر ادائے شکر کی فضیلت و برکت سے محروم رہتا ہے اور اوج سعادت تک نہیں پہنچ سکتا۔ روزے میں حوائج اور مرغوبات نفس کو روک کر بندے کو نعمتوں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور ہر ایک طلب کے ساتھ جو اس کے مالوفات کے ساتھ اس کے باطن میں پیدا ہوتی ہے اسکو اپنے رب کی نعمت اور اسکی قدر و منزلت کا پتہ چلتا ہے غفلت و بے خبری کا نشہ اترتا ہے اور وہ ہوش میں آ کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرتا ہے اور ادائے شکر کے فرض کو محسوس کر کے اپنے قلوب کو اس نعمت دینے والے پروردگار کیطرف متوجہ کرتا ہے۔

مراتب صوم

روزے کے تین درجے ہیں (۱) عوام کا روزہ (۲) خواص کا روزہ (۳) خواص الخواص کا روزہ۔

عوام کا روزہ وہی ہے جسکا ذکر ہو چکا اور تفصیل گزر چکی کہ اس میں خواہشات اکل و شرب و جماع کو ترک کر کے نفس کو اسکے مشتہیات سے روکا جاتا ہے اور منزل صبر و رضا طے کرائی جاتی ہے بار بار خواہشات میں امنگیں اٹھتی ہیں لیکن ان کو عبدیت و استسلام (فرماں برداری) کے چھینٹوں سے ٹھنڈا کر دیا جاتا ہے اکل و شرب وغیرہ کے تمام سامان اور ضروریات کے سامنے موجود ہوتے ہیں اور ان پر دسترس کامل حاصل ہوتا ہے نفس میں انکی طلب اور خواہش بھی ہوتی ہے لیکن اسکو رضائے حق کے لئے اپنے تمام مالوفات ٹھکرا دینے کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔

خواص کا روزہ اس سے بالاتر ہے انکا ایک ایک عضو صائم ہوتا ہے

کان لغو اور ممنوع بات کے سننے سے اب اس میں فجور کی باتیں ہوں یا جھوٹے قصے یا غیبت یا ممنوع راگ لہو و لعب کی باتیں ہمیشہ گار صائم اپنے کان کو ان کے سننے سے بچاتا ہے اور ذکر الٰہی تلاوت قرآن کلمات خیر، وعظ و نصائح مسلمانوں کی بہبودی اور مستحب باتوں کے سننے میں اپنی قوت سامعہ کو کام میں لاتا ہے اور بے ضرورت مباح گفتگو سے بھی بچتا ہے۔ حدیث بخاری میں اسی کی طرف اشارہ ہے جہاں فرمایا من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ جس نے لغو و باطل بات اور بے ہودہ عمل ترک نہ کیا اللہ تعالیٰ کو اسکا خورد و نوش چھوڑنا درکار نہیں۔ ایک اور حدیث دارمی سے مروی ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کم من صائم لیس لہ من صیامہ الا الظمأ کتنے روزہ داروں کو اپنے روزہ سے بھوک پیاس حاصل ہوتی ہے یہاں لوگوں کے حق میں ہے جو کھانا پینا تو ترک کر دیتے ہیں مگر ہر ایک بات میں اپنے نفس کا احتساب نہیں کرتے خواص کا روزہ کامل احتساب کے ساتھ ہوتا ہے۔ آنکھ کو وہ ان چیزوں کے دیکھنے میں مصروف کرنا چاہتے ہیں جنکا دیکھنا ثواب ہے۔ زبان کو وہ اس کلام کے تکلم میں رکھتے ہیں جسکا تکلم عبادت یا مستحب ہو اسی طرح ہاتھ پاؤں اور اپنے تمام اعضاء و جوارح کو گناہ اور بے فائدہ کاموں سے روکتے اور بچاتے ہیں اور ان سکوت طاعت و رضائے الٰہی میں مشغول و مصروف رکھتے ہیں اور بسا اوقات اس مقصد کی تکمیل کے لئے وہ ایک گوشہ مسجد میں معتکف ہو جاتے ہیں اور امور دنیہ سے اشتغال کر کے متوجہ بحق ہوتے ہیں۔ روزے کی حکمت جاننے والے یہ سمجھتے ہیں کہ روزہ میں صرف حرام چیزوں ہی

سے نہیں روکا ہے حرام تو بے روزہ کے بھی ممنوع ہیں ان میں ملوث و مبتلا ہونا تو ہمیشہ ہی ناجائز ہے روزہ میں خصوصیت کے ساتھ ان ہی چیزوں سے روکا ہے جو فی نفسہا مباح ہیں کسب حلال سے حاصل کیا ہوا حلال و طیب ہی کھانا پاک پانی منکوحہ بی بی یہ سب حلال چیزیں تھیں انہیں بھی روزہ میں روکا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال چیزیں بھی جنکا استکثار انسان کے لئے حب دنیا اور غفلت عن اللہ کا باعث ہو کم کر دی جائیں اسلئے خواص اپنے روزہ میں ایسے مباحات کو ترک کر دیتے ہیں جن پر ثواب نہیں ملتا اور جو بے فائدہ ہوں یا انکا فائدہ خالص دنیوی ہو۔ یہ حضرات جنہیں شریعت میں صالحین کہتے ہیں۔ وقت افطار قلیل خوراک پر اکتفا فرماتے ہیں اور خوب سیر ہو کر کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اسی طرح انواع طعام میں بھی توسع سے بچتے ہیں اور لحاظ رکھتے ہیں کہ روزہ کا مقصود کسر ہوا و تقویت تقوی ہی ہے اسی طرح یہ حضرات کثرت النوم یعنی زیادہ سونے سے بھی بچتے ہیں یعنی نفس کو بھوک پیاس کا احساس ہو اور وہ قوتوں کے ضعف و انکسار کا شعور کرے اور قلب میں صفائی پیدا ہو ہر روز ضعف قوی ایک انداز سے ترقی کرتا ہے اور وسائل شیطان مضمحل ہو جائیں۔ ربانی انوار قوی ہوں اور شیطان حریم قلب کے پاس نہ پھٹک سکے حضرت احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت کبیر السن شیخ تھے اور کبر سن میں ضعف لازم ہے آپ سے عرض کیا گیا کہ عمر شریف بہت زیادہ ہے قویٰ کمزور ہو چکے ہیں روزوں سے آپ کو بہت ضعف ہو جائیگا فرمایا میں ایک طویل سفر کی تیاری کر رہا ہوں اللہ کی طاعت پر صبر آسان ہے۔ اسکے عذاب پر صبر کرنے سے یہ حضرات روزہ کی قدر و منزلت جانتے ہیں اور ان کی

نظر میں روزہ کا ثمرہ اور فائدہ یہ ہے کہ جسمانیت اور اسکے لواحق کو ضعیف کر کے نفس کو ترک شہوات کا عادی بنایا جائے کہ انسان مرتبہ انسانیت سے ترقی کر کے ملکیت سے قرب حاصل کر سکے انسان کا مرتبہ بہایم سے برتر ہے میں کیوں اس لئے کہ وہ اپنے نور عقل سے کسر شہوت پر قادر ہے اگر وہ شہوات میں مبتلا ہو جائے تو اسکی حالت یہاں تک ردی ہوتی ہے کہ وہ اسفل السافلین میں گر جاتا ہے اور بہایم سے پستی میں جاملتا ہے بلکہ ان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے عوام ملائکہ کا مرتبہ عوام انسان سے برتر ہے جب انسان ترک شہوات و لذات کر کے روحانی ترقی کرتا ہے تو افق ملائکہ تک پہنچتا ہے اور مقربین میں داخل ہو جاتا ہے اور انکے اخلاق اسکے نفس میں نمودار ہوتے ہیں۔ یہ صالحین کے روزہ کا ایک مختصر بیان تھا جسکو اس حدیث کی شرح سمجھنا چاہئے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی اِن الصوم امانۃ فلیحفظ احدکم امانتہ روزہ امانت ہے چاہئے کہ ہر شخص اپنی امانت کو محفوظ رکھے یہ بھی روایت میں آیا کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الیٰ اھلھا اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں امانت والے کو ادا کرو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرماتے ہوئے اپنے دست مبارک اپنے گوش اقدس اور چشم مبارک پر رکھ کر فرمایا السمع امانۃ والبصر امانۃ کان بھی امانت اور آنکھ بھی امانت۔

جو اپنے اعضاء اور جوارح کو خدا کی امانت سمجھے وہ کیسے ان کو اس کی مرضی کے سوا دوسری چیز میں صرف کر سکے اسلئے حدیث کریم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ان امرءٌ قاتلہ او شاتمہ فلیقل انی

صائم انی صائم اگر کوئی روزہ دار سے لڑے یا اسکو گالی دے تو روزہ دار کو چاہیئے اس کہدے کہ میں روزہ دار ہوں یعنی میرے اعضاء جوارح اللہ کی امانت ہیں اور حالت روزہ میں میں ان کو اسکی طاعت کے سوا کسی اور کام میں صرف نہ کروں گا تو مجھے جنگ کرنے یا جواب دینے کی توقع نہ رکھنا چاہیئے اخص الخواص کا روزہ ان حضرات کے روزہ میں اعضاء جوارح کے کامل ترین روزہ کے ساتھ ساتھ قلب کا روزہ ہوتا ہے جو ہمم دُنیہ و افکار دنیویہ کے ترک اور اعراض عن ماسویٰ اللہ سے عبارت ہے اس مقام میں خود اپنے نفس کی طرف بھی توجہ نہیں ہوتی اور صائم بہمہ تن ہمہ ہو کر حضرت رب العزت تبارک و تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوتا ہے اور اسکا قلب اسی کیلئے فارغ اس مقام کی تفصیل لفظ و عبارت سے نہیں ہو سکتی اور یہ خاص مرتبہ انبیاء و صدیقین و مقربین کا ہے۔ (السواد الاعظم مرادآباد ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ ہجری)۔

رَمَضَانُ المُبارک

عجب بابرکت مہینہ ہے، مسلمانوں کے تمام اوقاتِ روز و شب عبادت الٰہی میں گزارتے ہیں۔ دن میں وہ اپنے رب کی یاد میں اپنی خواہشات کی قربانی کرتے ہیں اور بدنی حوائج و لذائذ کھانے پینے مباشرت کرنے سے دست کش ہو جاتے ہیں عاشقان الٰہی کے چہرونکی زردی، لبونکی خشکی کیسی پیاری اور بھلی معلوم ہوتی ہے ع شکست رنگ ما مہتاب ماست۔ چھوٹے بڑے مرد عورت سب یاد الٰہی میں اپنے حوائج بدنیہ کو بھولے ہوئے ہیں، اور ہمہ تن بندے ہو کر اسکی عبادت میں مشغول ہیں۔ طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک آب و دانہ، بھوک پیاس

رکھکر مغرب کے وقت افطار کرتے ہیں اور افطار کرتے ہی مسجدوں میں نماز مغرب کیلئے حاضر ہو جاتے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر کچھ کھایا پیا کہ عشا کی اذان ہو گئی، پھر مسجد چلے آئے۔ عشاء کے فرض وسنت سے فارغ ہو کر تراویح شروع کر دی، امام نے قرآن پاک شروع کیا ہے مقتدی دن بھر روزہ رکھکر اپنے رب کا کلام ہاتھ باندھکر سن رہے ہیں، اور محو یاد ہو رہے ہیں۔ دن میں صیام ہے اور رات کو قیام۔ عجب برکت والا دن ہے اور عجب نورانی رات اسی وجہ سے حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا:

حدیث۔ اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وفی روایۃ فتحت ابواب الجنۃ وغلقت ابواب جہنم وسلسلت الشیاطین وفی روایۃ فتحت ابواب الرحمۃ (بخاری، مسلم)

جب رمضان داخل ہوتا ہے آسمانوں کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین گرفتار کئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں محدثین فرماتے ہیں کہ آسمانوں کے دروازے کھولنا رحمت نازل کرنے سے کنایہ ہے اور جنت کے دروازے کھولنا نیکیوں کی توفیق عطا فرمانے سے، کیونکہ وہ دخول جنت کا سبب ہے، اور جہنم کے دروازوں کا بند کرنا، روزہ داروں کو معاصی سے امن دینے سے کنایہ ہے، لیکن امام نووی نے فتح و غلق میں دونوں وجہیں جائز رکھی ہیں۔ مجازی معنے بھی حقیقی بھی۔

حدیث ۲: عن سھل بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنۃ ثمانیۃ ابواب منھا باب

بخاری و مسلم میں سہل بن سعد سے مروی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنت میں آٹھ دروازے ہیں

یسمی الریان لا یدخله الا الصائمون | ان میں سے ایک نام "باب الریان" ہے۔

روزے داروں کے سوا کوئی اس سے داخل نہ ہوگا۔ (متفق علیہ)

محدثین نے اس باب کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ اسکی طرف کثرت سے نہریں جاری ہیں اور اسکے قریب پھل پھول شگوفے چمن لگا ہوں کو تازگی اور دلوں کو سرور بخشنے والے بکثرت ہیں اسلیئے اسکو "ریان" کہتے ہیں۔ یا یہ وجہ ہے کہ جو وہاں تک پہنچے گا اس سے روز قیامت کی تشنگی زائل ہو جائیگی اور اسکو طراوت و نظافت دائمی دار المقامہ میں حاصل ہوگی۔ زرکشی نے کہا کہ "ریان" فعلان کے وزن پر ہے۔ اسکے معنی ہیں کثیر الری یعنی بہت زیادہ سیرابی والا، چونکہ روزہ داروں کی بھوک پیاس پر کثرت سیرابی کے ساتھ جزا دی جائیگی، اسلیئے یہ نام رکھا گیا۔

حدیث: عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه ومن قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه ومن قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه (متفق علیه)

بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے ایمان و طلب ثواب کی لئے اسکے تمام پچھلے گناہ (صغائر) بخشے گئے اور جس شخص نے ماہ رمضان میں ایمان و طلب ثواب کیلئے قیام کیا یعنی شب کو وقت عبادتوں میں مصروف رہا، اسکے تمام پچھلے گناہ بخشے گئے اور جس نے ایمان و طلب ثواب کیلئے شب قدر کو قیام کیا اسکے تمام پچھلے گناہ بخشے گئے۔

حدیث: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنة بعشر امثالها الی سبع مائة ضعف

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا

قال اللّٰہ تعالیٰ لکن الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شہوتہ وطعامہ من اجلی۔ للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ وفرحۃ عند لقاء ربہ ولخلوف فم الصائم اطیب عند اللّٰہ من ریح المسک والصیام جنۃ واذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابہ احد او قاتلہ فلیقل انی امرء صائم (متفق علیہ)

ہر عمل مضاعف کیا جاتا ہے، نیکی دس گونہ سے سات سو گونے تک۔ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا لیکن روزہ بیشک وہ میرے ہی لئے ہے اور میں ہی اسکی جزا دونگا۔ (بندہ) اپنی خواہش و خوراک میرے لئے چھوڑتا ہے، (یعنی میری رضا جوئی اور طاعت و فرمان کیلئے) دو فرحتیں ہیں، ایک فرحت تو افطار کے وقت (کہ وہ فرض سے عہدہ برآ ہوا) اور ایک فرحت اپنے رب سے ملاقات کے وقت (جب وہ اسے خود جزاء مرحمت فرمائیگا) اور روزہ دار کے منہ کی بو اللّٰہ کے نزدیک خوشبوئے مشک سے زیادہ پیاری اور پاکیزہ ہے، اور روزہ سپر ہے (کہ دنیا میں معاصی، اور عقبیٰ میں دوزخ سے بچاتا ہے) جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہوئے بیہودہ بات نہ بکے، شور نہ کرے، اور اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑے تو کہدے میں روزہ دار آدمی ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ کا ثواب کسی کے انداز و شمار میں نہیں آسکتا اسلئے کہ اللّٰہ تعالیٰ خود اسکی جزا مرحمت فرمائیگا، اور ملائکہ قدس کے سپرد نہ کریگا۔

حدیث: عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا کان اول لیلۃ من شھر رمضان صفدت الشیاطین ومردۃ الجن و غلقت ابواب النار فلم یفتح منھا

ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللّٰہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ حضور سرور عالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی شب ہوتی ہے، شیاطین اور سرکش جنات قید کئے

باب وفتحت ابواب الجنۃ فلم تغلق منھا باب، وینادی مناد یا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر اقصر وللہ عتقاء من النار وذلک کل لیلۃ۔

جاتے ہیں، اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں، پھر ان میں سے کوئی دروازہ پھر بند نہیں کیا جاتا اور پکارنے والا پکارتا ہے، اے نیکی کے طلبگار متوجہ ہو اور اے بدی کے طالب کمی کر اور باز رہ، اور اللہ کے لئے آزاد کئے ہوئے ہیں آگ سے۔ اور یہ ندا ہر شب ہوتی ہے۔

شیاطین کے گرفتار ہونے سے بدیوں کی کمی مراد ہے یعنی رمضان کی برکت سے ایماندار اللہ کی طاعت و عبادت میں مشغول رہتے ہیں، اور بدیاں اور گناہ کے کام چھوڑ دیتے ہیں۔ شیطانوں کیلئے یہ قید ہے کہ انہیں ان کے کام سے روکتی ہے۔

حدیث[۱۱] عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتاکم رمضان شھر مبارک فرض اللہ علیکم صیامہ فتح ابواب السماء و تغلق فیہ ابواب الجحیم وتغل فیہ مردۃ الشیاطین للہ فیہ لیلۃ خیر من الف شھر من حرم خیرھا فقد حرم (رواہ احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو ماہ مبارک رمضان آیا، اللہ نے تم پر اسکے روزے فرض فرمائے اسمیں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں سرکش شیطانوں کی گردنوں میں طوق ڈالے جاتے ہیں اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اسکی خیر سے محروم رہا بیشک وہ محروم رہا۔

روزہ کی فرضیت شعبان ۲ھ ہجری میں ہوئی۔ (المعات)

حدیث[۱۲] عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ

قال الصیام والقرآن لیشفعان للعبد یقول الصیام ای رب انی منعتہ الطعام والشھوات بالنہار فشفعنی فیہ ویقول القرآن منعتہ النوم باللیل فشفعنی فیہ فیشفعان۔

وسلم نے فرمایا روزہ اور قرآن دونوں بندہ کی شفاعت کریں گے، روزہ عرض کریگا اے رب میں نے اسکو کھانے اور رغبت کی چیزوں سے دن میں باز رکھا میری شفاعت اسکے حق میں قبول فرما، قرآن کہیگا میں نے اسکو شب میں آرام کرنے سے روکا میری شفاعت اسکے حق میں قبول کر۔ دونوں کی شفاعتیں اسکے حق میں قبول کی جائیں گی۔

حدیث ۸ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الجنۃ لتزخرف لرمضان من راس الحول الی حول قابل فاذا کان اول یوم من رمضان ھبت ریح تحت العرش من ورق الجنۃ علی الحور العین فیقلن یارب اجعل لنا من عبادک ازواجا تقر بہم اعیننا وتقر اعینھم بنا (رواہ البیہقی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جنت رمضان مبارک کیلئے ابتدائے سال سے سال آئندہ تک یعنی پورے سال بھر آراستہ کیجاتی ہے، جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے جنت کے پتوں سے زیر عرش حوروں پر ہوا چلتی ہے، وہ کہتی ہیں اے رب ہمیں اپنے بندوں میں وہ عنایت فرما جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اور ہم سے انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

ان بیحد و پایاں برکات سے محروم رہنا انتہا درجہ کی بدنصیبی و محرومی ہے، افسوس ان مسلمانوں پر جو رمضان مبارک میں روزہ نہیں رکھتے، اور کمال بے غیرتی و بیحیائی کے ساتھ بازاروں میں پان کھا کر نکلتے ہیں، انکی نگاہوں میں نہ رمضان مبارک کی حرمت ہے، نہ دین پاک کی آبرو۔ وہ گناہ کے علاوہ اسلامی

اجتماع کو سخت صدمہ پہنچاتے ہیں۔ فرائض وہ چیز ہیں جن میں تمام مسلمانوں کو یکساں ہونا چاہیئے۔ جب تک مسلمان پابند (اکرتے تھے) دوسری قومیں بھی رمضان کا احترام کرتی تھیں، اور انہیں یارا نہ تھا کہ وہ اعلان کے ساتھ کھا پی سکیں۔ لیکن آج جبکہ مسلمان ہی اسلام کی عظمت نہیں کرتے دوسرے کیا کریں گے۔ "از ماست کہ بر ماست" اپنی خراب عادتیں خود ہماری پیدا کی ہوئی ہیں۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ روزہ رکھنے سے ایک کاغذ جسم کم ہو جائیگا کسی قدر دبلے ہو جائینگے۔ کیا وہ اس گھمنڈ میں ہیں کہ بیماری نہ آئیگی؟۔ ایک دن کا بخار، یا گھنٹہ بھر کا درد، وزن آدھا نہ کر دیگا؟ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ انفلوئنزا، طاعون، ہیضے میں کیسی کیسی تن آور، اور قوی ہستیاں چند ساعت میں لقمۂ اجل ہو جایا کرتی ہیں؟ اس فنا ہونے والے جسم، اور ناپائیدار جسامت کی محبت میں اللہ کے فرض کو ترک کرنا کس درجہ کی غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عنایت فرمائے۔ بچوں کو دیکھا ہے کہ شدت گرما کے موسم میں شوق کے ساتھ تمام مہینہ روزے رکھتے ہیں۔

رمضان مبارک کے روزے

رمضان مبارک کے روزے فرض ہیں اور اس کا منکر کافر ہے اور انکے لئے تین قسم کی شرطیں ہیں شرائط وجوب وہ تو اسلام وعقل وبلوغ ہیں تو کافر ومجنوں اور نابالغ پر فرض نہیں۔

شروط وجوب ادا اور وہ صحت واقامت ہیں تو مریض اور مسافر پر فی الحال ادا واجب نہیں۔

شروط صحت ادا وہ نیت اور حیض ونفاس سے پاک ہونا ہے کہ بغیر ان دونوں شروط کے روزے کی ادا صحیح نہ ہوگی۔ نیت سے مراد قلب سے جاننا اور

معین دن کے روزے رکھنے کا ارادہ کرتا ہے۔ زبان سے نیت کا تلفظ کرنا سنت ہے رمضان کے ہر ایک دن کیلئے روزہ کی نیت ضروری ہے۔ رمضان میں سحری کھانا بھی روزہ کی نیت سے ہے نیت کیلئے یہ کلمات کہنے چاہئیں نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا یعنی میں نیت کرتا ہوں کہ کل روزہ رکھونگا۔ نیت کا وقت ہر دن کے لئے غروب آفتاب کے بعد سے ہے دوپہر سے قبل تک لیکن جو شخص دن میں روزہ کی نیت کرے وہ یہ نیت کرے کہ دن کے اول جز یعنی صبح صادق سے روزہ دار ہے۔ بعد طلوع آفتاب نیت کرنیکی صورت میں نیت کے وقت سے روزہ دار رہنے کی نیت کی تو روزہ نہ ہوگا۔ ایسے ہی جو نیت کہ قبل غروب آفتاب ہو وہ بھی جائز نہیں۔ بہتر ہے کہ شب میں نیت کی جائے۔ روزہ کا وقت صبح صادق سے ہے اس سے پہلے سحری کھانا مستحب ہے۔ سحری کا وقت شب کا پچھلا چھٹا حصہ ہے۔ افطار میں جلدی افضل ہے مگر نہ اتنی کہ غروب میں شک ہو۔ افطار کے وقت یہ دعا پڑھنا سنت ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْكَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ وَصَوْمَ الْغَدِ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ نَوَیْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ۔ سحری میں اسقدر تاخیر جس میں صبح صادق ہو جانیکا شبہ نہ ہو مستحب ہے۔ اگر کسی شخص نے اس گمان پر سحری کھائی کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی مگر حقیقۃً صبح صادق طلوع ہو چکی تھی یا کسی شخص نے اس گمان پر کہ آفتاب غروب ہو چکا ہے افطار کر لیا باوجودیکہ غروب نہ ہوا تھا۔ ان دونوں صورتوں میں اس پر روزہ کی قضا آئیگی۔ اگر غالب ظن پر یہ ہو کہ صبح صادق کے بعد سحری کھائی گئی روزہ کی قضا لازم ہے۔ اگر آفتاب کے غروب ہونے میں شک ہو تو روزہ افطار نہ کرے تا آنکہ یقین ہو جائے۔ اور اگر باوجود اسکے افطار کر لیا

تو روزہ کی قضا لازم ہے۔ پھر اگر یہ بھی ثابت ہو جائے کہ وہ افطار واقع بھی قبل غروب ہوا تو کفارہ بھی لازم ہے اسی طرح اگر اسے غالب گمان یہ ہے کہ غروب آفتاب نہیں ہوا باوجود اسکے افطار کر لیا تو اس پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں۔ اگر صبح صادق صادق کا طلوع ہونا کسی ذریعہ سے بھی نہ معلوم ہو سکے تو سحری میں تجربہ یا اندازہ کر سکتا ہے۔ اگر اسکے اندازہ میں وہ وقت رات ہو تو سحری کھالے جس شہر میں صحیح وقت پر سحری کیلئے طبل بجانے کا اہتمام ہو اور طبل بجانیوالوں پر اعتماد ہو کہ وہ ٹھیک وقت پر بجاتے ہیں تو سحری کیلئے اس طبل کا اعتبار کرنا جائز ہے۔ اسی طرح وقت بتانیوالی جنتریوں کا حکم ہے جو جنتریاں واقف کار ماہروں نے بنائی ہوں اور انکی صحت کا تجربہ ہو چکا ہو سحر و افطار میں انکا اعتبار جائز ہے اگر انکی غلطی ظاہر نہ ہو۔ مرغ کی آواز سحری کیلئے کچھ قابل اعتماد نہیں ہے۔

روزہ کی مکروہات

کسی شئے کا چکھنا اور چبانا بلا عذر مکروہ ہے۔ اگر عورت کا شوہر بد مزاج ہو اسلئے وہ سالن چکھ لے، یا بچہ کے کھلانے کیلئے کوئی چیز نہ ہو اور گھر میں کوئی ایسا غیر روزہ دار شخص نہ ہو، جو روٹی چبا کر اسکو کھلا دے، ایسی صورت میں عورت بچہ کے کھلانیکے لئے روٹی چبائے جائز ہے، شہد خریدنے کیلئے چکھنا مکروہ ہے۔ قدم پیر کشادہ بیٹھ کر استنجہ میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا، اور زیادہ دیر تک پانی سے منہ بھر رکھنا مکروہ ہے۔ یہ بھی مکروہ ہے کہ روزہ دار منہ میں بہت سا تھوک جمع کرتا رہے، پھر نگل جائے۔ مسواک جائز ہے کوئی مضائقہ نہیں۔ سرمہ لگانا، بالوں میں تیل لگانا مکروہ نہیں۔ امن کی صورت میں بوسہ جائز ہے، لیکن ہونٹوں کا چوسنا مکروہ ہے، مباشرت فاحشہ یعنی ننگے ہو کر

معانقہ کرنا مکروہ ہے۔ جو شخص صبح کو جنبی اٹھا، یا دن میں محتلم ہو گیا، غسل کرے ہرج نہیں، مسافر کو روزہ مکروہ ہے۔ اگر روزہ سے اسکو غیر معمولی تکان ہو جائے، یا مشقت بڑھ جائے ورنہ روزہ رکھنا افضل ہے۔

سحری و افطار

سحری کا کھانا مستحب ہے، اور اسکا وقت آخر شب ہے، فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ وہ شب کا پچھلا سدس یعنی چھٹا حصہ ہے۔ سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے مگر نہ اتنا کہ وقت ہی میں شک ہونے لگے۔

حدیث:۔ قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم تسحروا فان السحور برکۃ (متفق علیہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھاؤ اسلئے کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ (بخاری و مسلم)

افطار میں جلدی افضل ہے۔

حدیث:۔ عن سھل قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر (متفق علیہ)

بخاری و مسلم میں حضرت سہل سے مروی ہے حضور نے فرمایا لوگ بخیر رہینگے جب تک افطار میں جلدی کرینگے۔

نماز سے پہلے افطار کرنا مستحب ہے، افطار کے وقت یہ دعا پڑھنا سنت ہے

اللھم لک صمت وبک اٰمنت وعلیک توکلت وعلی رزقک افطرت وصوم الغد من شھر رمضان نویت فاغفرلی ما قدمت وما اخرت۔

یا رب میں نے تیرے لئے روزہ رکھا تیرے ساتھ ایمان لایا۔ تجھ پر بھروسہ کیا تیرے رزق پر افطار کیا کل کے روزہ رمضان کی نیت کی، میرے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما۔

مُفسِدات

مفسدات دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جن سے صرف قضا واجب ہوتی ہے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ دوسرے وہ جن سے قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔ اگر روزہ دار نے بھول کر کھایا پیا یا جماع کیا، روزہ میں کوئی نقصان نہ آیا۔ ایک شخص نے روزہ دار کو کھاتے دیکھا، اگر اس میں روزہ تمام کرنیکی قوت ہے تو اسکو یاد نہ دلانا مکروہ ہے۔ اور اگر وہ ضعیف ہے کبیر السن بوڑھا ہے، تو جائز ہے کہ اسکو خبر کردے۔ اگر کسی شخص نے بحالت اکراہ وخطا کھایا، اس پر قضا ہے کفارہ نہیں۔ اکراہ تو یہ ہے کہ وہ کھانے پر مجبور کیا گیا تھا۔ اور خطا یہ کہ اس کا ارادہ روزہ توڑنیکا نہ تھا، گو کہ اسکو روزہ یاد ہو۔ اور ناسی وہ شخص ہے جسکو روزہ یاد نہ ہو، کسی شخص نے کلی کی یا ناک میں پانی ڈالا، وہ اسکے پیٹ میں اتر گیا، اگر اسکو روزہ یاد تھا تو فاسد ہو گیا اور اس پر قضا آئیگی۔ اور اگر یاد نہ تھا تو فاسد نہ ہوا۔ اگر کوئی ایسی چیز نگل لی جو نہ عادتاً غذا میں مستعمل نہ دوا میں جیسے کہ پتھر یا مٹی۔ اس سے روزہ جاتا رہیگا، لیکن کفارہ واجب نہیں۔ اگر کسی نے سر دھونے کی مٹی کھالی روزہ فاسد ہو گیا، اگر وہ مٹی کھانے کا عادی تھا تو اس پر قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہے۔ دانتوں کے درمیان جو چیز رہ جاتی ہے۔ اسکو کھالیا اگر کثیر ہے تو روزہ جاتا رہا، ورنہ نہیں۔ چنے کی مقدار اور اس سے زیادہ کثیر ہے، اور اس سے کم قلیل۔ تل دانتوں کے درمیان رہ گیا تھا، اسکو نگل گیا، روزہ فاسد نہیں ہوا اور اگر باہر سے اٹھا کر ایک تل نگل گیا چبا کر روزہ فاسد ہو گیا اور اگر بے چبائے نگلا تو کفارہ بھی واجب ہوا۔ غیر کا چبا ہوا لقمہ نگل لینے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ سحری کھا رہا تھا، منہ میں لقمہ تھا کہ فجر نے طلوع

کیا اسکے بعد اسکو نگل گیا، یا کھانے کے لئے روٹی توڑی ابھی اسکو روزہ یاد نہ تھا، جب چبایا تو یاد آیا کہ روزہ دار ہے پھر اسکو نگل گیا تو اسپر کفارہ ہے، اور اگر اسکو منہ سے نکال لیا پھر منہ میں رکھکر نگل گیا روزہ فاسد ہو گیا کفارہ لازم نہیں۔ اگر دوسرے کا تھوک نگل گیا روزہ فاسد ہو گیا کفارہ لازم نہیں لیکن اگر وہ دوست کا تھوک تھا تو کفارہ بھی لازم ہے۔ اور اگر اپنا ہی تھوک منہ سے نکال کر ہاتھ پر رکھا پھر اسکو نگل گیا روزہ فاسد ہو گیا کفارہ نہیں۔ اگر کلی کے بعد تری باقی رہی تھوک کے ساتھ اسکو نگل گیا روزہ فاسد نہ ہوا۔ دانتوں میں سے خون نکلا اور حلق میں داخل ہو گیا اگر تھوک غالب ہو تو مضر نہیں، ورنہ روزہ فاسد ہو گیا۔ اگر مکھی منہ میں خود چلی گئی اور حلق میں داخل ہو گئی روزہ فاسد نہ ہوا۔ غبار اور دھواں جس سے بچنا ممکن نہیں ہے روزہ کو نہیں توڑتا۔ حقہ اور سگریٹ پینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ دوا آنکھ میں ٹپکائی روزہ فاسد نہ ہوا، اگرچہ اسکا مزہ حلق میں پایا جائے، سرمہ کا اثر اور رنگ تھوک میں دیکھا روزہ نہیں گیا۔ قے منہ بھر کر آئی روزہ فاسد نہیں ہوا۔ جس شخص کو عمل دیا گیا، ناک میں کوئی دوا سڑکی یا کان میں تیل ٹپکایا، روزہ فاسد ہو گیا کفارہ واجب نہیں۔ کان میں پانی ٹپکایا، روزہ فاسد ہو گیا کفارہ واجب نہیں۔ کان میں پانی ٹپکایا روزہ فاسد نہیں ہوا۔ احلیل یعنی مرد کے پیشاب کے سوراخ میں کوئی دوا ٹپکائی روزہ فاسد نہیں ہوا، اور عورت کے ٹپکائی تو فاسد ہو گیا۔ عورت کا بوسہ لیا انزال ہو گیا، روزہ فاسد ہو گیا، کفارہ واجب نہیں۔

دوسری قسم وہ مفسدات ہیں جن سے قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔ اگر کسی روزہ دار نے احد السبیلین میں جماع کیا۔ اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔ ان دونوں محلوں میں انزال شرط نہیں۔ اگر کسی شخص نے

ایسی چیز کھائی جو غذا یا دوا کھائی جاتی ہے، اس پر کفارہ لازم ہے۔ اگر کسی شخص نے جو نگلا، اگر بھنا ہوا تھا کفارہ لازم ہوگا ورنہ نہیں۔ اگر کسی شخص نے بھول کر کھایا، یا جماع کیا، پھر یہ گمان ہوا کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا، اسکے بعد قصداً کھالیا اس پر کفارہ نہیں۔ کسی شخص کو قے آئی اس کو یہ گمان ہوا کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا، اسکے بعد افطار کیا کفارہ لازم نہ ہوگا۔ اور اگر یہ جانتا ہے کہ قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، پھر کھالیا، کفارہ لازم ہوگا، ایسے ہی کسی شخص کو احتلام ہوا، اس نے یہ گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا، اس کے بعد قصداً کھالیا، کفارہ نہیں اگر جانتا ہو کہ احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے تو اس پر کفارہ ہے۔

اَعذارِ مُبیحہ

وہ عذر جن سے روزہ کا افطار مباح ہو جاتا ہے، ان میں سے ایک مرض ہے۔ جب آدمی بیمار ہو جائے اور اسکو جان کے تلف ہونے کا، یا کسی عضو کے جاتے رہنے کا اندیشہ ہو، تو اسکے لئے بالاجماع افطار جائز ہے۔ اور اگر مرض کے بڑھنے، یا دیر پا ہو جانے کا اندیشہ ہو، تو بھی افطار جائز ہے۔ اور اس پر قضا لازم ہوگی۔ حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی، جب انہیں اپنے یا بچہ کا اندیشہ ہو، افطار کریں۔ اسی طرح اگر کوئی عورت حائضہ یا نفساء ہو تو وہ بھی افطار کرے پیاس اور بھوک جب اسقدر غلبہ کرے کہ اس سے ہلاکت کا اندیشہ ہو، تو افطار جائز ہے، شیخ فانی وہ بوڑھا مرد یا عورت جس کی قوت روز بروز کمی پر ہو، اور آئندہ امید بھی نہیں کہ اس میں طاقت آئیگی، جب روزہ نہ رکھ سکے تو اس کے لئے افطار جائز ہے، اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھلائے، اس کے بعد اگر اسے روزہ پر قوت حاصل ہو

گئی تو روزہ واجب ہو جائیگا۔ پیشہ ور اور مزدور جس کو اہل و عیال کے خرچ کے لئے محنت و مزدوری ناگزیر ہے معذور نہیں اس پر روزہ رکھنا لازم ہے۔ ہمارے ملک کے بہشتی اور دھوبی محنت کا عذر کر کے روزے کھا جاتے ہیں۔ ان کا عذر کوئی چیز نہیں۔

روزہ کے متفرق مسائل

بچہ جب روزہ کی طاقت رکھے تو اس کو روزہ کا امر کیا جائے بشرطیکہ روزہ اس کی صحت کو مضر نہ ہو۔ ابو حفص سے دریافت کیا گیا کہ دس برس کے بچہ کو روزہ رکھنے کے لئے مارا جائے؟ فرمایا اس میں فقہا کا اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ روزہ بمنزلہ نماز کے ہے، یعنی دس سال کی عمر والے بچہ کو مار کے روزہ رکھوایا جائے۔

ایک شخص نے سحری کھائی، خیال یہ تھا کہ ابھی وقت باقی ہے۔ بعد کو معلوم ہوا وقت نہ تھا، فجر طلوع کر چکی تھی۔ اس پر تمام دن کھانے پینے وغیرہ سے باز رہنا، روزہ داروں کے ساتھ مشابہت کرنا واجب ہے اور اس روزہ کی قضا واجب ہے یہی حکم اس شخص کا ہے جس نے یہ گمان کر کے روزہ افطار کر لیا کہ آفتاب غروب ہو گیا پھر معلوم ہوا کہ غروب نہیں ہوا۔

روزہ کا کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا ہے، اگر اس پر قدرت نہ ہو، تو دو مہینے کے (۶۰) روزے متواتر رکھے، اگر یہ بھی نہ ہو سکے، تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ ہر مسکین کو ایک صاع جو یا نصف صاع گیہوں۔ نصف صاع گیہوں آجکل کے وزن سے دو سیر تین چھٹانک اور اکٹھی بھر ہوتے ہیں۔ یعنی ۱۷۵ تولہ بھر یہی احوط ہے۔ قضا رمضان کے روزے مستحب ہے کہ پیاپے رکھے جائیں

شب قدر

سال بھر کی شبوں میں شب قدر افضل ہے۔ اور اسکی طلب مستحب حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ شب قدر رمضان میں ہوتی ہے اور نہیں معلوم کہ وہ کونسی شب ہے کبھی اول ہو جاتی ہے اور کبھی بعد ہوتی ہے۔ صاحبین کے نزدیک تقدم تاخر نہیں شب تو متعین ہے لیکن ہمیں اسکا علم نہیں۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ کسی سال میں کوئی شب ہوتی ہے اور کسی سال میں کوئی اور شب۔ امام مالک و ثوری و احمد و اسحاق و ابو ثور کا یہی قول ہے دوسرے علماء نے فرمایا کہ وہ رمضان کے عشرہ اواخر میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ وہ متعین شب ہے کبھی منتقل نہیں ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمر اور صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے کہ وہ رمضان کی کوئی شب ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ عشرہ آخر کی طاق راتوں میں سے کوئی رات ہے بعض کا قول ہے وہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے اس پر اکثر علماء ہیں اختلاف ہے۔

وجہ تسمیہ اس شب کو شب قدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ارزاق و آجال اور حوادث و واقعات تمام سال کے مکتوب ہیں قال اللہ تعالیٰ۔

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ۔ اسمیں ہر حکمت والا کام فیصل کیا جاتا ہے۔

قدر کے معنی اندازہ کے ہیں اور اس معنی سے "دال" کو ساکن پڑھنا جائز ہے اور مشہور "دال" کی حرکت ہے۔

بعضوں نے کہا کہ عظمت قدر اور شرافت کی وجہ سے اس شب کا نام

شب قدر ہے اور اس تقدیر پر شافت حاتم الجود کے قبیل سے ہے بعضوں نے کہا کہ اس شب میں عبادت کرنے والا صاحب قدر ہو جاتا ہے اور اس شب کی طاعتوں کی قدر زائد ہے اس لئے اس کو شب قدر کہتے ہیں۔

اخفاء کی حکمت علماء نے فرمایا کہ اس شب کے اخفا میں یہ حکمت ہے کہ لوگ اس کی طلب میں کوششیں کریں اور ہر شب اس خیال سے عبادت میں گزاریں کہ شاید یہی رات شب قدر ہو اس طرح ان کے حسنات اور نیکیاں زیادہ ہو جائیں اور انکو عمل نیک پر رغبت ہو اس لئے بعض علماء نے فرمایا کہ جو شخص سال بھر ہر شب قیام کرے گا انشاء اللہ اس کو پا ہی لے گا۔

بعض علماء نے کیا پر لطف نکتہ فرمایا

مَنْ لَمْ يَعْرِفْ قَدْرَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ لَمْ يَعْرِفْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ — جس شخص نے رات کی قدر نہ جانی شب قدر کو کیا پہچانے گا۔

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (بخاری)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے پچھلے عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

حدیث عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَيُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا أَقُوْلُ فِيْهَا قَالَ قُوْلِيْ اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ

حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا کہ اگر میں جان لوں کہ شب قدر کونسی رات ہے تو میں اسمیں کیا کہوں فرمایا یہ کہو یا رب تو کثیر العفو ہے عفو کو پسند فرماتا ہے میری خطائیں معاف فرما (ترمذی ابن ماجہ)

حکایت: عن انس قال قال
رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا
کان لیلة القدر ینزل جبرئیل علیه
السلام فی لیلة من الملائکة یصلون
علی کل عبد قائم او قاعد یذکر
الله عز وجل فاذا کان یوم عیدهم
او یوم فطرهم باهی بهم ملا
ئکته فقال یا ملائکتی ما جزاء
اجیر وفی فی عمله قالوا ربنا جزاؤه ان
یوفی اجره قال ملائکتی عبیدی و
امائی قضوا فریضتی علیهم ثم خرجوا
یعجون الی الدعاء وعزتی وجلالی
وکرمی لاجیبنهم فیقول ارجعوا
قد غفرت لکم وبدلت سیئاتکم
حسنات قال فیرجعون مغفورا
لهم (بیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا جب شب قدر ہوتی ہے
جبریل امین ملائکہ کی جماعت میں اترتے
ہیں اور ہر قیام وقعود کرنے والے بندے
پھر جو خدا کے ذکر میں مشغول ہیں رحمت
کی دعائیں کرتے ہیں جب عید فطر کا دن
ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ پر اپنے بندوں کے ساتھ
مباہات و مفاخرت فرماتا ہے۔ اے
میری ملائکہ اس مزدور کی کیا جزا ہے
جس نے اپنا کام پورا کیا عرض کرتے ہیں
یارب اسکی جزا یہ ہے کہ اسکو پورا پورا
اجر دیا جائے۔ فرماتا ہے اے میرے فرشتو
میرے بندوں اور بندیوں نے میرا
فرض ادا کیا۔ پھر دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے
فریاد کرتے نکلے مجھے اپنے عزت وجلال
اپنے کرم اپنی برتری اپنی بلند پائیگی کی قسم میں بے شک انکی دعائیں قبول فرماؤنگا
پس فرماتا ہے لوٹو میں نے تمہیں بخشدیا میں نے تمہاری بدیوں کو نیکیوں سے
بدل دیا حضور نے فرمایا پس وہ مغفور واپس ہوتے ہیں۔

بدیوں کو نیکیوں سے بدلنے کی یہ مراد ہے کہ صحائف اعمال میں بفضل
اللہ المتعال ہر بدی کی جگہ نیکی لکھی جاتی ہے کہ یہ کرم روزہ داروں کے ساتھ

عام ہوا اور یہ بھی احتمال ہے کہ عاصیوں کے لئے غفران ہوا اور تائب خطاؤں بر دار دل کے لئے تبدیل جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ۔	مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک عمل کئے پس یہ لوگ ہیں کہ اللہ انکی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دیگا

اعتکاف

لغت میں اعتکاف کے معنی حبس ومکث یعنی رکنے اور باز رہنے کے ہیں اصطلاح شرح میں اعتکاف مسجد میں مع نیت کے ٹھہرنے اور اسکو علیٰ وجہ مخصوص لازم کر لینے کا نام ہے۔ رمضان کے عشرۂ اخیر کا اعتکاف سنت مؤکدہ اور اسکے ماسواء مستحب، البتہ اگر نذر کرلے تو واجب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے عشرۂ آخر کے اعتکاف پر مواظبت فرمائی ہے۔

حدیث: عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ ثم اعتکف ازواجہ من بعدہ	حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے عشرۂ آخر میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو وفات دی،

پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا۔ (بخاری ومسلم)

اعتکاف کیلئے چند شرطیں ہیں، ان میں سے ایک نیت ہے، چنانچہ بلا نیت اعتکاف کرنا بالاجماع جائز ہے۔ ایک شرط مسجدِ جماعت ہے، اسلئے اعتکاف ہر اس مسجد میں صحیح ہے۔ جس میں اذان وتکبیر ہوتی ہو۔ مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں اعتکاف افضل ہے پھر مسجد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں پھر بیت المقدس

ہیں پھر جامع مسجد میں، پھر جس مسجد میں نمازی زیادہ ہوں، عورت گھر کی مسجد میں، اور اگر گھر میں مسجد نہ ہو تو گھر میں کسی جگہ کو مسجد قرار دے کر اعتکاف کرے یہ جگہ اسکے لئے مسجد جماعت کا حکم رکھتی ہے، حتیٰ کہ سوائے حاجت انسانی کی اس جگہ سے نہ نکلے، عورت کے لئے مسجد جماعت میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے اعتکاف کے شرائط میں سے روزہ بھی ایک شرط ہے مگر اعتکاف واجب کے لئے۔ "ظاہر الروایت" میں ہے کہ اعتکاف نفل کے لئے روزہ شرط نہیں اور اسکی ادنیٰ مقدار کے لئے کوئی اندازہ نہیں، یہاںتک کہ اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نکلنے تک کے لئے اعتکاف کی نیت کرلی تو صحیح ہے۔ اعتکاف کے لئے اسلام و عقل اور جنابت و حیض و نفاس سے پاک ہونا بھی شرط ہے، اس لئے کہ کافر تو عبادت کا اہل نہیں اور مجنون نیت کا اہل نہیں جنبی اور حیض و نفاس والی، ان لوگوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہیں۔ اعتکاف کی صحت کے لئے بلوغ شرط نہیں، ہوشیار بچہ کا اعتکاف صحیح ہے۔

اعتکاف کے آداب و محاسن | مستحب ہے کہ معتکف نیک باتوں کے سوا کلام نہ کرے اور رمضان میں دس روز اعتکاف کرے، اور افضل مساجد میں معتکف ہو۔ قرآن کی تلاوت، اور حدیث و فقہ کا پڑھنا اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاک حالات پڑھنا، دیکھنا سننا سنانا، صالحین کے احوال کا ذکر کرنا لازم رکھے۔

اگر ایسی باتیں کریں جن میں گناہ نہیں ہے تو بھی جائز ہے۔ معتکف اپنی جان کو بالکل عبادت الٰہی میں صرف کرتا ہے، اور اپنے نفس کو دنیا میں مشغول ہونے سے بچاتا ہے۔ اور اپنے تمام اوقات کو حقیقۃً یا حکماً نماز میں صرف کرتا ہے کیونکہ اعتکاف کا مقصدِ اصلی نماز کی جماعتوں کا انتظار کرنا ہے

نماز کے انتظار کرنے والے کو اللہ تبارک وتعالیٰ نماز ہی کا ثواب دیتا ہے۔

مفسدات اعتکاف اعتکاف کرنے والا اعتکاف کی جگہ سے رات یا دن میں کسی وقت بھی بغیر عذر کے نہ نکلے، اگر ایک گھڑی بلا عذر باہر نکلا اعتکاف فاسد ہو گیا خواہ یہ نکلنا قصداً ہو یا بھول کر۔ عورت اپنے اعتکاف کی جگہ سے نکل کر مکان میں نہ آئے اگرچہ اعتکاف کی جگہ گھر ہی کا کوئی گوشہ ہو، وہیں رہنا چاہیئے، ادائے جمعہ کے لئے جامع مسجد جانا جائز ہے۔ حوائج انسانی (بول و براز) کے لئے نکلنا جائز ہے لیکن ضرورت سے زیادہ وقت نہ خرچ کرے کھانے پینے سونے کے لئے نکلنا جائز نہیں کیونکہ معتکف کے لئے مسجد میں ان باتوں کی اجازت ہے۔ مریض کی عیادت اور جنازہ کی شرکت کے لئے نہ نکلے اگر نکلا تو اعتکاف فاسد ہو گیا۔ یہ تمام احکام اعتکاف واجب میں ہیں، اور اعتکاف نفل میں عذر و بے عذر نکلنا جائز ہے۔

معتکف پر جماع اور اسکے دواعی مباشرت، تقبیل، لمس، معانقہ وغیرہ حرام ہیں۔ احتلام سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ غسل کیلئے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے

ممنوعات خاموشی جسکو معتکف عبادت سمجھے مکروہ ہے اور اگر عبادت نہ سمجھے تو مکروہ نہیں۔ لیکن معاصی سے زبان کو بچانے کے لئے خاموش رہنا اعظم عبادات ہے۔

معتکف کے لئے بیع اور شرا کھانے کی اور ضروری کی جائز ہے، لیکن تجارت کے کاروبار کا جاری رکھنا اور مقام اعتکاف کو تجارت گاہ بنا لینا مکروہ ہے۔

معتکف کو خوشبو اور سر میں تیل لگانا جائز ہے۔

اعتکاف واجب کے فاسد ہونے سے اسکی قضا واجب ہو جاتی ہے۔

تراویح

تراویح کو قیام رمضان بھی کہتے ہیں۔ تراویح کی بیس ۲۰ رکعتیں جماعت کے ساتھ سنت موکدہ ہیں اس پر اجماع ہے۔ یہی جمہور اہل علم کا مذہب ہے ہمارے اصحاب اور امام شافعی اور امام احمد سب حضرات کا بیس ۲۰ رکعتوں پر اتفاق ہے لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے چھتیس ۳۶ رکعتیں منقول ہیں کیونکہ اہل مدینہ اتنی ہی پڑھتے تھے۔ جمہور کی دلیل وہ روایت ہے جو موطا میں یزید بن رومان سے مروی ہے۔

قال كان الناس يقومون في زمن عمر بن الخطاب رضي الله عنه بثلاث وعشرين ركعة

کہا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ تئیس ۲۳ رکعتوں کے ساتھ قیام کرتے تھے۔ (۲۰ تراویح ۳ وتر)

بیہقی نے بسند صحیح سائب بن یزید سے روایت کی۔

كانوا يقومون على عهد عمر في شهر رمضان بعشرين ركعة

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ماہ رمضان میں لوگ بیس ۲۰ رکعت (تراویح) کے ساتھ قیام کرتے تھے۔

اخرج البيهقي عن شتيرة وكان من اصحاب علي انه كان يؤمهم في رمضان فيصلي خمس ترويحات۔

بیہقی نے شتیرہ سے روایت کی اور وہ علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے کہ وہ رمضان میں امامت کرتے تھے پس پانچ ترویحہ (بیس رکعت) پڑھاتے تھے۔

اخرج ايضا انهم كانوا يقومون على عهد عمر بعشرين ركعة

نیز بیہقی نے تخریج کی کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ بیس رکعت کے

وعلى عهد عثمان وعلى مثله	ساتھ قیام کرتے تھے اور حضرت عثمان

وحضرت علی رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی ایسے ہی۔

ابو عبد الرحمن سلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ:

امر رجلا بان یصلی بالناس عشرین رکعة وکان علی یوتر بھم	حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح امام بنکر پڑھا دے اور حضرت علی

مرتضی رضی اللہ عنہ خود وتر پڑھاتے تھے۔

روى ابن ابي شيبة وعبد بن حميد والبغوى والبيهقى والطبرانى عن ابن عباس ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يصلى بعشرين ركعة والوتر	ابن ابو شیبہ اور عبد بن حمید اور بغوی وبیہقی وطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔

روایات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ زمانۂ اقدس سے آج تک تراویح بیس رکعت پڑھی جاتی ہیں۔ خلفاء اور صحابہ اور ائمہ سب کا اس پر اجماع ہے۔ مشارق ومغارب میں اس پر عمل ہے۔

عالم مدینہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عمل اہل مدینہ سے تمسک کیا کہ وہ چھتیس رکعت پڑھتے تھے، اور اسکی وجہ یہ تھی کہ اہل مکہ ہر دو ترویحہ کے درمیان سات مرتبہ طواف کرتے تھے اور دو رکعت طواف کی پڑھتے تھے۔ اہل مدینہ نے ان کی مساوات چاہی، اور بجائے ہر طواف کے چار رکعتیں مقرر کیں، اسطرح سولہ رکعتیں بڑھائیں یوں سب مل کر چھتیس ہو گئیں۔

بہر حال بیس تراویح حضور کی اور خلفاء راشدین کی سنت ہے، اور

اس پر سلفاً و خلفاً تمام امت کا اجماع ہے، سارے عالم کے اہل اسلام اس پر عامل ہیں۔ نفس تراویح سنت بالعین ہے، اور جماعت کے ساتھ سنت علی سبیل الکفایہ ہے۔ یعنی اگر تمام اہل محلہ جماعت ترک کر دیں تو وہ سب کے سب تارک سنت اور گناہگار ہیں۔ اور اگر کوئی ایک شخص جماعت چھوڑ کر اپنے گھر پڑھے، تو وہ تارکِ فضیلت ہے، اگر لوگوں نے گھر میں جماعت کی تو حاصل ہو گئی، لیکن مسجد کی جماعت کو ایک اور فضیلت ہے اس سے محروم رہے۔ جماعت کے ساتھ صرف پانچ ترویحہ یعنی بیس رکعت پڑھی جائیں۔ جماعت کے ساتھ اس سے زیادہ رکعتیں پڑھنا ہمارے نزدیک مکروہ ہے۔

بہتر یہ ہے کہ تراویح یا سنت وقت یا قیام لیل یا قیام رمضان کی نیت کی جائے نفل یا مطلق نماز کی نیت سے ادائے سنت کے جواز میں اختلاف ہے۔

تراویح کا وقت | عشاء کے فرض ادا کرنے کے بعد طلوع فجر تک ہے۔ تراویح قبل عشاء جائز نہیں۔ اگر کسی شخص کا ایک ترویحہ (یعنی چار رکعت) یا دو ترویحے رہ گئے، تو اولیٰ یہ ہے کہ پہلے تراویح پڑھے۔ اسکے بعد وتر۔ تراویح دو دو رکعت کی نیت سے پڑھنا بہتر ہے۔ ہر دو ترویحہ کے درمیان بقدر ایک ترویحہ کے بیٹھنا مستحب ہے۔ ایسے ہی پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان بھی، لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان بیٹھنا قوم پر گراں ہے، تو نہ بیٹھے۔ ترویحوں کے درمیان بیٹھنے کی حالت میں اختیار ہے چاہیں تسبیح پڑھیں یا خاموش بیٹھیں۔ اہل مکہ طواف کرتے ہیں اور دو رکعتیں پڑھتے ہیں۔ اہل مدینہ چار رکعتیں فرادیٰ یعنی بے جماعت پڑھتے ہیں۔ تہائی رات سے نصف شب تک تراویح کی تاخیر مستحب ہے، اور بعد نصف کے مکروہ نہیں۔ تراویح مردوں اور عورتوں

سب کے لئے سنت ہے۔ ایک مقتدی نے دو مسجدوں میں تراویح پڑھی مضائقہ نہیں۔ افضل یہ ہے کہ تراویح ایک امام کے ساتھ پڑھیں، اگر دو اماموں کے ساتھ تراویح پڑھی گئی، تو مستحب یہ ہے کہ ہر ایک پورا ترویحہ کر کے بیٹھے، اور اگر ترویحہ کے درمیان مثلاً دس رکعت پر ہٹ آیا، تو خلاف مستحب ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ فرض و وتر ایک امام پڑھائے۔ اور تراویح دوسرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرض و وتر کی امامت فرماتے تھے اور ابی تراویح کی تراویح کی قضا نہیں۔ ایک شخص نے عشاء تنہا پڑھی اسکو تراویح امام کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔ ایک شخص کی سنت عشاء رہ گئی، امام کے ساتھ تراویح میں شریک ہو گیا، اور سنت عشاء کی نیت کی جائز ہے۔

تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے، قوم کی کاہلی اور سستی کی وجہ سے نہ چھوڑا جائے، اور دو مرتبہ ختم فضیلت ہے اور تین مرتبہ افضل ہے۔

تراویح کی دونوں رکعتوں میں قرات برابر کرنا افضل ہے۔ قرآن پاک کے ختم ہونے کے بعد مہینے کے باقی ایام میں تراویح نہ چھوڑی جائے کیونکہ وہ سنت ہے اور ترک مکروہ۔ جو شفعہ (دوگانہ) فاسد ہو گیا اس میں جس قدر قرآن پڑھا گیا تھا، شمار نہ کیا جائے گا۔ نماز کے اعادہ کے ساتھ اس قدر قرآن کا بھی اعادہ کیا جائے۔

ختم قرآن کے بعد جہاں خالی تراویح پڑھی جاتی ہیں، یا دیہات میں جہاں حافظ میسر نہیں، تراویح میں سورۂ فیل سے آخر قرآن تک پڑھیں۔

یہ مکروہ ہے کہ مقتدی بیٹھے رہیں اور جب امام رکوع کے قریب ہو تو کھڑے ہو جائیں۔ حافظ کو غلط پڑھنے یا رکنے کی حالت میں لقمہ دینا جائز ہے۔ ہمارے ملک میں بے علم حافظوں کا دستور ہے کہ وہ حافظ کو بھلانے کیلئے اُلٹا لقمہ دیتے ہیں، بھلاتے

یا اور ایسی ہی حرکات کرتے ہیں، اور بعضے تو اس قدر جری اور بیباک ہیں کہ اسکا وقار کم کرنے کے لئے یا اسکے حافظہ کے امتحان کی غرض سے غلط بتا دیتے ہیں یہ سخت شنیع اور نہایت قبیح حرکتیں ہیں، اور قرآن کو غلط پڑھنا یا صحیح پڑھنے والے کو قصداً غلطی میں مبتلا کرنیکی کوشش کرنا عظیم گناہ ہے، اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔

نابالغ لڑکوں کی امامت صحیح یہ ہے تراویح بلکہ کسی نفل میں بھی کبھی نابالغ کی امامت جائز نہیں۔ ہمارے ملک میں یہ غلط دستور ہے کہ نابالغ کو تراویح میں امام بنا لیتے ہیں، اس سے احتراز چاہیئے۔

وتر وتر واجب ہیں، تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ، یہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی:۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلٰث رکعات۔	حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات تین رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔

قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلٰث لا یسلم الا فی اٰخرھن رواہ الحاکم و قال صحیح علیٰ شرط البخاری والمسلم	فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت کے ساتھ وتر پڑھتے تھے، نہ سلام پھیرتے تھے مگر انکے آخر میں اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ یہ شرط بخاری و مسلم پر صحیح ہے۔

امام طحاوی نے مسور ابن مخرمہ سے روایت کیا:۔

قال دفنا ابا بکر لیلا فقال عمر انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ	مسور ابن مخرمہ نے کہا کہ ہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو شب میں دفن

فصلی بنا ثلٰث رکعاتٍ لم یسلم الا فی اٰخرھن۔ | کیا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے وتر تین ہی پڑھے ہیں۔

پس کھڑے ہو گئے اور ہم نے انکے پیچھے صف باندھی، انہوں نے ہم کو تین رکعتیں پڑھائیں، نہ سلام پھیرا مگر ان کے آخر میں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

الوتر ثلٰث کثلاث المغرب | مغرب کی تین رکعتوں کی طرح وتر بھی تین ہیں۔

اس کے علاوہ بکثرت احادیث موجود ہیں، جن کا اس مختصر میں نقل کرنا دشوار ہے۔ وتر کی تمام رکعات میں فاتحہ اور سورۃ پڑھی جائے اور تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعاءِ قنوت پڑھیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم سے انہوں نے عبداللہ سے انہوں نے علقمہ سے یہ حدیث روایت کی۔

قال بت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقنت فی الوتر قبل الرکوع۔ | کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شب گزاری حضور نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی

صدقہ فطر

صدقۂ فطر ہر آزاد مسلمان پر واجب ہے جو مقدارِ نصاب کا مالک ہو بشرطیکہ یہ مقدار حاجت اصلیہ سے فاضل ہو۔ صدقۂ فطر نصف صاع (آجکل کی تول سے دو سیر تین چھٹانک اٹھنی بھر یعنی ایک سو چھتر روپیہ اور اٹھنی بھر گیہوں) یا گیہوں کا آٹا یا ایک صاع (چار سیر چھ چھٹانک

دو اٹھنی بھر) یعنی تین سو پچاس اور دو اٹھنی بھر جو یا کھجور ہے۔ آٹا دینا گیہوں سے بہتر ہے، اور قیمت دینا سب سے افضل۔

صدقہ فطر عید کی طلوع کے بعد واجب ہوتا ہے۔ جو اس سے پہلے مر گیا اس پہ صدقہ واجب نہیں، اور جو اس سے پہلے پیدا ہوا اسکا صدقہ واجب ہے روز عید سے پہلے بھی صدقۂ فطر کا دینا جائز ہے۔ وہ بوڑھا یا مریض جس سے روزہ ساقط ہو گیا ہو صدقہ فطر اس پر بھی واجب ہے۔

مستحب یہ ہے کہ فطرہ عیدگاہ جانے سے پہلے پہلے ادا کر دیا جائے۔ فطرہ اپنا اور اپنے چھوٹے بچے کا (جو مقدارِ نصاب کا مالک نہ ہو) واجب ہے۔ معتوہ اور مجنون بھی صغیر کے حکم میں ہے۔

زوجہ اور بڑی اولاد کا صدقہ انہیں کے ذمہ ہے شوہر یا باپ پر نہیں اور اگر انہوں نے ادا کر دیا جائز ہے۔ ایک شخص کا فطرہ جماعت کو اور جماعت کا ایک شخص کو دینا جائز ہے۔ فطرہ کے مصرف وہی ہیں جو زکوۃ کے مصرف ہیں مسکین، فقیر وغیرہ۔

عید کے مسائل

عید کی سنتیں غسل کرنا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا، عمدہ لباس پہننا، عیدگاہ کو پیادہ پا جانا، ایک راہ سے جانا اور دوسری راہ سے واپس ہونا، عید الفطر میں عیدگاہ جانے سے قبل کوئی شیریں چیز کھجور وغیرہ کھانا۔ (اسی بنا پر ہمارے ملک میں سوئیاں مروج ہیں کہ کھانا شیریں ہو، اور سنت بھی ادا ہو جائے) اور عید الضحےٰ میں قبل نماز کچھ نہ کھانا۔

مباحات اور مستحبات صدقہ کی کثرت کرنا، باہم ملنا، مبارکباد دینا، خوشی کا اظہار کرنا، مصافحہ اور معانقہ کرنا (شاہ ولی اللہ صاحب فتویٰ میں بامام لودھکما کا قول نقل کرکے فرماتے ہیں)۔ لکن ینبغی ان یقال فی المصافحۃ یوم العید والمعانقۃ یوم العید اور ہدایہ میں ہے۔ کذا المصافحۃ بل ھی سنۃ عقیب الصلوٰۃ کلھا۔ راہ میں تکبیر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد آہستہ پڑھنا مستحب ہے۔

نماز عید عید کی دو رکعت نماز ہر عاقل بالغ مقیم تندرست پر شہر میں واجب ہے گاؤں میں عید اور جمعہ کی نمازیں جائز نہیں، مگر وہ بڑے گاؤں یعنی قصبے جو شرعاً شہر کا حکم رکھتے ہیں ان میں جمعہ اور عید دونوں کی نمازیں جائز ہیں جمعہ اور عید دونوں کی نمازوں کی صحت اور ادا کی شرطیں ایک ہیں، مگر یہ فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ فرض ہے، اور عیدین میں سنت، دوم جمعہ میں خطبہ نماز سے قبل ہے اور یہاں نماز کے بعد۔ اگر کسی نے عید کی نماز کے بعد خطبہ نہ پڑھا، یا نماز سے قبل پڑھ دیا، دونوں صورتوں نماز تو ہوگئی مگر یہ شخص گناہگار ہوا، نماز عید نماز جنازہ پر مقدم کی جائے اور نماز جنازہ خطبہ پر۔

عید کی نماز کا وقت عید کی نماز کا وقت آفتاب کے بقدر نیزہ بلند ہونے سے زوال تک ہے۔ اگر نماز پڑھنے میں زوال کا وقت آگیا تو نماز فاسد ہو جائیگی۔

نماز عید کی ترکیب نیت بہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز واجب عید الفطر مع چھ تکبیروں کے اللہ جل جلالہٗ کے واسطے کعبہ رو ہو کر اللہ اکبر کہہ کر زیر ناف ہاتھ باندھ لیں اور پورا سبحانک اللھم پڑھ کر امام کے ساتھ کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھائیں اور اللہ اکبر کہکر ہاتھ چھوڑ دیں، اسی

طرح تین تکبیریں کہیں، پھر ہاتھ باندھ لیں۔ دوسری رکعت میں امام کی قرات کے بعد امام کے ساتھ اسی طرح تین تکبیریں کہیں، اور ہر مرتبہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں۔ چوتھی مرتبہ تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جائیں اور ہاتھ نہ اٹھائیں باقی نماز حسب معمول۔

اگر عیدگاہ میں ایسے وقت پہنچے کہ امام نے تکبیروں سے فارغ ہو کر قرأت شروع کردی تھی تو تم نماز میں شریک ہو جاؤ اور فوراً تکبیریں کہو اور اگر امام کے رکوع میں جانے سے قبل تکبیریں نہ کہہ سکے تو رکوع میں تکبیریں کہہ لو مگر ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ جس نے امام کو قومہ میں پایا وہ تکبیریں نہ کہے اسلئے کہ رکعت اولی کو مع تکبیرات قضا کریگا۔

جب امام تشہد پڑھ چکا ابھی سلام نہیں پھیرا ہے، یا سلام پھیر دیا ابھی سہو کا سجدہ نہیں کیا ہے۔ یا سجدہ کرلیا لیکن سلام آخر نہیں پھیرا ہے، ایسی حالت میں جو شخص پہنچا اس کو چاہیئے کہ امام کے ساتھ شریک ہو جائے اور سلام پھیرنے کے بعد نماز پوری کرے۔

اگر امام عید کی تکبیریں بھول جائے اور قرأت شروع کر دے، تو بعد قرأت کے تکبیریں کہے یا رکوع میں کہے جب تک کہ سر نہ اٹھایا ہو۔ اگر امام تکبیریں چھوڑ دے یا کم کر دے یا زیادہ کر دے یا غیر محل میں کہے اسپر سجدۂ سہو کا واجب ہے۔

شش عید کے روزے

شوال میں چھ دن کے روزے جنھیں لوگ "شش عید کے روزے" کہتے ہیں۔ ان کا رکھنا سنت ہے، اور احادیث میں بڑی فضیلتیں وارد ہیں۔ افضل یہ ہے کہ چھ روزے متفرق کر کے پورے مہینہ میں رکھے جائیں اور اگر عید کے بعد ہی لگاتار چھ دن میں ایک ساتھ رکھ لئے جائیں جب بھی کوئی حرج نہیں۔ کذا فی الدر المختار۔

کیا روزہ میں انجکشن لگوا سکتے ہیں؟

دفتر "سوادِ اعظم" میں متعدد حضرات کے سوالات آئے ہیں کہ کیا انجکشن مفسدِ روزہ ہے یا نہیں؟ ان سب حضرات کو یکجائی جواب پیش کیا جاتا ہے۔

الجواب :- انجکشن (ٹیکہ) دو طریقے پر ہوتے ہیں۔ ایک جلدی، یعنی گوشت یا کھال میں سوئی کے ذریعہ سے دوا پہنچائی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ گوشت یا جلد میں اگر دوا پہنچائی جائے تو بطنِ دماغ یا جوفِ معدہ میں وہ دوا نہیں پہنچ سکتی۔ روزہ جب ہی فاسد ہوتا ہے جبکہ وہ چیز دماغ یا معدہ میں بالاصالت پہنچے۔ رہا دوا کی تاثیر کا پہنچنا؟ یہ مخلِ روزہ نہیں اسکی مثال ایسی ہے کہ سخت گرمی کی حالت میں خوب سرد پانی سے غسل کیا جائے، یا پیٹ میں درد ہونیکی صورت میں گرم پانی، یا دوا وغیرہ سے ٹکور (تکمید) کیجائے تو اس سے یقیناً مسامات کے ذریعہ اثر پہنچتا ہے لیکن اصل سے ہرگز نہیں پہنچتی۔ فقہا کرام روزہ کی حالت میں غسل یا بیرونی طور پر دوا کے استعمال کو ہرگز مفسدِ روزہ نہیں بتاتے۔ لہٰذا میرے علم کے مطابق جلدی انجکشن (ٹیکہ) سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

انجکشن کا دوسرا طریقہ وریدی ہے یعنی کسی ایسی رگ میں جس میں خون دورہ کر رہا ہو، اس میں سوئی داخل کر کے دوا پہنچائی جاتی ہے۔ یہ طریقہ ضرور محلِ نظر ہے۔ اگر ایسی رگ میں انجکشن (ٹیکہ) لگوایا جائے جس ذریعہ بطنِ دماغ یا جوفِ معدہ میں اصل دوا پہنچے، تو اس سے بلاشبہ روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور اگر کسی ایسی رگ میں دوا پہنچائی جائے، جس کے ذریعہ بطنِ دماغ یا جوفِ معدہ میں دوا نہ پہنچے، لیکن دورانِ خون کے ذریعہ اصل

دوا کے پہنچنے کا احتمال ہو، خواہ پہنچے ہی نہیں، مگر پھر بھی احتیاط اسی میں ہے کہ ایسا وریدی انجکشن نہ لگوایا جائے۔

(۱) کما قال فی الدر المختار او اکتحل او ادھن او احتجم وان وجد طعمہ فی حلقہ ولانہ اثر داخل من المسام الذی ھو خلل البدن و المفطر انما ھو الداخل من المنافذ للاتفاق علی ان من اغتسل فی ماء فوجد بردہ لا فی باطنہ انہ لا یفطر۔

(۲) او کما قال فی البحر والتحقیق ان بین جوف الرأس وجوف المعدۃ منفذ اصلیا فما وصل الی جوف الرأس یصل الی جوف البطن من الشامی ص ۱۰۲ جلد دوم۔

(۳) فتاوی عالمگیر مطبوعہ ہند ص ۲۰۴ جلد اول، اور بدائع کی عبارت سے بھی یہ بات واضح ہے، وھی ھذا:

وما وصل الی الجوف او الدماغ من المخارق الاصلیۃ کالانف والاذن والدبر بان استعط او احتقن او اقطر فی اذنہ فوصل الی الجوف او الی الدماغ فسد صومہ اما اذا وصل الجوف فلا شک فیہ لوجود الاکل من حیث الصورۃ وکذا اذا وصل الی الدماغ لانہ لہ منفذ الی الجوف او الی الدماغ من غیر المخارق الاصلیۃ بان داوی الجائفۃ والآمۃ فان داوا ھا بدواء یابس لا یفسد لانہ لم یصل الجوف ولا الی الدماغ ولو علم انہ وصل یفسد فی قول ابی حنیفۃ الخ (بدائع جلد دوم ص ۹۳) واللہ تعالی ورسولہ الاعلی اعلم۔ فقیر نعیمی غلام معین الدین غفرلہ

(خادم سواد اعظم لاہور۔